یادگارِ ملاقاتیں

انسانی تاریخ سے منتخب اُن یادگار ملاقاتوں کا مجموعہ
جس میں عوام وخواص.... مصلحین اُمت
اور اربابِ اقتدار حضرات کیلئے نصیحت بھی ہے
اور عبرت بھی.... ہر ملاقات.... اصلاح اعمال
فکر آخرت اور عملی جذبہ بیدار کرنے میں
مجرّب اور اثر پذیر ہے

از افادات
حکیم الامت مجدد الملت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ
حکیم الاسلام حضرۃ مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمہ اللہ
حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ
و دیگر اکابرین رحمہم اللہ

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یادگار ملاقاتیں

انسانی تاریخ سے منتخب اُن یادگار ملاقاتوں کا مجموعہ
جس میں عوام وخواص..... مصلحین اُمت
اور اربابِ اقتدار حضرات کیلئے نصیحت بھی ہے
اور عبرت بھی..... ہر ملاقات..... اصلاح اعمال
فکر آخرت اور عملی جذبہ بیدار کرنے میں
مجرب اور اثر پذیر ہے

از افادات

حکیم الامت مجدد الملت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ
حکیم الاسلام حضرۃ مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمہ اللہ
حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ
و دیگر اکابرین رحمہم اللہ

یادگار ملاقاتیں

مرتب

محمد اسحٰق ملتانی
(مدیر ماہنامہ "محاسن اسلام" ملتان)

اِدارۂ تالیفاتِ اَشرفِیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

یادگار ملاقاتیں

تاریخ اشاعت............صفر المظفر ۱۴۳۰ھ

ناشر..............................ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

طباعت....................سلامت اقبال پریس ملتان

انتباہ

اس کتاب کی کاپی رائٹ کے جملہ حقوق محفوظ ہیں
کسی بھی طریقہ سے اس کی اشاعت غیر قانونی ہے

قانونی مشیر

قیصر احمد خان

(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ ملتان)

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ....چوک فوارہ....ملتان

ادارہ اسلامیات..........انارکلی........لاہور

مکتبہ سید احمد شہید.......اردو بازار.....لاہور

مکتبہ رحمانیہ........اردو بازار .... لاہور

مکتبہ الفاروق۔ مصریال روڈ چوہڑ ہڑپال۔ راولپنڈی

دارالاشاعت.......اردو بازار.........کراچی

مکتبۃ القرآن.......نیو ٹاؤن............کراچی

مکتبہ دارالاخلاص...قصہ خوانی بازار......پشاور

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K
(ISLAMIC BOOKS CENTERE

119-121- HALLIWELL ROAD
BOLTON BLI 3NE. (U.K.)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مرتب و ناشر

اما بعد! افراد کے مجموعہ کا نام معاشرہ ہے.... اس لئے معاشرہ میں رہتے ہوئے ایک انسان کا دوسروں سے ملاقات کرنا ناگزیر ہے....

اللہ تعالیٰ نے حصول علم کیلئے جو ذرائع پیدا فرمائے ہیں ان میں ایک بہترین ذریعہ صحبت اور ملاقات ہے.... حتیٰ کہ حضرات محدثین عظام رحمہم اللہ کے ہاں اس محدث کی حدیث لائق ترجیح ہوتی ہے جسے اپنے استاد کی صحبت زیادہ میسر آئی ہو....

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے جب سے سنا ہے کہ جنت میں احباب سے ملاقات ہوگی اس وقت سے مجھے جنت کا شوق پیدا ہوگیا ہے....

زندگی کے طویل سفر میں ہر شخص کو اپنے بڑوں چھوٹوں سے ایسی ملاقاتیں نصیب ہو جاتی ہیں جو خود اس کیلئے نافع ہونے کے علاوہ بعد میں سننے اور پڑھنے والوں کیلئے مفید اور یادگار رہوں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ادارہ کی یہ کوشش رہتی ہے کہ اپنے اکابر کی مستند چیزوں کو عصر حاضر کی ضرورت کے مطابق جدید پیرائے میں منظر عام پر لایا جائے.... اسی کاوش کے پیش نظر تاریخ اسلام کی مستند کتب کی ورق گردانی سے اسلاف و اکابر کی جو یادگار چیزیں میسر آئیں انہیں محفوظ کیا جاتا رہا۔

توفیق باری تعالیٰ سے ..... یادگار باتیں ...... یادگار ملاقاتیں .... یادگار تحریریں اور یادگار واقعات..... کے عنوانات سے کافی ذخیرہ جمع ہوگیا ان میں سے پہلی دو کتب شائع ہو چکی ہیں جبکہ باقی دو زیر ترتیب ہیں۔

زیر نظر مجموعہ ''یادگار ملاقاتیں'' تاریخ اسلام سے منتخب انبیاء علیہم السلام.... صحابہ کرام' تابعین وتبع تابعین رضی اللہ عنہم.... حضرات فقہاء محدثین رحمہم اللہ اور زمانہ خیر القرون سے تاہنوز اہل اللہ کی یادگار ملاقاتیں.... نیز سلاطین وارباب اقتدار کی صلحائے امت سے اور صلحائے امت کی ارباب اقتدار سے ان ملاقاتوں کا مجموعہ ہے جو واقعۃً یادگار ہیں اور اصلاح احوال.... فکر آخرت اور عملی جذبہ بیدار کرنے میں قوی محرک ہیں.... ان ملاقاتوں میں سامان عبرت بھی ہے اور ان کے ذریعے مسلمانوں کے عہد زریں کی عکاسی بھی ہے.... یہ ملاقاتیں جہاں ایک عام مسلمان کیلئے سرمہ بصیرت ہیں وہاں اہل اقتدار حضرات کے لئے نصیحت آموز بھی ہیں کہ اسلاف کے تابناک ماضی کو فراموش کر کے مستقبل روشن کرنا ایک مسلمان کا شیوہ نہیں۔

کوشش کی ہے کہ انسانی تاریخ سے وہ ملاقاتیں اس مجموعہ کا جزو بنائی جائیں جو ایک مسلمان کیلئے یادگار ہوں اور ان میں عبرت ونصیحت کا پہلو بھی نمایاں ہو.... اس لئے کہ سعادت مندی اسی میں ہے کہ دوسروں کے حالات وواقعات پڑھ کر نصیحت حاصل کی جائے اور خود کو اعمال صالحہ سے آراستہ کیا جائے اور انفرادی واجتماعی زندگی میں ایسے تمام امور چھوڑ دیئے جائیں جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بنیں.... اس لئے کہ اللہ کی نافرمانی جہاں آخرت میں موجب ہلاکت ہے وہاں دنیاوی امور میں بھی نحوست وبے برکتی کا ذریعہ ہے.... زیر نظر مجموعہ کی ہر ملاقات ہمیں یہی پیغام دیتی ہے۔ یاد رہے کہ یہ کتاب مستند کتب سے ہی استفادہ کرتے ہوئے مرتب کی گئی ہے اکثر جگہ حوالہ بھی دیدیا گیا ہے لیکن ہر جگہ حوالہ کا التزام نہیں کیا گیا۔

قارئین کی سہولت کے پیش نظر اس کاوش کو سات اجزاء میں مرتب کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس جدید کاوش کو شرف قبولیت
سے نوازیں اور اس پُرفتن دور میں اپنے اسلاف واکابر
کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق سے نوازیں آمین....

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

والسلام..... محمد اسحٰق غفرلہ.... (صفر المظفر ۱۴۳۰ھ بمطابق فروری 2009ء)

جگر مرادآبادی اور حفیظ جونپوری کی حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ سے ملاقات کے بعد سچی توبہ کے بعد اشعار

جگر مراد آبادی

پینے کو تو بے حساب پی لی
اب ہے روز حساب کا دھڑکا

چلو دیکھ کر آئیں تماشا جگر کا
سنا ہے وہ کافر مسلمان ہوگا

حفیظ جونپوری

میری کھل کر سیاہ کاری تو دیکھو
اور انکی شان ستاری تو دیکھو
گڑا جاتا ہوں جیتے جی زمین میں
گناہوں کی گراں باری تو دیکھو
ہوا بیعت حفیظ اشرف علی سے
بایں غفلت یہ ہوشیاری تو دیکھو

فہرست عنوانات

انبیاء علیہم السلام اولیائے عظام اور اہل جنت کی اللہ تعالیٰ سے ملاقاتیں	
اہل جنت کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات	۲۸
سب سے ادنیٰ جنتی کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات	۳۱
سفر معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقاتیں	۳۴
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات	۳۶
یحییٰ بن اکثم رحمہ اللہ کی اللہ سے وفات کے بعد ملاقات	۳۸
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک قصائی سے ملاقات	۳۸
حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ایک نوجوان کی ملاقات	۳۹
حضرت سلیمان علیہ السلام کی مچھلی سے ملاقات	۴۱
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فرشتہ سے ملاقات	۴۲
نظام الملک کی بعد وفات اللہ تعالیٰ سے ملاقات	۴۲
حضرت داؤد علیہ السلام کی موت کے فرشتہ سے ملاقات	۴۳
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ابلیس سے ملاقات	۴۴
حضرت سلیمان علیہ السلام سے شیطان کی ملاقات	۴۴

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ملاقات	۴۵
حضرت نوح علیہ السلام سے شیطان کی ملاقات	۴۶
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک چرواہے سے ملاقات	۴۶
ملکہ زبیدہ کی اللہ تعالیٰ کی زیارت وملاقات	۴۷
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ملاقاتیں	
اہل قریش کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات	۵۰
حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات	۵۱
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات	۵۲
ایک والد کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات	۵۳
حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات	۵۵
حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات	۵۵
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شاہ روم کی ملاقات	۵۷
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک یتیم کی ملاقات	۵۸
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی ملاقات	۶۰
عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات	۶۲
حضرت جُلیبیب رضی اللہ عنہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات	۶۳
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صحابیؓ کی ملاقات	۶۵
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص کی ملاقات	۶۵
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی ملاقات	۶۶
ایک صحابیؓ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات	۶۷
ایک دیہاتی کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات	۶۷

مختلف دیہاتیوں کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات	۶۸
ایک صحابی کے انتقال کے وقت رُخسار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر	۷۰
ایک چرواہے کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات	۷۰
ایک دیہاتی کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات	۷۲
حاتم طائی کی بیٹی کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات	۷۳
ایک نوجوان کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات	۷۳
سلطان نورالدین زنگی رحمہ اللہ کی خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیارت وملاقات	۷۴

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی باہم ملاقاتیں

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ایک راہب سے ملاقات	۷۸
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اپنے بیٹے سے ملاقات	۷۸
مالک کی غلام سے عجیب ملاقات	۷۹
ایک باپ بیٹے کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات	۸۱
عدالت فاروقی میں ایک ایمان افروز ملاقات	۸۲
ابومسلم خولانی کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات	۸۴
حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک قیدی کی ملاقات	۸۵
حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے چرواہے کی ملاقات	۸۶
حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک خاتون کی ملاقات	۸۷
حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اہل عراق کی ملاقات	۸۹
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک پریشان حال ماں بیٹی سے ملاقات	۸۹
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ایک خطیب سے ملاقات	۹۱
حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ملاقات	۹۱

ایک سوار کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات	۹۲
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک شخص سے خط کے ذریعے ملاقات	۹۲
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے ملاقات	۹۳
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بوڑھیا سے ملاقات	۹۳
ایک بوڑھے طالب علم کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات	۹۵
حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ سے ملاقات	۹۶
حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات	۹۸
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ایک یہودی سے ملاقات	۹۹
حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ایک خاتون کی ملاقات	۹۹
حضرات حسنین رضی اللہ عنہما سے ایک بڑھیا کی ملاقات	۱۰۰
اہل بیت سے فقراء کی ملاقات	۱۰۱
حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے ایک مہمان کی ملاقات	۱۰۳
حضرات حسنین رضی اللہ عنہم سے ایک بوڑھے کی ملاقات	۱۰۳
حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی شاہ روم سے ملاقات	۱۰۴
حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی رومی سفیر سے ملاقات	۱۰۵
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے شیطان کی ملاقات	۱۰۶
حضرت خُبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کی اپنے قاتلوں سے ملاقات	۱۰۸
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ضرار بن ضمرہ کی ملاقات	۱۰۹
خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات	۱۱۱
حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور سعید بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی ملاقات	۱۱۲
حضرت تمیم رضی اللہ عنہ کی دجال سے ملاقات	۱۱۳

صحابی رضی اللہ عنہ کی اپنی پڑوسن بیٹی سے ملاقات	۱۱۶
حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات	۱۱۷
حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی نجاشی سے ملاقات	۱۱۸
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ابو ہاشم بن عتبہ کی ملاقات	۱۲۱
نوجوان کی ایک صالحہ عورت سے ملاقات	۱۲۲
صحابہ رضی اللہ عنہم سے جنگلی جانوروں کی ملاقات	۱۲۲
حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ایک سردار سے ملاقات	۱۲۳
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شاہ کسریٰ سے ملاقات	۱۲۴
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پیر چنگی سے ملاقات	۱۲۸

خیر القرون کے تابعین.... فقہاء.... محدثین عظام کی
خلفائے وقت.... اہل علم اور عامۃ المسلمین سے ملاقاتیں

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کی ملاقات	۱۳۲
حضرت امام محمد شیبانی رحمہ اللہ کی امام اعظم رحمہ اللہ سے ملاقات	۱۳۳
ایک عالم کی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ملاقات	۱۳۳
امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ایک شخص کی ملاقات	۱۳۴
امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ایک شخص کی ملاقات	۱۳۵
امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ایک شخص کی ملاقات	۱۳۵
حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ کی خلیفہ وقت سے ملاقات	۱۳۷
حضرت بصری رحمہ اللہ کی اہل روم سے ملاقات	۱۳۸
حضرت سعید بن جُبیر رحمہ اللہ کی حجاج بن یوسف سے ملاقات	۱۴۰
ایک لڑکے کی حجاج بن یوسف سے ملاقات	۱۴۵

فرزدق کی ہشام سے ملاقات	۱۴۷
سلیمان بن عبدالملک کی حضرت ابوحازم رحمہ اللہ سے ملاقات	۱۵۱
خلیفہ عبدالملک کے ایک قاصد کی حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے ملاقات	۱۵۶
حضرت امام مالک رحمہ اللہ کی خلیفہ منصور سے ملاقات	۱۵۷
امام مالک رحمہ اللہ سے ایک مسئلہ کی تحقیق کیلئے ملاقات	۱۵۸
خلیفہ عبدالملک کی سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے ملاقات	۱۵۹
شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی عیسائیوں سے ملاقات	۱۶۳
قاضی شریح رحمہ اللہ کی اپنے بیٹے سے ملاقات	۱۶۵
حاکم یمن کی امام طاؤس رحمہ اللہ سے ملاقات	۱۶۶
امام طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے ہشام کی ملاقات	۱۶۷
امام طاؤس بن کیسان رحمہ اللہ سے حجاج بن یوسف کی ملاقات	۱۶۹
امام عطا خرسانی رحمہ اللہ کی خلیفہ ہشام سے ملاقات	۱۷۱
شیخ سلمہ بن دینار رحمہ اللہ کی خلیفہ سلیمان سے ملاقات	۱۷۳
ایک شخص کی امام بخاری رحمہ اللہ سے ملاقات	۱۷۸
علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی سردار قازان سے ملاقات	۱۸۰
حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کی ہارون رشید سے ملاقات	۱۸۱
ایک بڑھیا کی خلیفہ ہارون رشید سے ملاقات	۱۸۳
امام بخاری رحمہ اللہ سے امیر بخارا کی ملاقات	۱۸۵
حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کی ہارون رشید سے ملاقات	۱۸۶
رعایا کی مامون سے ملاقات	۱۸۹
امام شافعی رحمہ اللہ سے ہارون الرشید کی ملاقات	۱۹۰

حضرت فضیلؒ بن عیاض سے ہارون رشید کی ملاقات	۱۹۱
ایک شخص کی خلیفہ ہارون رشید کے درویش بیٹے سے ملاقات	۱۹۵
شیخ عبدالعزیز مکی رحمہ اللہ کی مامون رشید سے ملاقات	۱۹۶
ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص کی ملاقات	۲۰۳
ایک شخص کی خلیفہ ولید بن عبدالملک سے ملاقات	۲۰۵
ابوالحسن نوری رحمہ اللہ کی خلیفہ معتضد باللہ سے ملاقات	۲۰۶
حضرت سری سقطی رحمہ اللہ کی درخت سے ملاقات	۲۰۷
والد کی بیٹے اور بیوی سے عجیب ملاقات	۲۰۸
حضرت عبداللہ بن مبارک کی اپنے شاگردوں سے آخری ملاقات	۲۱۰
شاگرد کی باکمال استاد سے ملاقات	۲۱۰
خلیفہ وقت کی اپنی اہلیہ سے ملاقات	۲۱۱
امام شافعی رحمہ اللہ کی امام مالک سے ملاقات	۲۱۳
ولید کی ایک صابر شاکر شخص سے ملاقات	۲۱۷
حسن بصری رحمہ اللہ کی ایک نوجوان سے ملاقات	۲۱۹
قاضی شریح رحمہ اللہ کی اپنی اہلیہ سے عجیب ملاقات	۲۲۰
ایک خاتون کی عبید بن عمیر سے ملاقات	۲۲۳
امام ابوزرعہ رحمہ اللہ کی شاگردوں سے عجیب ملاقات	۲۲۵
شیخ عبداللہ کی حاکم بحرین سے ملاقات	۲۲۵
یزیدؒ بن حبیب سے مصر کے گورنر کی ملاقات	۲۲۷
امام مالک رحمہ اللہ کی خلیفہ سے ملاقات	۲۲۷
امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے ایک بزرگ کی ملاقات	۲۲۸

امام شافعی رحمہ اللہ سے ایک شخص کی ملاقات	۲۲۹
شاہ مصر کی چار محدثین سے ملاقات	۲۲۹
امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے بقی بن مخلد کی ملاقات	۲۳۱
امام زین العابدین رحمہ اللہ سے باندی کی ملاقات	۲۳۲
جنت کے خریدار سے ملاقات	۲۳۲
امام احمد بن حنبل کے ہمسایہ سے ملاقات	۲۳۳
خلیفہ مہدی کی بیوی سے ایک ملکہ کی ملاقات	۲۳۳
ایک بچے کی خلیفہ معتصم سے ملاقات	۲۳۶
دوامانتدار سوکنوں کی عجیب ملاقات	۲۳۶
ہمیشہ قرآنی آیات سے گفتگو کرنیوالی عورت سے ملاقات	۲۳۸
سلیمان اعمش رحمہ اللہ کی ایک شاگرد سے ملاقات	۲۴۲
حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کی ایک نوجوان سے ملاقات	۲۴۳
شیخ شمس الدین ترکی رحمہ اللہ سے بادشاہ کی ملاقات	۲۴۴
حضرت حبیب عجمی رحمہ اللہ کی حسن بصری رحمہ اللہ سے ملاقات	۲۴۶
شیخ جمال الدین کی تیمور شہزادہ سے ملاقات	۲۴۶
مولانا رشید الدین کی ایک پہلوان سے ملاقات	۲۴۷
نصیر الدین طوسی کی ایک بزرگ سے ملاقات	۲۴۹
حکیم شیخ ابوعلی سینا کی ایک بزرگ سے ملاقات	۲۵۰
شیخ اندلسی رحمہ اللہ سے شبلی کی ملاقات کا عبرت انگیز واقعہ	۲۵۰
حضرت ثابت بنانی رحمہ اللہ کی ایک غیبی شخص سے ملاقات	۲۵۵
حضرت ادہم رحمہ اللہ کی بادشاہ سے ملاقات	۲۵۵

شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ کی خلیفہ وقت سے ملاقات	۲۵۷
سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ کی چوروں سے ملاقات	۲۵۸
اہل علم وفضل.....سلاطین وقت.....عوام الناس کی اہل اللہ اور مصلحین اُمت سے ملاقاتیں	
مولانا روم رحمہ اللہ کے والد سے بادشاہ کی ملاقات	۲۶۲
شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ سے مرید کی ملاقات	۲۶۳
قاضی بَکّار بن قُتَیبہ رحمہ اللہ سے بادشاہ کی ملاقات	۲۶۵
شیخ فریدالدین عطار رحمہ اللہ کی ایک درویش سے ملاقات	۲۶۶
سلطان محمود غزنویؒ کی شیخ ابوالحسن خرقانی رحمہ اللہ سے ملاقات	۲۶۷
فاتح سومنات سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ کی ایک طالب علم سے ملاقات	۲۷۱
سلطان محمود غزنوی سے ایک شخص کی ملاقات	۲۷۲
مولانا روم رحمہ اللہ کی اپنے شیخ سے ملاقات	۲۷۴
چند علماء کی مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ سے ملاقات	۲۷۵
ایک نصرانی راہب کی حضرت ابراہیم بن خواص سے ملاقات	۲۷۶
حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی بادشاہ وقت سے ملاقات	۲۷۷
عالمگیر رحمہ اللہ کی وزراء سے ملاقات	۲۷۹
سلطان عالمگیر رحمہ اللہ کی ایک نواب سے ملاقات	۲۸۰
ملاجیون کی عالمگیر رحمہ اللہ سے ملاقات	۲۸۱
سلطان عالمگیر رحمہ اللہ کی ایک بہروپئے سے ملاقات	۲۸۲
حضرت حاتمؒ اور قاضی رَیّ کی ملاقات	۲۸۳
ایک دیہاتی کی بادشاہ سے ملاقات	۲۸۶

بادشاہ وقت کی افلاطون سے ملاقات	۲۸۷
شیخ سعدی رحمہ اللہ کی ایک تاجر سے ملاقات	۲۸۹
ابن خاقان کی معتصم باللہ سے ملاقات	۲۹۰
غیرت مند ملکہ کی ہلاکو خان سے ملاقات	۲۹۱
ابوموسی صالح کی ام الخیر سے ملاقات	۲۹۱
حکیم سقراط کی بادشاہ وقت سے ملاقات	۲۹۲
امام غزالی رحمہ اللہ سے نظام الملک کی ملاقات	۲۹۴
حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی نوجوانوں سے ملاقات	۲۹۵
ہارون رشیدؒ کی ایک درویش سے ملاقات	۲۹۶
مرید کی پیر سے عجیب ملاقات	۲۹۷
ایک شخص کی خواب میں شیطان سے ملاقات	۲۹۷
علماء کی سید احمد شہید سے ملاقات	۲۹۸
جنید بغدادی رحمہ اللہ کی بادشاہ سے ملاقات	۲۹۹
حضرت خواجہ بہاؤالدین زکریاؒ کی علماء سے ملاقات	۲۹۹
شیخ محمد بن عبدالباقی رحمہ اللہ کی اپنی اہلیہ سے عجیب ملاقات	۳۰۰
اہل روم کی اہل چین سے ملاقات	۳۰۲
ایک بڑھیا کی بادشاہ سے ملاقات	۳۰۳
ایک بچے کی سلطان عالمگیر سے ملاقات	۳۰۴
ایک قیدی سے ملاقات	۳۰۵
برصغیر پاک وہند کے اہل علم وفضل کی عوام وخواص سے ملاقاتیں	
جلال الدین قریشی رحمہ اللہ سے ایک شخص کی ملاقات	۳۰۸

شیخ سماء الدین ملتانی رحمہ اللہ سے سلطان بہلول لودھی کی ملاقات	۳۰۸
حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کی جنات سے ملاقات	۳۰۹
مولانا رفیع الدین رحمہ اللہ کی بواسطہ شیعی خاندان امام مہدی سے ملاقات	۳۱۰
حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی ایک پادری سے ملاقات ومناظرہ	۳۱۱
شاہ ابوسعید رحمہ اللہ کی اپنے شیخ سے ملاقات	۳۱۳
شاہ اہل اللہ کی ایک جن صحابی سے ملاقات	۳۱۵
شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ سے ایک شخص کی ملاقات	۳۱۵
حضرت نانوتوی رحمہ اللہ سے ایک نواب کی ملاقات	۳۱۶
حضرت رائے پوری رحمہ اللہ سے ایک عیسائی کی ملاقات	۳۱۶
حضرت گنج مرادآبادی رحمہ اللہ سے انگریز افسر کی ملاقات	۳۱۷
ایک پیر کی علامہ کشمیری رحمہ اللہ سے ملاقات	۳۱۸
حکیم الامت رحمہ اللہ کی ایک نومسلم سے ملاقات	۳۱۹
حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی ایک مخالف سے ملاقات	۳۱۹
حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی اپنے شیخ سے ملاقات	۳۲۱
چند خواتین کی حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ سے ملاقات	۳۲۲
ریلوے گارڈ کی حکیم الامت رحمہ اللہ سے ملاقات	۳۲۳
حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ کی ایک نوجوان سے ملاقات	۳۲۳
ایک پہلوان کی حضرت مظفر حسین کاندھلوی رحمہ اللہ سے ملاقات	۳۲۴
حضرت لاہوری رحمہ اللہ سے وزیر اعلیٰ کی ملاقات	۳۲۴
حضرت نانوتوی رحمہ اللہ سے لالہ جی کی ملاقات	۳۲۵
امیر شریعت رحمہ اللہ کی علامہ بنوری رحمہ اللہ سے ملاقات	۳۲۶

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی ایک عالم سے ملاقات	۳۲۶
ایک فلسفی عالم کی شیخ الہند رحمہ اللہ سے ملاقات	۳۲۷
علامہ کشمیری رحمہ اللہ سے مفتی اعظم رحمہ اللہ کی ملاقات	۳۲۸
حافظ فضل حق کی چوروں سے ملاقات	۳۲۹
مولانا مظفر حسین کاندھلوی رحمہ اللہ سے ایک مسافر کی ملاقات	۳۳۰
شیخ الہند رحمہ اللہ کی اہلیہ نانوتوی رحمہ اللہ سے ملاقات	۳۳۰
علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ سے عیسائی مناظر کی ملاقات	۳۳۱
قاری عبدالرحمٰن رحمہ اللہ کی ایک نومسلم سے ملاقات	۳۳۱
حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ سے تحصیلدار کی ملاقات	۳۳۲
امیر شریعت رحمہ اللہ سے خاکروب کی ملاقات	۳۳۳
مفتی اعظم رحمہ اللہ سے ایک مسافر کی ملاقات	۳۳۴
حکیم الامت رحمہ اللہ کی نواب ڈھاکہ سے ملاقات	۳۳۵
امیر شریعت رحمہ اللہ سے ایک پولیس افسر کی ملاقات	۳۳۶
حضرت ہزاروی رحمہ اللہ کے والد ماجد کی ایک انسپکٹر سے ملاقات	۳۳۷
رئیس الاحرار کی شیخ الحدیث رحمہ اللہ سے ملاقات	۳۳۸
حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی مشہور فلسفی سے ملاقات	۳۳۹
شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ سے ایک ملحد کی ملاقات	۳۴۱
مولانا محمد یعقوب دہلوی سے ایک چور کی ملاقات	۳۴۲
علامہ کشمیری رحمہ اللہ سے علامہ اقبال کی ملاقات	۳۴۳
امیر شریعت رحمہ اللہ سے ڈپٹی کمشنر کی ملاقات	۳۴۳
نواب حیدرآباد دکن کی حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے ملاقات	۳۴۴

ایک نواب کی حکیم الامت رحمہ اللہ سے ملاقات	۳۴۷
علماء کی خواتین سے رقت آمیز ملاقات	۳۴۸
حکیم الامت رحمہ اللہ سے علی میاں رحمہ اللہ کی ملاقات	۳۴۹
علی میاں کی تھانہ بھون میں حاضری اور ملاقات	۳۵۱
حکیم الامت رحمہ اللہ کی گنج مراد آبادی رحمہ اللہ سے ملاقات	۳۵۴
مولانا منظور نعمانی رحمہ اللہ کی حکیم الامت سے ملاقات	۳۵۹
حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی پولیس افسر سے ملاقات	۳۶۲
ایک نوجوان کی شیخ الاسلام سے ملاقات	۳۶۳
خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی حکیم ضیاء الرحمٰن سے ملاقات	۳۶۵
حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے نوجوان کی ملاقات	۳۶۶
علامہ سید سلیمان ندویؒ کی حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات	۳۶۶
حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کی سید میاں اصغر حسین رحمہ اللہ سے ملاقات	۳۶۸
مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مفتی اعظم سے ملاقات	۳۶۹
شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ سے ایک انگریز کی ملاقات	۳۷۰
جنات کی شاہ عبد القدوس سے ملاقات	۳۷۶
مولانا مظفر حسین کاندھلوی رحمہ اللہ سے ڈاکوؤں کی ملاقات	۳۷۶
امیر شریعت اور حکیم الامت تھانویؒ کی یادگار ملاقات	۳۷۹
حضرت شیخ الہند کی حضرت نانوتوی رحمہ اللہ سے ملاقات	۳۸۰
ریلوے افسر کی حکیم الامت رحمہ اللہ سے ملاقات	۳۸۱
بوڑھی عورت کی مفتی اعظم رحمہ اللہ سے ملاقات	۳۸۲
ایک شخص کی قلی سے ملاقات	۳۸۳

حکیم الامت رحمہ اللہ سے ایک سکھ کی ملاقات	۳۸۳
حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ سے ایک ملاقات	۳۸۴
ایک خطیب سے ملاقات	۳۸۶
حکیم الاسلام رحمہ اللہ سے ایک منکر حدیث کی ملاقات	۳۸۷
حکیم الامت رحمہ اللہ سے شاہ جی کی ملاقات	۳۸۹
مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ سے گورنر کی ملاقات	۳۸۹
علامہ عثمانی رحمہ اللہ سے ایک غریب آدمی کی ملاقات	۳۹۱
مفتی اعظم مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ سے ایک یادگار ملاقات	۳۹۲
علامہ کشمیری رحمہ اللہ سے ظفر علی خان کی ملاقات	۳۹۳
شیخ طنطاوی کی علامہ بنوری رحمہ اللہ سے ملاقات	۳۹۴
حضرت مولانا شاہ عبدالغفور عباسی مہاجر مدنی رحمہ اللہ سے ایک ملاقات	۳۹۵
ایک مہمان کی حضرت عباسی رحمہ اللہ سے ملاقات	۳۹۶
حضرت مدنی رحمہ اللہ کی اپنے مرید سے ملاقات	۳۹۷
ایک نوعمر عاشق رسول سے علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی ملاقات	۳۹۸
دو شاعروں کی حکیم الامت رحمہ اللہ سے ملاقات	۳۹۹
ایک بچے کی حکیم الامت رحمہ اللہ سے ملاقات	۴۰۱
حکیم الاسلام رحمہ اللہ کی ایک سنسکرت سے ملاقات	۴۰۱
مولانا مفتی الٰہی بخش کاندھلوی رحمہ اللہ کی انگریز جج سے ملاقات	۴۰۴
حضرت فضل علی قریشی رحمہ اللہ کی اپنے مریدوں سے ملاقات	۴۰۵
ایک عالم کی یہودی و عیسائی پیشواؤں سے ملاقات	۴۰۶
حضرت مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ کی امیر شریعت سے ایک بے تکلف ملاقات	۴۰۷

مولانا یاسین کی امیر شریعت سے ملاقات	۴۰۸
علامہ اقبال کی شاہ جی سے ملاقات	۴۰۹
ایک اللہ والے سے ملاقات کی برکات	۴۰۹
حکیم الامت رحمہ اللہ سے وکلا کی ملاقات	۴۱۰
مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ سے ایک حکومتی کارکن کی ملاقات	۴۱۰
شاہ جی رحمہ اللہ سے ملاقات	۴۱۱
شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ سے شاہ افغانستان کی ملاقات	۴۱۲
اراکین حکومت کی علامہ عثمانی رحمہ اللہ سے ملاقات	۴۱۳
شاہ عبدالعزیز کی شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ سے ملاقات	۴۱۳
اللہ والوں سے ملاقات کا ثمرہ	۴۱۴
اہل دانش اور عامۃ المسلمین کی ملاقاتیں	
مرزا بیدل کی ایک شخص سے ملاقات	۴۱۸
غلام کی آقا سے ملاقات	۴۱۸
دو جڑواں بھائیوں کی ملاقات	۴۱۹
نواب مظفر خان سے ایک غریب کی ملاقات	۴۲۰
قدرت اللہ شہاب سے ایک شخص کی ملاقات	۴۲۲
سر سید احمد خان کی اپنے داماد سے ملاقات	۴۲۴
صالح نوجوان کی ایک لڑکی سے ملاقات	۴۲۵
والد کے قاتلوں سے بچیوں کی ملاقات	۴۲۶
عبدالرحیم خان خاناں کی ایک خاتون سے ملاقات	۴۲۶
حضرت حاجی ظفر احمد صاحب تھانوی کی ایک انگریز انجینئر سے ملاقات	۴۲۷

بھگوڑے غلام کی اپنی بیوی سے عجیب ملاقات	۴۲۸
ایک جیب کترے کی اپنے استاد سے ملاقات	۴۲۹
لیلیٰ کے خادم کی مجنوں سے ملاقات	۴۲۹
طلباء کی ملاح سے ملاقات	۴۳۰
ایک پیکر صبر وشکر سے ملاقات	۴۳۲
ایک مظلوم سے نصرت خداوندی کی ملاقات	۴۳۵
ایک لڑکے کی راہب سے ملاقات	۴۳۷
ایک جرأت مند لڑکی کی امیر تیمور سے ملاقات	۴۴۰
عبداللہ کشمیری کی قدرت اللہ شہاب سے ملاقات	۴۴۲
ایک ملاقات اور اس کا انجام	۴۴۳
میجر عبدالرحمٰن سے ایک ملاقات	۴۴۴
ایک اعرابی سے ملاقات	۴۴۵
ایک بخیل سے ملاقات	۴۴۵
باحیا نوجوان سے ملاقات	۴۴۶
ایک نومسلم سے ملاقات	۴۴۶
ایک مجاہد ختم نبوت سے ملاقات	۴۴۷
وکیل کی ایک ستم رسیدہ عورت سے ملاقات	۴۴۸
قیام پاکستان کیلئے قربان ایک ماں سے ملاقات	۴۵۲
ایک محبّ رسول سے ملاقات	۴۵۵
ایک امیر لشکر سے ملاقات	۴۵۶
ماں کے نافرمان سے ڈاکٹر کی ملاقات	۴۵۷

ایک مفسر پروفیسر کی علامہ اقبال سے ملاقات	۴۵۷
ایک ثابت قدم نوجوان سے ملاقات	۴۵۸
انگلستان میں ایک مسلمان بچہ سے ملاقات	۴۵۹
بچے کی اپنے والد سے ملاقات	۴۶۱
قرآنی آیات سے گفتگو کرنیوالے بچے سے ملاقات	۴۶۲
ایک عاشق حج کی کپتان سے ملاقات	۴۶۶
ایک فاتح جرنیل سے ملاقات	۴۶۸
سرسید احمد خان مرحوم کی ایک سائل سے ملاقات	۴۶۹
انسپکٹر سے ایک غریب کی ملاقات	۴۷۰
مریض عشق کی طبیب سے ملاقات	۴۷۱
نوفل بن ماحق کی ایک متکبر سے ملاقات	۴۷۲
دو جھگڑنے والوں کی دیوار سے ملاقات	۴۷۲
ایک دنیادار کی دیندار سے ملاقات	۴۷۲
ایک عفیف نوجوان کی خاتون سے ملاقات	۴۷۴
ایک شخص کی ایک بہن بھائی سے عجیب ملاقات	۴۷۵
قدرت اللہ شہاب کی ایک ڈاکٹر سے ملاقات	۴۷۶
دنیا میں رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی چند صورتیں	۴۷۹

بسم الله الرحمن الرحيم

اجمالی فہرست

۱	انبیاء علیہم السلام اولیائے عظام اور اہل جنت کی اللہ تعالیٰ سے ملاقاتیں	۲۷
۲	حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ملاقاتیں	۴۹
۳	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی باہم ملاقاتیں	۷۷
۴	خیر القرون کے تابعین....فقہاء....محدثین عظام کی خلفائے وقت....اہل علم اور عامۃ المسلمین سے ملاقاتیں	۱۳۱
۵	اہل علم وفضل.....سلاطین وقت....عوام الناس کی اہل اللہ اور مصلحین اُمت سے ملاقاتیں	۲۶۱
۶	برصغیر پاک وہند کے اہل علم وفضل کی عوام وخواص سے ملاقاتیں	۳۰۷
۷	اہل دانش اور عامۃ المسلمین کی ملاقاتیں	۴۱۷

یادگار ملاقاتیں

انبیاء علیہم السلام
اولیائے عظام اور اہل جنت کی
اللہ تعالیٰ سے ملاقاتیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اہل جنت کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات

اہل اللہ کے نزدیک سب سے بڑی نعمت دیدار خداوندی ہے مگر حق تعالیٰ اپنے کلام پاک میں اکثر جگہ اعمال صالحہ پر جو ثمرات مرتب فرماتے ہیں وہ جنت اور جنت کی نعمتیں ہوتی ہیں.... اپنے دیدار کا تذکرہ بہت کم فرماتے ہیں حالانکہ اصل نعمت یہی ہے اس کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا: کہ کفار کے بارے میں قرآن شریف میں فرمایا گیا **كَلَّا اِنَّهُمۡ عَنۡ رَّبِّهِمۡ يَوۡمَئِذٍ لَّمَحۡجُوۡبُوۡنَ** ”ہرگز نہیں بے شک وہ لوگ اس دن اپنے رب سے چھپائے جائیں گے“ جب کفر کی سزا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ان کو نہ ہوا تو ایمان کا ثمرہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ہو.... دوسری جگہ فرمایا گیا: **وُجُوۡهٌ يَّوۡمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ** ”بہت سے چہرے تو اس روز بارونق ہوں گے اس دن بہت سے چہرے اپنے پروردگار کو دیکھیں گے“ تو قرآن شریف میں دیدار کی بنیاد قائم کر کے بشارت سنادی گئی اور احادیث میں اس کی توضیح اور تشریح فرمادی گئی جیسا کہ حدیث شریف میں ہے.... ایک مرتبہ صحابہؓ کو اشکال ہوا کہ جب وہاں پر لاکھوں کا مجمع ہوگا تو حق تعالیٰ کا دیدار کیسے ہوگا؟ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم لوگ سورج چاند کو نہیں دیکھتے ایک کے دیکھنے میں دوسرا کوئی حائل نہیں ہوتا ہے.... اسی طرح حق تعالیٰ کو دیکھو گے دوسرا کوئی حائل نہ ہوگا چاند وسورج تو محدود ہیں جب ان کے دیکھنے میں دوسرا حائل نہیں ہوتا تو حق تعالیٰ تو محیط الکل ہے ان کے دیکھنے میں دوسرا کیسے حائل ہوسکتا ہے....

حدیث شریف میں ہے کہ دربار خداوندی منعقد ہوگا وہ ساری جنتوں سے بالاتر ہوگا.... حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ عرش اعظم کے نیچے ایک میدان ہے وہ بالکل سفید ہے....

وہ میدان اتنا بڑا ہے کہ اگر کوئی آدمی برس ہا برس سفر کرتا رہے تو وہ ختم نہ ہو....اس میدان کے بیچ میں کرسی بچھائی جائے گی...حق تعالیٰ نے اس کرسی کے بارے میں خود ہی ارشاد فرمایا ہے....

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وہ کرسی آسمان و زمین سے بھی بڑی ہے اس کے سامنے ساتوں آسمان ایسے ہیں جیسے ایک بہت بڑے میدان میں کوئی چھلہ پڑا ہوا ہو اس سے اس کرسی کی عظمت اور بڑائی معلوم ہوتی ہے....اس کرسی کے اردگرد انبیاء علیہم السلام کے ممبر ہوں گے اور وہ نور کے ہوں گے اور ہر نبی کے پیچھے حسب مراتب ان کی امت کی کرسیاں ہوں گی پورا میدان کرسیوں سے بھر جائے گا....جب میدان بھر جائے گا اور دوسرے درباری جمع ہو جائیں گے تو اس کرسی پر تجلیات ربانی کا نزول شروع ہوگا وہ کرسی اس طرح چرچرائے گی معلوم ہوگا کہ اب ٹوٹ کر گر پڑے گی حق تعالیٰ سبحانہ....تو جسم سے پاک ہیں اس لئے کرسی پر جو بوجھ ہوگا وہ عظمت خداوندی کا بوجھ ہوگا اس وقت لوگ یہ سمجھ جائیں گے کہ اب حق تعالیٰ شانہ....ہم میں موجود ہیں....اس وقت حق تعالیٰ ملائکہ سے فرمائیں گے کہ ان کو شراب طہور تقسیم کرو جیسا کہ حق تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ''ان کو ان کا رب شراب طہور پلائے گا'' وہ شراب طہور دنیا کی شرابوں کی طرح نہیں ہوگی کہ جس سے عقل ماری جائے بلکہ اس شراب طہور کے پینے سے معرفت بڑھے گی اور کمالات میں اضافہ ہوگا اور پینے والے اعلیٰ مقام پر پہنچ جائیں گے ....اس وقت حق تعالیٰ داؤد علیہ السلام کو فرمائیں گے کہ جس طرح تم دنیا میں میری حمد و ثنا میں مناجاتیں کرتے تھے وہ پڑھو لحن داؤدی مشہور ہے....دنیا میں یہ آپ کا معجزہ تھا لوگوں پر بے خودی طاری ہو جاتی تھی....جب خدا کے حکم سے سارے انبیاء علیہم السلام کے مجمع میں خدا کے سامنے داؤد علیہ السلام تلاوت فرمائیں گے تو لوگوں کی عجیب کیفیت ہوگی اور اعلیٰ مقام کی روحانیت حاصل ہو جائے گی اور معرفت بڑھ جائے گی....اس وقت حق تعالیٰ فرمائیں گے سلونی جس کا جو جی چاہے وہ مجھ سے مانگ لے....

خدا کی طرف سے بار بار مطالبہ ہوگا....سلونی مجھ سے مانگو سب لوگ حیران ہوں گے کہ ہم مانگیں تو کیا مانگیں ہم کو کون سی نعمت نہیں ملی جنت میں وہ نعمتیں حاصل ہو چکی ہیں جو

حاشیۂ خیال میں بھی نہیں آ سکتیں جب کسی کی سمجھ میں نہیں آئے گا تو علماء کی طرف رجوع کریں گے کہ ہم کیا مانگیں.... وہاں پر بھی علماء کی ضرورت پڑے گی دنیا میں تو پیچھا چھڑا کر بھاگتے ہیں تو جس طرح دین کے بارے میں دنیا میں علماء کی ضرورت پڑتی ہے اسی طرح زیارت خداوندی کے وقت بھی علماء کی ضرورت پڑے گی.... اس وقت سارے علماء حضرات مل کر یہی فرمائیں گے کہ ہم کو ساری نعمتیں مل چکی ہیں صرف ایک نعمت نہیں ملی وہ مانگو اور وہ دیدار خداوندی ہے.... وہ سب سے بڑی نعمت ہے.... پھر سب لوگ یک زبان ہو کر یہی سوال کریں گے کہ اے اللہ تعالیٰ ہم کو ساری نعمتیں مل چکی ہیں صرف ایک نعمت رہ گئی ہے وہ آپ کا دیدار ہے ہم کو اپنا دیدار کرا دیجئے.... اصل یہ ہے دنیا میں جن لوگوں نے عبادتیں کی ہیں وہ اسی تمنا میں کہ عبد اور معبود آمنے سامنے ہوں.... دنیا میں تو ہم اللہ تعالیٰ کو عقیدت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں عیاناً نہیں دیکھتے مگر وہاں پر عیاناً دیکھیں گے.... جس کی تمنا میں ساری عمریں گزاری ہیں وہ دیدار خداوندی ہے پھر ان کی درخواست منظور ہو جائے گی....

حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ ہر چیز اپنی اپنی جگہ پر ٹھہری رہے اگر یہ نہ فرماتے تو اس کی ذات کی پاکیزگی ہر چیز کو جلا کر خاک کر دیتی.... حق تعالیٰ کے انوار و برکات کو کون تحمل کر سکتا ہے اس لئے پہلے ہی فرما دیں گے کہ ہر چیز اپنی جگہ پر ٹھہری رہے اس کے بعد حجابات اٹھنے شروع ہو جائیں گے سارے حجابات اٹھ جائیں گے صرف عظمت و کبریائی کے حجابات رہ جائیں گے اور وہ لامحدود ہیں انسان ان کا احاطہ کبھی نہیں کر سکتا....

اس وقت سارے حضرات اپنے رب کو عیاناً دیکھیں گے اور اس طرح دیکھیں گے کہ نہ کوئی جہت ہے نہ آمنا سامنا ہے اور سب دیکھ رہے ہیں.... اس کے بعد دربار برخواست ہوگا اور حکم ہوگا کہ سب لوگ اپنی اپنی جنت میں چلے جائیں.... سب لوگ اپنی اپنی سواریوں سے روانہ ہو جائیں گے وہ سواریاں اتنی تیز رفتار ہوں گی کہ پل بھر میں لاکھوں میل کا سفر طے کر لیں گی.... جب وہ حضرات اپنی اپنی جنتوں میں پہنچ جائیں گے تو ان کی ازواج اور حوریں ان کو دیکھ کر کہیں گی کہ آج آپ کے اندر ایسا حسن و جمال ہے کہ ہم نے اس سے پہلے نہیں دیکھا تو وہ کہیں گے کہ آج ہم حق تعالیٰ کی زیارت کر کے آئے ہیں اس کے بعد یہ لوگ خود ان سے

کہیں گے کہ آج تو تمہارا بھی حسن و جمال بہت بڑھا ہوا ہے.... اس کی وجہ کیا ہے؟ وہ کہیں گی کہ ہم نے تو یہیں سے اپنے پروردگار کی زیارت کر لی ہے تو قرآن شریف نے زیارت کی بنیاد قائم کر دی اور حدیث شریف میں اس کی تشریح اور توضیح بیان کر دی گئی.... رہا یہ سوال کہ اکثر جگہ اعمال صالح پر دیدار کے بجائے جنت کا ثمرہ بتایا گیا ہے.... مثلاً

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

اس کی وجہ یہ ہے کہ دیدار خداوندی ساری نعمتوں سے بالاتر ہے اس لئے عام نعمتوں میں اس کو شامل نہیں فرمایا.... اگر عام نعمتوں میں اس کو بھی شامل فرماتے تو اس کی توہین ہو جاتی اس لئے اعمال صالحہ کا ثمرہ جنت کو مستقل بیان فرما دیا گیا اور دیدار خداوندی کو اعمال کا ثمرہ مستقل نہیں بیان فرمایا.... دیدار خداوندی اتنی بڑی نعمت ہے کہ جنت کی ساری نعمتیں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتیں یہ اتنی بڑی نعمت ہے کہ کفار کو دھمکی دی گئی کہ اگر تم کفر کرو گے تو ہم تم سے پردہ کر لیں گے اور دیدار نہیں کرائیں گے.... اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار سے سب سے بڑی نعمت چھین لی جائے گی اگر یہ بڑی نعمت نہ ہوتی تو چھینی نہ جاتی.... (مجالس حکیم الاسلام)

سب سے ادنیٰ جنتی کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات

ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کا حال بیان فرمایا کہ سب سے آخر میں جو شخص جنت میں داخل ہوگا وہ ایسا شخص ہوگا جو اپنے اعمال بد کی پاداش میں جہنم میں ڈال دیا جائے.... کیونکہ اگر آدمی مؤمن ہی کیوں نہ ہو.... لیکن اگر اعمال خراب کئے ہیں تو پہلے اس کو ان اعمال کی سزا بھگتنی پڑے گی.... اس لئے اس کو پہلے جہنم میں ڈال دیا جائے.... اب وہ شخص جہنم میں جھلس رہا ہوگا تو اس وقت وہ اللہ تعالیٰ سے کہے گا کہ یا اللہ! اس جہنم کی تپش اور اس کی گرمی نے مجھے جھلسا دیا ہے آپ کی بڑی مہربانی ہوگی کہ آپ مجھے تھوڑی دیر کے لئے جہنم سے نکال کر اوپر کنارے پر بٹھا دیں تاکہ میں تھوڑی دیر کے لئے جلنے سے بچ جاؤں....

اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے کہ اگر ہم تمہیں وہاں بٹھا دیں گے تو تم کہو گے کہ مجھے اور آگے پہنچا دو.... وہ بندہ کہے گا کہ یا اللہ! میں وعدہ کرتا ہوں کہ بس ایک مرتبہ یہاں سے نکال کر اوپر بٹھا دیں.... پھر آگے جانے کے لئے نہیں کہوں گا.... اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اچھا

ہم تمہاری بات مان لیتے ہیں چنانچہ اس کو جہنم سے نکال کر اوپر بٹھا دیا جائے گا.... جب وہاں تھوڑی دیر تک بیٹھے گا اور کچھ اس کے ہوش وحواس ٹھکانے پر آئیں گے تو تھوڑی دیر کے بعد کہے گا کہ یا اللہ آپ نے مجھے یہاں بٹھا دیا اور جہنم سے نکال تو دیا لیکن ابھی جہنم کی لپٹ یہاں تک آ رہی ہے تھوڑی دیر کے لئے اور دور کر دیں کہ یہ لپٹ بھی نہ آئے....

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم نے ابھی وعدہ کیا تھا کہ آگے جانے کے لئے نہیں کہوں گا.... اب تُو وعدہ خلافی کر رہا ہے؟ وہ کہے گا یا اللہ! مجھے تھوڑا اور آگے بڑھا دیں تو پھر کچھ نہیں کہوں گا اور کچھ نہیں مانگوں گا.... چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کو تھوڑا سا اور دور کر دیں گے اور اب اس کو اس جگہ سے جنت نظر آنے لگے گی.... پھر تھوڑی دیر کے بعد کہے گا کہ یا اللہ! آپ نے مجھے جہنم سے تو نکال دیا اور اب مجھے یہ جنت نظر آ رہی ہے آپ تھوڑا اجازت دے دیں کہ میں اس جنت کا تھوڑا سا نظارہ کر لوں اور اس کے دروازے کے پاس جا کر دیکھ آؤں کہ یہ جنت کیسی ہے.... اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تُو پھر وعدہ خلافی کر رہا ہے.... وہ شخص کہے گا کہ یا اللہ! جب آپ نے اپنے کرم سے یہاں تک پہنچا دیا ہے تو ایک جھلک مجھے جنت کی بھی دکھا دیں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ جب تمہیں ایک نظر جنت کی دکھاؤں گا تو کہے گا کہ مجھے ذرا اندر بھی داخل کر دیں.... وہ شخص کہے گا نہیں یا اللہ! مجھے صرف جنت کی ایک جھلک دکھا دیں اس کے بعد پھر کچھ نہیں کہوں گا....

چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کو جنت کی ایک جھلک دکھا دیں گے لیکن جنت کی ایک جھلک دیکھنے کے بعد وہ اللہ تعالیٰ سے کہے گا یا اللہ! آپ ارحم الراحمین ہیں جب آپ نے مجھے جنت کے دروازے تک پہنچا دیا تو اب اے اللہ! اپنے فضل سے مجھے اندر بھی داخل فرما دیں.... اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ دیکھ ہم تو تجھ سے پہلے ہی کہہ رہے تھے کہ تُو وعدہ خلافی کرے گا لیکن چل جب ہم نے تجھے اپنی رحمت سے یہاں تک پہنچا دیا تو اب ہم تجھے اس میں داخل بھی کر دیتے ہیں اور جنت میں تجھے اتنا بڑا رتبہ دیتے ہیں جتنا پوری زمین کا رقبہ ہے.... وہ شخص کہے گا یا اللہ! آپ ارحم الراحمین ہیں اور میرے ساتھ مذاق کرتے ہیں؟ میں کہاں اور جنت کا اتنا بڑا رقبہ کہاں؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں مذاق نہیں کرتا ہوں تمہیں واقعی جنت کا اتنا بڑا رقبہ عطا کیا جاتا ہے....

اس حدیث کو بیان کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس مقام پر پہنچ کر ہنسے....پھر صحابہ کرامؓ سے لے کر یہ حدیث ہم تک پہنچی تو جو بھی اس حدیث کو بیان کرتا ہے وہ ہنستا ضرور ہے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت پر عمل ہو جائے....یہی وجہ ہے کہ اس حدیث کو ''مسلسل بالضحک'' کہا جاتا ہے اس حدیث سے جنت کی وسعت اور اللہ جل شانہ کی رحمت کا اندازہ لگائیں کہ سب سے زیادہ گنہگار اور ادنیٰ درجہ کے جنتی کو جنت میں دس دنیاؤں کے برابر جگہ عطا کی جائے گی....

اب آپ یہ سوچیں گے کہ وہ اکیلا بندہ اتنی بڑی زمین میں کیا کریگا؟

یادرکھیں! کہ جنت غیر آباد نہیں ہے اور نہ ہی اس میں صحرا اور ویرانے ہیں وہ اتنی سرسبز وشاداب اور اتنی آباد جگہ ہے کہ وہاں انسان ہر وقت نعمتوں سے لطف اندوز ہوتا رہے گا اور ہر شخص اپنے علاقے پر حکومت کرے گا اور اس کی حکومت ایسی عظیم الشان ہوگی کہ اس کی رعیت اس کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکے گی....حوریں اور غلام اس کے خادم ہوں گے اور وہ جنت ایسی ہوگی کہ....

وَلَكُمْ فِيهَا مَاتَشْتَهِيٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُوْنَ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ

(سورہ حم سجدہ آیت نمبر۳۲-۳۱)

''اور تمہارے لئے اس (جنت) میں جس چیز کو تمہارا جی چاہے گا موجود ہے اور نیز اس میں تمہارے لئے جو مانگو گے موجود ہے یہ بطور مہمانی کے ہوگا غفور رحیم کی طرف سے یعنی جس چیز کی خواہش ہوگی وہ ملے گی''

اور اللہ تعالیٰ نے اپنی یہ صفت بیان فرمائی....

اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (سورہ یٰسین آیت نمبر۸۲)

''جب وہ کسی کام کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے ہوجا تو وہ ہوجاتا ہے''

یہی شان اللہ جل شانہ جنتی کو عطا فرمادے گا اور جو جنتی کسی کام کو کہے گا کہ ہوجا تو وہ ہوجائیگا....(اصلاحی خطبات)

سفر معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقاتیں

سفر معراج کی تفصیل بیان کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''گذشتہ رات جبکہ میں سو رہا تھا.... جبرئیل علیہ السلام آئے اور مجھ کو جگایا.... ابھی پوری طرح جاگ بھی نہ پایا تھا کہ حرم کعبہ میں اٹھالائے پھر تھوڑی دیر لٹا کر پوری طرح جگا کر کے پہلے میرا سینہ چاک کیا.... تاکہ دنیا کی کدورتوں کے اثرات صاف ہو جائیں اور دھویا اور ایمان اور حکمتوں سے بھر دیا.... اس کے بعد حرم کے دروازہ پر لایا گیا.... اور وہاں جبرئیل نے بُراق میری سواری کے لئے پیش کیا.... براق سفید رنگ کا تھا.... جب میں سوار ہو کر روانہ ہوا تو اس کی تیز رفتاری کا یہ عالم تھا کہ حد نگاہ اور حد رفتار یکساں نظر آتی تھی .... کہ اچانک بیت المقدس جا پہنچے.... براق کو مسجد کے دروازہ پر باندھ دیا.... پھر میں نے مسجد اقصیٰ میں دو رکعت پڑھیں.... پھر جبرئیل علیہ السلام نے میرے سامنے دو پیالے پیش کئے.... ایک شراب سے بھرا ہوا تھا اور دوسرا دودھ سے.... میں نے دودھ کا پیالہ قبول کیا.... حضرت جبرئیل نے کہا آپ نے دودھ کا پیالہ قبول کر کے دین فطرت کو اختیار کیا.... اس کے بعد ملاء اعلیٰ (آسمانوں سے بلند) کا سفر شروع ہوا.... جب ہم پہلے آسمان (آسمان دنیا) تک پہنچ گئے تو حضرت جبرئیل نے نگہباں فرشتوں سے دروازہ کھولنے کو کہا.... نگہبان فرشتہ نے دریافت کیا.... کون ہے؟ جبرئیل نے کہا میں جبرئیل ہوں.... فرشتہ نے کہا تمہارے ساتھ کون ہے؟

جبرئیل نے جواب دیا.... محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا اللہ کے مدعو ہو کر آئے ہیں .... جبرئیل نے کہا.... بے شک.... فرشتہ نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا.... ایسی ہستی کا آنا مبارک ہو.... جب ہم اندر داخل ہوئے تو حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی.... جبرئیل علیہ السلام نے میری طرف مخاطب ہو کر کہا یہ آپ کے والد اور نسل انسانی کے مورث اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام ہیں آپ ان کو سلام کیجئے.... میں نے اُن کو سلام کیا.... انہوں نے سلام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا'' مرحبا.... خوش آمدید.... برگزیدہ بیٹے اور برگزیدہ نبی.... اس کے بعد دوسرے آسمان تک پہنچے اور پہلے آسمان کی طرح سوال و جواب ہو کر دروازہ میں داخل ہوئے تو وہاں یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام سے ملاقات ہوئی.... جبرئیل علیہ السلام نے اُن کا

تعارف کرایا اور کہا کہ آپ ہی پہلے سلام کیجئے.... میں نے سلام کیا اور دونوں نے جواب دیتے ہوئے فرمایا... خوش آمدید اے برگزیدہ بھائی اور برگزیدہ نبی.... پھر تیسرے آسمان پر پہنچ کر یہی معاملہ پیش آیا تو حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی.... سلام کیا.... جواب سلام کے بعد اسی طرح خوش آمدید کہا.... اے برگزیدہ بھائی اور اے برگزیدہ نبی کہا.... اس کے بعد چوتھے آسمان پر اس سلام و جواب کے ساتھ حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام اور چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اسی طرح ملاقات ہوئی.... لیکن میں جب وہاں سے روانہ ہونے لگا.... تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رونا آنے لگا میں نے سبب دریافت کیا تو فرمایا.... مجھے رشک ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ نے ایسی ہستی کو (یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو) جو میرے بعد مبعوث (نبی بنائے گئے) ہوں یہ مرتبہ و شرف بخش دیا کہ اُن کی امت میری امت کے مقابلہ میں کئی گنا زیادہ جنت میں داخل ہوگی (جنت سے فیض یاب ہوگی) اس کے بعد پچھلے سوالات و جوابات کا مرحلہ طے ہو کر جب میں ساتویں آسمان پر پہنچا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جو بیت المعمور سے پشت لگائے بیٹھے تھے اور جس میں ہر روز ستر ہزار نئے فرشتے (عبادت کے لئے) داخل ہوتے ہیں.... انہوں نے میرے سلام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا .... "مبارک اے میرے برگزیدہ بیٹے اور برگزیدہ نبی.... یہاں سے پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچایا گیا.... (تمہاری بول چال میں یہ ایک انتہا کی بیری کا درخت ہے) جس کا پھل (بیر) ہجر کی ٹھلیا کے برابر ہے.... اور جس کے پتے ہاتھی کے کان کی طرح چوڑے ہیں.... اس پر اللہ کے فرشتے جگنو کی طرح بے تعداد چمک رہے تھے.... اور خدا کی خاص تجلی نے اس کو حیرت طور پر روشن اور پُر کیف بنا دیا تھا.... اس سفر میں .... میں نے چار نہروں کا بھی معائنہ کیا اُن میں سے دو ظاہر آتی تھیں اور دو باطن بہہ رہی تھیں یعنی دو نہریں جن کا نام نیل و فرات ہے آسمان دنیا پر نظر پڑیں اور دو نہریں جنت کے اندر موجود پائیں .... اور ان مشاہدات کے بعد شراب .... دودھ اور شہد کے پیالے پیش کئے گئے اور میں نے دودھ کو قبول کر لیا.... اس پر جبرئیل علیہ السلام نے مجھے بشارت سنائی کہ آپ نے دینِ فطرت کو قبول کر لیا (یعنی جو ہر قسم کی کدورتوں

سے پاک اور شفاف ہے.... عمل میں شیریں اور خوشگوار اور نتیجہ میں حد درجہ مفید اور احسن ہے)

پھر خدائے تعالیٰ کا خطاب ہوا کہ تم پر رات و دن میں پچاس نمازیں فرض قرار دی گئیں .... جب میں ان اسرار الٰہی کے مشاہدات سے فارغ ہو کر نیچے اترنے لگا تو درمیان میں موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی.... انہوں نے دریافت کیا کہ معراج کا کیا تحفہ لائے ہو؟ میں نے کہا پچاس نمازیں.... انہوں نے فرمایا تمہاری اُمت اس بارگراں (بوجھ) کو برداشت نہ کر سکے گی.... اس لئے واپس جایئے اور کم کرنے کی درخواست کیجئے کیونکہ میں تم سے قبل اپنی امت کو آزما چکا ہوں .... چنانچہ میں درگاہ الٰہی میں واپس لوٹا اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے پانچ کی کمی ہوگئی.... موسیٰ علیہ السلام تک لوٹ کر آیا تو انہوں نے پھر اصرار کیا کہ اب بھی زیادہ ہیں اور کم کراؤ.... اور میں اسی طرح چند مرتبہ آتا جاتا رہا حتیٰ کہ صرف پانچ نمازیں رہ گئیں.... مگر موسیٰ علیہ السلام مطمئن نہیں ہوئے اور فرمایا کہ میں بنی اسرائیل کا کافی تجربہ اور ان کی اصلاح کر چکا ہوں .... اس لئے مجھے اندازہ ہے کہ آپ کی اُمت یہ بھی برداشت نہ کر سکے گی.... اس لئے کمی کرانے کی مزید عرض کیجئے.... تب میں نے کہا کہ اب عرض کرتے ہوئے شرم آتی ہے.... میں اب راضی بہ رضا اور فیصلہ کے سامنے سرنیاز جھکاتا ہوں.... جب میں یہ کہہ کر چلنے لگا تو ندا آئی ہم نے اپنا فرض نافذ کر دیا.... اور اپنے بندوں کے لئے کمی کر دی یعنی اللہ کی مرضی قبل ہی یہ فیصلہ کر چکی ہے کہ اُمت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر بصورت ادا اگر چہ پانچ نمازیں فرض رہیں گی مگر ان کا اجر و ثواب پچاس ہی کے برابر ہوگا .... اور یہ کمی ہمارا فضل و کرم ہے.... پھر میں نے جنت اور جہنم کا بھی مشاہدہ کیا....

شب معراج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دجّال بھی دکھایا گیا.... داروغہ دوزخ کو سلام کیا .... جنت کی بھی سیر کرائی گئی جس کے گنبد اور عمارتیں موتی کے تھے اور زمین مشک کی تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا یا رب! میں الواح میں لکھا پاتا ہوں کہ ایک بہترین امت ہوگی جو ہمیشہ اچھی باتوں کو سکھاتی رہے گی اور بری باتوں سے روکتی رہے گی.... اے اللہ! وہ امت میری امت ہو.... تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ موسیٰ! وہ تو احمد کی امت ہوگی....

پھر کہا یا رب! ان الواح سے ایک ایسی امت کا پتہ چلتا ہے جو سب سے آخر میں پیدا ہو گی لیکن جنت میں سب سے پہلے داخل ہو گی.... اے خدا! وہ میری امت ہو.... اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد کی امت ہے....

پھر کہا یا رب! اس امت کا قرآن ان کے سینوں میں ہو گا دل میں دیکھ کر پڑھتے ہوں گے حالانکہ ان سے پہلے کے سب ہی لوگ اپنے قرآن پر نظر ڈال کر پڑھتے ہیں دل سے نہیں پڑھتے حتیٰ کہ ان کا قرآن اگر ہٹا لیا جائے تو پھر ان کو کچھ بھی یاد نہیں.... اور نہ وہ کچھ پہچان سکتے ہیں.... اللہ نے ان کو حفظ کی ایسی قوت دی ہے کہ کسی امت کو نہیں دی گئی یا رب! وہ میری امت ہو.... کہا اے موسیٰ! وہ تو احمد کی امت ہے.... پھر کہا یا رب! وہ امت تیری ہر کتاب پر ایمان لائے گی وہ گمراہوں اور کافروں سے قتال کریں گے حتیٰ کہ کانے دجال سے بھی لڑیں گے الٰہی! وہ میری امت ہو.... اللہ نے کہا یہ احمد کی امت ہو گی....

پھر موسیٰ علیہ السلام نے کہا یا رب! الواح میں ایک ایسی امت کا ذکر ہے کہ وہ اپنے نذرانے اور صدقات خود آپس کے لوگ ہی کھا لیں گے حالانکہ اس امت سے پہلے تک کی امتوں کا یہ حال تھا کہ اگر وہ کوئی صدقہ یا نذر پیش کرتے اور وہ قبول ہوتی تو اللہ آگ کو بھیجتے اور آگ اسے کھا جاتی اور اگر قبول نہ ہوتی اور رد ہو جاتی تو پھر بھی وہ اس کو نہ کھاتے بلکہ درندے اور پرندے آ کر کھا جاتے.... اور اللہ ان کے صدقے ان کے امیروں سے لے کر ان کے غریبوں کو دے گا.... یا رب! وہ میری امت ہو تو فرمایا یہ احمد کی امت ہو گی....

پھر کہا یا رب! میں الواح میں پاتا ہوں کہ وہ اگر کوئی نیکی کا ارادہ کرے گی لیکن عمل میں نہ لا سکے گی پھر بھی ایک ثواب کی حقدار ہو جائے گی.... اور اگر عمل میں لائے گی تو دس حصے ثواب ملے گا بلکہ سات سو حصے تک.... اے خدا! وہ میری امت ہو.... تو فرمایا وہ احمد کی امت ہے....

پھر کہا کہ الواح میں ہے کہ وہ دوسروں کی شفاعت بھی کریں گے اور ان کی شفاعت بھی دوسروں کی طرف سے ہو گی اے اللہ! وہ میری امت ہو تو کہا نہیں یہ احمد کی امت ہو گی.... قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے پھر الواح رکھ دیں اور کہا: "**يَا لَيْتَنِي مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**" کاش! میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہوتا.... (تفسیر ابن کثیر)

یحییٰ بن اکثم رحمہ اللہ کی اللہ سے وفات کے بعد ملاقات

یحییٰ بن اکثمؒ ایک محدث گزرے ہیں.... آپ قاضی بھی تھے.... جب ان کا انتقال ہوا ....تو ایک شخص نے ان کو خواب میں دیکھا جب ان سے پوچھا کہ آپ پر کیا گزری؟

تو انہوں نے فرمایا جب میری پیشی اللہ تعالیٰ کی عدالت میں ہوئی تو مجھ سے فرمایا او گنہگار بوڑھے! تونے فلاں فلاں گناہ کیا تھا.... تجھے کون میرے عذاب سے بچائے گا؟

میں نے عرض کیا یا رب العالمین! مجھے آپ کی طرف سے ایک حدیث پہنچی ہے.... اللہ تعالیٰ نے فرمایا کون سی حدیث پہنچی ہے؟

میں نے عرض کیا مجھ سے عبدالرزاق نے کہا.... عبدالرزاق سے معمر نے کہا.... معمر سے زھری نے کہا.... زھری سے عروہ نے کہا.... عروہ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا.... ان سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا....

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا....

اور حضرت جبرائیل علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ جو شخص اسلام کی حالت میں بوڑھا ہوا۔ اور میں اس کو اس کے اعمال کی وجہ سے عذاب دینے کا ارادہ بھی کروں....

لیکن اس کے بوڑھاپے سے شرما کر اسے معاف کر دیتا ہوں .... اور یا رب العالمین! آپ کو معلوم ہے.... کہ میں اسلام میں بوڑھا ہو چکا ہوں.... اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ حدیث بالکل صحیح آپ نے بتلا دی.... اس بوڑھاپے کی وجہ سے میں تجھے معاف کرتا ہوں.... اور پھر مجھے جنت میں داخل فرمایا.... (ابن خلکان)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک قصائی سے ملاقات

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا یا اللہ! میرا جنت کا ساتھی کون ہے؟

تو فرمایا فلاں قصائی.... قصائی کا پتہ بتایا.... نہ کسی ابدال کا.... نہ کسی قطب کا.... نہ کسی شہید کا.... نہ محدث کا.... کہا کہ فلاں قصائی! حضرت موسیٰ علیہ السلام حیران ہو گئے.... پھر اس قصائی کو دیکھنے چلے گئے.... قصائی بازار میں بیٹھا گوشت بیچ رہا تھا.... شام ڈھلی اس

نے دکان بند کی اور گوشت کا ٹکڑا تھیلے میں ڈالا اور گھر چل دیا.... موسیٰ علیہ السلام بھی ساتھ ہو گئے.... کہنے لگے بھائی تیرے ساتھ جاؤں گا.... اس کو پتہ نہیں تھا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں.... کہنے لگا آ جاؤ.... گھر گئے.... اس نے بوٹیاں بنا کر سالن چڑھایا.... آٹا گوندھا.... روٹی پکائی.... سالن تیار کیا.... پھر ایک بڑھیا تھی اسے اٹھا کر کندھے کا سہارا دیا.... سیدھے ہاتھ سے لقمے بنا بنا کر اسے کھلائے.... اس کا منہ صاف کیا.... اس کو لٹایا.... وہ کچھ بولی بڑ بڑائی.... موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا یہ کون ہے؟

اس نے کہا کہ میری ماں ہے.... صبح کو اس کی ساری خدمت کر کے جاتا ہوں اور رات کو آ کر پہلے اس کی خدمت کرتا ہوں.... اب اپنے بچوں کو دیکھوں گا.... موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہ کچھ کہہ رہی تھی؟

کہا: ہاں جی! روز کہتی ہے.... عجیب بات ہے.... میں روز اس کی خدمت کرتا ہوں تو کہتی ہے اللہ تجھے موسیٰ علیہ السلام کا ساتھی بنائے.... میں قصائی اور موسیٰ علیہ السلام نبی کہاں؟ (اللہ اکبر)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ایک نوجوان کی ملاقات

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک مرتبہ سفر پر جا رہے تھے راستے میں ایک نوجوان لڑکا بھی ساتھ مل گیا اور کہا کہ حضرت جی! میں راستے میں آپ کی خدمت کروں گا.... اور دین کی باتیں آپ سے سیکھنے کی کوشش کروں گا.... حضرت عیسیٰؑ نے راستے میں اپنے ایک مخلص دوست کے پاس قیام کیا.... جب صبح ہو گئی تو اس مخلص دوست نے آپ کے لئے تین روٹیاں بنوائیں کہ سفر میں یہ روٹیاں آپ کے کام آئیں گی.... دوران سفر حضرت عیسیٰ نے اپنے ساتھی سے فرمایا کہ دستر خوان بچھا دو اور روٹیاں نکال دو.... ایک روٹی دوران سفر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کھائی.... اور دوسری آپ کے ساتھی نے کھائی.... تیسری روٹی بچ گئی.... حضرت عیسیٰ علیہ السلام وضو بنانے کے لئے چلے گئے.... جب واپس آئے تو وہ تیسری روٹی غائب تھی.... اللہ کے پیارے پیغمبرؑ نے ساتھی سے پوچھا کہ تیسری روٹی کدھر گئی؟

اس نے کہا مجھے کوئی علم نہیں.... حالانکہ اسی نے کھائی تھی.... راستے میں دریا آ گیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھی کو ہاتھ سے پکڑ لیا اور دریا کے اوپر سے گزار دیا.... آگے جا کر انہوں نے پوچھا کہ آپ نے میرا معجزہ بھی دیکھ لیا.... کہ دریا کے اوپر سے

گزار دیا اب بتلاؤ کہ تیسری روٹی کدھر گئی؟

اس نے کہا مجھے کوئی پتہ نہیں آ گے گئے ایک ہرنی اپنے دو چھوٹے بچوں کے ساتھ گھاس میں چر رہی تھی.... حضرت عیسیٰؑ نے اشارے سے دونوں بچوں کو بلایا....اور دونوں آ گئے بسم اللہ کے ساتھ دونوں کو ذبح کیا....آ گ پر گوشت پکایا دونوں نے خوب کھایا....پھر دونوں کی ہڈیوں سے مخاطب ہو گئے....کہ اللہ تعالیٰ کے اذن پر دونوں زندہ ہو جائیں.... ہڈیاں آپس میں جڑ گئیں....اور دونوں بچے زندہ ہو کر اپنی ماں کی طرف دوڑ پڑے.... حضرت عیسیٰؑ نے پھر اپنے ساتھی سے فرمایا کہ اب بتلاؤ وہ تیسری روٹی کدھر گئی؟

''کہا مجھے کوئی پتہ نہیں.... حضرت عیسیٰؑ نے ریت کی تین ڈھیریاں بنائیں اور دعا کی کہ وہ تینوں ڈھیریاں سونا بن گئیں....اس پر حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ ان تین ڈھیریوں میں ایک ڈھیری تو میری ہے....ایک آپ کی ہے اور تیسری ڈھیری اس کی ہے....جس نے وہ تیسری روٹی کھائی ہے....اس کے ساتھی نے کہا کہ جناب وہ تیسری روٹی تو میں نے کھائی تھی.... حضرت عیسیٰؑ مسکرائے اور فرمایا میں نے سونے سے کیا کرنا ہے....میں چاہوں تو اللہ تعالیٰ میرے لئے پہاڑ بھی سونے کے بنوا دیں گے....یہ سارا سونا آپ ہی لے لو....اس پر ساتھی نے کہا کہ جناب میں پھر ادھر رہ جاتا ہوں....آپ نے اجازت دے دی....اوپر سے دو ڈاکو آ گئے....دیکھا کہ بندہ ایک بیٹھا ہے اور اتنا بڑا سونا سامنے پڑا ہے....اسے جب قتل کرنے لگے تو اس نے کہا مجھے مارنا نہیں....تین ڈھیریاں تو ہیں اور ہم بھی تین بندے ہیں....آپس میں تقسیم کرتے ہیں....اس پر سب راضی ہو گئے....تینوں میں سے ایک روٹی لینے کے لئے قریب ایک بستی میں چلا گیا....ادھر اس کی نیت خراب ہو گئی اور کھانے میں زہر ملایا....کہ یہ دونوں مر جائیں گے....سونا اکیلا میرا ہو جائے گا....جب وہ واپس آ گیا ادھر ان دونوں کی نیت خراب ہو گئی اس بیچارے کو قتل کر دیا کہ سونا ہم آدھا آدھا تقسیم کریں گے....جب کھانے سے وہ دونوں فارغ ہو گئے تو وہ بھی مر گئے.... حضرت عیسیٰ اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس آ رہے تھے سونا پڑا تھا مگر وہ تینوں مر چکے تھے....اور پھر آپ نے بذریعہ وحی پوری تفصیل بتلا دی....(احیاء العلوم از غزالیؒ)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی مچھلی سے ملاقات

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ساری دنیا پر حکومت عطا فرمادی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی یا اللہ جب آپ نے مجھے ساری دنیا پر حکومت عطا فرمادی تو میرا دل چاہتا ہے کہ میں آپ کی ساری مخلوق کی ایک سال تک دعوت کروں.... اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ کام تمہاری قدرت اور بس میں نہیں.... انہوں نے پھر درخواست کی یا اللہ ایک ماہ کی دعوت کی اجازت دے دیں.... اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تمہاری قدرت میں نہیں.... آخر میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ یا اللہ ایک دن کی اجازت دے دیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اس کی بھی قدرت نہیں رکھتے.... لیکن اگر تمہارا اصرار ہے تو چلو ہم تمہیں اس کی اجازت دے دیتے ہیں.... جب اجازت مل گئی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات اور انسانوں کو اجناس اور غذائیں جمع کرنے کا حکم دیا.... اور کھانا پکنا شروع ہوا.... اور کئی مہینوں تک کھانا تیار ہوتا رہا اور پھر سمندر کے کنارے ایک بہت لمبا چوڑا دستر خوان بچھایا گیا اور اس پر کھانا چنا گیا.... اور ہوا کو حکم دیا کہ وہ اس پر چلتی رہے تاکہ کھانا خراب نہ ہو جائے.... اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی یا اللہ کھانا تیار ہو گیا ہے.... آپ اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھیج دیں.... اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم پہلے سمندری مخلوق میں سے ایک مچھلی کو تمہاری دعوت کھانے کے لئے بھیج دیتے ہیں.... چنانچہ ایک مچھلی سمندر سے نکلی اور کہا کہ اے سلیمان.... معلوم ہوا ہے کہ آج تمہاری طرف سے دعوت ہے؟

انہوں نے فرمایا ہاں تشریف لائیں.... کھانا تناول کریں چنانچہ اس مچھلی نے دستر خوان کے ایک کنارے سے کھانا شروع کیا اور دوسرے کنارے تک سارا کھانا ختم کر گئی.... پھر حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہا کہ اور لائیں.... حضرت سلیمان نے فرمایا کہ تم تو سارا کھانا کھا گئی.... مچھلی نے کہا کہ کیا میزبان کی طرف سے مہمان کو یہی جواب دیا جاتا ہے.... جب سے میں پیدا ہوئی ہوں.... اس وقت سے لے کر آج تک ہمیشہ پیٹ بھر کر کھانا کھایا ہے.... لیکن آج تمہاری دعوت کی وجہ سے بھوکی رہی ہوں.... اور جتنا کھانا تم نے تیار کیا تھا اللہ تعالیٰ

روزانہ مجھے اتنا کھانا دن میں دو مرتبہ کھلاتے ہیں.... مگر آج پیٹ بھر کے کھانا نہیں ملا......بس .... حضرت سلیمان علیہ السلام فوراً سجدے میں گر گئے....اور استغفار کیا....(نفحۃ العرب)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فرشتہ سے ملاقات

ابن ابی حاتم میں ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عادت تھی کہ مہمانوں کے ساتھ کھائیں ....ایک دن آپ مہمان کی جستجو میں نکلے ....کوئی نہ ملا....واپس آئے....گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہوا ہے.... پوچھا اے اللہ کے بندے! تجھے میرے گھر میں آنے کی اجازت کس نے دی؟ اس نے کہا اس مکان کے حقیقی مالک نے.... پوچھا تم کون ہو؟ کہا میں ملک الموت ہوں! مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ میں اسے یہ بشارت سنا دوں کہ خدا نے اسے اپنا خلیل کر لیا ہے....یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: پھر تو مجھے ضرور بتایئے کہ وہ بزرگ کون ہے؟ خدا کی قسم گو وہ زمین کے کسی دور کے گوشے میں ہوں....میں ضرور ان سے جا کر ملاقات کروں گا....پھر اپنی باقی زندگی ان کے قدموں میں ہی گزاروں گا....یہ سن کر حضرت ملک الموت نے کہا: وہ شخص خود آپ ہیں....آپ نے پھر دریافت فرمایا: کیا سچ مچ میں ہی ہوں؟ فرشتے نے کہا: ہاں آپ ہی ہیں....آپ نے پھر دریافت فرمایا: کہ کیا آپ مجھے یہ بھی بتائیں گے کہ کس بنا پر کن امور پر اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل بنایا؟ فرشتے نے فرمایا: اس لئے کہ تم ہر ایک کو دیتے رہتے ہو....اور کسی سے خود کچھ طلب نہیں کرتے....

اور روایت میں ہے کہ جب سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل خدا کے ممتاز اور مبارک لقب سے خدا نے ملقب کیا تب سے ان کے دل میں اس قدر خوف خدا اور ہیبت رب سما گئی کہ ان کے دل کا اچھلنا دور سے اس طرح سنا جاتا تھا جس طرح فضا میں پرندہ کی پرواز کی آواز....(تفسیر ابن کثیر)

نظام الملک کی بعد وفات اللہ تعالیٰ سے ملاقات

نظام الملک اپنی علمی دوستی کی وجہ سے بہت مشہور تھا....وہ اپنے زمانے کا اہم ترین آدمی تھا....نام تو اس کا حسن تھا اور کنیت ابو علی اس کا سب سے بڑا کارنامہ جامعہ بغداد تھا....

جس کو مدرسہ نظامیہ بھی کہتے ہیں.....یہی وہ مدرسہ ہے جس میں امام غزالی.....شیخ عبدالقادر جیلانی.....شیخ سعدی رحمہم اللہ نے تعلیم حاصل کی.....ایک روز نظام الملک نے حکم دیا کہ ایک محضر نامہ تیار کراؤ اور اس پر عوام....علماء اور امراء کے دستخط کراؤ وہ اس بات کی تصدیق کر دیں کہ میں نے اپنے طویل دورہ وزارت میں کوئی ظلم اور زیادتی نہیں کی تاکہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دستاویز میرے کام آ سکے.....یہ محضر نامہ جب دستخط کے لئے امام الحرمین ابواسحٰق شیرازی رحمہ اللہ جو جامع بغداد کے وائس چانسلر تھے کے پاس پیش کیا گیا انہوں نے فرمایا قلم لاؤ جو کچھ وہ اس وزیر کے بارے میں جانتے ہیں نہایت دیانتداری سے لکھ دیں گے سب لوگ خوش تھے اور حیرت میں تھے کہ دیکھو کیا لکھتے ہیں انہوں نے اپنی یہ رائے لکھی.....''حسن یعنی نظام الملک دوسرے ظالموں سے بہتر ہے.....''

نظام الملک کی وفات کے بعد ایک ساتھی نے اسے خواب میں دیکھا پوچھا کیا معاملہ ہوا بارگاہ رب العزت میں.....فرمایا: اس مردخود آگاہ اور درویش خدامست نے میرے محضر نامے پر جو جملہ لکھا تھا وہ شہادت کام آئی اس سچے جملے کو جسے پڑھ کر میں نے ندامت کے آنسو بہائے تھے اسی سے بارگاہ خداوندی نے مجھ پر کرم فرمادیا گیا.....

حضرت داؤد علیہ السلام کی موت کے فرشتہ سے ملاقات

مسند امام احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''حضرت داؤد علیہ السلام بہت ہی غیرت والے تھے جب آپ گھر سے باہر جاتے تو دروازے بند کرتے جاتے پھر کسی کو اندر جانے کی اجازت نہ تھی.....ایک مرتبہ آپ اسی طرح باہر تشریف لے گئے.....تھوڑی دیر بعد ایک بیوی صاحبہ کی نظر اٹھی تو دیکھتی ہیں گھر کے بیچوں بیچ ایک صاحب کھڑے ہیں.....حیران ہو گئیں اور دوسروں کو دکھایا آپس میں سب کہنے لگیں یہ کہاں سے آ گئے؟

دروازے بند ہیں یہ داخل کیسے ہوئے؟

خدا کی قسم حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے ہماری سخت رسوائی ہو گی.....اتنے میں حضرت داؤد علیہ السلام بھی آ گئے.....آپ علیہ السلام نے بھی انہیں کھڑا دیکھا اور دریافت فرمایا کہ تم کون ہو؟

اس نے جواب دیا وہ جسے کوئی روکے اور دروازہ روک نہ سکے وہ جو کسی بڑے سے بڑے کی مطلق پروانہ کرے.... حضرت داؤد علیہ السلام سمجھ گئے اور فرمانے لگے.... مرحبا مرحبا آپ ملک الموت ہیں.... اسی وقت ملک الموت نے آپ کی روح قبض کی.... (تفسیر ابن کثیر)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ابلیس سے ملاقات

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ملاقات ابلیس سے ہوئی.... وہ چار گدھوں کو ہانک رہا تھا .... ان گدھوں پر سامان لدا ہوا تھا.... حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ابلیس سے ان گدھوں کے ہانکنے اور سامان کے بارے میں پوچھا.... ابلیس نے جواب میں کہا کہ تجارت کا سامان ان گدھوں پر لدا ہوا ہے.... اور خریدنے والوں کی تلاش کر رہا ہوں.... حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کی بات سن کر پوچھا پہلے گدھے پر کیا سامان ہے؟

ابلیس نے کہا ظلم.... حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا اسے کون خریدے گا؟

ابلیس نے کہا بادشاہ.... دوسرے گدھے کے بارے میں پوچھا کہ اس پر کیا لدا ہوا ہے؟

ابلیس نے کہا حسد.... حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کون خریدے گا؟

شیطان کہنے لگا.... علماء.... حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا تیسرے گدھے پر کیا لا در کھا ہے؟

ابلیس نے کہا ''خیانت'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کون خریدے گا؟

شیطان نے کہا کہ تاجر.... پھر چوتھے گدھے کے بارے میں پوچھا کہ اس پر کیا لا در کھا ہے؟

ابلیس نے کہا ''مکر وفریب'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا اسے کون خریدے گا .... شیطان نے کہا ''عورتیں....'' (المستطرف)

حضرت سلیمان علیہ السلام سے شیطان کی ملاقات

شجاع بن نصر رحمۃ اللہ علیہ نے شامیوں کے کسی شخص سے روایت کیا ہے کہ....

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک عفریت جن سے فرمایا:

تو تباہ ہو جائے.... یہ بتا کہ ابلیس کہاں رہتا ہے؟

اس نے عرض کیا.... اے اللہ کے نبی آپ کو اس کے متعلق کوئی حکم ملا ہے

فرمایا.... حکم تو نہیں ملا لیکن وہ رہتا کہاں ہے؟

تو اس نے عرض کیا اے اللہ کے نبی میں آپ کو اس کے پاس لے چلتا ہوں چنانچہ وہ عفریت آپ کے آگے آگے دوڑ رہا تھا اور حضرت سلیمان علیہ السلام اس کے ساتھ تھے....

حتیٰ کہ آپ اچانک سمندر میں جا پہنچے اور ابلیس کو پانی کی سطح پر بیٹھے دیکھا....

جب اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو دیکھا تو ڈر کے مارے کانپنے لگا پھر کھڑا ہوا آپ سے ملاقات کی اور کہا اے اللہ کے نبی آپ کو میرے متعلق کوئی حکم ملا ہے....

سلیمان علیہ السلام نے اس سے فرمایا....

نہیں تمہارے پاس صرف اس لئے آیا ہوں کہ تم سے یہ پوچھوں کہ تمہارا سب سے پسندیدہ کام کون سا ہے.... جو اللہ کے نزدیک بھی سب سے زیادہ برا ہو....

ابلیس نے کہا قسم خدا کی اگر آپ میرے پاس چل کر نہ آئے ہوتے تو میں کبھی بھی آپ کو اس کا نہ بتلاتا.... اللہ کے نزدیک سب سے برا یہ ہے.... کہ مرد مرد سے منہ کالا کرے اور عورت عورت سے.... (طرطوسی کتاب تحریم الفواحش)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ملاقات

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ملاقات ہوئی.... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کثیر التبسم تھے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کثیر البکا تھے.... حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے یحییٰ! کیا تم خدا تعالیٰ کی رحمت سے بالکل نا امید ہو گئے ہو کہ کسی وقت تمہارا رونا ختم ہی نہیں ہوتا.... حضرت یحییٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ! کیا تم خدا تعالیٰ کے قہر سے بالکل مامون ہو کہ تم کو ہر وقت ہنسی ہی آتی رہتی ہے.... آخر ایک فرشتہ آیا اور کہا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم دونوں میں فیصلہ کرتے ہیں کہ اے عیسیٰ جلوت میں تو ایسے رہو جیسے اب رہتے ہو لیکن خلوت میں یحییٰ کی طرح گریہ وزاری کیا کرو اور اے یحییٰ خلوت میں تو ایسے ہی رہو جیسے رہتے ہو لیکن لوگوں کے سامنے کچھ تبسم بھی کر لیا کرو کہ لوگوں کو میری رحمت سے مایوسی نہ ہو جائے کہ جب نبی کا یہ حال ہے تو ہم کو نجات کی کیا امید ہے.... (امثال عبرت)

حضرت نوح علیہ السلام سے شیطان کی ملاقات

زمانہ نوح میں ایک مرتبہ شیطان اپنے کئے پر بہت پچھتایا.... حضرت نوح علیہ السلام نے سبب پوچھا: تو اس نے خواہش کی کہ مجھے توبہ کی تلقین کیجئے...... حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: ''کہ اگر درحقیقت یہی ارادہ ہے تو حضرت آدم علیہ السلام کی قبر پر سجدہ کر.....''

شیطان نے برجستہ جواب دیا: ''واہ حضرت! جب میں نے زندہ کو سجدہ نہ کیا تو قبر کو کیا سجدہ کروں گا''؟ (بحوالہ ''چمنستان ظرافت'')

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک چرواہے سے ملاقات

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک مجذوب خدا تعالیٰ کا عاشق صادق بکریاں چرایا کرتا تھا اور پہاڑوں کی گھاٹیوں میں مخلوق سے دور عشق الٰہی میں چاک گریباں روتا پھرتا تھا اور حق تعالیٰ سے درخواست کرتا تھا کہ اے خدا' اے میرے اللہ آپ مجھ کو کہاں ملیں گے اگر آپ مجھ کو مل جاتے تو میں آپ کا نوکر ہو جاتا اور آپ کی گدڑی سیا کرتا اور آپ کے سر میں کنگھی کیا کرتا اور آپ کو کبھی بیماری پیش آتی تو میں آپ کی خوب غمخواری کرتا۔ اے اللہ اگر میں آپ کا گھر دیکھ لیتا تو صبح و شام آپ کے لئے گھی دودھ لایا کرتا اور آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیتا اور آپ کے پیروں کی مالش کیا کرتا اور جب آپ کے سونے کا وقت ہو جاتا تو آپ کے سونے کی جگہ کو جھاڑو سے خوب صاف کرتا اے اللہ آپ کے اوپر میری تمام بکریاں قربان ہوں اے اللہ بکریوں کے بہانے سے میں جو الفاظ ہائے ہائے کرتا ہوں وہ دراصل آپ کی محبت کی تڑپ میں کرتا ہوں۔ بکریاں تو صرف بہانہ ہیں۔

اس طرح وہ چرواہا محبت کی باتیں اپنے رب سے کر رہا تھا کہ اچانک موسیٰ علیہ السلام کا اس طرف سے گزر ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ باتیں سنیں تو ارشاد فرمایا کہ اے چرواہے! کیا حق تعالیٰ کو نوکروں کی ضرورت ہے یا ان کے سر ہے کہ تو بالوں میں کنگھا کرے گا یا ان کو بھوک لگتی ہے کہ تو ان کو بکریوں کا دودھ پلائے گا۔ حق تعالیٰ کیا بیمار ہوتے ہیں جو تو ان کی غمخواری کرے گا اے جاہل حق تعالیٰ کی ذات نقصان و احتیاج کی تمام باتوں سے پاک اور منزہ ہے۔ تو جلد توبہ کر تیری ان باتوں سے کفر لازم آتا ہے۔ بے عقل کی دوستی

عین دشمنی ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ تیری ان خدمات سے بے نیاز ہیں۔

اس چرواہے نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ باتیں سنیں تو بہت شرمندہ ہوا اور غلبہ خوف ویاس اور شدت حزن واضطراب سے گریبان پھاڑ ڈالا اور روتا ہوا جنگل کی طرف بھاگ گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی .... مولانا رومی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

تو برائے وصل کردن آمدی   نے برائے فصل کردن آمدی

ترجمہ: اے موسیٰ تم نے میرے بندے کو مجھ سے کیوں جدا کر دیا۔ تم کو میں نے بندوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے بھیجا ہے نہ کہ جدا کرنے کیلئے تمہارا کام وصل کا تھا نہ کہ فصل کا۔ (دینی دسترخوان)

ملکہ زبیدہ کی اللہ تعالیٰ کی زیارت وملاقات

زبیدہ خاتون ایک نیک ملکہ تھی.... اس نے نہر زبیدہ بنوا کر مخلوق خدا کو بہت فائدہ پہنچایا.... اپنی وفات کے بعد وہ کسی کو خواب میں نظر آئی....

اس نے پوچھا کہ زبیدہ خاتون! آپ کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا؟

زبیدہ خاتون نے جواب دیا کہ اللہ رب العزت نے بخشش فرما دی....

خواب دیکھنے والے نے کہا کہ آپ نے نہر زبیدہ بنوا کر مخلوق کو فائدہ پہنچایا آپ کی بخشش تو ہونی ہی تھی.... زبیدہ خاتون نے کہا نہیں.... نہیں.... جب نہر زبیدہ والا عمل پیش ہوا تو پروردگار عالم نے فرمایا کہ یہ کام تو تم نے خزانے کے پیسوں سے کروایا.... اگر خزانہ نہ ہوتا تو نہر بھی نہ بنتی.... مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے میرے لئے کیا عمل کیا.... زبیدہ نے کہا کہ میں تو گھبرا گئی کہ اب کیا بنے گا.... مگر اللہ رب العزت نے مجھ پر مہربانی فرمائی.... مجھے کہا گیا کہ تمہارا ایک عمل ہمیں پسند آ گیا....

ایک مرتبہ تم بھوک کی حالت میں دسترخوان پر بیٹھی کھانا کھا رہی تھی کہ اتنے میں اللہ اکبر کے الفاظ سے اذان کی آواز سنائی دی.... تمہارے ہاتھ میں لقمہ تھا اور سر سے دوپٹہ سرکا ہوا تھا.... تم نے لقمے کو واپس رکھا پہلے دوپٹے کو ٹھیک کیا پھر لقمہ کھایا.... تم نے لقمہ کھانے میں تاخیر میرے نام کے ادب کی وجہ سے کی.......... چلو ہم نے تمہاری مغفرت فرما دی۔

رَضا گم اپنی کر، اُس کی رَضا میں
نہ پڑ ہرگز، خودی کی تو بلا میں
بس اب اللہ، بس اللہ بس اللہ ہے
سوا حق کے جو ہے، باقی ہوس ہے

(شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ)

نہیں کچھ اور خواہش، آپ کے در پر میں آیا ہوں
مٹا دیجئے، مٹا دیجئے، میں مٹنے ہی کو آیا ہوں

(حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمہ اللہ)

یادگار مُلاقاتیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ملاقاتیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اہل قریش کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات

ایک مرتبہ چند امرائے قریش ابو طالب (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا) کے پاس آئے اور کہا تیرا بھتیجا ہماری قدیم رسومات کو باطل ٹھہراتا ہے.... ہمارے خداؤں کو برا کہتا ہے یا تو تم اس کو سزا دو ورنہ ہم خود اس کو سیدھا کریں گے یا تم بھی اس کے طرف دار ہو جاؤ تا کہ تم دونوں کا ہم ایک ہی دفعہ فیصلہ کر دیں....

ابو طالب نے یہ دیکھ کر کہ بھتیجا کے ساتھ چچا کی جان کو بھی خطرہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلوایا اور سارا واقعہ بیان کر کے التجا کی کہ مجھ پر ایسا بوجھ نہ ڈالو جو میری طاقت سے باہر ہو.... تمہاری اور تمہارے ساتھ میری جان بھی خطرہ میں ہے اور ان دونوں کا بچانا تمہارے اختیار میں ہے....

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت اطمینان کے ساتھ جواب دیا کہ اگر یہ لوگ سورج کو میرے داہنے ہاتھ پر لے آئیں اور چاند کو بائیں ہاتھ پر تب بھی میں تبلیغ حق سے نہ رکوں گا.... اس استقلال کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابو طالب بے اختیار بول اٹھے....

اے محمدؐ! تو جو چاہتا ہے کر خدائے کعبہ کی قسم میں تجھے کبھی نہ چھوڑوں گا....''

جب قریش نے دیکھا کہ ظلم و ستم اور قتل کی دھمکیاں بھی محمدؐ کو اس کے ارادے سے باز نہیں رکھ سکتیں تو انہوں نے خوشامد.... لالچ اور بڑے بڑے عہدوں کی طمع دے کر تبلیغ حق سے ان کی اخلاقی جرأت اور ان کی حیرت انگیز استقامت کو پامال کرنے کی ناکام کوشش کی....

چنانچہ قریش نے اپنے با اثر سردار عتبہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس غرض

کی تکمیل کے لئے بھیجا.... اس نے سلسلۂ کلام اس طرح شروع کیا....

''اگر تم تبلیغ حق سے روپیہ جمع کرنا چاہتے ہو تو ہم اہل قریش تمہاری خواہش کے مطابق روپیہ دینے کو تیار ہیں.... اگر کسی بڑے منصب کی خواہش ہے تو ہم تمہیں اپنا سردار مان لینے کو تیار ہیں.... اگر تم حسین بیویاں چاہتے ہو تو ہم قبائل قریش میں سے جن کو تم چاہو پسند کر سکتے ہو یہاں تک کہ اور تم بادشاہی چاہتے ہو تو ہم تم کو اپنا بادشاہ بھی تسلیم کر لیتے ہیں اور اگر تمہارے دماغ میں ہی خلل آ گیا ہے تو ہم اس کا علاج کرانے کو بھی تیار ہیں....''

خدا کا یہ بندۂ پاک جو حق وصدق کے مقابلہ میں بادشاہی تک کی پروانہیں کرتا.... جواب دیتا ہے تم میری نسبت سخت غلطی پر ہو.... مجھے ان چیزوں میں سے کسی کی بھی خواہش نہیں نہ دولت نہ عزت.... نہ منصب نہ بادشاہی نہ بیویاں مجھے کچھ نہیں چاہئے.... خوب یاد رکھو میں پاگل بھی نہیں.... خدا کی طرف سے مجھ پر جو پیغام آتا ہے اس کا پہنچانا اور سنانا میرا فرض ہے اور کوئی طاقت مجھے اپنے اس فرض سے روک نہیں سکتی.... (ناقابل فراموش واقعات)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے کسی کام کیلئے بھیجا کہ فلاں کام کر آؤ.... میں گھر سے نکلا تو باہر کچھ کھیل تماشا ہو رہا تھا.... میں اس کھیل تماشے میں لگ گیا اور جس کام کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بھیجا تھا وہ بھول گیا.... اب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس انتظار میں تھے کہ میں واپس آ کر بتاؤں کہ اس کام کا کیا ہوا؟

جب کافی دیر گزر گئی اور میں واپس نہ پہنچا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے اور جا کر وہ کام خود کر لیا جس کیلئے مجھے بھیجا تھا.... آپ وہ کام کر کے واپس آئے تو آپ نے دیکھا کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا ہوں.... جب میری نظر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پڑی تو مجھے خیال آیا کہ مجھ سے غلطی ہو گئی.... آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے کام سے بھیجا تھا اور میں کھیل میں لگ گیا.... مجھے صدمہ بھی ہوا اور فکر بھی ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض ہوں گے چنانچہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم! جب گھر سے باہر نکلا تو میں وہ کام کرنا بھول گیا اور بچوں کے ساتھ کھیل میں لگ گیا ....آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی بات نہیں.... میں وہ کام خود کر آیا.... آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو نہ ڈانٹا.... نہ ڈپٹا اور نہ کوئی اور سزا دی.... (اصلاحی خطبات ج ۱۲)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی اپنے گھر کا تمام کام کاج پیسنا پکانا خود اپنے ہاتھ سے کرتی تھیں.... جب حضرت علیؓ کو معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غنیمت میں کچھ لونڈیاں آئی ہیں.... آپؓ نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا تم ہمیشہ شکایت کیا کرتی ہو کہ چکی پیستے پیستے میرے ہاتھوں میں آبلے پڑ گئے ہیں اور گھر کے کام کاج سے مجھ کو اتنی فرصت نہیں ملتی کہ بچوں کی خبر لوں ایسے میں جا کر اپنے والد صاحب سے ایک لونڈی مانگ لاؤ....

فاطمۃ الزہراؓ گئیں.... ان کو معلوم تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مہاجر مسلمانوں کی تکلیف کے آگے اپنی اور اپنے قرابت مندوں کی تکلیف کی پروا نہیں کرتے مگر کچھ ضرورتاً اور کچھ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایماء سے مجبوراً جانا پڑا.... اتفاق سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف نہیں رکھتے تھے اس لئے آپ واپس آ گئیں....

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا آنا اور ان کا پیغام سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے اور فرمانے لگے کیا بات تھی؟

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو ادب و حیا کی وجہ سے خاموش ہو رہیں.... حضرت علیؓ نے سارا واقعہ بیان کیا.... آپ نے جو کچھ جواب میں ارشاد فرمایا مولانا شبلیؒ نے ذیل کے اشعار میں اسے ادا کیا۔

ارشاد یہ ہوا کہ غریبان بے وطن جن کا کہ صفۂ نبوی میں قیام تھا

میں ان کے بندوبست سے فارغ نہیں ہنوز ہر چند اس میں خاص مجھے اہتمام تھا

جو جو مصیبتیں کہ اب ان پر گزرتی ہیں　　میں اس کا ذمہ دار ہوں میرا یہ کام تھا
کچھ تم سے بھی زیادہ مقدم تھا ان کا حق　　جن کو کہ بھوک پیاس سے سونا حرام تھا
خاموش ہو کے سیدۂ پاک رہ گئیں　　جرأت نہ کرسکیں کہ ادب کا مقام تھا

آخر جب جنگ خیبر کے بعد لونڈی غلاموں کی کثرت ہوگئی تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کنیز فضیہ نامی آپ کے پاس بھیج دی اور ارشاد فرمایا کہ آدھا کام گھر کا یہ کرے اور آدھا تم کرنا اور دونوں مل کر چکی پیسنا.....جو کھانا تم خود کھاؤ وہی اس کنیز کو کھلانا.....(ناقابل فراموش واقعات)

ایک والد کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا.....اور شکایت کی کہ میرے باپ نے میرا مال لے لیا ہے.....آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اپنے والد کو بلا کر لاؤ.....اسی وقت جبرئیل امین علیہ السلام تشریف لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ جب اس کا باپ آجائے تو اس سے پوچھئے کہ وہ کلمات کیا ہیں جو اس نے دل میں کہے ہیں.....خود اس کے کانوں نے بھی ان کو نہیں سنا.....جب یہ شخص اپنے والد کو لے کر پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے والد سے کہا کہ کیا بات ہے؟ آپ کا بیٹا آپ کی شکایت کرتا ہے.....کیا آپ چاہتے ہیں کہ اس کا مال چھین لیں.....والد نے عرض کیا کہ آپ اسی سے یہ سوال فرمائیں کہ میں اس کی پھوپھی..... خالہ یا اپنے نفس کے سوا کہاں خرچ کرتا ہوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اِیْہ" (جس کا مطلب یہ تھا کہ بس حقیقت معلوم ہوگئی اب اور کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہیں).....

اس کے بعد اس کے والد سے دریافت کیا کہ وہ کلمات کیا ہیں جن کو ابھی تک خود تمہارے کانوں نے بھی نہیں سنا.....اس شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ آپ پر ہمارا ایمان اور یقین بڑھا دیتے ہیں (جو بات کسی نے نہیں سنی اس کی آپ کو اطلاع ہوگئی جو ایک معجزہ ہے)

پھر اس نے عرض کیا کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ میں نے چند اشعار دل میں کہے تھے جن کو میرے کانوں نے بھی نہیں سنا.....آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: وہ ہمیں سناؤ.....

اس وقت اس نے یہ اشعار سنائے:

غَذَوْتُکَ مَوْلُوْدًا وَّمُنْتُکَ یَافِعًا　　تُعَلُّ بِمَا اَجْنِیْ عَلَیْکَ وَتُنْھَلُ

ترجمہ:...."میں نے تجھے بچپن میں غذادی اور جوان ہونے کے بعد بھی تمہاری ذمہ داری اٹھائی...تمہارا سب کھانا پینا میری ہی کمائی سے تھا...."

اِذَا لَیْلَۃٌ ضَافَتْکَ بِالسَّقْمِ لَمْ اَبِتْ　　لِسَقْمِکَ اِلَّا سَاھِرًا اَتَمَلْمَلُ

ترجمہ:"جب کسی رات میں تمہیں کوئی بیماری پیش آ گئی تو میں نے تمام رات تمہاری بیماری کے سبب بیداری اور بے قراری میں گزاری...."

کَاَنِّیْ اَنَا الْمَطْرُوْقُ دُوْنَکَ بِالَّذِیْ　　طُرِقْتَ بِہٖ دُوْنِیْ فَعَیْنِیْ تَھْمَلُ

ترجمہ:"گویا کہ تمہاری بیماری مجھے ہی لگی ہے....تمہیں نہیں....جس کی وجہ سے تمام شب روتا رہا...."

تَخَافُ الرَّدٰی نَفْسِیْ عَلَیْکَ وَاِنَّھَا　　لَتَعْلَمُ اَنَّ الْمَوْتَ وَقْتٌ مُّؤَجَّلُ

ترجمہ:...."میرا دل تمہاری ہلاکت سے ڈرتا رہا حالانکہ میں جانتا تھا کہ موت کا ایک دن مقرر ہے پہلے پیچھے نہیں ہو سکتی...."

فَلَمَّا بَلَغْتَ السِّنَّ وَالْغَایَۃَ الَّتِیْ　　اِلَیْھَا مَدٰی مَا کُنْتُ فِیْکَ اُؤَمِّلُ

ترجمہ:...."پھر جب تم اس عمر اور اس حد تک پہنچ گئے جس کی میں تمنا کیا کرتا تھا...."

جَعَلْتَ جَزَائِیْ غِلْظَۃً وَّفِظَاظَۃً　　کَاَنَّکَ اَنْتَ الْمُنْعِمُ الْمُتَفَضِّلُ

ترجمہ:...."تو تم نے میرا بدلہ سختی اور سخت کلامی بنا دیا گویا کہ تم ہی مجھ پر احسان وانعام کر رہے ہو...."

فَلَیْتَکَ اِذْ لَمْ تَرْعَ حَقَّ اُبُوَّتِیْ　　فَعَلْتَ کَمَا الْجَارُ الْمُصَاقِبُ یَفْعَلُ

ترجمہ:...."کاش اگر تم سے میرے باپ ہونے کا حق ادا نہیں ہو سکتا تو کم از کم ایسا ہی کر لیتے جیسا کہ ایک شریف پڑوسی کیا کرتا ہے...."

فَاَوْلَیْتَنِیْ حَقَّ الْجِوَارِ وَلَمْ تَکُنْ　　عَلَیَّ بِمَالٍ دُوْنَ مَالِکَ تَبْخَلُ

ترجمہ:...."تو کم از کم مجھے پڑوسی کا حق تو دیا ہوتا اور خود میرے ہی مال میں میرے حق میں بخل سے کام نہ لیا ہوتا...."

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اشعار سننے کے بعد بیٹے کا گریبان پکڑ لیا اور فرمایا:
اَنْتَ وَمَالُکَ لِاَبِیْکَ یعنی جا تو بھی اور تیرا مال بھی سب تیرے باپ کا ہے.... (قرطبی)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں....اور سابقین اولین جو بالکل ابتداء اسلام میں ہی اسلام لے آئے یہ ان میں سے ہیں....اور ان دس خوش نصیب لوگوں میں سے ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خوشخبری سنائی کہ یہ جنت میں جائیں گے....یہ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ آ گئے ایک دن یہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کے لئے آئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو آپ نے دیکھا کہ ان کے کپڑوں پر زرد رنگ کی خوشبو لگی ہے ....حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ یہ تمہارے کپڑے یہ زرد رنگ کیسے لگا ہوا ہے؟

انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے ایک خاتون سے نکاح کیا ہے....اس نکاح کے وقت خوشبو لگائی تھی....یہ اس خوشبو کا نشان ہے....اب دیکھئے کہ نکاح کر لیا اور اس نکاح کی تقریب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا تک نہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان سے کوئی شکایت نہیں کی کہ واہ بھائی! تم نے اکیلے اکیلے نکاح کر لیا ہمیں بلایا بھی نہیں....کیوں؟

اس لئے کہ یہ ساری شرطیں اور قیدیں جو ہم نے لگا رکھی ہیں کہ جب تک ہزار آدمی نہ بلائے جائیں جب تک شامیانہ نہ لگایا جائے جب تک ہال بک نہ کرایا جائے اس وقت تک شادی نہیں ہوگی....اسلام میں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ان چیزوں کا تصور نہیں تھا....تاکہ نکاح کو اتنا آسان کر دیا جائے کہ انسان جنسی خواہش کی تسکین کے لئے غلط راستے تلاش نہ کرے.... (اصلاحی خطبات ج ۱۵)

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات

فتح مکہ کے موقع پر اپنی جان کے خوف سے مکہ سے بھاگ نکلے ان کی بیوی ام حکیم فتح مکہ کے دن اسلام لے آئیں اور جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ عکرمہ ملک

یمن بھاگ گئے .... انہیں اپنے قتل کئے جانے کا بہت بڑا اندیشہ ہے لہذا آپ ان کو امن دے دیجئے .... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں میری طرف سے امن ہے .... یہ اپنے ایک غلام کے ہمراہ آپ کے سامنے کھڑے تھے اور ان کے ساتھ ان کی بیوی تھیں .... تو عکرمہ نے عرض کیا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میری بیوی نے مجھے اطلاع دی ہے کہ آپ نے میرے لئے امن کا حکم دیا ہے....

آپ نے فرمایا کہ اس نے سچ کہا اور تمہارے لئے امن ہے.... عکرمہ نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کس چیز کی طرف بلاتے ہیں.... آپ نے فرمایا کہ میں تم کو اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ تم گواہی دو کہ سوائے اللہ کے کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں اپنے شوہر کی طلب میں نکلیں آخر عکرمہ کے پاس جا پہنچیں اور ان سے کہا میں نے تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے امن طلب کر لی ہے.... عکرمہ نے تعجب سے کہا تم نے؟

ام حکیم بولیں ہاں میں نے تمہارے لئے امن طلب کر لی ہے .... چنانچہ عکرمہ وہیں سے بیوی کے ساتھ واپس ہو گئے .... جب یہ مکہ کے قریب ہوئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا تم لوگوں کے پاس عکرمہ بن ابو جہل مومن اور مہاجر ہو کر آ رہے ہیں تم ان کے باپ کو برا نہ کہنا .... مرے ہوئے کو برا کہنے سے اس کے زندہ رشتہ داروں کو تکلیف پہنچتی ہے.... میت کا کچھ نہیں بگڑتا....

اللہ اکبر! کیا خلق عظیم تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا **فداہ ابی و امی**

(میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں)

عکرمہ جب مکہ معظمہ پہنچے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھتے ہی لپکے اور آپ کے جسم اطہر پر چادر تک نہ تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی آمد سے انتہائی خوش ہوئے اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور عکرمہ سے فرمایا کہ بیشک میں اللہ کا رسول ہوں اور نمازیں قائم کرو اور زکوۃ دو اور یہ کرو اور یہ کرو چند اور اسلام کے فضائل و احکام آپ نے سمجھائے.... عکرمہ نے کہا خدا کی قسم آپ نے حق ہی کی طرف بلایا ہے اور آپ نے اچھی ہی باتوں کی دعوت دی ہے.... خدا کی قسم آپ تو دعوت حق کی طرف

بلانے سے پہلے ہی ہم میں زیادہ صادق القول مشہور تھے اور ہم سب میں آپ زیادہ اچھے تھے اس کے بعد عکرمہ نے کلمہ شہادت پڑھا.... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اسلام لانے سے بہت ہی خوش ہوئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج جو کچھ بھی تم مجھ سے مانگو گے میں تم کو دے دوں گا.... حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی درخواست پر آپ نے ان الفاظ میں دعا فرمائی .... اے میرے اللہ عکرمہ کی ہر وہ عداوت جو انہوں نے میرے ساتھ برتی اور ہر وہ نقل وحرکت جس کے ذریعہ وہ ایسی جگہ چلے جس سے تیرے نور کے بجھانے کا ارادہ کیا ہو ان سب کو معاف کر دے اور جو کچھ انہوں نے میری آبرو ریزی میں مقابلہ میں یا پس پشت کیا ان سب کو معاف فرمادے.... (درس قرآن)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شاہ روم کی ملاقات

غزوہ تبوک کا سفر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام سفروں میں غالباً سب سے زیادہ پُر مشقت سفر تھا.... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر سن کر بہ نفس نفیس تبوک تشریف لے جانے کا فیصلہ فرمایا.... اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو تیاری کا حکم دے دیا....

وہ وقت صحابہ کرامؓ کے لیے شدید آزمائش کا وقت تھا روم جیسی اس دور کی سپر پاور سے مقابلہ صحرائے عرب میں گرمی کے شباب کا وہ زمانہ جس میں آسمان شعلے برساتا اور زمین آگ اگلتی.... تقریباً آٹھ سو کلومیٹر کا فاصلہ جو وحشت ناک صحراؤں سے گذرتا تھا سواریوں کی قلت.... معاشی خستہ حالی اور مدینہ منورہ میں کھجوریں پکنے کا موسم گویا سال بھر کی محنت کا پھل اسی زمانے میں کھجوروں کی شکل میں سامنے آنے والا تھا جس پر سال بھر کی معیشت کا دارومدار تھا ایسی حالت میں مدینہ منورہ سے سفر اختیار کرنا مزید معاشی مشکلات کو دعوت دینے کے مترادف تھا....

لیکن یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فداکار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہی کا حوصلہ تھا کہ وہ ان تمام مشکلات کو عبور کر کے اس صبر آزما سفر کے لیے نکل کھڑے ہوئے اس سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے معجزات ظاہر ہوئے بالآخر تبوک میں اسی جگہ قیام فرمایا جہاں آج یہ مسجد بنی ہوئی ہے....

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک میں بیس دن قیام فرمایا.... لیکن ہرقل بادشاہ کی طرف

سے کوئی مقابلہ پر نہیں آیا بظاہر جنگ نہیں ہوئی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنی قربانیاں دے کر یہاں تشریف لانے سے اسلامی فتوحات کے سلسلے میں ایک نئے باب کا آغاز ہوا.... دشمنوں پر مسلمانوں کا رعب طاری ہوا اور آس پاس کے قبائل خود حاضر ہو کر مطیع ہوئے شام ہی کے علاقوں کے حکمرانوں نے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر صلح کی .... اور جزیہ ادا کرنے پر راضی ہوئے.... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صلح نامہ لکھ کر دیا....

یہیں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو چار سو سواروں کیساتھ دومۃ الجندل روانہ فرمایا یہ ہرقل کے زیر نگیں تھا اور اس کا فرمانروا اکیدر شاہ روم کی طرف سے مقرر ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو بھیجتے وقت ان سے فرمایا تھا کہ جب تم وہاں پہنچو گے تو اسکا حاکم اکیدر تمہیں شکار کرتا ہوا ملے گا تم اسے قتل کرنے کے بجائے گرفتار کر کے میرے پاس لے آنا.... چنانچہ جب آپ دومۃ الجندل کے قلعے کے قریب پہنچے تو اکیدر گرمیوں کی چاندنی رات میں قلعے کی فصیل پر اپنی بیوی کے ساتھ بیٹھا گانا سن رہا تھا.... اچانک اس نے دیکھا کہ ایک نیل گائے قلعہ کے پھاٹک سے ٹکر مار رہی ہے اکیدر فوراً اس کے پیچھے دوڑا ادھر سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ آ پہنچے.... اکیدر کا بھائی حسان مارا گیا.... اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکیدر کو گرفتار کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے اکیدر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دو ہزار اونٹ.... آٹھ سو گھوڑے.... چار سو زرہیں اور چار سو نیزے دینے کا معاہدہ کر کے صلح کی اور جزیہ ادا کر کے اسلامی ریاست کے زیر دست رہنا منظور کیا.... (اصلاحی خطبات)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک یتیم کی ملاقات

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام عید کے دن گھر سے مسجد کی طرف تشریف لانے لگے.... راستے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ بچوں کو کھیلتے دیکھا انہوں نے اچھے کپڑے پہنے ہوئے تھے.... بچوں نے سلام عرض کیا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب ارشاد فرمایا.... اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے تشریف لے گئے تو ایک بچے کو خاموشی کے ساتھ اداس بیٹھے

دیکھا.... آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قریب رک گئے.... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے سے پوچھا کہ تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اداس اور پریشان نظر آ رہے ہو؟ اس نے رو کر کہا.... اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! میں یتیم مدینہ ہوں.... میرے سر پر باپ کا سایہ نہیں ہے جو میرے لئے کپڑے لا دیتا.... میری امی مجھے نہلا کر کپڑے پہنا دیتی اس لئے میں یہاں اداس بیٹھا ہوں.... نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے فرمایا کہ تم میرے ساتھ آؤ....

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے لے کر واپس اپنے گھر تشریف لائے اور سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا.... حمیرا! انہوں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں حاضر ہوں.... آپؐ نے فرمایا اس بچے کو نہلا دو چنانچہ اسے نہلا دیا گیا .... اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر کے دو ٹکڑے کر دیئے.... کپڑے کا ایک ٹکڑا اسے تہبند کی طرح باندھ دیا اور دوسرا اس کے بدن پر لپیٹ دیا گیا.... پھر اس کے سر پر تیل لگا کر کنگھی کی گئی.... حتیٰ کہ جب وہ بچہ تیار ہو گیا اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ چلنے لگا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نیچے بیٹھ گئے اور اس بچے کو فرمایا آج تو پیدل چل کر مسجد میں نہیں جائے گا بلکہ میرے نبوت والے کندھوں پر سوار ہو کر جائے گا....

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بچے کو کندھوں پر سوار کر لیا اور اسی حالت میں اسی گلی میں تشریف لائے جس میں بچے کھیل رہے تھے.... جب بچوں نے یہ معاملہ دیکھا تو وہ رو رو کر کہنے لگے کاش ہم بھی یتیم ہوتے اور آج ہمیں بھی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نبوت والے کندھوں پر سوار ہونے کا شرف حاصل ہوتا.... نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مسجد میں تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھ گئے تو وہ بچہ نیچے بیٹھنے لگا.... نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے اشارہ کر کے فرمایا کہ تم آج زمین پر نہیں بیٹھو گے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کو اپنے ساتھ منبر پر بٹھایا اور پھر اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر ارشاد فرمایا کہ جو شخص یتیم کی کفالت کرے گا اور محبت و شفقت کی وجہ سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرے گا اس کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں اتنی نیکیاں لکھ دے گا.... (از خطبات فقیر)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی ملاقات

جب حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ سے مدینہ منور کی طرف ہجرت فرمائی.... انصار میں سے ایک نوعمر جوان طلحہ بن براءؓ حاضر خدمت ہوئے تو بے اختیار آپ کو لپٹے جاتے تھے اور آپ کے مبارک ہاتھوں کو خوب بوسے دیئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے جس کام کو چاہیں ارشاد فرمائیں میں ہرگز کسی بات میں بھی آپ کی نافرمانی نہ کروں گا.... جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس نوعمری میں ان کی اس پختگی اور جرات کو دیکھ کر ہنس پڑے اور بطور امتحان کے فرمایا کہ جاؤ اپنے کافر والد براء کو قتل کر آؤ.... طلحہ تو تیار ہی کھڑے تھے اور ان کی جان نثاری کچھ زبانی تو تھی ہی نہیں.... فوراً تعمیل ارشاد کے لئے چلنے لگے جناب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھہرالیا اور فرمایا کہ یہ محض آزمائش تھی مجھ کو اللہ تعالیٰ نے قطع رحمی کے لئے مبعوث نہیں کیا....

افسوس ہے کہ اس وفادار عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر نے وفا نہ کی اور جوانی ہی میں وعدہ آ پہنچا اور ایسے بیمار ہوئے کہ زندگی کی امید نہ رہی.... آخری وقت میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے تو عجیب حسرت کا وقت تھا.... ایک وفادار اور مخلص خادم بستر مرگ پر پڑا ہے اور دنیا سے رخصت ہونے کے لئے تیار ہے.... سامنے جان و مال سے زیادہ پیارا سردار اور ماں باپ سے زیادہ شفیق مربی کھڑا صورت کو دیکھ رہا ہے مگر حکم خداوندی سے کچھ چارہ نہیں دیکھتا اور آبدیدہ آنکھوں سے آنسو لے کر واپس ہوتا ہے.... حضور علیہ السلام نے ان سے علیحدہ ہو کر لوگوں سے فرمایا کہ طلحہ پر علامات موت ظاہر ہو گئے ہیں اب غالباً یہ زندہ نہیں رہیں گے اس لئے جب انتقال ہو جائے تو مجھے اطلاع کر دینا تاکہ آکر نماز جنازہ پڑھوں اور تجہیز و تکفین میں جلدی کرنا کیونکہ مسلمان کی نعش کو گھر میں ڈالے رکھنا مناسب نہیں.... بنی عمرو بن عوف کا یہ محلّہ جس میں یہ انصاری بیمار تھے مدینہ منورہ سے علیحدہ تین میل کے فاصلے پر مسجد قبا کے اطراف میں تھا.... راستے میں یہودی لوگ آباد تھے.... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وصیت و نصیحت فرما کر دن ہی کو مدینہ منورہ واپس آ گئے....

جس طرح دن کا آخری حصہ جلد جلد گزر رہا تھا اسی طرح طلحہ کے آخری سانس ختم ہوتے جاتے تھے.... رات ہوگئی اور طلحہ کا بالکل آخری وقت آ گیا مگر واہ ری محبت.... نہ اپنے مرنے کا غم ہے نہ عزیز و اقارب کی دائمی مفارقت کا رنج.... خیال ہے تو جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اور فکر ہے تو آپ کی حفاظت کی.... جب مرنے سے پہلے ہوش آیا تو اپنے تیمارداروں کو بلا کر فرمایا کہ دیکھنا جب میں مر جاؤں تو تم لوگ خود ہی میری نماز جنازہ پڑھ کر مجھے دفن کر دینا.... جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع نہ کرنا رات کا وقت ہے جگہ دور ہے راستہ میں یہودیوں کے مکانات اور ان کا زور ہے.... وہ ہر وقت ایذاء رسانی کی فکر میں رہتے ہیں اور کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے.... کہیں ایسا نہ ہو وہ اپنی شرارت سے کوئی سازش کریں اور میری وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو گزند پہنچ جائے....

طلحہؓ نے ذاتی فوائد پر قومی منافع کو ترجیح دی.... کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک تمام مسلمانوں کے لئے موجب ہدایت و برکت تھا اور تمام عالم کے لئے باعث رحمت.... چنانچہ انصار نے حضرت طلحہؓ کی وصیت پر عمل کیا اور رات ہی کو طلحہ اس پہلی منزل میں پہنچ گئے جس میں آرام یا تکلیف کے ساتھ ہر شخص کو قیامت تک ٹھہرنا ہے....

صبح کو اس محلّہ کے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور طلحہؓ کی وصیت.... وفات اور تجہیز و تکفین کی آپ کو اطلاع دی....

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی وفات اور مخلصانہ خیر خواہی سے حضور علیہ السلام کے قلب اطہر پر بہت اثر ہوا اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو ہمراہ لے کر بنی عمرو بن عوف کے محلّہ میں تشریف لے گئے.... تشریف آوری کی خبر سن کر حسب عادت بہت سے انصار بھی جمع ہو گئے.... آپ صلی اللہ علیہ وسلم طلحہؓ کی قبر پر تشریف لائے اور سب حاضرین صف باندھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے.... یہ وہ حالت تھی کہ طلحہؓ مرحوم کا بدن نہیں تو روح ضرور وجد کر رہی ہوگی.... اس سے بڑھ کر کیا خوش قسمتی ہوگی کہ دین و دنیا کا سردار محبوب رب العالمین دونوں ہاتھ اٹھائے قبر پر کھڑا ہے اور کامل الایمان مخلص مسلمان آمین کہنے کے لئے تیار ہیں....

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی جاں نثاری اور محبت وایثار علی النفس کا انعام ملنے والا ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دعا فرمائی جو آج تک کسی کے لئے نہیں فرمائی گئی....

اللھم الق طلحة و انت تضحک الیه و ھو یضحک الیک

اے خداوند! طلحہ سے ایسی حالت میں ملنا کہ تم اسے دیکھ کر ہنستے ہو اور وہ تم کو دیکھ کر ہنستا ہو.... یقین ہے کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی درخواست منظور ہو کر خوش نصیب طلحہ کو محبت کے صلہ اور انعام میں حق تعالیٰ کی خوشنودی اور رضامندی کی وہ نعمت مل گئی ہوگی جس سے بڑھ کر نہ دنیا میں کوئی دولت وراحت ہے نہ آخر میں اور نہ جنت میں....

یہ ہے اپنے آقا اور سردار کی محبت وعشق جس کی وجہ سے حضرت طلحہؓ کو حق تعالیٰ کی خوشنودی ورضامندی کی وہ نعمت مل گئی جس سے بڑھ کر نہ دنیا میں کوئی دولت وراحت ہے نہ آخرت میں.... واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ایمان کا جز واعظم ہے.... (راہ جنت)

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے علماء یہود سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ اپنے باپ ابراہیم واسماعیل علیہم السلام کی مسجد میں جا کر عید منائیں.... مکہ مکرمہ پہنچے.... آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہیں تھے.... یہ لوگ جب حج سے واپس ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوئی.... اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مسجد میں تشریف فرما تھے.... اور لوگ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے.... یہ بھی مع اپنے ساتھیوں کے کھڑے ہوگئے.... آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف دیکھ کر پوچھا کہ آپ ہی عبداللہ بن سلام ہیں.... کہا ہاں.... فرمایا قریب آجاؤ.... جب قریب گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میرا ذکر تورات میں نہیں پاتے؟

انہوں نے کہا آپ خدا تعالیٰ کے اوصاف میرے سامنے بیان فرمایئے.... اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے.... آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑے ہوگئے اور

فرمایا کہ کہو "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پور سورت پڑھ سنائی.... ابن سلام نے اسی وقت کلمہ پڑھ لیا... مسلمان ہو گئے.... مدینے واپس چلے آئے لیکن اپنے اسلام کو چھپائے رہے.... جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینے پہنچے.... اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کھجور کے ایک درخت پر چڑھے ہوئے کھجوریں اتار رہے تھے.... جب آپ رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچی.... اسی وقت درخت سے کود پڑے.... ماں کہنے لگیں کہ اگر (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) بھی آجاتے تو تم درخت سے نہ کودتے.... کیا بات ہے؟

جواب دیا کہ اماجی (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کی نبوت سے بھی زیادہ خوشی مجھے خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہاں تشریف آوری سے ہوئی.... (تفسیر ابن کثیر)

حضرت جُلیبیب رضی اللہ عنہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشتے کا پیغام بھجوایا.... ایک انصاری گھرانے کو.... کس کے لئے؟ ایک ایسے شخص کے لئے جو قد کے چھوٹے اور رنگ کے کالے تھے انہوں نے خود بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور! میں تو ایک بے قیمت سا آدمی ہوں کھوٹا سکہ کون قبول کرتا ہے؟ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے نزدیک تم کھرے ہو.... کھوٹے نہیں ہو.... اس لئے کہ وہ شخص ایمان کی دولت سے مالا مال تھا ادھر لڑکی نہ صرف یہ کہ نوعمر اور کنواری تھی بلکہ خوبرو اور خوش وضع بھی.... بچیوں کے لئے ماں باپ سے بڑھ کر خیر خواہ کون ہو سکتا ہے؟ پھر اسلام میں کفایت کا مسئلہ بھی تو موجود ہے.... لڑکی کے ماں باپ کو یہ رشتہ پسند نہ آیا.... لیکن لڑکی کے کانوں میں کہیں بھنک پڑ گئی تو اس نے رواجی شرم وحیا کے تقاضوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اپنے والدین سے کہا: آپ لوگ یہ نہ دیکھیں کہ پیغام کس کے لئے آیا ہے؟ یہ دیکھیں کہ بھجوانے والا کون ہے؟ ہمارے آقا جس چیز کو ہمارے لئے پسند فرماتے ہیں ہم اس پر راضی ہیں.... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی پر ہم اپنی تمناؤں اور پسند کو قربان کرتے ہیں عزیمت کی راہ پر چلنے والے رخصتوں کا

سہارا نہیں لیا کرتے.... اس طرح انصاری دوشیزہ نے اپنے ایمان کی پختگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منشاء پر قربان ہو جانے کا ثبوت دیا.... اس نیک بخت کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دل کی گہرائیوں سے اس کے حق میں دعاء فرمائی اور یوں حضرت جلیبیبؓ کا رشتہ ہو گیا بعد میں وہ خاتون.... دعاء کی برکت سے بڑی ہی خوش حال اور فراخ دست ثابت ہوئیں.... تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ جلیبیبؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد کے لئے نکلے.... آگے لڑائی میں حصہ لیا تو شہید ہو گئے لڑائی کا غبار چھٹا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے پوچھا کیا تمہارا کوئی آدمی گم ہے؟ انہوں نے کہا جی حضور! فلاں فلاں کچھ وقفے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر پوچھا صحابہؓ نے پھر کچھ نام گنوا دیئے.... تیسری مرتبہ آپ نے پھر دریافت فرمایا تو جواب ملا اب کوئی نہیں سب مل گئے.... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مگر مجھ کو جلیبیب نہیں مل رہا تم لوگ اسے میدان میں تلاش کرو.... انہوں نے چل پھر کر اسے ڈھونڈا تو وہ اس حالت میں ملے کہ اس کے پاس سات مشرکین کی لاشیں پڑی تھیں اور وہ خود بھی شہادت کا رتبہ پا چکے تھے.... جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس موقع پر تشریف لے گئے دیکھ کر فرمایا سات مشرکین کو مار کر پھر خود شہید ہو گیا ہے اور تین مرتبہ یہ ارشاد فرمایا: **هذا منی و انا منه** یہ میرا ہے اور میں اس کا.... پھر آپ نے اسے اپنے بازوؤں پر اٹھا لیا.... ابن عبدالبرؒ لکھتے ہیں **ماله سریر غیر ساعدی النبی صلی الله علیه وسلم** (استیعاب ص ۱۰۰ ج ۱)

یعنی اس کی میت کو اٹھانے کے لئے کوئی چارپائی نہیں تھی.... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بازو ہی اس کے لئے چارپائی بنے اس کے بعد اس کے لئے قبر کھودی گئی اور حضور نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اسے قبر میں اتار دیا....

جلیبیب کیسے خوش نصیب غلام ہیں کہ آقا خود ان کی نعش کو اٹھائے پھرتے ہیں.... **فھنیئا**: (کاروان جنت)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صحابیؓ کی ملاقات

غزوہ حنین کے موقع پر ایک عجیب افراتفری کا عالم تھا....لوگوں کا اژدھام اور بھیڑ بہت زیادہ تھی....ایک صحابی پیر میں موٹا جوتا پہنے ہوئے تھے....اتفاق ایسا ہوا کہ ان کا پیر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم مبارک پر پڑا اور اس سے آپ کا پیر مبارک روندا گیا ....جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک میں ایک کوڑا تھا....آپ نے اس کوڑے کے کنارے سے ان کو مارا اور فرمایا "اوجعتنی" تم نے مجھے تکلیف دی ہے....وہ صحابی فرماتے ہیں میں نے رات کس طرح گزاری "فبت بليلة كما يعلم الله" صبح ہوئی دیکھا ایک شخص میرا نام لے کر آواز لگا رہا ہے کہ فلاں شخص کہاں ہے؟

میں نے عرض کیا: وہ شخص ہی ہوں....انہوں نے مجھ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو بلاتے ہیں....میں چل دیا اور دل میں گھبراہٹ تھی کہ دیکھئے کیا انجام ہوتا ہے.... "فانطلقت وانا متخوف" چنانچہ میں پہنچا....آپ نے فرمایا کہ تم نے اپنے جوتے سے میرے پیر کو روند دیا تھا اور میں نے تم کو کوڑا مارا تھا....یہ اسی (۸۰) اونٹنیاں ہیں تم اس کے عوض ان کو لے لو اور جو تکلیف تم کو پہنچی ہے اس کو درگزر کر دو....

مذکورہ واقعہ پر غور کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے صحابہ پر کس قدر شفقت تھی کہ محض اس معمولی کوڑے کے مار دینے سے اس قدر آپ کو احساس ہوا اور اس کے عوض اسی اونٹنیاں آپ نے ان کو دیں....اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کس قدر دلجوئی فرمایا کرتے تھے اور ان کو خوش کرنے کی کس قدر کوشش کرتے تھے ....ہمیں بھی یہ معاملہ اپنے اہل تعلق کے ساتھ کرنا چاہئے کہ کسی کو اگر کوئی ناگواری اور تکلیف ہم سے پہنچ جائے تو پھر اس کا دل خوش کرنے کی کوشش کی جائے....(ماہنامہ المحمود)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص کی ملاقات

حضرت ابوتمیمہ ہجیمی رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے ایک آدمی کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ وہ آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا (یا حضرت ابوتمیمہ کہتے ہیں کہ میں حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا وہاں ایک آدمی آیا) اور اس آدمی نے پوچھا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں یا یہ پوچھا کہ آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں.... پھر اس نے پوچھا کہ آپ کس کو پکارتے ہیں؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اکیلے اللہ عز وجل کو پکارتا ہوں جس کی صفت یہ ہے کہ جب تم کو کوئی نقصان پہنچے اور تم اس کو پکارو تو وہ تمہارے نقصان کو دور کر دے اور جب تم پر قحط سالی آ جائے اور تم اس کو پکارو تو وہ تمہارے لئے غلہ اگا دے اور جب تم چٹیل میدان میں ہو اور تمہاری سواری گم ہو جائے اور تم اس کو پکارو تو وہ تمہاری سواری تمہیں واپس کر دے .... یہ بات سن کر وہ آدمی فوراً مسلمان ہو گیا.... پھر اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کچھ وصیت فرمائیں .... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی چیز کو بھی گالی نہ دینا.... (حکم راوی کو شک ہوا کہ اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شیئا فرمایا یا احدا فرمایا مطلب دونوں کا ایک ہی ہے) وہ صاحب کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصیت فرمانے کے بعد میں نے آج تک کبھی کسی اونٹ یا کسی بکری کو بھی گالی نہیں دی.... (اخرجہ احمد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی ملاقات

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ملنے کے لئے ہمارے گھر تشریف لائے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (اجازت کے لئے باہر سے) فرمایا السلام علیکم و رحمة الله! میرے والد نے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام کا) جواب آہستہ سے دیا.... میں نے کہا کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت دینا نہیں چاہتے؟

انہوں نے کہا ذرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار ہمیں سلام کرنے دو.... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا السلام علیکم و رحمة الله و بر کاته (میرے والد) حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے پھر آہستہ سے جواب دیا.... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا السلام علیکم و رحمة الله! اور اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس چل پڑے .... حضرت سعد رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم! میں نے آپ کا ہر سلام سنا ہے اور ہر سلام کا آہستہ سے جواب دیا ہے بس آہستہ اس لئے جواب دیا تا کہ آپ ہمیں بار بار سلام کریں.... چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ واپس آئے.... حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نہانے کا پانی تیار کروایا جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کیا پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زعفران یا ورس (خوشبودار گھاس) میں رنگی ہوئی چادر دی جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اوڑھ لیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی.... اے اللہ! تو اپنی رحمتیں اور مہربانی خاندان سعد رضی اللہ عنہ پر نازل فرما.... پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ کھانا نوش فرمایا.... پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واپسی کا ارادہ فرمایا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک دراز گوش پیش کیا جس پر ایک عمدہ چادر ڈال کر تیار کیا گیا تھا.... حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا اے قیس! اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جاؤ.... میں ساتھ چل پڑا.... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا میرے ساتھ سوار ہو جاؤ میں نے انکار کیا.... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو سوار ہو جاؤ یا واپس چلے جاؤ اس پر میں واپس چلا گیا.... (عند ابی داؤد کذا فی جمع الفوائد ۲/۱۴۳)

ایک صحابیؓ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار راستے میں تشریف لے جا رہے تھے.... ایک صحابی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ہوئی تو اس صحابیؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو مسواکیں پیش کیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بخوشی قبول کیا.... ان دو مسواکوں میں سے ایک بالکل سیدھی اور ایک ٹیڑھی تھی.... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق دیکھئے کہ جو سیدھی تھی وہ اپنے ساتھی کو دی اور جو ٹیڑھی تھی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس رکھی (احیاء علوم الدین غزالی)

ایک دیہاتی کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی اعرابی کے ہاں مہمان ہوئے اس نے آپ کی بڑی خاطر تواضع کی واپسی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کبھی ہم سے مدینے میں بھی مل لینا....

کچھ دنوں بعد اعرابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا.... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کچھ چاہیے؟ اس نے کہا ہاں ایک تو اونٹنی دیجئے مع ہودج کے .... اور ایک بکری دیجئے جو دودھ دیتی ہو.... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افسوس تو نے بنی اسرائیل کی بڑھیا جیسا سوال نہ کیا.... صحابہ نے پوچھا وہ واقعہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب حضرت کلیم اللہ بنی اسرائیل کو لے کر چلے تو راستہ بھول گئے ہزار کوشش کی لیکن راہ نہ ملی.... آپ نے لوگوں کو جمع کر کے پوچھا یہ کیا اندھیر ہے؟ تو علمائے بنی اسرائیل نے کہا: بات یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے آخر وقت ہم سے عہد لیا تھا کہ جب ہم مصر سے چلیں تو آپ کے تابوت کو بھی یہاں سے اپنے ساتھ لیتے جائیں....

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ تم میں سے کون جانتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی تربت کہاں ہے؟ سب نے انکار کر دیا کہ ہم نہیں جانتے.... ہم میں ایک بڑھیا کے سوا اور کوئی بھی آپ کی قبر سے واقف نہیں....

آپ نے اس بڑھیا کے پاس آدمی بھیج کر اسے کہلوایا کہ مجھے حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر دکھلا.... بڑھیا نے کہا ہاں دکھلاؤں گی.... لیکن پہلے اپنا حق لے لوں.... حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: تو کیا چاہتی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ جنت میں آپ کا ساتھ مجھے میسر ہو....

آپ علیہ السلام پر اس کا یہ سوال بہت بھاری پڑا.... اس وقت وحی آئی کہ اس کی بات مان لو.... اس کی شرط منظور کر لو.... اب وہ آپ کو ایک جھیل کے پاس لے گئی جس کے پانی کا رنگ بھی متغیر ہو گیا تھا.... کہا کہ اس کا پانی نکال ڈالو.... جب پانی نکال ڈالا اور زمین نظر آنے لگی تو کہا: اب یہاں کھودو.... کھودنا شروع ہوا تو قبر ظاہر ہو گئی.... تابوت ساتھ رکھ لیا.... اب جو چلنے لگے تو راستہ صاف نظر آنے لگا اور سیدھی راہ لگ گئی.... (تفسیر ابن کثیر)

مختلف دیہاتیوں کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات

حضرت سلیم بن عامر رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیہاتی لوگوں کے سوالات سے بڑا نفع پہنچاتے ہیں....

ایک دن ایک دیہاتی آیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے جنت میں ایک ایسے

درخت کا ذکر کیا ہے جس سے انسان کو تکلیف ہوتی ہے.... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا وہ کون سا درخت ہے؟ اس نے کہا بیری کا درخت.... کیونکہ اس میں تکلیف دہ کانٹے ہوتے ہیں.... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا:

﴿فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ﴾ (سورۃ واقعہ: آیت ۲۸)

ترجمہ: ''وہاں ان باغوں میں ہوں گے جہاں بے خار بیریاں ہوں گی....''

اللہ تعالیٰ نے اس کے کانٹے دور کر دیئے ہیں....اور ہر کانٹے کی جگہ پھل لگا دیا ہے.... اس درخت میں ایسے پھل لگیں گے کہ ہر پھل میں بہتر (۷۲) قسم کے ذائقے ہوں گے اور ہر ذائقہ دوسرے ذائقہ سے مختلف ہوگا....

حضرت عتبہ بن سلیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا....اور اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حوض کے بارے میں پوچھا.... اور جنت کا تذکرہ کیا....پھر اس دیہاتی نے کہا کیا جنت میں پھل بھی ہوں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں....اس میں ایک درخت ہے جسے طوبیٰ کہا جاتا ہے....راوی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اور چیز کا بھی ذکر کیا لیکن مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کیا چیز تھی؟ اس دیہاتی نے کہا: ہمارے علاقہ کے کس درخت کے مشابہ ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے علاقہ کے کسی درخت کے مشابہ نہیں....پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم شام گئے ہو؟ اس نے کہا نہیں....حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شام کے ایک درخت کے مشابہ ہے جس کو اخروٹ کہا جاتا ہے....ایک تنے پر اگتا ہے....اور اس کے اوپر والی شاخیں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں....پھر اس دیہاتی نے کہا: گچھا کتنا بڑا ہوگا؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سیاہ سفید داغوں والا کوا بغیر رکے ایک مہینہ مسلسل اڑ کر جتنا فاصلہ طے کرتا ہے وہ گچھا اس فاصلے کے برابر ہوگا....پھر اس دیہاتی نے کہا اس درخت کی جڑ کتنی موٹی ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے گھر والوں کے اونٹوں میں سے ایک جوان اونٹ چلنا شروع کرے....اور چلتے چلتے بوڑھا ہو جائے....اور بوڑھا ہونے کی وجہ سے اس کی ہنسلی کی ہڈی ٹوٹ جائے پھر بھی وہ اس کی جڑ کا ایک چکر نہیں لگا سکے گا....

پھر اس دیہاتی نے پوچھا کیا جنت میں انگور ہوں گے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں.... اس نے پوچھا انگور کا دانہ کتنا بڑا ہوگا؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تیرے باپ نے کبھی اپنی بکریوں میں سے بڑا بکرا ذبح کیا ہے؟ اس نے کہا جی ہاں کیا ہے.... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر اس نے اس کی کھال اتار کر تیری ماں کو دے دی ہو اور اس سے کہا ہو کہ اس کھال کا ہمارے لئے ڈول بنا دے؟ اس دیہاتی نے کہا جی ہاں.... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ دانہ اس ڈول کے برابر ہوگا.... پھر اس دیہاتی نے کہا (جب دانہ ڈول کے برابر ہوگا) پھر تو ایک دانے سے میرا اور میرے گھر والوں پیٹ بھر جائے گا.... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں بلکہ تیرے سارے خاندان کا پیٹ بھر جائے گا....

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے آ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! قیامت کے دن مخلوق کا حساب کون لے گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ.... اس دیہاتی نے کہا رب کعبہ کی قسم پھر تو ہم نجات پا گئے.... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے دیہاتی کیسے؟ اس نے کہا کیوں کہ کریم ذات جب کسی پر قابو پا لیتی ہے تو معاف کر دیتی ہے.... (حیاۃ الصحابہ)

ایک صحابی کے انتقال کے وقت رُخسار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر

غزوۂ احد میں زیاد ابن سکن کو یہ شرف حاصل ہوا کہ جب زخم کھا کر گرے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو میرے قریب لاؤ لوگوں نے ان کو آپ کے قریب کر دیا انہوں نے اپنے رخسار آپ کے قدم مبارک پر رکھ دیئے اور اسی حالت میں جان اللہ کے حوالے کی.... اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ .... (ابن ہشام)

ایک چرواہے کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات

غزوۂ خیبر کے موقع پر ایک چرواہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا.... وہ یہودیوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا.... اس چرواہے نے جب دیکھا کہ خیبر سے باہر

مسلمانوں کا لشکر پڑاوٗ ڈالے ہوئے ہے تو اس کے دل میں خیال آیا کہ میں جا کر ان سے ملاقات کروں اور دیکھوں کہ یہ مسلمان کیا کہتے ہیں اور کیا کرتے ہیں؟

چنانچہ بکریاں چراتا ہوا مسلمانوں کے لشکر میں پہنچا اور ان سے پوچھا کہ تمہارے سردار کہاں ہیں؟

صحابہ کرامؓ نے اس کو بتایا کہ ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس خیمے کے اندر ہیں....

پہلے تو اس چرواہے کو ان کی باتوں پر یقین نہیں آیا....اس نے سوچا کہ اتنے بڑے سردار ایک معمولی سے خیمے میں کیسے بیٹھ سکتے ہیں....اس کے ذہن میں یہ تھا کہ جب آپ اتنے بڑے بادشاہ ہیں تو بہت ہی شان و شوکت اور ٹھاٹ باٹ کے ساتھ رہتے ہوں گے....لیکن وہاں تو کھجور کے پتوں کے چٹائی سے بنا ہوا خیمہ تھا....خیر وہ اس خیمے کے اندر آپ سے ملاقات کے لئے داخل ہو گیا اور آپ سے ملاقات کی....اور پوچھا کہ آپ کیا پیغام لے کر آئے ہیں؟

اور کس بات کی دعوت دیتے ہیں؟

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سامنے اسلام اور ایمان کی دعوت رکھی اور اسلام کا پیغام دیا....اس نے پوچھا کہ اگر میں اسلام کی دعوت قبول کرلوں تو میرا کیا انجام ہوگا؟

اور کیا مرتبہ ہوگا؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

”اسلام لانے کے بعد تم ہمارے بھائی بن جاؤ گے اور ہم تمہیں گلے سے لگائیں گے“

اس چرواہے نے کہا کہ آپ مجھ سے مذاق کرتے ہیں....میں کہاں اور آپ کہاں! میں ایک معمولی سا چرواہا ہوں اور میں ایک سیاہ فام انسان ہوں....میرے بدن سے بدبو آرہی ہے....ایسی حالت میں آپ مجھے کیسے گلے سے لگائیں گے؟

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”ہم تو ضرور گلے سے لگائیں گے اور تمہارے جسم کی سیاہی کو اللہ تعالیٰ تابانی سے بدل دیں گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے جسم سے اٹھنے والی بدبو کو خوشبو سے تبدیل کردیں گے....“

یہ باتیں سن کر وہ فوراً مسلمان ہو گیا اور کلمہ شہادت:

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ.... پڑھ لیا

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! اب میں کیا کروں؟

آپ نے فرمایا کہ: ”تم ایسے وقت میں اسلام لائے ہو کہ نہ تو اس وقت کسی نماز کا

وقت ہے کہ تم سے نماز پڑھواؤں اور نہ ہی روزہ کا زمانہ ہے کہ تم سے روزے رکھواؤں اور زکوٰۃ تم پر فرض نہیں ہے اس وقت تو صرف ایک ہی عبادت ہو رہی ہے جو تلوار کی چھاؤں میں انجام دی جاتی ہے.....وہ ہے جہاد فی سبیل اللہ....''

اس چرواہے نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس جہاد میں شامل ہو جاتا ہوں.....لیکن جو شخص جہاد میں شامل ہوتا ہے اس کے لئے دو میں ایک صورت ہوتی ہے..... یا غازی یا شہید.....تو اگر میں اس جہاد میں شہید ہو جاؤں تو آپ میری کوئی ضمانت لیجئے.....حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''میں اس بات کی ضمانت لیتا ہوں کہ اگر تم اس جہاد میں شہید ہو گئے تو اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں پہنچا دیں گے.....اور تمہارے جسم کی بدبو کو خوشبو سے تبدیل کر دیں گے.....اور تمہارے چہرے کی سیاہی کو سفیدی میں تبدیل فرما دیں گے....

چونکہ وہ چرواہا یہودیوں کی بکریاں چراتا ہوا وہاں پہنچا تھا....

اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''تم یہودیوں کی جو بکریاں لے کر آئے ہو ان کو جا کر واپس کرو.....اس لئے کہ یہ بکریاں تمہارے پاس امانت ہیں....''

اس سے اندازہ لگائیں کہ جن لوگوں کے ساتھ جنگ ہو رہی ہے.....جن کا محاصرہ کیا ہوا ہے.....ان کا مال مال غنیمت ہے.....لیکن چونکہ وہ چرواہا بکریاں معاہدے پر لے کر آیا تھا.....اس لئے آپ نے حکم دیا کہ پہلے وہ بکریاں واپس کر کے آؤ.....پھر جہاد میں شامل ہونا.....چنانچہ اس چرواہے نے جا کر بکریاں واپس کیں.....اور واپس آ کر جہاد میں شامل ہوا.....اور شہید ہو گیا اس کا نام ہے ''اسلام'' (اصلاحی خطبات)

ایک دیہاتی کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات

''حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے کہ ایک دیہاتی سامنے کھڑا ہوا.....اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی مہار پکڑ لی.....پھر کہا اے اللہ کے رسول! مجھے وہ بات بتاؤ جو مجھے جنت سے قریب اور آتش دوزخ سے دور کر دے؟ راوی کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رک گئے.....پھر اپنے رفقاء کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا اور (ان کو متوجہ کرتے ہوئے) فرمایا: اس کو

اچھی توفیق ملی.... یا فرمایا: اس کو خوب ہدایت ملی.... پھر آپ نے اس دیہاتی سے فرمایا: ہاں! ذرا پھر کہنا! تم نے کس طرح کہا: سائل نے اپنا وہی سوال پھر دہرایا (مجھے وہ بات بتادو! جو مجھے جنت سے نزدیک اور دوزخ سے دور کردے) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صرف اللہ کی بندگی کرتے رہو.... اور کسی چیز کو اس کے ساتھ شریک نہ کرو.... نماز قائم کرتے رہو.... زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور صلہ رحمی کرتے رہو.... اب اونٹنی کی مہار چھوڑ دو!" (مسلم شریف)

حاتم طائی کی بیٹی کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات

۹ ہجری میں بنی طے سے خفیف سا مقابلہ ہوا.... دشمن شام کی طرف بھاگ گیا.... اس کے اعزہ واقربا کو مسلمانوں نے گرفتار کرلیا اور مال واسباب ضبط کرکے مدینہ لائے....

قیدیوں میں بنی طے کے سردار حاتم طائی کی بیٹی بھی تھی.... اس نے کہا میں اپنی قوم کے سردار کی بیٹی ہوں.... میرا باپ رحیم وکریم اور سخی وفیاض تھا.... بھوکوں کا کھانا کھلاتا.... ننگوں کو کپڑا دیتا اور غریبوں پر رحم کرتا تھا وہ مرگیا.... بھائی تھا وہ شکست کھا کر شام کی طرف بھاگ گیا ہے.... میں ایسے رحم وکرم والے کی بیٹی بے یار ومددگار آپ کی قید میں ہوں اور رحم کی خواستگار ہوں....

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لڑکی تیرے باپ میں ایمان والوں کی صفتیں تھیں یہ کہہ کر آپ نے اس کو رہا کردیا اس نے پھر عرض کیا.... میں بنت کریم ہوں اپنی رہائی کے ساتھ اپنے قبیلہ کے قیدیوں کی رہائی کی بھی تمنا رکھتی ہوں....

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف اس جواں عمر عورت کی درخواست ہی قبول کی بلکہ اس کو زادراہ اور سفرخرچ دے کر اس کے بھائی کے پاس ملک شام میں بھجوادیا.... جانتے ہو اس خلق محمدیؐ اور اس حسن سلوک کا کیا نتیجہ نکلا اور اس کریم النفس نبیؐ کے اوصاف نے کیا اثر کیا....

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی پڑھو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ عدی بن حاتم (اس عورت کا بھائی) خلق محمدی کی یہ کیفیت اپنی بہن کی زبانی سن کر مدینہ آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مسلمان ہوگیا.... (ناقابل فراموش واقعات)

ایک نوجوان کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات

رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک نوجوان حاضر ہوا اور کہا کہ حضرت مجھے

زنا کی اجازت دے دیں.... صحابہ رضی اللہ عنہ اس نوجوان کی گستاخی پر بڑے ناراض ہو گئے.... لیکن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر غصہ مت کرو اس کو نصیحت کی ضرورت ہے.... رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ تیری شادی ہوئی ہے.... اس نے کہا جی نہیں.... فرمایا! اگر تو کل شادی کر لے اور کوئی تمہاری بیوی سے یہ کام کرنا چاہے تو اس کو تو اپنی بیوی کیلئے پسند کرے گا؟

کہا جناب میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ہرگز نہیں.... پھر فرمایا! اگر کوئی تمہاری امی کے ساتھ یہ کام کرنا چاہے تو تو اس کو پسند کرے گا؟

کہا جناب میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ہرگز نہیں.... پھر فرمایا! اگر کوئی تمہاری امی کے ساتھ یہ کام کرنا چاہے تو تو اس کو پسند کرے گا؟

کہا ہرگز نہیں.... فرمایا اچھا تو یہ فعل اپنی ہمشیرہ کیلئے پسند کرے گا.... کہا ہرگز نہیں.... پھر فرمایا! بیٹے آخر تو جس کے ساتھ کرے گا وہ کسی کی بیوی ہوگی.... کسی کی ماں ہوگی.... کسی کی بہن ہوگی.... جو کام اپنے لئے پسند نہیں کرتا دوسرے مسلمان کیلئے بھی پسند نہ کر.... پھر اس کے سینے پر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مبارک ہاتھ رکھا اور اس کیلئے دعا کی.... صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں پھر وہی نوجوان دوسروں کو بھی نصیحت کرتا تھا کہ زنا اور بدفعلی سے دور رہا کریں.... (ترمذی شریف)

سلطان نورالدین زنگی رحمہ اللہ کی خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیارت وملاقات

سلطان نورالدین زنگی جس کے تصور سے یورپ کے بہادر زیر زمین اپنے کفن کے اندر اب تک کانپ جاتے ہیں.... انہوں نے ۵۵۷ھ میں جبکہ وہ عیسائیوں کے ساتھ صلیبی جنگوں (صلیبی جنگوں کا دور ۱۰۹۹ء سے ۱۱۸۷ء رہا) میں مشغول تھے.... ایک رات نماز تہجد کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی.... دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو گربہ چشم (نیلی آنکھوں والے) آدمیوں کی طرف اشارہ کر کے فرما رہے ہیں.... ''انجدنی انقذنی من ہذین'' (نجات دو خلاصی کرو میری ان دونوں سے) سلطان گھبرا کر اٹھ بیٹھے فوراً وضو کیا نوافل پڑھے اور لیٹ گئے.... آنکھ اسی وقت لگ گئی.... پھر یہی خواب دیکھا.... پھر اٹھے وضو کیا نوافل پڑھے اور ابھی لیٹے ہی تھے کہ فوراً آنکھ لگ گئی.... اور تیسری بار پھر

یہی خواب دیکھا تو اٹھ کر بیٹھ گئے اور کہا اب نیند کی گنجائش نہیں اسی وقت اپنے وزیر جمال الدین اصفہانی کو طلب کر کے سارا واقعہ بیان کیا.... وزیر نے کہا تاخیر نہ کیجئے فوراً مدینہ طیبہ چلئے اور کسی سے اس کا ذکر نہ کیجئے.... یہ خیال کر کے مدینہ طیبہ میں ضرور کوئی حادثہ پیش آیا ہے اور جلد از جلد وہاں پہنچنا چاہیئے.... اپنے وزیر.... بیس ارکان مجلس اور دو سو سپاہیوں کو ہمراہ لیکر بہت زر و جواہر کے ساتھ نہایت تیز رو سانڈنیوں پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے.... رات دن سفر کر کے سولہ روز میں شام سے مدینہ طیبہ پہنچے.... اس زمانہ میں عرب سلطان کے زیر اثر آ چکا تھا.... سلطان کی اچانک آمد سے مدینہ والے حیران ہوئے.... امیر مدینہ نے اچانک تشریف آوری کی وجہ دریافت کی.... تو سلطان نے سارا ماجرا کہہ سنایا.... سلطان سے کہا اگر آپ ان دو شکلوں کو دیکھ کر پہچان لیں تو میں انعام و اکرام کے بہانے تمام اہل مدینہ شریف کو آپ کے سامنے سے گزروا دوں.... پس منادی کرائی کہ سلطان وقت تمام اہلیان مدینہ منورہ کو انعام و اکرام سے نوازنا چاہتے ہیں.... اس لیے یہاں کا رہنے والا کوئی محروم نہ رہے.... اور ہر شخص سلطان کے حضور حاضر ہو کر انعام حاصل کرے.... جب ہر شخص اس لالچ میں سلطان کی خدمت میں حاضر ہوتا تو سلطان انعام دیتے وقت متجسسانہ نظر اس پر ڈالتے.... یہاں تک کہ مدینہ پاک کے تمام لوگ ختم ہو گئے.... سلطان حیران تھے کہ جن لوگوں کی صورت خواب میں دکھائی گئی تھی وہ نظر نہ آئے.... بالآخر والی مدینہ منورہ اور حاضرین دربار سے مخاطب ہو کر دریافت کیا کہ آبادی میں کیا اب کوئی اور انعام لینے والا باقی نہیں رہا؟

خدام نے عرض کیا بادشاہ سلامت صرف دو اہل مغرب جو نہایت ہی صالح سخی.... متدین.... عفیف.... عبادت گزار اور گوشہ نشین ہیں.... باقی رہ گئے ہین.... نہایت خدا پرست ہیں.... جنت البقیع میں پانی پلانے کی خدمت انجام دیتے ہیں.... سلطان نے ان کو طلب کیا جونہی وہ سلطان کے روبرو پیش ہوئے.... سلطان نے ان کو پہچان لیا.... مگر تفتیش سے پہلے کچھ کہنا مناسب نہ سمجھا.... چنانچہ ان سے مصافحہ کیا عزت سے بٹھایا ان سے باتیں کیں.... پھر گفتگو کرتے ہوئے ان کے حجرے میں جا نکلے.... حجرے کے فرش پر ایک معمولی چٹائی بچھی ہوئی تھی.... طاق میں قرآن پاک کا ایک نسخہ.... وعظ و پند کی چند کتابیں اور فقراء مدینہ شریف پر صدقہ و خیرات کرنے کے لیے ایک گوشے میں تھوڑا سا سامان.... بس یہ کل کائنات تھی.... سلطان سخت حیران تھے یاالٰہی یہ ماجرا کیا ہے

.... مایوس ہو کر واپس جانے ہی والے تھے کہ ان کو چٹائی کے نیچے ہلتی ہوئی کوئی چیز محسوس ہوئی .... چٹائی کو ہٹایا تو ایک تختہ نظر آیا.... جس کو اٹھایا گیا تو ایک سرنگ نظر آئی .... جو روضہء رسول علی صاحبہا صلوٰۃ وسلاماً کی طرف کھودی جا چکی تھی.... اسی وقت ان دونوں لعینوں کو گرفتار کر لیا اور ان سے ساری کیفیت دریافت کی گئی.... دونوں نے اقبال جرم کر لیا اور اعتراف کیا کہ وہ رومی عیسائی (نصرانی) ہیں.... ہم کو عیسائی بادشاہ نے بہت سا مال دیا ہے اور بہت کچھ دینے کا وعدہ کر رکھا ہے.... ہم مغربی حجاج کا بھیس بدل کر یہاں آئے تھے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد مبارک نکال کر روم لے جائیں.... تا کہ مسلمانوں کا مرکز ختم ہو جائے.... اور ان کا شیرازہ بکھر جائے....

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے دشمنان مصطفےٰ سے

ہم نے جب حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دین داری کا اظہار کیا اور کہا کہ ہم تو صرف اس لیے ترک وطن کر کے یہاں آئے ہیں .... کہ جوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں رہیں تو مدینے والے بھی ہماری بے پناہ عقیدت اور داد و دہش دیکھ کر ہم پر ریجھ گئے اور روضہء اطہر علی صاحبہا صلوٰۃ وسلاماً کے بالکل متصل رہنے کے لیے ہم کو حجرہ دے دیا.... ہم نے چپکے چپکے روضہء مبارک علی صاحبہا صلوٰۃ وسلاماً کی طرف سرنگ کھودنا شروع کر دی.... رات بھر کھودتے اور صبح سویرے چمڑے کے دو تھیلوں میں بھر کر وہ مٹی جنت البقیع میں فاتحہ کے بہانے جا کر ڈال آتے .... اور دن میں اردگرد کے نخلستانوں اور قباء وغیرہ کی زیارت گاہوں میں گھوم پھر کر پانی پلاتے .... برس ہا برس کی محنت کے بعد آج ہم جسد مبارک (علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات) کے پاس پہنچ گئے تھے (کہتے ہیں جس رات یہ سرنگ جسد اطہر کے قریب پہنچنے والی تھی اسی رات ابر و باراں و بجلی کا طوفان اور زبردست زلزلہ آیا.... جس کی وجہ سے لوگ سخت وحشت زدہ اور پریشانی میں مبتلا رہے) یہ واقعات سن کر سلطان پر رقت طاری ہو گئی .... وہ زار و قطار رونے لگے اور اسی وقت حجرہ کے متصل ان لعینوں کے سر تن سے جدا کر دیئے .... سجدہ شکر بجا لائے اور اس کے بعد روضہ شریف کے اردگرد اتنی گہری خندق کھدوائی کہ پانی نکل آیا.... پھر اس خندق میں سطح زمین تک رصاص (سیسہ) پگھلا کر پلوا دیا کہ آئندہ ایسے خطرے کا کوئی امکان ہی نہ رہے....

یادگار ملاقاتیں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی
باہم ملاقاتیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ایک راہب سے ملاقات

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ

حضرت صدیق اکبرؓ نے قبل از اسلام اور قبل از ظہور نبوت شام کی طرف تجارت کے لئے سفر فرمایا.... شام سے قریب ایک خواب دیکھا جس کی تعبیر آپ نے بحیرا راہب سے معلوم کی اس راہب نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کا خواب سچا کرے گا آپ کی قوم سے ایک نبی مبعوث ہوگا آپ ان کی حیات میں ان کے وزیر ہوں گے.... اور بعد وفات ان کے خلیفہ ہوں گے.... پس اس خواب کو صدیق نے چھپایا کسی سے ظاہر نہیں کیا یہاں تک کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطا ہوئی اور اعلان نبوت سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے اور عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے جو دعوی فرمایا ہے اس کی دلیل کیا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی دلیل وہ خواب ہے جو تم نے شام میں دیکھا تھا بس غلبہ خوشی سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معانقہ فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی کا بوسہ لیا.... (خصائص کبریٰ)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اپنے بیٹے سے ملاقات

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ بدر سے پہلے حالت کفر پر تھے بلکہ جنگ بدر میں وہ دشمنوں کے ساتھ شامل تھے جب عین جنگ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے فرزند کی زد میں آ گئے تو محبت پدری نے جوش مارا اور حضرت عبدالرحمٰن نے اپنا رخ دوسری سمت کر لیا....

اصحاب رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محفل گرم تھی جنگ بدر کا ذکر چھڑا تو حضرت عبدالرحمٰن نے جو اس وقت مشرف باسلام ہو چکے تھے اپنے جلیل القدر والد (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے) مندرجہ بالا واقعہ کا ذکر کیا آپ نے فرمایا اگر تم میری زد میں آ جاتے تو میں للّٰہیت کے مقابلہ میں محبت پدری کی کوئی پرواہ نہ کرتا کیونکہ مسلمان حق کی اشاعت و تبلیغ کے لئے ہے نہ باطل سے ڈرنے اور تعلقات میں پھنسنے کے لئے....(ناقابل فراموش واقعات)

مالک کی غلام سے عجیب ملاقات

دوران سفر ایک روز حضرت صدیق اکبرؓ نے کھانا وغیرہ پکایا مگر خود کسی کام سے باہر تشریف لے گئے....ایک صحابیؓ کو بے تحاشہ بھوک لگی....انہوں نے کھانے کے نگران سے کہا کہ بھائی! کم از کم مجھے ایک روٹی دے دو....مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے....مجھ سے تو اٹھا بھی نہیں جاتا....نگران نے کہا جب تک امیر نہیں آئیں گے اور ان کی اجازت نہیں ہوگی تو میں کھانا نہیں دوں گا....

انہوں نے بہت منت سماجت کی کہ بھائی مجھ پر ضعف طاری ہو رہا ہے....بھوک ستا رہی ہے....ایک آدھ روٹی دے دو....کچھ سہارا ہو جائے گا....انہوں نے پھر انکار کیا اور ان کو روٹی نہیں دی تو صحابہ جیسے مقدس تھے ویسے ہی ان کے اندر خوش طبعی بھی ہوتی تھی....فرمایا اچھا میں تجھے سمجھوں گا نہ دے تُو روٹی....اسی حال میں بھوکے بیٹھے رہے....کچھ دیر کے بعد جنگل کی طرف اٹھ کر چلے....اچانک دیکھا کہ ایک دیہاتی اونٹ پر بیٹھا ہوا آ رہا ہے....وہ گاؤں کا سردار تھا لباس سے ہی معلوم ہو رہا تھا کہ کوئی گاؤں کا بڑا آدمی ہے اور اچھی خاصی بڑی عمدہ اونٹنی پر سوار ہو کر آ رہا ہے....ان صحابیؓ نے کہا چودھری صاحب کہاں جا رہے ہو؟

انہوں نے کہا کہ مجھے ایک غلام خریدنا ہے کھیتی باڑی کے کام کے لئے....

انہوں نے کہا کہ میرے پاس غلام موجود ہے اور پانچ سو درہم میں بیچ سکتا ہوں....چودھری صاحب نے کہا کہ پانچ سو درہم کوئی بڑی بات نہیں ہے اگر غلام اچھا ہے....انہوں نے کہا بہت سمجھ دار ہے....معاملہ طے ہو گیا اور پانچ سو درہم لے کر اشارہ ان کی طرف کیا جنہوں نے روٹی نہیں دی تھی کہ وہ بیٹھا ہوا ہے اس کو جا کر پکڑ لو اور یہ بھی کہہ دیا کہ اس کے دماغ میں تھوڑی سی سنک ہے....جب کوئی پکڑنے جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں غلام کب ہوں؟

میں تو آزاد ہوں.... اس کا خیال نہ کیجیو....

انہوں نے کہا کہ میں سمجھ گیا بعض کے دماغ میں خرابی ہوا ہی کرتی ہے.... انہوں نے مزید بھی کہا کہ چلائے گا بھی کہ میں غلام کب ہوں؟

میں تو حر ہوں.... آزاد ہوں.... اس کا بھی خیال نہ کیجیو.... یہ اس کی عادت ہے.... انہوں نے کہا میں سمجھ گیا.... چودھری صاحب نے جا کر اس کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ چل میرے ساتھ.... اس نے کہا کہ کہاں چلوں؟

چودھری صاحب نے کہا کہ میرے گھر.... اس نے کہا کہ کیوں؟

کہنے لگا کہ میں نے تجھے خریدا ہے.... اس نے کہا کہ واللہ میں غلام نہیں ہوں.... میں تو آزاد ہوں اس نے کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ تیری عادت یہی ہے.... اب یہ چلا رہا ہے کہ میں آزاد ہوں.... حُر ہوں.... مگر چودھری صاحب نے ایک نہ سنی.... چودھری صاحب چونکہ طاقت ور تھے.... زبردستی اٹھا کر اونٹ پر سوار کیا اور لے جانا شروع کیا اور اس نے ہائے وائے شروع کی کہ مجھے غلام بنا دیا.... میں تو آزاد ہوں.... اس نے کہا کہ میں تیری ساری داستان سن چکا ہوں.... تیری عادت ہی یہ ہے....

ادھر سے صدیق اکبرؓ چلے آ رہے تھے.... ان کو دیکھ کر وہ صحابیؓ چلائے کہ امیر المؤمنین! میرا تو ناطقہ بند کر دیا ہے اور مجھے غلام بنا دیا ہے اور یہ چودھری مجھے لئے جا رہا ہے.... صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سبھی لوگ احترام کرتے تھے.... چودھری سواری سے اترا اور سلام عرض کیا.... حضرتؓ نے فرمایا کہ بھائی یہ تو میرا ساتھی ہے اسے تو کہاں لئے جا رہا ہے؟

کہنے لگا حضرت جی! میں نے تو اسے پانچ سو درہم میں خریدا ہے.... فرمایا کہ یہ غلام نہیں.... یہ آزاد ہے.... یہ کس نے بیچا ہے؟

اشارہ کیا کہ فلاں صاحب نے بیچا ہے.... میں نے رقم بھی ان کو ہی دی ہے.... انہوں نے کہا تھا کہ غلام موجود ہے لے جاؤ!

حضرت صدیق اکبرؓ سمجھ گئے کہ کسی نے مذاق کیا ہے ان کے ساتھ.... جب مذاق کرنے والے صحابیؓ واپس آئے تو انہوں نے آنکھ سے اشارہ کر کے کہا کہ اب کہو کیا حال ہے؟

تُو نے مجھے روٹی سے عاجز کرر کھا تھا....اب بتا؟

جب صدیق اکبرؓ تک پہنچے تو انہوں نے فرمایا کہ کیا واقعہ ہے؟

انہوں نے عرض کیا کہ حضرت! مجھے بھوک لگ رہی تھی میں نے اس کی بہت منت سماجت کی کہ بھائی آدھی ہی روٹی دے دو کچھ سہارا ہو جائے گا....اسنے کہا کہ جب تک امیر نہیں آئیں گے میں نہیں دوں گا....تو میں نے بھی ایک مذاق کیا کہ اس کو پانچ سو درہم میں بیچ دیا....تو حضرت صدیق اکبرؓ بہت ہنسے....وہ پانچ سو درہم واپس کیے گئے جب اس کی گلوخلاصی ہوئی....

یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سنایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسکرائے اور منہ پر رومال رکھ لیا....جب بھی اس واقعہ کا ذکر آتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے اور منہ پر رومال رکھ لیتے....گویا یہ عجیب لطیفہ بن گیا....(مجالس حکم الاسلام)

ایک باپ بیٹے کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص آیا....اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی تھا....باپ کے درمیان اس قدر مشابہت تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حیران ہو گئے اور فرمایا ''میں نے باپ بیٹے میں اس طرح کی مشابہت نہیں دیکھی'' آنے والے شخص نے کہا ''امیر المومنین! میرے اس بیٹے کی پیدائش کا بڑا عجیب قصہ ہے اس کی پیدائش سے پہلے جب میری بیوی امید سے تھی تو مجھے جہاد میں جانا پڑا....بیوی بولی آپ مجھے اس حالت میں چھوڑ کر جارہے ہیں''؟

میں نے کہا استودع اللہ ما فی بطنک (آپ کے پیٹ میں جو کچھ ہے میں اسے اللہ کے پاس امانت رکھ کر جارہا ہوں) یہ کہہ کر میں جہاد مہم میں نکل پڑا....ایک عرصہ کے بعد واپس ہوا تو یہ دردناک خبر ملی کہ میری بیوی انتقال کر چکی ہے اور جنت البقیع میں دفن کی گئی ہے میں اس کی قبر پر گیا دعا اور آنسوؤں سے دل کا غم ہلکا کیا رات کو مجھے اس کی قبر سے آگ کی روشنی بلند ہوتی ہوئی محسوس ہوئی میں نے رشتہ داروں سے معلوم کیا تو انہوں نے کہا ''رات کو اس قبر سے آگ کے شعلے بلند ہوتے دکھائی دیتے ہیں'' میری بیوی بڑی نیک خاتون تھی میں اسی وقت اس کی قبر پر گیا تو وہاں یہ حیرت انگیز منظر دیکھا کہ قبر کھلی ہوئی ہے میری بیوی اس میں بیٹھی ہے بچہ اس کے پاس بے چین ہو رہا ہے اور یہ آواز دے رہی

ہے ''اے اپنی امانت کواللہ کے سپرد کرنے والے! اپنی امانت لے لے اگر تم اس بچے کی ماں کو بھی اللہ کے سپرد کر جاتے تو واللہ! آج اسے بھی پاتے''

میں نے قبر سے بچہ اٹھایا اور قبر اپنی اصلی حالت پر آ گئی...اے امیر المؤمنین! یہ وہی بچہ ہے''

عدالت فاروقی میں ایک ایمان افروز ملاقات

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عدالت عالیہ میں ایک مقدمہ پیش ہوا....

دو خوبصورت نوجوان ایک نوجوان کو پکڑ کر حاضر ہوئے اور فریاد کی اے امیر المومنین اس نوجوان نے ہمارے بوڑھے باپ کو قتل کر دیا ہے....اس ظالم قاتل سے ہمارا حق دلوایئے....آپؓ نے دعویٰ سننے کے بعد ملزم کی طرف دیکھا اور دریافت فرمایا کہ تُو اپنی صفائی میں کیا کہتا ہے؟

ملزم نے عرض کی ہاں امیر المومنین یہ جرم واقعی مجھ سے صادر ہوا ہے میں نے زور سے ایک پتھر اسے مارا تھا جس سے وہ ہلاک ہو گیا تھا....فاروق اعظمؓ نے فرمایا گویا تُو اپنے جرم کا اقرار کرتا ہے....ملزم.... ہاں امیر المومنین! یہ جرم واقعی مجھ سے صادر ہوا ہے....آپؓ نے فرمایا پھر تم پر قصاص لازم ہو گیا اور اس کے عوض تمہیں قتل کیا جائے گا....ملزم نے جواب دیا آقا مجھے آپؓ کے حکم اور شریعتِ مطہرہ کے فتوے سے انکار نہیں البتہ میں ایک گذارش کرنا چاہتا ہوں ....ارشاد ہوا....بیان کرو....عرض کی تین دن کی مہلت چاہتا ہوں....تین دن بعد حاضر خدمت ہو جاؤں گا.... عظیم قائد نے کچھ دیر سر جھکا کر سوچا....غور کے بعد سر اوپر اٹھایا اور فرمایا......اچھا کون ضامن ہو گا تمہارا کہ تم واقعی وعدہ کو ایفا کرنے کے لئے تیسرے دن عدالت عالیہ میں حاضر ہو کر خون کا بدلہ خون سے دو گے....عمر فاروقؓ کے اس ارشاد پر اس جوان رعنا نے پُر امید نظروں سے حاضرین مجلس کا جائزہ کے بعد حضرت ابو ذر غفاریؓ کے متدین پُر نور چہرے پر نگاہیں گاڑتے ہوئے اشارہ کر کے کہا یہ میری ضمانت دیں گے....خلیفۃ الرسول نے ان سے دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا بے شک میں ضمانت دیتا ہوں کہ نوجوان تین دن بعد تکمیل قصاص کے لئے عدالت میں حاضر ہو جائے گا....اس ضمانت کے بعد ملزم کو چھوڑ دیا گیا....

دو دن گزر گئے اور تیسرا دن آ گیا....جلیل القدر صحابہ اور مشیران خلافت دربار میں جمع ہوئے....دونوں مدعی بھی آ گئے....حضرت ابو ذر غفاریؓ بھی آ گئے اور ملزم کا بے قراری سے

انتظار ہونے لگا.... جوں جوں وقت گزرتا جارہا تھا.... صحابہ کرامؓ کا اضطراب بڑھتا جارہا تھا کیونکہ ملزم ابھی تک نہیں پہنچا تھا اور وقت قریب آرہا تھا اور صحابہؓ کو ابوذرؓ کی نسبت پریشانی ہونے لگی ایک دو مرتبہ مدعیوں نے بھی دریافت کیا مگر انہوں نے ہر مرتبہ یہی جواب دیا کہ اگر تین یوم گزر گئے اور ملزم نہ آیا تو میں اپنی ضمانت پوری کروں گا.... پریشانی کی کوئی بات نہیں....

جب حاضرین پریشانی کی انتہا پر پہنچ گئے اور دہلا دینے والے انجام کے تصور سے سہم گئے کہ اچانک ایک طرف سے ملزم دربار میں آحاضر ہوا اس کا جسم پسینے سے شرابور تھا.... چہرے پر گرد جم چکی تھی.... مسلسل بھاگنے سے اس کی سانس پھول گئی تھی اس نے آتے ہی سلام کیا اور عرض کی اللہ تعالیٰ کا جو حکم ہے بجالایا جائے.... امانت کی سپردگی: آپ رضی اللہ عنہ کے دریافت کرنے پر ملزم نے بتایا کہ میں ایک امانت.... امانت والے کے سپرد کرنے گیا تھا.... واقعہ یوں ہے کہ میرا ایک چھوٹا بھائی ہے.... والد فوت ہوگیا موت سے پہلے اس نے میرے پاس میرے چھوٹے بھائی کے لئے کچھ سونا رکھا تھا اور وصیت کی تھی کہ جب وہ جوان ہو جائے تو اس کے سپرد کر دینا.... میں وہ سونا ایک جگہ رکھ آیا تھا جس کا مجھے ہی علم تھا اس لئے میں وہ سونا اس کے سپرد کرنے گیا تھا.... الحمدللہ میں نے امانت اس کے سپرد کر دی جس کی وہ تھی....

امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نے اس کی ضمانت کیوں دی تھی کیا یہ آپ کا واقف تھا؟

انہوں نے کہا کہ میرا اس سے کوئی تعلق نہ تھا صرف یہ بات تھی کہ جب اس نے پُر امید نگاہوں سے میری طرف دیکھا تو مجھے خیال آیا کہ اگر بھرے مجمع میں بھی میں اس کی ضمانت نہ دوں تو کل قیامت کے دن رب العزت کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے گا کہ اتنے آدمیوں میں سے کوئی بھی اس کا ضامن نہ بن سکا اس لئے میں نے اس کی ضمانت دی حالانکہ میں اسے بالکل نہ جانتا تھا نہ مجھے یہ معلوم ہے کہ یہ کہاں رہتا ہے بس اس کی ظاہری شرافت نے مجھے یقین دلا دیا تھا کہ وعدہ کا پکا ہے اور میں نے ضمانت دے دی یہ بات سن کر حاضرین محفل اشک آلود ہو گئے مدعیوں نے التجا کی کہ..... اے امیر المومنینؓ! ہم نے اپنے باپ کا خون معاف کر دیا.... (ماہنامہ ''محاسن اسلام'' ملتان)

ابو مسلم خولانی کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات

حضرت ابو مسلم خولانی جو طبقہ تابعین میں بلند پایہ بزرگ ہیں ان کا ایک عجیب واقعہ حدیث و تاریخ کی نہایت مستند کتاب حلیہ ابی نعیم .... تاریخ ابن عساکر .... تاریخ ابن کثیر وغیرہ میں محدثانہ اسانید کے ساتھ مذکور ہے جس کے دیکھنے سے سرور کائنات فخر موجودات نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کی جامعیت کمالات کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے کہ جو معجزات و کمالات انبیائے سابقین کو عطا ہوئے تھے اسی قسم کے بعض کمالات اور خوراق عادات حق تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے افراد پر ظاہر فرما کر اہل علم پر ظاہر فرما دیا کہ:

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

مسیلمہ کذاب کا نشان شیطان کی طرح ایسا مشہور ہے کہ غالباً بہت سے عوام بھی اس سے واقف ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اس کا اعلان کیا کہ میں بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک نبوت ہوں....

یمن میں اس کا نشو و نما ہوا.... بے وقوف اور محروم القسمت گمراہوں کی ایک بڑی جماعت اس کے ساتھ ہو گئی یہاں تک کہ اطراف یمن پر چھا گئی اور لوگوں کو جبر و اکراہ سے اپنے باطل مذہب کی طرف دعوت دینے لگی....

ایک روز مسیلمہ کذاب نے حضرت ابو مسلم خولانی کو گرفتار کرا کے اپنے سامنے حاضر کیا اور دریافت کیا کہ تم اس کی شہادت دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں.... حضرت ابو مسلمؒ نے فرمایا کہ میں سنتا نہیں ہوں.... اس نے پھر کہا کہ تم اس کی شہادت دیتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں؟

ابو مسلمؒ نے فوراً کہا بے شک! اس نے پوچھا کہ کیا تم اس کی گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں.... ابو مسلم نے فوراً جواب دیا کہ میں سنتا نہیں.... پھر پوچھا کہ کیا تم اس کی شہادت دیتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں تو فرمایا کہ ہاں.... اسی طرح پھر تیسری مرتبہ دونوں جملے دریافت کئے اور یہی دونوں جواب سنے....

غصہ میں آ کر حکم دیا کہ ایک عظیم الشان انبار لکڑیوں کا جمع کر کے آگ روشن کرو اور ابو مسلم کو اس میں ڈال دو.... اس حزب شیطان نے حکم پاتے ہی یہ جہنم کا نمونہ تیار کر دیا اور ابو مسلم کو

بے دردی کے ساتھ اس میں ڈال دیا مگر جس قادر مطلق نے حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے دہکتی آگ کو ایک پر فضا باغ اور بردوسلام بنا دیا تھا وہ حی وقیوم آج بھی اپنے رسول کی محبت میں جاں نثاری کرنے والے ابو مسلم کو دیکھ رہا تھا.... اس نے اس وقت پھر معجزہ ابراہیمی کی ایک جھلک دنیا کو دکھلا دی اور پیروان نمرود کی ساری کوششیں خاک میں ملا دیں.... حضرت ابو مسلم رحمۃ اللہ علیہ صحیح سالم اس آگ سے برآمد ہوئے تو مسیلمہ کذاب کے ساتھی خود متذبذب ہونے لگے اور مسیلمہ نے اس کو غنیمت سمجھا کہ کسی طرح یہ یمن سے چلے جاویں....

ابو مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو قبول کیا اور یمن کو چھوڑ کر مدینۃ الرسول کی راہ لی.... مدینہ طیبہ پہنچے تو مسجد نبوی میں داخل ہو کر ایک ستون کے پیچھے نماز پڑھنا شروع کر دی.... اچانک حضرت فاروق اعظم کی نظر ان پر پڑی تو بعد فراغت نماز دریافت کیا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں.... انہوں نے عرض کیا کہ یمن سے (مسیلمہ کذاب کا یہ واقعہ کہ کسی مسلمان کو اس نے آگ میں جلا دیا ہے بہت مشہور ہو چکا تھا اور حضرت فاروقؓ بھی اس سے متاثر اور حقیقت دریافت کرنے کے مشتاق تھے) ان سے پوچھا کہ آپ کو اس شخص کا حال معلوم ہے جس کو مسیلمہ نے آگ میں جلا دیا ہے؟

ابو مسلم نے غایت ادب سے صرف اپنا نام لے کر عرض کیا کہ وہ شخص عبداللہ بن ثوب (یعنی خود) یہی ہے حضرت فاروق اعظم نے قسم دے کر فرمایا کہ کیا واقعی آپ ہی کو اس نے آگ میں ڈالا تھا.... انہوں نے بقسم عرض کیا کہ میں ہی اس کا صاحب واقعہ ہوں....

حضرت فاروقؓ یہ سن کر کھڑے ہو گئے اور ان سے معانقہ کیا.... پھر روتے رہے اور اپنے ساتھ لے گئے اور صدیق اکبرؓ کے اور اپنے درمیان بٹھلایا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر کہ اس نے مجھے اس وقت تک زندہ رکھا کہ اپنی آنکھوں سے میں نے ایسے شخص کی زیارت کر لی جس کے ساتھ وہی معاملہ کیا گیا جو حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے ساتھ کیا گیا تھا.... واللہ الہادی (ثمرات الاوراق)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک قیدی کی ملاقات

ہرمزان ایرانیوں کے ایک لشکر کا سردار تھا ایک مرتبہ مغلوب ہو کر اس نے جزیہ دینا بھی قبول کیا تھا مگر پھر باغی ہو کر مقابلے پر آیا.... آخر شکست ہوئی اور گرفتار ہو کر اس حالت میں کہ تاج مرصع سر پر تھا.... دیبا کی قبا زیب تن کمر سے مرصع تلوار آویزاں پیش بہا زیورات سے

آراستہ حضرت عمرؓ کی عدالت میں پہنچا.... آپؓ اس وقت مسجد نبوی میں تشریف رکھتے تھے فرمایا تم نے مکرر سہ کرر بدعہدی کی.... اب اگر اس کا بدلہ تم سے لیا جائے تو تم کو کیا عذر ہے؟

ہرمزان نے کہا مجھے خوف ہے کہ شاید میرا عذر سننے سے پیشتر ہی مجھے قتل نہ کر دیا جائے .... آپ نے فرمایا ایسا ہرگز نہ ہوگا تم کوئی خوف نہ کرو.... ہرمزان نے کہا مجھ کو پہلے پانی پلا دو .... حضرت عمرؓ نے پانی پلانے کا حکم دیا.... ہرمزن نے ہاتھ میں پانی کا پیالہ لے کر کہا کہ مجھے خطرہ ہے کہ میں پانی پینے سے پہلے قتل نہ کر دیا جاؤں!

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب تک تم پانی نہ پی لو اور اپنی عذر نہ بیان کر لو تم اپنے آپ کو ہر قسم کے خطرہ سے محفوظ سمجھو.... ہرمزان نے پانی کا پیالہ ہاتھ سے رکھ دیا اور کہا میں پانی نہیں پینا چاہتا آپ نے مجھ کو امان بخشی ہے اس لئے آپ مجھے قتل نہیں کر سکتے....

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس چالاکی اور دھوکہ دہی پر بہت غصہ آیا لیکن حضرت انسؓ درمیان میں بول اٹھے اور کہا امیر المؤمنین! یہ سچ کہتا ہے کہ کیونکہ آپؓ نے فرمایا ہے کہ جب تک پورا حال نہ کہہ لو کسی قسم کا خوف نہ کرو اور جب تک پانی نہ پی لو کسی قسم کے خطرے میں نہ ڈالے جاؤ گے.... حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام کی اور لوگوں نے بھی تائید کی حضرت عمرؓ نے فرمایا ہرمزان تو نے مجھے دھوکہ دیا ہے لیکن میں تجھے دھوکہ نہ دوں گا.... اسلام نے اس کی تعلیم نہیں دی ایفائے عہد اور حسن سلوک کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہرمزان مسلمان ہو گیا امیر المؤمنین نے دو ہزار سالانہ اس کی تنخواہ مقرر کر دی.... (ناقابل فراموش واقعات)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے چرواہے کی ملاقات

حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مدینہ طیبہ کے نواح میں نکلے آپ کے ساتھ آپ کے شاگرد بھی تھے.... (کھانے کا وقت ہوا تو) شاگردوں نے کھانے کے لئے دستر خوان بچھایا.... اتنے میں پاس سے ایک چرواہا گزرا اور اس نے سلام کیا .... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا!! آؤ بھئی تم بھی کھانے میں شریک ہو جاؤ.... اس نے کہا کہ میرا تو روزہ ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کیا تم اس قدر شدید ترین گرمی کے دن میں بھی روزہ رکھے ہوئے ہو اور اس حالت میں بھی بکریاں چرا رہے ہو؟

اس نے کہا: **و اللہ انی ابادر ایامی ھذہ الخالیۃ**" بخدا میں ان ایام خالیہ سے حصہ وصول کر رہا ہوں.... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کے زہد و ورع کا امتحان لینے کے لئے اس سے فرمایا ایسے کرو کہ اپنی بکریوں میں سے ایک بکری ہمارے ہاتھ فروخت کر دو.... ہم تمہیں اس کی قیمت بھی دیں گے اور گوشت بھی دیں گے.... گوشت سے تم روزہ افطار کرنا اس چرواہے نے عرض کیا کہ ان بکریوں میں سے کوئی بکری بھی میری نہیں ہے بلکہ سب بکریاں میرے آقا کی ہیں.... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے فرمایا کہ تمہارے آقا کو ایک بکری نہ ملی تو وہ تمہارا کیا بگاڑ لے گا؟

اس چرواہے نے آپ سے رخ موڑ کر آسمان کی طرف انگلی اٹھاتے ہوئے کہا **فاین اللہ؟** اللہ کہا جائے گا؟ (یعنی بالفرض اگر میں دنیاوی آقا سے بچ بھی گیا تو اللہ تو دیکھ رہا ہے وہ تو کہیں چلا نہیں گیا اس سے بچ کر کہاں جاؤں گا)؟

حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ (چرواہے کی بات سن کر) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہوگئی اور آپ بار بار چرواہے کی بات کرتے رہے کہ دیکھو چرواہا کہہ رہا ہے "**فاین اللہ**" اللہ کہاں جائے گا؟

حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب آپ مدینہ طیبہ واپس تشریف لائے تو آپ نے اس چرواہے کے آقا سے وہ ساری بکریاں اور چرواہے کو خرید لیا پھر چرواہے کو آزاد کر کے ساری بکریاں اسے بخش دیں.... (اسد الغابہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک خاتون کی ملاقات

حضرت عمیر بن سلمہ دولی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دوپہر کو ایک درخت کے سائے میں سو رہے تھے ایک دیہاتی عورت مدینہ آئی اور لوگوں کو بڑے غور سے دیکھتی رہی (کہ ان میں سے کون میرا کام کرا سکتا ہے) اور دیکھتے دیکھتے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچ گئی (انہیں دیکھ کر اسے یہ اطمینان ہوا کہ یہ آدمی میرا کام کرا دے گا) اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا میں ایک مسکین عورت ہوں اور میرے بہت سے بچے ہیں اور امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو

(ہمارے علاقہ میں) صدقات وصول کرنے بھیجا تھا (وہ صدقات وصول کر کے واپس آ گئے) اور انہوں نے ہمیں کچھ نہیں دیا.... اللہ آپ پر رحم فرمائے آپ ہماری ان سے سفارش کر دیں (شاید وہ آپ کی بات مان لیں) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے دربان) یرفا کو پکار کر کہا حضرت محمد بن مسلمہ کو بلا کر میرے پاس لاؤ.... اس عورت نے کہا میری ضرورت کے پورا ہونے کی زیادہ بہتر صورت یہ ہے کہ آپ میرے ساتھ ان کے پاس جائیں (اس عورت کو معلوم نہیں تھا کہ ان کا مخاطب آدمی خود امیر المؤمنین ہے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا (میرے بلانے پر) ان شاء اللہ وہ تمہارا کام کر دے گا.... (حضرت یرفا نے جا کر حضرت محمد بن مسلمہ سے کہا چلیں آپ کو امیر المؤمنین بلا رہے ہیں.... چنانچہ حضرت محمد بن مسلمہ آئے اور انہوں نے کہا **السلام علیک یا امیر المؤمنین!** اب اس عورت کو پتہ چلا کہ یہ امیر المؤمنین ہیں تو وہ بہت شرمندہ ہوئی.... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت محمد بن مسلمہ سے فرمایا اللہ کی قسم! میں تو تم میں سے بہترین آدمی منتخب کرنے میں کوئی کمی نہیں کرتا.... جب اللہ تعالیٰ تم سے اس عورت کے بارے میں پوچھیں گے تو تم کیا کہو گے؟

یہ سن کر حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے.... پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے پاس بھیجا.... ہم نے ان کی تصدیق کی اور ان کا اتباع کیا.... اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو حکم دیتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر عمل کرتے.... حضور صلی اللہ علیہ وسلم صدقات (وصول کر کے) اس کے حق دار مساکین کو دیا کرتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یونہی چلتا رہا.... یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے پاس بلا لیا.... پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ بنایا تو وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر ہی عمل کرتے رہے.... یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی اپنے پاس بلا لیا.... پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کا خلیفہ بنا دیا اور میں نے تم میں سے بہترین آدمی منتخب کرنے میں کبھی کمی نہیں کی.... اب اگر میں تمہیں بھیجوں تو اس عورت کو اس سال کا اور گزشتہ سال کا اس کا حصہ (صدقات میں سے) دے دینا اور مجھے معلوم نہیں شاید اب میں تمہیں (صدقات وصول کرنے) نہ بھیجوں.... پھر حضرت عمر

رضی اللہ عنہ نے اس عورت کے لئے ایک اونٹ منگوایا اور اس عورت کو آٹا اور تیل دیا اور فرمایا یہ لے لو.... پھر ہمارے پاس خیبر آ جانا کیونکہ اب ہمارا خیبر جانے کا ارادہ ہے.... چنانچہ وہ عورت خیبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دو اونٹ اور منگوائے اور اس عورت سے کہا یہ لے لو.... حضرت محمد بن مسلمہ کے تمہارے ہاں آنے تک یہ تمہارے لئے کافی ہو جائیں گے اور میں نے حضرت محمد بن مسلمہ کو حکم کر دیا ہے کہ وہ تمہیں تمہارا اس سال کا اور گزشتہ سال کا حصہ دے دیں.... (کنز العمال)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اہل عراق کی ملاقات

حضرت عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس عراق سے کچھ لوگ آئے (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو کھانا کھلایا تو) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایسا لگا کہ جیسے انہوں نے کم کھایا ہو (وہ لوگ عمدہ کھانا کھانے کے عادی تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کھانا موٹا جھوٹا اور سادہ تھا) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے عراق والو! اگر میں چاہتا تو میرے لئے بھی عمدہ اور نرم کھانے تیار کئے جاتے جیسے تمہارے لئے کئے جاتے ہیں لیکن ہم دنیا کی چیزیں کم سے کم استعمال کرنا چاہتے ہیں تاکہ ہمیں زیادہ سے زیادہ نیکیوں کا بدلہ آخرت میں مل سکے.... کیا تم نے سنا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک قوم کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ ان سے قیامت کے دن یہ کہہ دیا جائے گا:

اذھبتم طیبتکم فی حیاتکم الدنیا (سورۃ احقاف:۲۰)

ترجمہ: "تم اپنی لذت کی چیزیں اپنی دنیوی زندگی میں حاصل کر چکے...." (حلیۃ الاولیاء)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک پریشان حال ماں بیٹی سے ملاقات

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانۂ خلافت میں لوگوں کے حالات معلوم کرنے کے لئے رات کے وقت گشت کیا کرتے تھے.... اگر کسی کے بارے میں پتہ چلتا کہ فلاں شخص فقر و فاقہ کی حالت میں ہے تو اس کی مدد فرماتے.... اگر یہ پتہ چلتا کہ فلاں شخص کسی مصیبت کا شکار ہے تو اس سے اس کی مصیبت دور فرماتے.... اور اگر کوئی غلط کام

کرتا ہوا نظر آتا تو اس کی اصلاح فرماتے.... ایک دن اسی طرح آپ تہجد کے وقت مدینہ کی گلیوں میں گشت فرما رہے تھے کہ ایک گھر سے دو عورتوں کی باتیں کرنے کی آواز آئی.... آواز سے اندازہ ہوا کہ ایک عورت بوڑھی ہے اور ایک جوان ہے.... وہ بوڑھی عورت جوان عورت سے جو اس کی بیٹی تھی.... یہ کہہ رہی تھی کہ بیٹی! یہ دودھ جو تم نے نکالا ہے اس میں پانی ملا دو تا کہ یہ زیادہ ہو جائے اور پھر اس کو فروخت کر دینا.... بیٹی نے جواب دیا: امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حکم جاری کیا ہے کہ کوئی دودھ بیچنے والا دودھ میں پانی نہ ملائے.... اس لئے ہمیں نہیں ملانا چاہئے.... جواب میں ماں نے کہا کہ بیٹی! امیر المومنین یہاں بیٹھے ہوئے تو نہیں ہیں.... اگر تم نے پانی ملا دیا تو وہ کونسا تمہیں دیکھ لیں گے.... وہ تو اپنے گھر میں ہوں گے.... اس وقت رات کا اندھیرا ہے.... کوئی دیکھنے والا تو ہے نہیں.... اس لئے ان کو کیسے پتہ چلے گا کہ تم نے پانی ملا دیا ہے.... جواب میں بیٹی نے کہا: اماں جان! امیر المومنین تو نہیں دیکھ رہے ہیں لیکن امیر المومنین کا حاکم یعنی اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے.... اس لئے میں یہ کام نہیں کروں گی....

دروازے کے باہر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ ساری گفتگو سن رہے تھے.... جب صبح ہوئی تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معلومات کرائی کہ یہ کون خاتون ہیں اور یہ بیٹی کون ہیں؟

معلومات کرانے کے بعد اس لڑکی کے ساتھ اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح کا پیغام بھیجا.... اور اس سے اپنے بیٹے کی شادی کروائی.... اس نکاح کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس خاتون کے خاندان میں ان کے نواسے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے.... جو مسلمانوں کے پانچویں خلیفہ راشد کہلاتے ہیں.... بہر حال.... یہ بات اس لڑکی کے دل میں پیدا ہوئی کہ اگر چہ امیر المومنین تو نہیں دیکھ رہے ہیں.... لیکن اللہ دیکھ رہا ہے.... جبکہ خلوت اور تنہائی ہے اور رات کی تاریکی ہے.... کوئی اور دیکھنے والا نہیں ہے.... لیکن اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے.... پس اسی کا نام ''تقویٰ'' ہے.... (درِ کامل)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ایک خطیب سے ملاقات

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ایک صاحب مسجد نبوی میں آ کر وعظ کیا کرتے تھے.... حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حجرہ مسجد نبوی سے بالکل متصل تھا.... اگرچہ اس زمانے میں لاؤڈ سپیکر نہیں تھا.... مگر وہ صاحب بلند آواز سے وعظ کرتے تھے .... ان کی آواز حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ کے اندر پہنچتی .... آپ اپنی عبادات تلاوت ذکر واذکار یا دوسرے کاموں میں مشغول ہوتیں اور ان صاحب کی آواز سے آپ کو تکلیف پہنچتی.... حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیغام بھجوایا کہ یہ ایک صاحب اس طرح میرے حجرے کے قریب آ کر وعظ کرتے ہیں.... مجھے اس سے تکلیف ہوتی ہے.... آپ ان سے کہہ دیں کہ وعظ کسی اور جگہ پر جا کر کریں.... یا آہستہ آواز سے کریں..... حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان صاحب کو بلایا.... اور ان کو سمجھایا کہ آپ کی آواز سے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تکلیف ہوتی ہے.... آپ اپنا وعظ اس جگہ پر بند کر دیں.... چنانچہ وہ صاحب رک گئے.... مگر وہ صاحب وعظ کے شوقین تھے.... چند روز کے بعد دوبارہ وعظ کہنا شروع کر دیا.... حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطلاع ملی کہ انہوں نے دوبارہ وعظ کہنا شروع کر دیا ہے.... آپ نے دوبارہ ان کو بلایا.... اور فرمایا کہ اب میں تم کو آخری مرتبہ منع کر رہا ہوں.... اب اگر آئندہ مجھے اطلاع ملی کہ تم نے یہاں آ کر وعظ کہا ہے تو یہ لکڑی کی چھڑی تمہارے اوپر توڑ دوں گا.... یعنی اتنا ماروں گا کہ تمہارے اوپر یہ لکڑی ٹوٹ جائے گی.... (اصلاحی خطبات ج ۸)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ملاقات

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوپہر کے وقت گرمی میں چلے جا رہے تھے.... حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا' پوچھا کہ یا امیر المومنین کہاں چلے' آپ نے فرمایا کہ بیت المال کا ایک اونٹ غائب ہو گیا ہے اس کی تلاش کو جا رہا ہوں.... حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت آپ نے ایسی گرمی میں کیوں تکلیف کی کسی کو حکم دیا ہوتا کہ تلاش کر لیتا' آپ نے فرمایا کہ اے عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان قیامت کی گرمی اس گرمی سے اشد ہے....

ایک سوار کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات

جنگ یرموک جو کہ عظیم الشان جنگ تھی جب ایک شخص اونٹنی پر سوار فتح کی خوشخبری لے کر آیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو کہ روزانہ انتظار خبر میں باہر جا کر گھنٹوں کھڑے رہتے تھے جنگل میں ملاقات ہوئی آپ نے اس سے پوچھا کہ تو کہاں سے آیا ہے.... معلوم ہوا کہ یرموک سے آپ نے جنگ کا حال پوچھا وہ پہچانتا نہ تھا اس لیے کہ کوئی نشان خلافت نہ تھا' کوئی تاج نہ تھا اس نے ان کی طرف التفات نہ کیا اور اونٹنی دوڑائے ہوئے چلا جاتا تھا اور یہ اونٹنی کے ساتھ دوڑتے جاتے تھے جب آبادی کے قریب آئے تو لوگوں نے پہچانا اور امیر المومنین کو سلام کیا' اس وقت اس کو معلوم ہوا تو اس نے بہت معذرت کی' آپ نے فرمایا کہ میں نے جو قدم اٹھایا ثواب کے لیے اٹھایا ہے تجھے عذر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں' یہ صحابہ کی حالت تھی....(امثال عبرت)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک شخص سے خط کے ذریعے ملاقات

ابن کثیر نے ابن ابی حاتم کی سند سے نقل کیا ہے کہ اہل شام میں سے ایک بڑا بارعب قوی آدمی تھا اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا کرتا تھا.... کچھ عرصہ تک وہ نہ آیا تو فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے اس کا حال پوچھا.... لوگوں نے کہا کہ امیر المومنین اس کا حال نہ پوچھئے وہ تو شراب میں مست رہنے لگا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے منشی کو بلایا اور کہا یہ خط لکھو:

جس کا ترجمہ یہ ہے.... ''منجانب عمر بن خطاب بنام فلاں بن فلاں سلام علیک اس کے بعد میں تمہارے لئے اس اللہ کی حمد پیش کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں.... گناہوں کو معاف کرنے والا.... توبہ قبول کرنے والا.... سخت عذاب والا.... بڑی قدرت والا ہے.... اس کے سوا کوئی معبود نہیں.... اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے....''

پھر حاضرین مجلس سے کہا کہ سب مل کر اس کے لئے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو پھیر دے.... اور اس کی توبہ قبول فرمائے.... فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس قاصد کے ہاتھ یہ خط بھیجا تھا اس کو ہدایت کر دی تھی کہ یہ خط اس کو اس وقت تک نہ دے.... جب

تک وہ نشہ سے ہوش میں نہ آئے اور کسی دوسرے کے حوالے نہ کرے....

جب اس کے پاس حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ خط پہنچا اور اس نے پڑھا تو بار بار ان کلمات کو پڑھتا اور غور کرتا رہا کہ اس میں مجھے سزا سے ڈرایا بھی گیا ہے اور معاف کرنے کا وعدہ بھی کیا ہے.... پھر رونے لگا اور شراب نوشی سے باز آ گیا اور ایسی توبہ کی کہ پھر اس کے پاس نہ گیا.... حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب اس اثر کی خبر ملی تو لوگوں سے فرمایا کہ ایسے معاملات میں تم سب کو ایسا ہی کرنا چاہئے کہ جب کوئی بھائی کسی لغزش میں مبتلا ہو جائے تو اس کو درستی پر لانے کی فکر کرو.... اور اس کو اللہ کی رحمت کا بھروسہ دلاؤ اور اللہ سے اس کے لئے دعا کرو کہ وہ توبہ کر لے.... اور تم اس کے مقابلے پر شیطان کے مددگار نہ بنو یعنی اس کو برا بھلا کہہ کر یا غصہ دلا کر دین سے دور کر دو گے تو یہ شیطان کی مدد ہو گی.... (معارف القرآن)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے ملاقات

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر کھڑے رو رہے تھے.... حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کیوں رو رہے ہو؟

فرمایا میں نے ایک حدیث سنی تھی کہ اللہ پاک ایسے لوگوں کو پسند کرتا ہے جو متقی ہوں اور چھپے ہوئے ہوں ایسے کہ اگر مجلس میں آئیں تو کوئی ان کو نہ پہچانے.... اور اگر مجلس میں نہ ہوں تو کوئی نہ ڈھونڈے کہ فلاں صاحب کہاں گئے؟

مجلس میں کیوں نہ آئے؟

ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں.... ہر فتنہ سے محفوظ رہیں گے.... پرانے ہوں تو ایسے ہوں کام خوب کریں تعلق مع اللہ بہت ہو.... مگر چھپے ہوئے ہوں.... زمین پر زیادہ لوگ نہ پہچانتے ہوں.... آسمان پر سب جانتے ہوں.... "اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ وَمَعَھُمْ" (حیاۃ الصحابہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بوڑھیا سے ملاقات

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ چند صحابہ کی جماعت کے ساتھ بڑے ضروری کام سے تشریف لے جا رہے تھے.... راستہ میں ایک بڑھیا ملی جن کی کمر مبارک بھی جھک

گئی تھی اور لاٹھی کے سہارے سے آہستہ آہستہ چل رہی تھیں....

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: عمر ٹھہر جا! کہاں لپکا جا رہا ہے؟

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ٹھہر گئے اور بڑھیا لاٹھی کے سہارے سیدھی کھڑی ہو گئیں....اور فرمایا! اے عمر! میرے سامنے تیرے اوپر تین دور گزر چکے ہیں....

ایک دور تو وہ تھا کہ تو سخت گرمی کے زمانے میں اونٹ چرایا کرتا تھا....اور اونٹ بھی چرانے نہیں آتے تھے....صبح سے شام تک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اونٹ چرا کر آتے تو خطاب کی مار پڑتی تھی کہ اونٹوں کو اچھی طرح چرا کر کیوں نہیں لایا؟

(ان کی بہن عمر کو یہ کہتی تھی کہ عمر تجھ سے تو پھلی نہیں پھوٹتی)

تو اس بڑھیا نے کہا کہ تو اونٹ چرایا کرتا تھا اور تیرے سر پر ٹاٹ کا یا کمبل کا ٹکڑا ہوتا تھا اور ہاتھ میں پتے جھاڑنے کا آنکڑا ہوتا تھا....

دوسرا دور وہ آیا کہ لوگوں نے تجھے عمیر کہنا شروع کیا....اس لئے کہ ابوجہل کا نام بھی عمر تھا اس کی طرف سے پابندی تھی کہ میرے نام پر نام نہ رکھا جائے....گھر والوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام میں تصغیر کر کے عمیر کہنا شروع کر دیا تھا.... ۲ھ میں غزوۂ بدر ہوا....اور اس میں ابوجہل مارا گیا اس وقت ان کی عمیر ہی کہا جاتا تھا....

بڑھیا نے کہا کہ اب تیسرا دور یہ ہے کہ تجھے نہ کوئی عمیر کہتا ہے نہ عمر....بلکہ امیر المؤمنین کہہ کر پکارتے ہیں اس تمہید کے بعد بڑھیا نے کہا....اِتَّقِ اللّٰہَ تَعَالٰی فِی الرَّعِیَّۃِ: رعایا کے بارے میں اللہ سے ڈرتا رہنا....امیر المؤمنین بننا آسان ہے مگر حق والے کا حق ادا کرنا مشکل ہے....کل حقوق کے بارے میں باز پرس ہوگی لہٰذا ہر حق والے کا حق ادا کرو....عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ زار و قطار رو رہے ہیں یہاں تک کہ ڈاڑھی مبارک سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے ہیں....صحابہ جو ساتھ تھے انہوں نے بڑھیا کی طرف اشارہ کیا کہ بس تشریف لے جاؤ....حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رونے کی وجہ سے زبان بھی نہ اٹھ سکی اشارہ سے ہی منع فرما دیا کہ ان کو فرمانے دو جو فرما رہے ہیں....جب وہ چلی گئی تب صحابہ میں سے کسی نے پوچھا: کہ یہ بڑھیا کون تھی؟ جس نے آپ کا اتنا وقت ضائع کیا:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر یہ ساری رات کھڑی رہتیں تو عمر یہاں سے سرکنے والا نہیں بجز فجر کی نماز کے .... یہ بی بی صاحبہ خولہ بنت ثعلبہ ہیں جن کی بات کی شنوائی ساتویں آسمان کے اوپر ہوئی اور حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قَدْ سَمِعَ اللّٰہُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُکَ فِیْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِیْٓ اِلَی اللّٰہِ الآیۃ (سورہ الجادلۃ: آیت ۱)

ترجمہ: ''بالیقین اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپ سے اپنے شوہر کے بارے میں جھگڑ رہی تھی اور اللہ کے آگے جھینک رہی تھی....''

فرمایا: عمر کی کیا مجال تھی کہ ان کی بات نہ سنے جن کی بات ساتویں آسمان کے اوپر سنی گئی

(اسلام میں امانتداری کی حیثیت اور مقام)

ایک بوڑھے طالب علم کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات

ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں ملک شام سے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے ستر یا اسی سال ان کی عمر تھی.... حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا: دھوپ میں سفر کرنے کی وجہ سے بالکل سیاہ فام ہو گئے ہیں.... زمین کا رنگ ان کی رنگت سے زیادہ صاف ہے .... بال بڑھے ہوئے ہیں.... حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ یہ کیسے تشریف لائے؟

اس ضعف اور بڑھاپے میں آپ نے اتنا طویل سفر کیوں کیا؟

بڑے میاں نے کہا اَلتَّحِیَّات سیکھنے کے لئے آیا ہوں.... اتنی بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے روئے کہ صاحب حدائق کے الفاظ ہیں: ''حَتّٰی ابْتَلَّتْ لِحْیَتُہٗ'' اتنا روئے کے ڈاڑھی مبارک تر ہو گئی اور ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے دیر تک روتے رہے اور پھر قسم کھا کر فرمایا: قسم ہے اس ذات عالی کی جس کے قبضے میں میری جان ہے تمہیں عذاب نہیں دیا جائے گا.... کیوں؟

دین کی ایک بات سننے اور سیکھنے کے لئے انہوں نے اپنے گھر کو چھوڑا اور اونٹ کی پیٹھ کے اوپر انہوں نے وقت گزارا.... (بکھرے موتی)

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی
حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ سے ملاقات

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ سے خصوصی تعلق تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن حضرت عمر صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

اے عمرؓ قبیلہ مراد (یمن) کا ایک شخص جس کا نام اویسؒ ہے یمن کی امداد کے ساتھ تمہارے پاس آئے گا.... اس کے جسم پر برص کے داغ ہیں سب مٹ چکے ہوں گے صرف درہم برابر ایک داغ باقی ہوگا اس کی ماں باحیات ہے وہ اس کی دل و جان سے خدمت کرتا ہے وہ جب کسی بات پر قسم کھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی بات پوری کر دیتے ہیں.... اگر تم کو اس کی دعا لینی ہو تو ضرور دعا کروالینا....'' (مسلم شریف)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''حقیقت منتظر'' کے لئے ہمیشہ منتظر رہے.... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی.... خلافت صدیقؓ بھی گزر گئی لیکن وہ حقیقت منتظر ابھی تک ظاہر نہ ہوئی حتیٰ کہ خلافت فاروقی کا زمانہ آ گیا....

ایک دن ملک یمن سے فوجی امداد آئی جس میں مال و اسباب کے علاوہ مجاہدین کی ایک بڑی جماعت بھی تھی سیدنا عمر فاروقؓ نے اس قافلہ میں حضرت اویسؒ کو پالیا....

پوچھا.... آپ کا نام اویس بن عامرؒ ہے؟

جواب ملا.... جی ہاں! میں اویسؒ ہوں....

پوچھا.... کیا آپ کی والدہ باحیات ہیں؟

جواب دیا.... جی ہاں!

ان دو باتوں کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا.... اے اویسؒ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے بارے میں مجھ سے فرمایا تھا....

''اے عمرؓ تمہارے پاس ملک یمن کی مدد کے ساتھ قبیلہ قرن کا ایک شخص اویس بن عامرؒ نامی آئے گا جس کے جسم پر برص کے داغ ہوں گے صرف ایک داغ درہم برابر باقی ہے باقی

سب صاف ہو گئے ہوں گے.... اس کی ماں باحیات ہوگی جس کے ساتھ وہ احسان و نیکی کرتا ہوگا.... جب وہ کسی بات پر اللہ کی قسم کھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم پوری کر دیتے ہیں...."

پھر آپ ؐ نے ارشاد فرمایا: "اے عمرؓ اگر تم اس سے دعائے مغفرت لینا چاہو تو ضرور دعا کروالینا اور میرے لئے بھی دعا کروانا"

سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ تفصیل بیان کر کے حضرت اویسؒ سے گزارش کی کہ آپ میری مغفرت کے لئے دعا فرمائیں....

حضرت اویس رحمۃ اللہ علیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمرؓ کیلئے دعا کی....

اس کے بعد حضرت عمرؓ نے دریافت کیا اب کہاں کا قصد ہے؟

فرمایا شہر کوفہ جانا ہے.... حضرت عمرؓ نے فرمایا.... میں آپ کی ضروریات زندگی کی تکمیل کے لئے حاکم کوفہ کو لکھ دیتا ہوں کہ وہ تکمیل کر دیا کرے؟

حضرت اویسؒ نے فرمایا.... نہیں نہیں.... اس کی ضرورت نہیں مجھ کو عام مسلمانوں کی طرح رہنا پسند ہے میں خود اپنا گزارہ کرلوں گا....

اس واقعہ کے دوسرے سال شہر کوفہ کا ایک امیر شخص حج کے لئے آیا حضرت عمرؓ نے سیدنا اویسؒ کے بارے میں دریافت کیا کہ وہ کیسے ہیں؟

اس شخص نے کہا وہ نہایت تنگدستی و غربت کی حالت میں ہیں.... عام مسلمانوں سے دور ایک بوسیدہ مکان میں رہتے ہیں.... گوشہ نشینی اور عزلت پسندی انہیں مرغوب ہے کسی سے نہ ملاقات کرتے ہیں اور نہ کسی کو ملاقات کا موقعہ دیتے ہیں ان حالات میں لوگ بھی ان سے غافل ہیں....

حضرت عمرؓ نے اس امیر شخص سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد نقل کیا جو آپ ؐ نے حضرت اویسؒ کے بارے میں فرمایا تھا....

چنانچہ وہ شخص جب وہ واپس ہوا تو اولین فرصت میں حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی اور اپنے لئے دعا کروائیں.... حضرت اویسؒ نے فرمایا جناب آپ ابھی تازہ تازہ ایک مقدس سفر سے آرہے ہیں آپ میرے لئے دعا کریں؟

اس کے بعد حضرت اویسؒ نے پوچھا کیا تم نے عمر الفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی؟

اس نے کہا جی ہاں! اور کہا کہ انہوں نے آپ کو سلام بھی کہا ہے.....

اس گفتگو کے بعد حضرت اویسؒ نے دونوں کے لئے مغفرت کی دعا کی.... (مسلم) (تذکرۃ التابعین)

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات

حضرت خالد سیف اللہ سپہ سالار اسلام ملک پر ملک فتح کرتے جاتے تھے.... اسلام بڑھتی ہوئی دولت کی طرح ترقی کرتا جاتا ہے.... ۱۳ھ کا زمانہ ہے.... حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی خالد کی معزولی کا حکم دیتے ہیں اور یہ حکم خالدؓ کو اس وقت پہنچتا ہے جبکہ وہ جنگ میں مصروف ہیں.... حضرت خالدؓ اتنا بڑا سپہ سالار کہ تمام بادشاہ اس کے نام سے کانپتے تھے بلا چون و چرا اس حکم کی تعمیل کرتے ہیں....

حضرت خالدؓ نے حمص میں پہنچ کر ایک تقریر کے دوران میں کہا: امیر المومنین نے مجھے شام کا افسر مقرر کیا اور جب میں سارے شام کو زیر کر لیا تو مجھے معزول فرما دیا....

یہ سنتے ہی ایک شخص نے مجلس میں سے اٹھ کر کہا اے سردار خاموش کہ ان باتوں کے اظہار سے فتنہ کا اندیشہ ہے آپ نے کہا بے شک لیکن اس فتنہ کو دبانے کے لئے امیر المومنین عمرؓ کافی ہیں.... غرض جب حضرت خالدؓ مدینہ ائے تو عرض کیا امیر المومنین خدا کی قسم تم میرے معاملہ میں ناانصافی کرتے ہو (حضرت عمرؓ کو حضرت خالد سیف اللہ سے شکایت تھی کہ وہ باوجود تاکید کے فوج کے مصارف کا حساب کتاب نہیں بھیجتے تھے....

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تمہارے پاس اتنی دولت کہاں سے آئی عرض کیا: مال غنیمت سے (حصہ رسدی) اب بھی ۶۰ ہزار روپیہ سے جس قدر رقم زیادہ نکلے بیت المال میں داخل کر لی جائے.... چنانچہ ۲۰ ہزار زیادہ نکلے جو داخل خزانہ بیت المال ہو گئے....

پھر فرمایا: خالد تم مجھ کو محبوب بھی ہو اور میں تمہاری عزت بھی کرتا ہوں یہ کہہ کر تمام عمالان ملکی کو لکھ بھیجا کہ خالد کو کسی بدعنوانی یا خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا گیا بلکہ محض اس وجہ سے کہ ان کی شاندار فتوحات سے لوگ ان کے زیادہ مفتون ہوتے جاتے تھے اور میں نے یہ دکھانے کے لئے کہ جو کچھ کرتا ہے خدا کرتا ہے ان کو معزول کر دیا ہے.... ادھر یہ تابعداری کہ سپہ سالار کے عہدہ سے معزول ہونے میں کوئی عذر نہیں اور ادھر یہ صاف گوئی اور حریت کہ

خلیفہ کے منہ پر کہہ دیا کہ آپ میرے معاملے میں ناانصافی کرتے ہیں اور اس کے اظہار میں شور و شر اور فتنہ و فساد کا نام نہیں بلکہ ایک شخص کو احتمال اندیشہ ہوتا ہے تو آپؓ خلیفہ کے رعب وداب اور جاہ و جلال کو فتنہ کے فرو کرنے کے لئے کافی سمجھتے ہیں کیا اس پر اخلاص..... آزادانہ اور فرمان پذیر گفتگو کا زمانہ پھر کبھی نصیب نہ ہوگا.... (ناقابل فراموش واقعات)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ایک یہودی سے ملاقات

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اللہ رب العزت نے خوب مال دیا تھا لیکن ان کے دل میں مال کی محبت نہیں تھی..... وہ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے کبھی دریغ نہیں کرتے تھے..... بئر رومہ ایک کنواں تھا جو ایک یہودی کی ملکیت میں تھا.... اس وقت مسلمانوں کو پانی حاصل کرنے میں کافی مشکل کا سامنا تھا..... وہ اس یہودی سے پانی خریدتے تھے..... جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ مسلمانوں کو پانی حاصل کرنے میں کافی دشواری کا سامنا ہے تو وہ یہودی کے پاس گئے اور فرمایا کہ یہ کنواں فروخت کردو..... اس نے کہا.... میری تو بڑی کمائی ہوتی ہے میں تو نہیں بیچوں گا..... یہودی کا جواب سن کر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ آدھا بیچ دیں اور قیمت پوری لے لیں..... وہ یہودی نہ سمجھ سکا.... اللہ والوں کے پاس فراست ہوتی ہے..... یہودی نے کہا ہاں ٹھیک ہے آدھا حق دوں گا اور قیمت پوری لوں گا..... چنانچہ اس نے قیمت پوری لے لی اور آدھا حق دے دیا اور کہا کہ ایک دن آپ پانی نکالیں اور دوسرے دن ہم پانی نکالیں گے.....

جب سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسے پیسے دے دیئے تو آپ نے اعلان کروادیا کہ میری باری کے دن مسلمان اور کافر سب بغیر قیمت کے اللہ کیلئے پانی استعمال کریں..... جب لوگوں کو ایک دن مفت پانی ملنے لگا تو دوسرے دن خریدنے والا کون ہوتا تھا..... چنانچہ وہ یہودی چند مہینوں کے بعد آیا اور کہنے لگا جی آپ مجھ سے باقی آدھا بھی خرید لیں..... آپ نے باقی آدھا بھی خرید کر اللہ کیلئے وقف کردیا..... (خطبات فقیر)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ایک خاتون کی ملاقات

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ صحابہ میں میراث کے مسائل کے سب

سے زیادہ جاننے والے علیؓ تھے.... ایک عورت حضرت علیؓ کے پاس آئی کہ آپ کے قاضی صاحب نے مجھے میراث میں ایک دینار دیا ہے.... حالانکہ میرے بھائی نے چھ سو دینار ترکہ چھوڑا ہے.... حضرت علیؓ نے سوچا پھر اس خاتون سے آپ نے کچھ سوالات پوچھے کہ مرحوم بھائی کی دو بچیاں بھی ہیں.... عورت نے ہاں میں جواب دیا فرمایا 2/3 وہ لے گئیں.... یعنی چھ میں سے چار سو دینار پھر پوچھا کہ مرحوم کی ماں بھی زندہ ہیں.... عورت نے ہاں میں جواب دیا فرمایا 1/6 وہ لے گئی.... یعنی چھ سو میں سے ایک سو پھر پوچھا کہ مرحوم کی بیوی بھی زندہ ہے.... عورت نے ہاں میں جواب دیا فرمایا 1/8 وہ لے گئی.... یعنی چھ سو میں سے 75 دینار پھر پوچھا کہ بی بی کیا تمہارے بارہ بھائی بھی ہیں.... اس نے ہاں میں جواب دیا فرمایا 24 دینار وہ لے گئے تو آپ کا ایک دینار بنتا ہے اور قاضی صاحب کا فیصلہ صحیح ہے.... (الطریق الحکمیہ)

حضرات حسنین رضی اللہ عنہما سے ایک بڑھیا کی ملاقات

ابوالحسن مدائنیؒ کہتے ہیں کہ حضرت امام حسنؓ.... امام حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن جعفرؓ حج کے لئے تشریف لے جا رہے تھے.... راستے میں ان کے سامان کے اونٹ ان سے جدا ہو گئے.... یہ بھوکے پیاسے چل رہے تھے ایک خیمہ پر ان کا گزر ہوا اس میں ایک بوڑھی عورت تھی.... ان حضرات نے اس سے پوچھا کہ ہمارے پینے کو کوئی چیز (پانی یا دودھ لسی وغیرہ) تمہارے پاس موجود ہے؟

اس نے کہا.... ہے.... یہ لوگ اپنی اونٹنیوں پر سے اترے.... اس بڑھیا کے پاس ایک بہت معمولی سی بکری تھی اس کی طرف اشارہ کر کے اس نے کہا کہ اس کا دودھ نکال لو اور اس کو تھوڑا تھوڑا پی لو.... ان حضرات نے اس کا دودھ نکالا اور پی لیا.... پھر انہوں نے پوچھا کہ کوئی کھانے کی چیز بھی ہے؟

اس بڑھیا نے کہا کہ یہی بکری ہے اس کو تم میں سے کوئی ذبح کر لے تو میں پکا دوں گی.... انہوں نے اس کو ذبح کیا اس نے پکایا.... یہ حضرات کھا پی کر جب شام کو چلنے لگے تو انہوں نے اس بڑھیا سے کہا ہم ہاشمی لوگ ہیں اس وقت حج کے ارادہ سے جا رہے ہیں اگر ہم زندہ سلامت واپس مدینہ پہنچ گئے تو تو ہمارے پاس آنا.... تیرے اس احسان کا بدلہ دیں

گے.... یہ حضرات تو فرما کر چلے گئے شام کو جب اس کا خاوند (کہیں جنگل وغیرہ سے) آیا تو اس بڑھیا نے ہاشمی لوگوں کا قصہ سنایا.... وہ بہت خفا ہوا کہ تُو نے اجنبی لوگوں کے واسطے بکری ذبح کر ڈالی.... معلوم نہیں کون تھے کون نہیں تھے.... پھر کہتی ہے کہ ہاشمی تھے.... غرض وہ خفا ہو کر چپ ہو گیا.... کچھ زمانہ کے بعد ان دونوں میاں بیوی کو غربت نے جب بہت ستایا تو یہ محنت مزدوری کی نیت سے مدینہ منورہ گئے.... دن بھر مینگنیاں چگا کرتے اور ان کو بیچ کر گزر کیا کرتے.... ایک دن وہ بڑھیا مینگنیاں چگ رہی تھی.... حضرت حسنؓ اپنے دروازے کے آگے تشریف رکھتے تھے جب یہ وہاں کو گزری تو اس کو دیکھ کر حضرت حسنؓ نے اس کو پہچان لیا اور اپنے غلام کو بھیج کر اس کو اپنے پاس بلوایا اور فرمایا کہ اللہ کی بندی تُو مجھے بھی پہچانتی ہے؟

اس نے کہا میں نے تو نہیں پہچانا.... آپؓ نے فرمایا کہ میں تیرا وہی مہمان ہوں دودھ اور بکری والا.... بڑھیا نے پھر بھی نہ پہچانا اور کہا کیا خدا کی قسم تم وہی ہو.... حضرت حسنؓ نے فرمایا میں وہی ہوں اور یہ فرما کر آپؓ نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ اس کے لئے ایک ہزار بکریاں خریدی جائیں.... چنانچہ فوراً خریدی گئیں اور ان بکریوں کے علاوہ ایک ہزار دینار (اشرفیاں) نقد بھی عطا فرمائے اور اپنے غلام کے ساتھ اس بڑھیا کو چھوٹے بھائی حضرت حسینؓ کے پاس بھیج دیا.... حضرت حسینؓ نے دریافت فرمایا کہ بھائی نے کیا بدلہ عطا فرمایا؟

اس نے کہا ایک ہزار بکریاں اور ایک ہزار دینار.... یہ سن کر اتنی ہی مقدار دونوں چیزوں کی حضرت حسینؓ نے عطا فرمائی.... اس کے بعد اس کو حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کے پاس بھیج دیا انہوں نے تحقیق فرمایا کہ ان دونوں حضرات نے کیا کیا مرحمت فرمایا اور جب معلوم ہوا کہ یہ مقدار ہے تو انہوں نے دو ہزار بکریاں اور دو ہزار دینار عطا فرمائے اور یہ فرمایا کہ اگر تُو پہلے مجھ سے مل لیتی تو میں اس سے بہت زیادہ دیتا.... یہ بڑھیا چار ہزار بکریاں اور چار ہزار دینار (اشرفیاں) لے کر خاوند کے پاس پہنچی کہ یہ اس ضعیف اور کمزور بکری کا بدلہ ہے.... (احیاء العلوم)

اہل بیت سے فقراء کی ملاقات

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا کہ حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما ایک مرتبہ بہت بیمار ہو گئے تو حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما نے نذر (منت) مانی کہ اگر یہ

تندرست ہو جائیں تو شکرانہ کے طور پر تین.... تین روزے رکھیں گے .... اللہ تعالیٰ شانہ کے فضل سے صاحبزادوں کو صحت ہوگئی.... ان حضرات نے شکرانے کے روزے رکھنے شروع فرما دیئے اگرچہ گھر میں نہ سحر کے لئے کچھ تھا نہ افطار کے لئے.... فاقہ پر روزہ شروع کر دیا.... صبح کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک یہودی کے پاس تشریف لے گئے جس کا نام شمعون تھا کہ اگر تو کچھ اون دھاگا بنانے کے لئے اجرت پر دے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی اس کام کو کر دے گی .... اس نے اون کا ایک گٹھر تین صاع جو کی اجرت طے کر کے دے دیا.... حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس میں سے ایک تہائی کاتا اور ایک صاع جو اجرت کے لئے ان کو پیسا اور پانچ نان اس کے تیار کئے ایک ایک اپنا میاں بیوی کا دونوں صاحبزادوں کے اور ایک باندی کا.... جس کا نام فضہ تھا.... روزہ میں دن بھر کی مزدوری اور محنت کے بعد جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھ کر لوٹے اور کھانا کھانے کے لئے دستر خوان بچھایا گیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ٹکڑا توڑا ہی تھا کہ ایک فقیر نے دروازہ سے آواز دی کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والو! میں ایک فقیر مسکین ہوں مجھے کھانا دو.... اللہ جل شانہ تمہیں جنت کے دستر خوان سے کھانا کھلائے .... حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ہاتھ روک لیا.... حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مشورہ کیا انہوں نے فرمایا ضرور دے دیجئے.... وہ سب روٹیاں اس کو دے دیں اور گھر والے سب کے سب فاقہ سے رہے اسی حال میں دوسرے دن کا روزہ شروع کر دیا.... دوسرے دن میں پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دوسری تہائی اون کی کاتی اور ایک صاع جو کا اجرت لے کر پیسا.... روٹیاں پکائیں اور جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھ کر تشریف لائے اور سب کے سب کھانے کے لئے بیٹھے تو ایک یتیم نے دروازہ سے سوال کیا اور اپنی تنہائی اور فقر کا اظہار کیا.... ان حضرات نے اس دن کی روٹیاں اس کے حوالہ کر دیں اور خود پانی پی کر تیسرے دن کا روزہ شروع کر دیا اور صبح کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اون کا باقی حصہ کاتا اور ایک صاع جو کا جو رہ گیا تھا وہ لے کر پیسا.... روٹیاں پکائیں اور مغرب کی نماز کے بعد جب کھانے بیٹھے تو ایک قیدی نے آ کر آواز دے دی اور اپنی سخت حاجت اور پریشانی کا اظہار کیا.... ان حضرات نے اس دن کی روٹیاں بھی اس کو دے دیں اور

خود فاقہ سے رہے.... چوتھے دن صبح کو روزہ تو تھا نہیں لیکن کھانے کو بھی کچھ نہیں تھا.... حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں صاحبزادوں کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے.... بھوک اور ضعف کی وجہ سے چلنا بھی مشکل ہو رہا تھا.... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تمہاری تکلیف اور تنگی کو دیکھ کر مجھے بہت ہی تکلیف ہوتی ہے چلو فاطمہؓ کے پاس چلیں.... حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے وہ نماز پڑھ رہی تھیں بھوک کی شدت سے آنکھیں گڑ گئی تھیں.... پیٹ کمر سے لگ رہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے سینے سے لگایا اور حق تعالیٰ سے فریاد کی اس پر حضرت جبرئیل علیہ السلام سورہ دہر کی آیات **و یطعمون الطعام علی حبه مسکینا و یتیما و اسیرا** (اور وہ لوگ (محض) خدا کی محبت سے غریب اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں).... لے کر آئے اور اس پروانۂ خوشنودی کی مبارک باد دی....'' (فضائل صدقات)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے ایک مہمان کی ملاقات

حضرت حسنؓ کے یہاں ایک مہمان آیا.... اس نے کھانا کھانے کے بعد شربت طلب کیا.... حضرت حسنؓ نے دریافت کیا آپ کو کون سا شربت درکار ہے.... مہمان نے جواب دیا کہ ''وہ شربت جو نہ ملنے کے وقت جان سے زیادہ قیمتی اور مل جانے کے وقت نہایت کم قیمت ہوتا ہے....'' حضرت حسنؓ نے نوکر سے فرمایا کہ ''مہمان پانی مانگتا ہے....''

حاضرین کو آپ کی ذہانت پر حیرانی ہوئی.... (درنایاب)

حضرات حسنین رضی اللہ عنہم سے ایک بوڑھے کی ملاقات

''علامہ کردری رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نواسوں (حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما) نے ایک مرتبہ دریائے فرات کے کنارے ایک بوڑھے دیہاتی کو دیکھا کہ اس نے بڑی جلدی جلدی وضو کیا اور اسی طرح جلدی جلدی نماز پڑھی.... اور جلد بازی میں وضو اور نماز کے مسنون طریقوں میں اس سے کوتاہی ہو گئی.... حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ نے اسے سمجھانا چاہا.... انہیں یہ اندیشہ ہوا کہ

یہ بوڑھا آدمی ہے اپنی غلطی سن کر کہیں مشتعل نہ ہو جائے .... چنانچہ دونوں حضرات اس بوڑھے کے قریب آئے اور کہا: ہم دونوں جوان ہیں اور آپ تجربہ کار آدمی ہیں آپ وضو اور نماز کا طریقہ ہم سے بہتر جانتے ہوں گے .... ہم چاہتے ہیں کہ آپ کو وضو کر کے اور نماز پڑھ کے دکھائیں اگر ہمارے طریقہ میں کوئی غلطی یا کوتاہی ہو تو آپ ہماری رہنمائی فرمائیں اس کے بعد دونوں نے سنت کے مطابق وضو کر کے نماز پڑھی .... بڑے میاں نے دیکھا تو اپنی کوتاہی سے توبہ کی اور آئندہ یہ طریقہ چھوڑ دیا....'' (مناقب الامام الاعظم رحمہ اللہ)

تبلیغ کا یہ انداز وہی ہے جسے قرآن نے

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ سے تعبیر کیا ہے....

اس انداز تبلیغ کو جس نے بھی اپنایا وہ کامیاب رہا.... یہ انداز ہمارے اسلاف سے منتقل ہو کر ہمارے اکابر تک پہنچا اور انہوں نے بھی اس انداز تبلیغ سے مخلوق کی رہنمائی کی....

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی شاہ روم سے ملاقات

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جب رومیوں کے خیمے میں پہنچے تو ان کے زریں فرش کو دیکھ کر وہیں ٹھٹک کر رک گئے کہا ''میں اس شاندار فرش پر قدم نہیں رکھوں گا مجھے اس میں غریبوں کے خون کی بو آتی ہے جو چیز غریبوں کا حق چھین کر تیار کی گئی میں اس پر قدم کیسے رکھ سکتا ہوں''؟

رومیوں نے کہا ''افسوس ہم تو آپ کی عزت کرنا چاہتے تھے لیکن آپ خود ہی اس کو ٹھکرا رہے ہیں....'' حضرت معاذؓ نے کہا ''جس کو تم عزت کہتے ہو مسلمان کی نظر میں اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے'' یہ کہہ کر وہ اس زریں فرش سے بچ کر زمین پر بیٹھ گئے .... جب ان کے اس بے تکلفی سے زمین پر بیٹھنے پر ایک رومی نے کہا ''زمین پر بیٹھنا غلاموں کا شیوہ ہے....''

تو فرمایا ''بیشک زمین پر بیٹھنا غلاموں کا شیوہ ہے اور میں اللہ کا حقیر ترین غلام ہوں''....

باہان نے کہا ''تم ہمارے ملک پر کیوں حملہ آور ہوئے ہو؟

حبشہ کا ملک عرب کے قریب ہے.... فارس کا بادشاہ فوت ہو چکا ہے اور سلطنت کی باگ ایک عورت کے ہاتھ میں ہے.... حالانکہ ہمارا بادشاہ ہرقل اعظم دنیا کا سب سے بڑا

بادشاہ ہے.... سلطنت روم دنیا کی پہلی عظیم طاقت ہے.... ہم تعداد میں آسمان کے ستاروں اور وزن میں زمین کے برابر ہیں.... اچھا ہے کہ تم ہمیں چھوڑ کر کسی اور طرف نکل جاؤ''....

حضرت معاذؓ بن جبل بھلا ان باتوں سے مرعوب ہونے والے کب تھے فوراً کھڑے ہو کر بولے'' ہم تم سے تمہارا ملک چھیننے نہیں آئے ہیں.... ہم تو تم سے یہ کہنے آئے ہیں کہ تم اسلام قبول کر کے ہمارے بھائی بن جاؤ.... شراب نوشی اور سود خوری چھوڑ دو.... اگر یہ منظور نہیں ہے تو جزیہ دو اور ہماری پناہ میں آ جاؤ ورنہ وہ سامنے فحل کے میدان میں ہماری تلواروں کو کل صبح تمہارا انتظار رہے گا.... رہی یہ بات کہ تم تعداد میں آسمان کے ستاروں اور وزن میں زمین کے برابر ہو تو ہمیں قلت و کثرت کی کبھی پرواہ نہیں ہوتی.... تمہیں اگر اس پر ناز ہے کہ تمہارا بادشاہ دنیا میں سب سے بڑا ہے تو ہمیں بھی اس بات پر فخر ہے کہ ہمارا خلیفہ عام مسلمانوں پر کوئی فوقیت نہیں رکھتا.... اگر وہ زنا کرے تو اس کو سنگسار کر دیا جائے.... اگر چوری کرے تو ہاتھ کاٹ ڈالا جائے اہل روم ذرا سوچو کہ کون سی بات فضیلت کی ہے؟

تم اپنے قیصر کو جو عام انسان ہوتا ہے خدا کا سا مرتبہ دیتے ہو وہ عام لوگوں سے برتر سمجھا جاتا ہے ہم اپنے خلیفہ کو عام مسلمانوں پر کوئی فوقیت نہیں دیتے....''

رومی حضرت معاذؓ بن جبل کی یہ بیباکانہ باتیں سن کر حیران رہ گئے.... ایک رومی نے پوچھا'' کیا مسلمانوں میں تم سے بھی بڑھ کر نڈر اور بہادر کوئی اور ہے؟

فرمایا'' معاذ اللہ یہ ہی بہت ہے کہ میں سب سے بدتر نہیں ہوں''.... (سیر انصار جلد دوم)

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی رومی سفیر سے ملاقات

قیصر روم کی فوج جب مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے بیسان میں پڑی ہوئی تھی تو مسلمانوں سے اتنی خائف تھی کہ کسی قیمت پر ان سے جنگ کرنا نہیں چاہتی تھی.... اس کا سپہ سالار باہان کسی بھی طرح جنگ کو ٹالنا چاہتا تھا.... اس لئے اپنے ایک بہت ذمہ دار کمانڈر کو اسلامی فوج کے سپہ سالار حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح سے گفتگو کرنے کے لئے اسلامی فوجی پڑاؤ میں فحل بھیجا.... رومی سفیر کا مقصد مسلمانوں کو مال و دولت کا لالچ دے کر

اپنے وطن واپس کرنا تھا.... اس نے حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح سے یہ پیشکش کی کہ ''اگر مسلمان ان پر حملہ نہ کریں اور واپس چلے جائیں تو قیصر روم کی طرف سے فی سپاہی دو دینار دیئے جائیں گے ایک ہزار دینار سپہ سالار کو ملیں گے اور دو ہزار دینار آپ کے خلیفہ کو مدینہ بھیج دیئے جائیں گے.... اگر آپ اس کے لئے تیار نہیں ہیں تو جنگ میں آپ کے لوگ مارے جائیں گے اور اتنی بڑی مالی رعایت سے بھی ہاتھ دھوئیں گے''.... حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح نے بڑی سنجیدگی سے رومی کمانڈر کی بات سنی پھر انتہائی متانت سے جواب دیا ''آپ لوگ شاید ہم کو اتنا ذلیل اور کم مایہ سمجھتے ہیں کہ ہم دولت کی خاطر آپ کے ملک میں آئے ہیں.... میں آپ کو صاف صاف بتا دینا چاہتا ہوں کہ ہمارا یہاں آنے کا مقصد ملک و مال نہیں ہے نہ ہمیں ملک سے رغبت ہے نہ مال کا لالچ.... آپ دو دینار کی بات کرتے ہیں آپ کے دو لاکھ دینار بھی ہمارے سپاہی کی نظر میں دھول کے برابر ہیں.... ہم تو صرف کلمۃ الحق کا اعلان کرنے نکلے ہیں.... توحید کا پیغام لے کر آپ کے ملک میں آئے ہیں یا تو آپ ایمان قبول کر کے ہمارے بھائی بن جائیں یا ہماری اطاعت قبول کر کے ہمیں جزیہ دیں نہیں تو جس خون خرابے سے تم ہمیں ڈراتے ہو اس سے ڈرنے والے ہم نہیں ہیں.... یہ ہماری تلوار میدان میں یہ فیصلہ کر دے گی کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر اور اللہ یہ بتا دے گا کہ کون ذلیل اور کم مایہ ہے تم یا ہم؟'' (مہاجرین جلد اول)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے شیطان کی ملاقات

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کو لیٹے اور شیطان نے کچھ اثرات پھیلا کر قلب اور دماغ میں پہنچائے.... تہجد کے وقت آنکھ نہ کھل سکی اور تہجد چھوٹ گیا حالانکہ ترک تہجد کوئی معصیت نہیں اس لئے کہ امتی کے اوپر نہ فرض ہے نہ واجب.... مگر جو اہل اللہ تہجد کے عادی ہوتے ہیں ان کا اگر ایک تہجد بھی قضا ہو جائے تو سمجھتے ہیں کہ ساری عمر اکارت ہوگئی اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پہاڑ سر پر آ پڑا.... تو حضرت معاویہؓ اس تہجد کے قضا ہونے پر تمام دن روئے.... استغفار کیا اور دعائیں مانگیں اور کہا کہ یہ پہلی بار قضا ہوا ہے.... غرض اگلے

دن جب سوئے ہیں تو عین تہجد کے وقت ایک شخص نے انگوٹھا ہلایا کہ حضرت امیر! تہجد کا وقت ہوگیا ہے اٹھئے تہجد پڑھ لیجئے.... حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اجنبی آواز محسوس کر کے اس کا ہاتھ پکڑ لیا کہ میرے محل سرائے میں تو کون اجنبی ہے جو مجھے میرے زنانہ خانہ میں تہجد کے لئے اٹھانے آیا ہے.... اس نے کہا کہ میں شیطان ہوں.... تہجد کے لئے اٹھانے آیا ہوں.... فرمایا کہ کمبخت تو اور تہجد کے لئے اٹھائے اس نے کہا کہ جی ہاں! خیر خواہی کا جذبہ ابھرا اور مجھے گوارا نہ ہوا کہ آپ کا تہجد قضا نہ ہو.... فرمایا کہ تو اور خیر خواہی کرے.... اللہ نے فرمایا ہے ان الشیطان لکم عدو فاتخذوہ عدوا شیطان تمہارا دشمن ہے تم اسے دشمن ہی سمجھو.... وہ کبھی دوست نہیں بن سکتا.... اس لئے تو اور دوستی کرے.... یہ ناممکن ہے.... سچ سچ بتا کہ تو کیوں آیا ہے ورنہ میں بھی صحابی ہوں اور اتنی قوت رکھتا ہوں.... تیری گردن مروڑوں گا اور اس کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیا تب وہ اصلیت کھلی.... اس نے کہا کہ اصل قصہ یہ ہے کہ کل میں نے ہی ایسی ہی حرکت کی تھی کہ آپ کی تہجد قضا ہوگئی.... میں نے کچھ ایسے وساوس اور آثار دماغ اور قلب پر ڈالے کہ آپ کو گہری نیند آ گئی اور وقت پر آنکھ نہ کھلی.... آپ نے سارے دن استغفار کیا اور توبہ کیا تو اتنے درجے بلند ہوئے آپ کے کہ سو برس بھی تہجد پڑھتے تو شاید اتنے درجے بلند نہ ہوتے جتنے اس توبہ سے بلند ہوئے اسی لئے میں نے آپ کو اٹھایا کہ اگر آج تہجد کی قضا ہوگئی تو پھر توبہ کریں گے اور پھر درجے بلند ہوں گے تو سو درجوں کے بجائے ایک ہی درجہ بلند ہو.... یہی اچھا ہے.... کچھ تو درجات میں کمی ہوگی.... جب یہ اتنی بات اس نے سچ کہہ دی تب حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو چھوڑا.... فرمایا کہ صحیح ہے یہ خباثت تیرے دل میں چھپی ہوئی تھی.... بہر حال اولیاء کاملین سے گناہ کے سرزد ہونے کا امکان بھی ہے اور عادۃً بھی ممکن ہے اور وہ تقویٰ کے منافی بھی نہیں ہے اس لئے کہ تقویٰ جڑ پکڑے ہوئے ہے.... گناہ جڑ پکڑے ہوئے نہیں.... وہ کچھ بیرونی اثرات سے گھر گھرا کر شاذ و نادر واقع ہوسکتا ہے لیکن انبیاء علیہم السلام سے یہ چیز ممکن نہیں.... (مجالس حکیم الاسلام جلد دوم)

حضرت خُبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کی اپنے قاتلوں سے ملاقات

حضرت خبیب بن عدی انصاری صحابہٴ بدر سے تھے.... آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفار نے قید کرلیا اور مکہ لے آئے.... آپ کو وہاں ایک شخص نے اسی دینار پر اس غرض سے خریدا کہ اپنے بھائی کے قتل کے عوض جو غزوہٴ بدر میں مارا گیا تھا قتل کرے....

خبیبؓ کو ماریہ کنیزک کی نگرانی میں قید کیا گیا وہ کنیزک بیان کرتی ہے کہ خبیبؓ نماز تہجد کے بعد قرآن کریم پڑھا کرتے تو لوگ سنتے اور رویا کرتے.... ایک مرتبہ میں نے خبیبؓ سے کہا جس چیز کی خواہش ہو مجھ سے بیان کرو.... خبیبؓ نے کہا صرف یہ خواہش ہے کہ جب قریش میرے قتل کا ارادہ کریں تو مجھے اس کی خبر ذرا پہلے کر دینا.... کنیزک کہتی ہے قریش نے جب اس کے قتل کا ارادہ کیا تو میں نے اس کو خبر کردی.... خبیبؓ نے مجھ سے ایک ضرورت کے لئے استرا مانگا.... میں نے اپنے لڑکے کے ہاتھ بھیج دیا لیکن فوراً ہی میرے دل میں خدشہ پیدا ہوا کہ میں نے نہایت نادانی کی ہے کہ اپنے دشمن قیدی کے پاس اپنے معصوم بچے کو استرا دے کر بھیجا ہے ایسا نہ ہو کہ وہ اس کو ہلاک کردے جب میرا لڑکا خبیبؓ کے پاس گیا تو اس نے اس کو زانوں پر بٹھایا اور کہا اے بہادر لڑکے کیا تیری ماں کو میری عہد شکنی کا خوف نہیں تھا کہ اُس نے تیرے ہاتھ مجھے استرا بھیجا ہے حالانکہ میں تمہارا اور تم میرے دشمن ہو....

ماریہ کہتی ہے کہ میں کواڑ کی اوٹ میں یہ باتیں سن ہی رہ تھی.... میں نے بیتاب ہو کر کہا اے خبیبؓ میں نے اس غرض سے استرا تمہارے پاس نہیں بھیجا.... خبیبؓ بولے ماریہ تسلی رکھ میرے مذہب میں عہد شکنی روا نہیں ہے.... غرض جب خبیبؓ کو پھانسی پر لٹکانے کے لئے لے چلے تو اس نے اپنے قاتلوں سے کہا کہ مجھے دو رکعت نماز کی مہلت دو تو تمہارا بڑا احسان ہے.... نماز کے بعد انہوں نے کہا بخدائے لایزال اگر تم لوگوں کو یہ خیال نہ ہوتا کہ خبیب نے موت کے خوف سے نماز کو طول دیا ہے تو میں گھنٹوں تک محویت کے عالم میں رہتا....

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بوقت قتل نماز پڑھنے کا طریقہ

سب سے پہلے خبیبؓ بن عدی نے نکالا ہے....

جب آپؓ نے نماز پڑھ لی تو آپ کو سولی پر چڑھایا گیا پیشتر اس کے کہ دشمنان اسلام آپ کا خاتمہ کر دیں آپ سے کہا گیا کہ اگر تم اسلام کو ترک کر دو تو ہم تمہاری جان بخشی کر سکتے ہیں.... خبیب نے کہا میں نے جان بخشی کی درخواست نہیں کی نہ تارک اسلام ہو کر مجھے زندہ رہنے کی ضرورت ہے.... صرف میری جان ہی کیا اگر تم سارے جہان کی دولت بھی دے دو تو واللہ اسلام کی دولت و نعمت کو ترک نہ کروں گا....

قریش نے کہا کیا تو یہ بھی نہیں چاہتا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تیری جگہ سولی پر ہو اور تو آرام سے اپنے گھر میں رہے؟

خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تم سولی کہتے ہو میں جسم اطہر میں ایک کانٹا چبھا ہوا بھی دیکھنا گوارا نہیں کرتا.... قتل کی تکلیف چند منٹوں کی تکلیف ہے اس کے بعد راحت ہی راحت ہے....

قریش کے حکم سے چالیس لڑکے پھانسی کی طرف آئے جن کے ہاتھوں میں نیزے تھے وہ سب خبیبؓ کو نیزے مارنے لگے.... اسی اثناء میں ایک نیزہ سینہ پر لگا اور وہ کلمۂ توحید پڑھتے ہوئے واصل بحق ہو گئے....

زید بن الاشنہؓ بھی خبیب کے ساتھ ہی قید ہو گئے تھے مشرکین مکہ نے آپ کے ساتھ بھی نہایت ظالمانہ سلوک کیا لیکن آپ نے بھی ثابت قدمی کے ساتھ اپنی جان نذر اسلام کر دی.... (ناقابل فراموش واقعات)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ضرار بن ضمرہ کی ملاقات

حضرت ضرار بن ضمرہ کنانی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گئے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ میرے سامنے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اوصاف بیان کیجئے تو حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ مجھے معاف رکھیں.... اس پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں معافی نہیں دوں گا ضرور بیان کرنے ہوں گے تو حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر ان کے اوصاف کو بیان کرنا ضروری ہی ہے تو

سنئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اونچے مقصد والے (یا بڑی عزت والے) اور بڑے طاقت ور تھے.... فیصلہ کن بات کہتے اور عدل و انصاف والا فیصلہ کرتے تھے.... آپ کے ہر پہلو سے علم پھوٹتا تھا.... (یعنی آپ کے اقوال و افعال اور حرکات و سکنات سے لوگوں کو علمی فائدہ ہوتا تھا) اور ہر طرف سے دانائی ظاہر ہوتی تھی.... دنیا اور دنیا کی رونق سے ان کو وحشت تھی .... رات اور رات کے اندھیرے سے ان کا دل بڑا مانوس تھا.... (یعنی رات کی عبادت میں ان کا دل بہت لگتا تھا) اللہ کی قسم! وہ بہت زیادہ رونے والے اور بہت زیادہ فکر مند رہنے والے تھے.... اپنی ہتھیلیوں کو الٹتے پلٹتے اور اپنے نفس کو خطاب فرماتے (سادہ) اور مختصر لباس اور موٹا جھوٹا کھانا پسند تھا.... اللہ کی قسم! وہ ہمارے ساتھ ایک عام آدمی کی طرح رہتے .... جب ہم ان کے پاس جاتے تو ہمیں اپنے قریب بٹھا لیتے اور جب ہم ان سے کچھ پوچھتے تو ضرور جواب دیتے.... اگرچہ وہ ہم سے بہت گھل مل کر رہتے تھے لیکن اس کے باوجود ان کی ہیبت کی وجہ سے ہم ان سے بات نہیں کر سکتے تھے.... جب آپ تبسم فرماتے تو آپ کے دانت پروئے ہوئے موتیوں کی طرح نظر آتے.... دینداروں کی قدر کرتے.... مسکینوں سے محبت رکھتے.... کوئی طاقتور اپنے غلط دعوے میں کامیابی کی آپ سے توقع نہ رکھ سکتا اور کوئی کمزور آپ کے انصاف سے ناامید نہ ہوتا اور میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے ان کو ایک دفعہ ایسے وقت میں کھڑے ہوئے دیکھا کہ جب رات کی تاریکی چھا چکی تھی اور ستارے ڈوب چکے تھے اور آپ اپنی محراب میں اپنی داڑھی پکڑے ہوئے جھکے ہوئے تھے اور اس آدمی کی طرح تلملا رہے تھے جسے کسی بچھو نے کاٹ لیا ہو اور غمگین آدمی کی طرح رو رہے تھے اور ان کی صدا گویا اب بھی میرے کانوں میں گونج رہی ہے کہ بار بار یا ربنا یا ربنا فرماتے اور اللہ کے سامنے گڑگڑاتے.... پھر دنیا کو مخاطب ہو کر فرماتے کہ اے دنیا! تو مجھے دھوکہ دینا چاہتی ہے.... میری طرف جھانک رہی ہے مجھ سے دور ہو جا.... مجھ سے دور ہو جا کسی اور کو جا کر دھوکہ دے میں نے تجھے تین طلاقیں دیں.... کیونکہ تیری عمر بہت تھوڑی ہے اور تیری مجلس بہت گھٹیا ہے.... تیری وجہ سے آدمی آسانی سے خطرہ میں مبتلا

ہو جاتا ہے (یا تیرا درجہ بہت معمولی ہے) ہائے ہائے (کیا کروں) زاد سفر تھوڑا ہے اور سفر لمبا ہے اور راستہ وحشت ناک ہے.... یہ سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے آنسو آنکھوں سے بہنے لگے.... ان کو روک نہ سکے اور اپنی آستین سے ان کو پونچھنے لگے اور لوگ ہچکیاں لے کر اتنے رونے لگے کہ گلے رندھ گئے.... اس پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا بیشک ابوالحسن (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) ایسے ہی تھے.... اللہ ان پر رحمت نازل فرمائے .... اے ضرار! تمہیں ان کی وفات کا کیسا رنج ہے؟

حضرت ضرار نے کہا اس عورت جیسا غم ہے جس کا اکلوتا بیٹا اس کی گود میں ذبح کر دیا گیا ہو کہ نہ اس کے آنسو تھمتے ہیں اور نہ اس کا غم کم ہوتا ہے پھر حضرت ضرار اٹھے اور چلے گئے.... (ابونعیم ۱/۸۴ واخرجہ ایضاً ابن عبدالبر فی الاستیعاب ۳/۴۴)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم ہنسا کرتے تھے؟

انہوں نے فرمایا کہ ہاں مگر اس حال میں کہ ایمان ان کے دلوں میں پہاڑوں سے بھی بڑا تھا.... (ابونعیم فی الحلیہ ۱/۳۱۱)

خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات

حضرت شعبیؒ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہما حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے.... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنی خاص مسند پر بٹھا کر فرمایا ایک آدمی کے علاوہ روئے زمین کا کوئی آدمی اس مسند پر بیٹھنے کا تم سے زیادہ حقدار نہیں ہے.... حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں وہ مجھ سے زیادہ حقدار نہیں (کیونکہ انہوں نے مجھ سے زیادہ تکلیفیں نہیں اٹھائی ہیں) کیونکہ مشرکوں میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے تعلق والے ایسے لوگ تھے جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کو بچا لیتے تھے .... میرا تو ان میں کوئی ایسا نہیں تھا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھے بچاتے.... میں نے اپنا یہ حال دیکھا ہے کہ ایک دن مشرکوں نے مجھے پکڑا اور آگ جلا کر مجھے اس میں ڈال دیا.... پھر

ایک آدمی نے اپنا پاؤں میرے سینے پر رکھا اور میں اس زمین سے صرف اپنی کمر کے ذریعہ ہی خود کو بچا سکا.... راوی کہتے ہیں کہ پھر حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے اپنی کمر کھول کر دکھائی جس پر برص کے داغ جیسے نشان پڑے ہوئے تھے.... (اخرجہ ابن سعد ۱۲۳/۱۱ کذا فی کنز العمال ۳۱/۷)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور سعید بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی ملاقات

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیمار تھے.... حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ان کی عیادت کرنے گئے تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ رونے لگ پڑے.... حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا آپ کیوں رو رہے ہیں؟

آپ تو (انتقال کے بعد) اپنے ساتھیوں سے جا ملیں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حوض کوثر پر جائیں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس حال میں انتقال ہوا کہ وہ آپ سے راضی تھے....

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا میں نہ تو موت سے گھبرا کر رو رہا ہوں اور نہ دنیا کے لالچ کی وجہ سے بلکہ اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ وصیت فرمائی تھی کہ گزارے کے لئے تمہارے پاس اتنی دنیا ہونی چاہئے جتنا کہ سوار کے پاس توشہ ہوتا ہے اور (میں اس وصیت کے مطابق عمل نہیں کر سکا کیونکہ) میرے ارد گرد یہ بہت سے کالے سانپ ہیں یعنی دنیا کا بہت سا سامان ہے.... راوی کہتے ہیں کہ وہ سامان کیا تھا؟

بس ایک لوٹا اور کپڑے دھونے کا برتن اور اسی طرح کی چند اور چیزیں تھیں....

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا آپ ہمیں کوئی وصیت فرما دیں جس پر ہم آپ کے بعد بھی عمل کریں.... انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا جب آپ کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرنے لگیں اور کوئی فیصلہ کرنے لگیں اور جب آپ اپنے ہاتھ سے کوئی چیز تقسیم کرنے لگیں تو اس وقت اپنے رب کو یاد کر لیا کریں یعنی کوئی بھی کام کرنے لگیں تو اللہ کا ذکر ضرور کریں.... (حلیۃ الاولیاء)

حضرت تمیم رضی اللہ عنہ کی دجال سے ملاقات

ایک مرتبہ میں سمندر کے سفر پر نکلا.... مسافروں کی کل تعداد تیس تھی اور ہم سب ایک کشتی پر سوار تھے.... ہمارا سفر انتہائی اطمینان کے ساتھ کٹ رہا تھا کہ اچانک ہوا چلنا شروع ہوگئی اور سمندر میں طوفان آ گیا....

اس شدید ہوا اور طوفانی لہروں کے باعث ہماری کشتی اور سمندر میں موجود دیگر کشتیاں ڈولتی جاتیں.... کشتی کے مسافر اس صورتحال سے پریشان ہوگئے اور ہر کوئی اپنے اپنے خداؤں کو پکارنے لگا کیونکہ کسی کو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے؟

سمندر سے اٹھنے والی لہریں ایک سمت کی بجائے ہر طرف سے کشتی کو اپنی لپیٹ میں لے رہی تھیں.... تھک ہار کر ملاح نے بھی چپو چھوڑ دیئے اور ایک طرف بیٹھ گیا....

اب ہم میں سے ہر کسی کو یہ یقین ہو چلا تھا کہ موت یقینی ہے....

سورج غروب ہونے کو تھا اور اس کی روشنی آہستہ آہستہ ختم ہوتی جارہی تھی.... شام کا اندھیرا اور منزل کا کوئی پتہ نہیں.... یہ بھی خبر نہ تھی کہ کشتی کس سمت میں جارہی ہے اور سمندر کی لہریں اب کب تک کشتی کو سلامت رہنے دیں گی.... اس خوف وہراس کی حالت میں رات گزر گئی اور صبح کی ہلکی ہلکی روشنی پھیلنے سے ہر طرف اجالا ہی اجالا ہو گیا....

کشتی کے رات بھر ہچکولے کھانے کے بعد کسی کو کچھ خبر نہ تھی کہ ہم کہاں پہنچ گئے ہیں؟

پھر اگلا دن بھی اسی کیفیت میں گزرا اور اسی طرح رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات آتی گئی اور ہماری کشتی کو سمندر میں پھنسے ہوئے پورے تیس دن گزر گئے....

پھر اچانک تیس دنوں کی اس صورتحال کے بعد بھولے بھٹکے مسافروں کو دور سے ایسا نظر آیا جیسے کچھ درخت سمندر میں کھڑے ہوں....

تیس دن سے مصیبت میں پھنسے ہوئے مسافروں کو یہ منظر دیکھ کر امید کی کچھ کرن نظر آئی اور ملاح نے جلد از جلد وہاں تک پہنچنے کیلئے پوری طاقت کے ساتھ چپو چلانا شروع کر دیئے اور کشتی کو تیزی کے ساتھ ان درختوں کی طرف لے جانے لگا....

کشتی میں موجود مسافر جنہیں یقین ہو چکا تھا اب موت کے سوا کوئی چیز نہیں ان کے چہرے زندگی کی امید سے چمک رہے تھے ..... پھر کشتی جوں جوں قریب ہوتی گئی درخت صاف دکھائی دینے لگے..... ملاح پوری طاقت سے کشتی چلا رہا تھا کہ سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے ان درختوں تک پہنچا جائے تا کہ کہیں ایسا نہ ہوا کہ اندھیرا ہو جانے کے باعث ہم اس آخری امید سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں.....

پھر کشتی آہستہ آہستہ ان درختوں کی طرف بڑھتی رہی اور جب درخت قریب ہوئے تو سارے مسافروں کو یہ جان کر خوشی ہوئی کہ یہ سمندر میں واقع کوئی جزیرہ ہے..... ابھی تو سورج مکمل غروب نہیں ہوا تھا کہ کشتی جزیرے کے کنارے پہنچ گئی..... مسافروں کو اس جزیرے پر اترے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ درختوں کے درمیان میں سے ایک عجیب و غریب قسم کا جانور نکلا.....

اس جانور کے پورے جسم پر بال تھے اور اس قدر لمبے اور گھنے تھے کہ یہ معلوم ہی نہ ہوتا تھا کہ جانور کا اگلا حصہ کون سا ہے اور پچھلا حصہ کونسا ہے.....

سارے مسافر اس عجیب و غریب جانور کو دیکھ کر حیران و پریشان ہو گئے..... کیونکہ ان میں سے کسی نے بھی اس سے پہلے ایسا جانور دیکھنا تو دور کی بات سنا بھی نہ تھا..... اب اس پراسرار جزیرے پر اس کو دیکھ کر سب پریشانی میں مبتلا ہو گئے..... کہ یہ کیا بلا ہے.....

ایک مسافر نے دوسرے مسافر سے پوچھا کہ یہ کیا چیز ہے؟

جانور کی مسافر کی یہ بات سن لی اور مسافر کے جواب سے پہلے وہ جانور خود بولا میں جاسوس ہوں..... جانور کے انسانوں کی طرح گفتگو کرنے سے تمام مسافر مزید پریشان ہو گئے.....

کیونکہ آج تک انہوں نے کسی جانور کو انسانی زبان میں بولتے نہیں دیکھا تھا.....

چنانچہ سب یہ سمجھنے لگے کہ ہو نہ ہو یہ کوئی جن ہے اور ہمارے سامنے آ گیا ہے.....

تمہاری جاسوسی کا مقصد کیا ہے؟..... اور تم کس کیلئے جاسوسی کرتے ہو؟

ایک مسافر نے ہمت کر کے اس سے پوچھا.....

میں جس کیلئے جاسوسی کرتا ہوں اسے تم سے ملنے کا بے حد شوق ہے وہ تم سے باتیں کرنا چاہتا ہے..... لہٰذا تم میرے ساتھ چلو.....

یہ سن کر تمام مسافر حیران و پریشان چپ چاپ اس کے پیچھے ہو لئے....

وہ عجیب و غریب جانور درختوں کے درمیان بنے ہوئے راستے سے ہوتا ہوا ایک پرانے محل کے سامنے جا کر کھڑا ہوا....محل کو چاروں طرف سے بلند و بالا درختوں نے گھیر رکھا تھا....

مسافروں نے وہاں پہنچ کر پریشان نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور پھر جانور کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے.... جانور پھر آگے چلا اور سب مسافروں کو ایک بڑے دروازے سے گزارتے ہوئے محل کے اندر لے گیا....

محل کے اندر داخل ہوتے ہی سب نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا شخص زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا اور رہائی کیلئے کوشش کر رہا تھا....

ہم نے اس سے پہلے اتنے بڑے قد آور اتنے زیادہ رعب والا شخص کبھی نہ دیکھا تھا....

ایک مسافر نے ہمت کر کے پوچھا....تم کون ہو....

میں کیا ہوں اور کون ہوں؟

یہ تو تم جان ہی لوگے پہلے یہ بتاؤ کہ تم کون ہو؟

ان سے سوال کرنے والے مسافر سے پوچھا....ہم عرب قبائل لخم اور جزام کے لوگ ہیں ....اور ساتھ ہی اس مسافر نے اپنے ساتھ بیتی اور یہاں تک پہنچنے کی ساری داستان سنا دی....

اس قید میں جکڑے ہوئے شخص نے کہا ذرا مجھے نخلستان بیسان کے متعلق تو بتاؤ....

اس نے متعلق کیا جاننا چاہتے ہو؟

ایک مسافر نے پوچھا....

خبردار! عنقریب ان پر پھل لگنا بند ہو جائے گا....وہ قیدی غصیلے انداز میں بولا پھر وہ مسافروں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا....اچھا طبرستان کے دریاؤں کے متعلق تو بتاؤ....

مسافروں نے کہا....دریا کے متعلق کیا پوچھنا چاہتے ہو؟

وہ بولا....اس میں پانی ہے؟

مسافروں نے کہا ہاں! اس میں پانی ہے ....اس نے کہا عنقریب اس کا پانی ختم ہو جائے گا....پھر وہ کہنے لگا مجھے زغر کے چشمے کے متعلق تو کچھ بتاؤ؟

کیا پوچھنا چاہتے ہو؟.... مسافروں نے پوچھا.... یہی کہ اس چشمے میں پانی ہے کہ نہیں؟ اور اگر وہاں پانی ہے تو پھر وہاں کے لوگ چشمے کے پانی سے کھیتی باڑی کرتے ہیں؟

پھر وہ پوچھنے لگا.... اچھا مجھے ذرا امیوں کے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق تو کچھ بتاؤ.... مسافروں نے جواب دیا....

انہوں نے مکہ سے اپنی دعوت کا آغاز کیا اور اب وہ مکہ سے نکل کر مدینہ میں موجود ہیں....

کیا وہ عرب کے لوگوں کے ساتھ کوئی لڑائی لڑے اور عربوں نے لڑائی میں اس کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

قیدی نے پوچھا.... جواب ملا.... لڑائی میں وہ عربوں پر غالب رہے اور بہت سے عربوں نے تو ان کی اطاعت بھی قبول کر لی ہے اور اب وہ خود کو ان کی تابعداری میں رکھتے ہیں....

یہ سنتے ہی وہ غصے سے پھنکارا اور زنجیروں کو جھٹکا دیا.... پھر مسافروں کو مخاطب کر کے بولا....

اب میں تم کو اپنے متعلق بتاتا ہوں کہ میں دجال ہوں اور تمہاری باتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مجھے یہاں سے نکلنے کی اجازت ملے گی.... پھر میں اس جزیرے سے نکلوں گا اور چالیس دن میں ساری دنیا گھوموں گا.... دنیا کی کوئی بستی اور گاؤں ایسا نہیں ہوگا.... جہاں سے میرا گزر نہ ہو.... ہاں مکہ اور مدینہ میں جانا میرے بس سے باہر ہے.... مجھے وہاں جانے کی اجازت نہیں .... میں ان دونوں شہروں میں داخل ہونے کی کوشش بھی کروں گا.... تو میرے آگے فرشتے رکاوٹ بن جائیں گے.... ان کے ہاتھوں میں تلواریں ہوں گی اور وہ مجھ سے لڑیں گے....

یہ داستان ہمیں ایک صحابی حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے سنائی.... جو اسلام قبول کرنے سے پہلے عیسائی تھے.... یہ عجیب وغریب واقعہ دیکھنے کے بعد آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے....

صحابی رضی اللہ عنہ کی اپنی پڑوسن بیٹی سے ملاقات

دمشق شہر میں ایک مسلمان بچی اکیلی گھر میں رہتی تھی .... ایک طرف اس کا پڑوسی حضرت عبداللہ بن سبرہؓ دمشقی تھے اور دوسری طرف ایک یہودی طبیب کا مکان تھا.... وہ

طبیب اس مسلمان بچی کو تنگ کرتا تھا اور اس کی عزت کے پیچھے پڑا ہوا تھا....ایک دن لڑکی نے تنگ آ کر کہا کہ او خبیث! تجھے شرم نہیں آتی ....کاش میرا پڑوسی حضرت عبداللہ بن سبرہ دمشقی ہوتے تو تم یہ حرکت نہ کرتے ....ادھر وہ صحابی آرمینیا اور آذربائیجان میں جہاد کے سلسلے میں گئے ہوئے تھے ....اللہ پاک کی شان دیکھیں....اس کو الہام ہوا یا خواب دیکھا کہ میری پڑوسن وہ مسلمان بچی مجھے یاد کر رہی ہے ....اور اس کی عزت خطرے میں ہے دمشق سے ہزاروں میل دور تھے....وہاں سے گھوڑے پر بیٹھ گئے ....مہینوں کا سفر طے کر دیا بالاخر ایک رات وہ دمشق پہنچ ہی گئے اپنے گھر میں نہیں گئے .... بلکہ سیدھے اس مسلمان بچی کے گھر پر گئے ....دروازے پر دستک دی وہ نکلی فرمایا کہ بیٹی! مجھے پہچان لیا....کہا جی یقیناً پہچان لیا آپ میرے پڑوسی حضرت عبداللہؓ ہی تو ہیں....فرمایا بیٹی آپ نے مجھے یاد فرمایا تھا؟

کہا یقیناً یاد کیا تھا....کہ یہ میرا پڑوسی یہودی طبیب مجھے تنگ کر رہا ہے میری عزت کے پیچھے پڑا ہوا ہے ....فرمایا خدا کی قسم! میں آرمینیا سے صرف آپ کی عزت بچانے کی خاطر آیا ہوں ....تم جاؤ اس طبیب کو اپنے گھر میں بلاؤ....حضرت عبداللہ لڑکی کے گھر میں چھپ کر بیٹھ گئے ....وہ یہودی ناچتا ہوا آ رہا تھا کہ آج تو خود لڑکی بلانے آئی ہے ....حضرت عبداللہ نے اس یہودی کو پکڑ لیا اور قتل کر دیا اس کی لاش باہر پھینک دی....اور گھوڑے کو نکالا جب گھوڑے پر بیٹھ گئے تو بچی نے پوچھا حضرت کدھر جا رہے ہیں ....ساتھ میں آپ کا مکان ہے ....رات بچوں کے ہاں گزار لیں کل پرسوں واپس چلے جائیں گے ....فرمایا کہ بیٹی جس مقصد کیلئے آیا تھا الحمدللہ وہ مقصد پورا ہو گیا....ابھی میں واپس محاذ پر جا رہا ہوں ....ان شاء اللہ بچوں کو ملنے کیلئے پھر کسی وقت آؤں گا....میرے ثواب میں فرق آ جائے گا....اور پھر آرمینیا واپس چلے گئے ....بچوں تک کو نہیں ملے ....(الاصابہ فی تمییز الصحابہ)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے .... یہ زندگی کے حقائق سے بہت قریب ہے ....دوسرے مذاہب کی طرح اس میں ایسے افسانے نہیں ہیں جن کا عملی زندگی سے تعلق نہ ہو....

حقائق ابدی پر اساس ہے اس کی یہ زندگی ہے نہیں ہے طلسم افلاطوں!

(اقبالؒ)

اسلام نے ہر انسان کو کچھ حقوق عطا کیے ہیں جن کو کسی بھی حال میں کوئی نہیں چھین سکتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ایک مکان مسجد نبوی کے قریب تھا.... خلیفہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسجد کی توسیع کرنا چاہا تو ان کو بلا کر کہا

''آپ اپنا مکان مسجد کو فروخت کر دیں.... یا ہبہ کر دیں یا خود ہی مسجد کی توسیع کرا دیں.... ان تینوں باتوں میں ایک بات آپ کو ہر حال میں ماننی ہوگی اس لئے کہ یہ مسجد کا معاملہ ہے''

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا

''آپ مجھ کو جبراً اس حکم کا پابند نہیں کر سکتے میں ان میں سے جبراً کوئی بات ماننے کو تیار نہیں ہوں''

یہ مقدمہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی عدالت میں پیش ہوا انہوں نے فیصلہ دیا

''امیر المومنین کو بغیر رضامندی ان سے کوئی چیز لینے کا حق نہیں ہے....

حدیث میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب بیت المقدس کی عمارت بنوائی تو اس کی ایک دیوار جو پڑوسی کی جگہ میں بنی تھی گر گئی....

حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس وحی آئی کہ یہ دیوار پڑوسی سے اجازت لے کر بنائیے....

چنانچہ مسجد میں بھی آپ کسی کی اراضی کو جبراً شامل نہیں کر سکتے''....

حضرت عمرؓ اس فیصلہ سے مطمئن ہو گئے.... کچھ عرصہ بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بخوشی یہ جگہ بلا اجرت مسجد کو دیدی.... (سیر انصار جلد اول)

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی نجاشی سے ملاقات

مکہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی مختصر جماعت پر قریش مکہ کے مظالم بہت زیادہ ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ آدمیوں کی ایک جماعت کو حبشہ (افریقہ) کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت مرحمت فرمادی.... یہ جماعت حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کی قیادت میں حبشہ پہنچی یہاں کا بادشاہ نجاشی تھا جو عیسائی تھا.... اس نے ان لوگوں کو امن سے اپنے یہاں رہنے کی اجازت دے دی....

کفار مکہ کو جب اس بات کا پتہ چلا کہ مسلمانوں کی جماعت خاموشی سے حبشہ چلی گئی تو انہوں نے اس کو اپنی سیاسی شکست سمجھا.... تمام قریش دارالندوہ میں جمع ہوئے اور کہا کہ نجاشی پر مسلمانوں کا اثر قائم ہونا اچھا نہیں ہے اس لئے کسی بھی طرح ان کو مکہ واپس لایا جائے.... اس کام کے لئے انہوں نے دو قریشی سردار عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ابی امیہ کو نجاشی کے پاس بہت سے قیمتی تحفے دے کر بھیجا.... انہوں نے حبشہ جا کر نجاشی کو بتایا کہ ''ان کے یہاں جو باغیوں کی جماعت آئی ہے وہ اپنے آبائی مذہب سے منحرف ہوگئی ہے وہ حضرت عیسیٰ و مریم کے متعلق بھی اچھا نظریہ نہیں رکھتے تثلیث کے خلاف ہیں اور تمام مذاہب کو رد کرتے ہیں....

نجاشی نے تحقیق حال کے لئے ان لوگوں کو دربار میں طلب کر لیا.... مسلمانوں کو بڑی تشویش ہوئی کہ وہ کیا کہیں گے.... اگر حضرت عیسیٰ اور مریم کے متعلق کوئی بات عیسائیوں کے عقیدے کے خلاف کہہ دی تو سخت سزا ملے گی.... سب نے آپس میں مل کر مشورہ کیا کہ کیا جواب دیا جائے.... حضرت جعفرؓ بن ابی طالب نے فرمایا'' بھلے ہی ہمیں کچھ بھی سزا ملے مگر ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق صرف سچی بات ہی کہنی چاہئے.... سچ کے سوا کچھ نہیں کرنا چاہئے....''

جب یہ نجاشی کے دربار میں پہنچے تو نجاشی نے ان سے پوچھا: ''تم لوگوں کا عقیدہ کیا ہے''؟

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا'' اے بادشاہ! ہم لوگ جاہل تھے.... بتوں کو پوجتے تھے مردار کھاتے تھے گندے کام کرتے تھے.... قطع رحمی کرتے تھے.... پڑوسیوں کو ستاتے تھے ہم میں طاقتور کمزور کو کھا جاتا تھا.... پھر اللہ نے ہم میں سے ہی ایک رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پیدا کیا ہم اس کی خاندانی شرافت اس کی صداقت اس کی امانت داری اور اس کی پاکبازی کو جانتے تھے بس اس نے ہمیں توحید کی دعوت دی بت پرستی سے روکا سچی بات صلہ رحمی اور پڑوسیوں سے بھلائی کا سبق دیا.... حرام باتوں سے خون خرابے سے فحش چیزوں سے اور فریب سے اور یتیم کا مال کھانے سے منع کیا.... ہمیں نماز.... روزہ.... زکوٰۃ اور حج کا حکم دیا.... بس ہم اس پر ایمان لائے اور اس کی تصدیق کی....''

نجاشی نے پوچھا'' تمہاری کتاب میں حضرت مریم اور عیسیٰ کے متعلق کیا لکھا ہے''؟

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورۂ مریم کی چند آیتیں پڑھ کر سنائیں اور بتایا کہ ''ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بندہ.... اس کا پیغمبر اور اس کی روح مانتے ہیں....''

نجاشی نے اتنا سن کر زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہا ''خدا کی قسم عیسیٰ بن مریم کے سلسلے میں تمہارے دین میں اس تنکے کے برابر بھی غلو نہیں ہے....

جتنا تمہاری کتاب میں لکھا ہے وہ ہی صحیح ہے....'' اور اسلام قبول کر لیا.... مسلمانوں کی حق گوئی اور صداقت کا اس بادشاہ پر بڑا اثر ہوا اور عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ابی امیہ ناکام و نامراد واپس لوٹ آئے.... (مفتاح العربیہ ص ۱۸....۱۹ مسند احمد بن حنبل جلد ا ص ۲۰۱)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جب رومیوں کے خیمے میں پہنچے تو اس زریں فرش کو دیکھ کر وہیں ٹھٹک کر رک گئے کہا ''میں اس شاندار فرش پر قدم نہیں رکھوں گا مجھے اس میں غریبوں کے خون کی بو آتی ہے جو چیز غریبوں کا حق چھین کر تیار کی گئی میں اس پر قدم کیسے رکھ سکتا ہوں''؟

رومیوں نے کہا ''افسوس ہم تو آپ کی عزت کرنا چاہتے تھے لیکن آپ خود ہی اس کو ٹھکرا رہے ہیں....'' حضرت معاذؓ نے کہا ''جس کو تم عزت کہتے ہو مسلمان کی نظر میں اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے'' یہ کہہ کر وہ اس زریں فرش سے بچ کر زمین پر بیٹھ گئے.... جب ان کے اس بے تکلفی سے زمین پر بیٹھنے پر ایک رومی نے کہا ''زمین پر بیٹھنا غلاموں کا شیوہ ہے''

تو فرمایا: ''بیشک زمین پر بیٹھنا غلاموں کا شیوہ ہے اور میں اللہ کا حقیر ترین غلام ہوں''

باہان نے کہا ''تم ہمارے ملک پر کیوں حملہ آور ہوئے ہو؟

حبشہ کا ملک عرب کے قریب ہے.... فارس کا بادشاہ فوت ہو چکا ہے اور سلطنت کی باگ ایک عورت کے ہاتھ میں ہے حالانکہ ہمارا بادشاہ ہرقل اعظم دنیا کا سب سے بڑا بادشاہ ہے.... سلطنت روم دنیا کی پہلی عظیم طاقت ہے ہم تعداد میں آسمان کے ستاروں اور وزن میں زمین کے برابر ہیں.... اچھا ہے کہ تم ہمیں چھوڑ کر کسی اور طرف نکل جاؤ''....

حضرت معاذؓ بن جبل بھلا ان باتوں سے مرعوب ہونے والے کب تھے فوراً کھڑے ہو کر بولے ''ہم تم سے تمہارا ملک چھیننے نہیں آئے ہیں.... ہم تو تم سے یہ کہنے آئے ہیں کہ تم اسلام قبول کر کے ہمارے بھائی بن جاؤ.... شراب نوشی اور سود خوری چھوڑ دو.... اگر یہ منظور

نہیں ہے تو جزیہ دو اور ہماری پناہ میں آ جاؤ ورنہ وہ سامنے فحل کے میدان میں ہماری تلواروں کو کل صبح تمہارا انتظار رہے گا.... رہی یہ بات کہ تم تعداد میں آسمان کے ستاروں اور وزن میں زمین کے برابر ہو تو ہمیں قلت و کثرت کی کبھی پرواہ نہیں ہوتی.... تمہیں اگر اس پر ناز ہے کہ تمہارا بادشاہ دنیا میں سب سے بڑا ہے تو ہمیں بھی اس بات پر فخر ہے کہ ہمارا خلیفہ عام مسلمانوں پر کوئی فوقیت نہیں رکھتا.... اگر وہ زنا کرے تو اس کو سنگسار کر دیا جائے اگر چوری کرے تو ہاتھ کاٹ ڈالا جائے اہل روم ذرا سوچو کہ کون سی بات فضیلت کی ہے؟

تم اپنے قیصر کو جو عام انسان ہوتا ہے خدا کا سا مرتبہ دیتے ہو وہ عام لوگوں سے برتر سمجھا جاتا ہے ہم اپنے خلیفہ کو عام مسلمانوں پر کوئی فوقیت نہیں دیتے....''

رومی حضرت معاذؓ بن جبل کا یہ بیباکانہ باتیں سن کر حیران رہ گئے.... ایک رومی نے پوچھا'' کیا مسلمانوں میں تم سے بھی بڑھ کر نڈر اور بہادر کوئی اور ہے؟

فرمایا'' معاذ اللہ یہ ہی بہت ہے کہ میں سب سے بدتر نہیں ہوں....'' (سیر انصار جلد دوم)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ابو ہاشم بن عتبہ کی ملاقات

حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ بیمار تھے.... حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کرنے آئے تو دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں تو ان سے پوچھا اے ماموں جان! آپ کیوں رو رہے ہیں؟

کیا کسی درد نے آپ کو بے چین کر رکھا ہے؟

یا دنیا کے لالچ میں رو رہے ہیں؟

انہوں نے کہا یہ بات بالکل نہیں ہے بلکہ میں اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک وصیت فرمائی تھی.... ہم اس پر عمل نہیں کر سکے.... حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا وہ کیا وصیت تھی؟

حضرت ابو ہاشم رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آدمی نے مال جمع کرنا ہی ہے تو ایک خادم اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے ایک سواری کافی ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ میں نے آج (اس سے زیادہ) مال جمع کر رکھا ہے.... ابن ماجہ کی

روایت میں یوں ہے کہ حضرت سمرہ بن سہم کی قوم کے ایک صاحب کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ کا مہمان بنا تو ان کے پاس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آئے....ابن حبان کی روایت میں ہے کہ حضرت سمرہ بن سہم کہتے ہیں میں حضرت ابو ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ کا مہمان بنا تو وہ طاعون کی بیماری میں مبتلا تھے....پھر ان کے پاس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آئے اور رزین کی روایت میں یہ ہے کہ جب حضرت ابو ہاشم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو ان کے ترکہ کا حساب کیا گیا تو اس کی قیمت تیس درہم بنی تھی اور اس میں وہ پیالہ بھی شمار کیا گیا جس میں وہ آٹا گوندھا کرتے تھے اور اسی میں وہ کھاتے تھے....(ترمذی ونسائی)

نوجوان کی ایک صالحہ عورت سے ملاقات

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ نے اپنے خطبات میں ایک واقعہ نقل فرمایا ہے کہ ایک لڑکے کو ایک لڑکی سے محبت ہو گئی مگر اس لڑکی کی کسی اور جگہ شادی ہو گئی ....لڑکا بڑا پریشان ہوا....لڑکی کو خط لکھا کہ بی بی! میں تمہارے ساتھ شادی کی کوشش میں تھا مگر قسمت میں نہیں تھی....اب آپ میرے ساتھ ایک مرتبہ ملاقات کر لیں اس کے لئے جو بھی فرمائش ہوگی میں پوری کروں گا....لڑکی نیک تھی اس نے کہا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پیچھے چالیس دن تک نماز باجماعت پڑھ لو....پھر جہاں بلائیں گے حاضر ہو جاؤں گی.... پہلے لڑکا اس لڑکی کے مکان کی طرف چکر لگاتا تھا مگر چالیس دن کے بعد اس نے جانا ختم کر دیا....لڑکی نے پیغام بھجوایا کہ اگر میری فرمائش پوری کی ہے تو میں حاضر ہوں ....لڑکے نے کہا پہلے میرے دل میں آپ کی محبت تھی مگر اب اللہ تعالیٰ کی محبت بیٹھ گئی ہے اب تمہارا اور میرا راستہ جدا ہے....لڑکی نے خاوند کو یہ بات بتلا دی اس کے خاوند نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو یہ بات بتلائی....تو آپ نے فرمایا کہ اللہ نے سچ فرمایا: "کہ بے شک نماز لوگوں کو بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے...." (خطبات مدنی)

صحابہ رضی اللہ عنہم سے جنگلی جانوروں کی ملاقات

حضرت عقبیٰ بن نافع افریقہ میں داخل ہوئے تیونس کے ساحل پر اور وہاں سے واپسی پر وہیں شہید ہوئے وہیں قبر بنی آج بھی الجزائر میں اس اللہ کے بندے کی قبر بتا رہی ہے کہ

کہاں مکہ.... کہاں مدینہ.... کہاں حجاز.... وہاں سے نکل کر اپنی قبر یہاں بنوائی اللہ کے بندوں کو دین میں داخل کرنے کیلئے اور تیونس میں انہوں نے چھاؤنی بنائی....

جب یہ اللہ کے کام میں تھے تو اللہ ان کے ساتھ تھے.... تیونس میں چھاؤنی بنائی.... وہاں جنگل تھا.... ۱۱ کلومیٹر میں پھیلا ہوا تو وہاں چھاؤنی بنائی.... تو ان کے بارہ ہزار ساتھیوں میں ۱۹ اصحابہ بھی تھے ان کو لیا اور ایک اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر اعلان کیا....

اے جنگل کے جانورو! ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں تین دن کی مہلت ہے جنگل سے نکل جاؤ.... اس کے بعد جو جانور ملے گا ہم اس کو قتل کر دیں گے....

تین دن میں سارے افریقہ نے دیکھا کہ پورا جنگل خالی ہوا.... کتنے ہزار برابر لوگ اس منظر کو دیکھ کر مسلمان ہو گئے....(درِنایاب)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ایک سردار سے ملاقات

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ شام کے ایک قلعے کا محاصرہ کیا ہوا تھا.... قلعہ کے لوگ محاصرہ سے تنگ آ گئے تھے.... وہ چاہتے تھے کہ صلح ہو جائے....

لہٰذا ان لوگوں نے قلعے کے سردار کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس صلح کی بات چیت کے لئے بھیجا.... چنانچہ ان کا سردار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آیا.... حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں چھوٹی سی شیشی ہے.... حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے پوچھا کہ یہ شیشی میں کیا ہے اور کیوں لے کر آئے ہو؟

اس نے جواب دیا کہ اس شیشی میں زہر بھرا ہوا ہے اور یہ سوچ کر آیا ہوں کہ اگر آپ سے صلح کی بات چیت کامیاب ہو گئی تو ٹھیک.... اور اگر بات چیت ناکام ہو گئی اور صلح نہ ہو سکی تو ناکامی کا منہ لے کر اپنی قوم کے پاس واپس نہیں جاؤں گا بلکہ یہ زہر پی کر خودکشی کر لوں گا....

تمام صحابہ کرامؓ کا اصل کام تو لوگوں کو دین کی دعوت دینا ہوتا تھا.... اس لئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوچا کہ اس کو اس وقت دین کی دعوت دینے کا اچھا موقع ہے.... چنانچہ انہوں نے اس سردار سے پوچھا: کیا تمہیں اس زہر پر اتنا بھروسہ ہے کہ جیسے

ہی تم یہ زہر پیو گے تو فوراً موت واقع ہو جائے گی؟

اس سردار نے جواب دیا کہ ہاں مجھے اس پر بھروسہ ہے.... اس لئے کہ یہ ایسا سخت زہر ہے کہ اس کے بارے میں معالجین کا کہنا یہ ہے کہ آج تک کوئی شخص اس زہر کا ذائقہ نہیں بتا سکا.... کیونکہ جیسے ہی کوئی شخص یہ زہر کھاتا ہے تو فوراً اس کی موت واقع ہو جاتی ہے.... اس کو اتنی مہلت نہیں ملتی کہ وہ اس کا ذائقہ بتا سکے.... اس وجہ سے مجھے یقین ہے کہ اگر میں اس کو پی لوں گا تو فوراً مر جاؤں گا....

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سردار سے کہا کہ یہ زہر کی شیشی جس پر تمہیں اتنا یقین ہے.... یہ ذرا مجھے دو.... اس نے وہ شیشی آپ کو دے دی.... آپ نے وہ شیشی اپنے ہاتھ میں لی اور پھر فرمایا کہ اس کائنات کی کسی چیز میں کوئی تاثیر نہیں جب تک اللہ تعالیٰ اس کے اندر اثر نہ پیدا فرما دیں.... میں اللہ کا نام لے کر اور یہ دعا پڑھ کر **بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شئی فی الارض و لا فی السمآء وھو السمیع العلیم** (اس اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ جس کے نام کے ساتھ کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی.... نہ آسمان میں اور نہ زمین میں.... وہی سننے اور جاننے والا ہے) میں اس زہر کو پیتا ہوں.... آپ دیکھنا کہ مجھے موت آتی ہے یا نہیں.... اس سردار نے کہا کہ جناب! یہ آپ اپنے اوپر ظلم کر رہے ہیں.... یہ زہر تو اتنا سخت ہے کہ اگر انسان تھوڑا سا بھی منہ میں ڈال لے تو ختم ہو جاتا ہے اور آپ نے پوری شیشی پینے کا ارادہ کر لیا.... حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا! ان شاء اللہ مجھے کچھ نہیں ہوگا.... چنانچہ دعا پڑھ کر وہ زہر کی پوری شیشی پی گئے .... اللہ تعالیٰ کو اپنی قدرت کا کرشمہ دکھانا تھا.... اس سردار نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ پوری شیشی پی گئے لیکن ان پر موت کے کوئی آثار نظر نہیں ہوئے.... وہ سردار یہ کرشمہ دیکھ کر مسلمان ہو گیا.... (اصلاحی خطبات ج ۱۰)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شاہ کسریٰ سے ملاقات

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے جانثار صحابی ہیں.... اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے راز دار.... ان کا لقب ''صاحب سر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، مشہور تھا.............جس وقت مسلمانوں نے ایران میں کسریٰ کی سلطنت پر حملہ کیا....جو کسریٰ اس وقت کی بڑی عظیم طاقت اور سپر پاور تھا....اور ایران کی تہذیب ساری دنیا کے اندر مشہور تھی....اور اس کا غلغلہ تھا....اس لئے کہ اس وقت دو ہی تہذیبیں تھیں....ایک رومی اور ایک ایرانی....لیکن ایرانی تہذیب اپنی نزاکت....اپنی صفائی ستھرائی میں زیادہ مشہور تھی....بہرحال....جب حملہ کیا تو کسریٰ نے مسلمانوں کو مذاکرات کی دعوت دی کہ آپ لوگ ہمارے ساتھ مذاکرات کریں....

حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب مذاکرات کے لئے جانے لگے....اور کسریٰ کے محل میں داخل ہونے لگے....تو اس وقت وہ اپنا وہی سیدھا سادہ لباس پہنے ہوئے تھے....چونکہ لمبا سفر کر کے آئے تھے....اس لئے ہوسکتا ہے کہ وہ کپڑے کچھ میلے بھی ہوں....دربار کے دروازے پر جو دربان تھا....اس نے آپ کو اندر جانے سے روک دیا....اس نے کہا کہ تم اتنے بڑے بادشاہ کسریٰ کے دربار میں ایسے لباس میں جا رہے ہو؟

اور یہ کہہ کر اس نے ایک جبہ دیا کہ آپ یہ جبہ پہن کر جائیں حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس دربان سے کہا کہ اگر کسریٰ کے دربار میں جانے کے لئے اس کا دیا ہوا جبہ پہننا ضروری ہے....تو پھر ہمیں اس کے دربار میں جانے کی کوئی ضرورت نہیں....اگر ہم جائیں گے تو اسی لباس میں جائیں گے....اور اگر اس کو اس لباس میں ملنا منظور نہیں تو پھر ہمیں بھی اس سے ملنے کا کوئی شوق نہیں....لہٰذا ہم واپس جا رہے ہیں....

اس دربان نے اندر پیغام بھیجا کہ یہ عجیب قسم کے لوگ آئے ہیں....جو جبہ لینے کو بھی تیار نہیں....اس دوران حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی تلوار کے اوپر لپٹی ہوئی کترنوں کو درست کرنے لگے....جو تلوار کے ٹوٹے ہوئے حصے پر لپٹی ہوئی تھی....اس نے دربان نے تلوار دیکھ کر کہا: ذرا مجھے اپنی تلوار تو دکھاؤ....آپ نے وہ تلوار اس کو دے دی....اس نے وہ تلوار دیکھ کر کہا کہ: کیا تم اس تلوار سے ایران فتح کرو گے؟

حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ابھی تک تم نے صرف تلوار دیکھی ہے....تلوار چلانے والا ہاتھ نہیں دیکھا....اس نے کہا کہ اچھا ہاتھ بھی دکھا دو....حضرت ربعی

بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہاتھ دیکھنا چاہتے ہو تو ایسا کرو کہ تمہارے پاس تلوار کا وار روکنے والی جو سب سے زیادہ مضبوط ڈھال ہو وہ منگوالو.....اور پھر میرا ہاتھ دیکھو..... چنانچہ وہاں جو سب سے زیادہ مضبوط لوہے کی ڈھال تھی.... جس کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا تھا کہ کوئی تلوار اس کو نہیں کاٹ سکتی.....وہ منگوائی گئی.... حضرت ربعی بن عامرؓ نے فرمایا کہ کوئی شخص اس کو میرے سامنے لے کر کھڑا ہو جائے.... چنانچہ ایک آدمی اس ڈھال کو لے کر کھڑا ہو گیا....تو حضرت ربعی بن عامر نے وہ تلوار جس پر کترنیں لپٹی ہوئی تھیں....اس کا ایک وار جو کیا تو اس ڈھال کے دو ٹکڑے ہو گئے.... سب لوگ یہ نظارہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ خدا جانے یہ کیسی مخلوق آ گئی ہے.... چنانچہ دربان نے اندر اطلاع بھیج دی کہ یہ ایسی مخلوق ہے کہ اپنی ٹوٹی ہوئی تلوار سے ڈھال کے دو ٹکڑے کر دیئے....پھر ان کو اندر بلالیا گیا....

جب اندر پہنچے تو تواضع کے طور پر پہلے ان کے سامنے کھانا لا کر رکھا گیا.... چنانچہ آپ نے کھانا شروع کیا....کھانے کے دوران آپ کے ہاتھ سے ایک نوالہ نیچے گر گیا.... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم یہ ہے کہ اگر نوالہ نیچے گر جائے تو اس کو ضائع نہ کرو وہ اللہ کا رزق ہے....اور یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رزق کے کونسے حصے میں برکت رکھی ہے....اس لئے اس نوالے کی ناقدری نہ کرو.... بلکہ اس کو اٹھالو.... اگر اس کے اوپر کچھ مٹی لگ گئی ہے تو اس کو صاف کر لو....اور پھر کھالو.... چنانچہ جب نوالہ نیچے گرا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ حدیث یاد آ گئی....اور آپ نے اس نوالے کو اٹھانے کے لئے نیچے ہاتھ بڑھایا....آپ کے برابر ایک صاحب بیٹھے تھے انہوں نے آپ کو کہنی مار کر اشارہ کیا کہ یہ کیا کر رہے ہو؟

یہ تو دنیا کی سپر طاقت کسریٰ کا دربار ہے.... اگر تم اس دربار میں زمین پر گرا ہوا نوالہ اٹھا کر کھاؤ گے تو ان لوگوں کے ذہنوں میں تمہاری وقعت نہیں رہے گی....اور یہ سمجھیں گے کہ یہ بڑے ندیدہ قسم کے لوگ ہیں....اس لئے یہ نوالہ اٹھا کر کھانے کا موقع نہیں ہے....

آج اس کو چھوڑ دو.... جواب میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا عجیب جملہ ارشاد فرمایا کہ....

اترک سنة رسول الله صلی الله علیه وسلم لهولاء الحمقی؟

کیا میں ان احمقوں کی وجہ سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت چھوڑ دوں؟

چاہے یہ اچھا سمجھیں.... یا برا سمجھیں.... عزت کریں.... یا ذلت کریں.... یا مذاق اڑائیں.... لیکن میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نہیں چھوڑ سکتا.... چنانچہ وہ لقمہ اٹھا کر، صاف کر کے کھالیا....

کسریٰ کے دربار کا دستور یہ تھا کہ وہ خود تو کرسی پر بیٹھا رہتا تھا اور سارے درباری سامنے کھڑے رہتے تھے..... حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسریٰ سے کہا کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے پیروکار ہیں.... اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس بات سے منع کیا ہے کہ ایک آدمی بیٹھا رہے اور باقی آدمی اس کے سامنے کھڑے رہیں.... لہٰذا ہم اس طرح سے مذاکرات کرنے کے لئے تیار نہیں.... یا تو ہمارے لئے بھی کرسیاں منگوائی جائیں.... یا کسریٰ بھی ہمارے سامنے کھڑا ہو..... کسریٰ نے جب یہ دیکھا کہ یہ لوگ تو ہماری توہین کرنے کے لئے آگئے.... چنانچہ اس نے حکم دیا کہ ایک مٹی کا ٹوکرا بھر کر ان کے سر پر رکھ کر ان کو واپس روانہ کر دو.... میں ان سے بات نہیں کرتا.... چنانچہ ایک مٹی کا ٹوکرا ان کو دے دیا گیا.... حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ ٹوکرا سر پر رکھ لیا.... جب دربار سے نکلنے لگے تو جاتے ہوئے یہ کہا کہ اے کسریٰ! یہ بات یاد رکھنا کہ تم نے ایران کی مٹی ہمیں دے دی.... یہ کہہ کر روانہ ہو گئے..... ایرانی لوگ بڑے توہم پرست قسم کے لوگ تھے.... انہوں نے سوچا کہ یہ جو کہا کہ "ایران کی مٹی ہمیں دے دی" یہ تو بڑی بدفالی ہو گئی.... اب کسریٰ نے فوراً ایک آدمی پیچھے دوڑایا کہ جاؤ جلدی سے وہ مٹی کا ٹوکرا واپس لے آؤ.... اب حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہاں ہاتھ آنے والے تھے.... چنانچہ وہ لے جانے میں کامیاب ہو گئے.... اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا تھا کہ ایران کی مٹی انہی ٹوٹی ہوئی تلوار والوں کے ہاتھ میں ہے....

اب بتائیے کہ انہوں نے اپنی عزت کرائی یا آج ہم سنتیں چھوڑ کر کروا رہے ہیں؟

عزت انہوں نے ہی کرائی.... اور ایسی عزت کرائی کہ ایک طرف تو سنت پر عمل کرتے ہوئے نوالہ اٹھا کر کھایا.... تو دوسری طرف ایران کے وہ کج کلاہ جو غرور کے مجسمے بنے ہوئے

تھے.... ان کا غرور ایسا خاک میں ملایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ

اذاھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ

کہ جس دن کسریٰ ہلاک ہو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہے.... دنیا سے اس کا نام و نشان مٹ گیا.... بہرحال.... یہ جو سنت کہ اگر نوالہ نیچے گر جائے تو اسکو اٹھا کر کھالو.... اس کو شرما کر مت چھوڑنا چاہئے.... بلکہ اس سنت پر عمل کرنا چاہئے.... (اصلاحی خطبات ج ۵)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پیر چنگی سے ملاقات

خلافت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ایک شخص خوش الحان چنگ بجایا کرتا تھا اس کی آواز پر مرد عورت بچے بھی قربان تھے۔ اگر کبھی مست ہو کر گاتا ہوا جنگل سے گزر جاتا تو چرند پرند اس کی آواز سننے کیلئے جمع ہو جاتے۔ رفتہ رفتہ جب بوڑھا ہوا اور آواز پیری کے سبب بھدی ہو گئی تو عشاق آواز بھی رفتہ رفتہ کنارہ کش ہو گئے۔ اب جدھر سے گزرتا ہے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ نام و شہرت سب رخصت ہو گئے اور ویرانہ گمنامی میں مثل بوم ٹکرانے لگا اور فاقے پر فاقے گزرنے لگے۔ خلق کی اس خود غرضی کو سوچ کر ایک دن بہت مغموم ہوا اور دل میں کہنے لگا کہ اے خدا جب میں خوش آواز تھا تو مخلوق مجھ پر پروانہ وار گرتی تھی تھی اور ہر طرف میری خاطر تواضع ہوتی تھی۔ اب بڑھاپے سے آواز خراب ہو گئی تو یہ ہوا پرست اور خود غرض لوگ میرے سایہ سے بھی گریزاں ہو گئے۔ ہائے ایسی بے وفا مخلوق سے میں نے دل لگایا۔ یہ تعلق کس درجہ پر فریب تھا۔ کاش میں آپ کی طرف رجوع ہوا ہوتا اور اپنے شب و روز آپ ہی کی یاد میں گزارتا اور آپ ہی سے امیدیں رکھتا تو آج یہ دن نہ دیکھتا۔ پیر چنگی دل ہی دل میں نادم ہو رہا تھا اور آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے کہ اچانک جذب غیبی نے اس کے دل کو اپنی طرف کھینچ لیا۔

جو گرے ادھر زمین پر مرے اشک کے ستارے — تو چمک اٹھا فلک پر مری بندگی کا تارا

(اختر راقم الحروف)

پیر چنگی نے ایک آہ کھینچی اور خلق سے منہ موڑ کر دیوانہ وار مدینہ منورہ کے قبرستان میں طرف روانہ ہو گیا اور ایک پرانی و شکستہ قبر کے غار میں جا بیٹھا۔ روتے ہوئے اس نے حق

تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے اللہ آج میں تیرا مہمان ہوں۔ جب ساری مخلوق نے مجھے چھوڑ دیا تو اب بجز تیری بارگاہ کے میرے لئے کوئی پناہ گاہ نہیں بجز تیرے کوئی میری اس آواز کا خریدار نہیں ہے اے اللہ آشنا بے گانے ہو چکے اپنے پرائے ہو چکے اب سوائے آپ کے میری کوئی پناہ گاہ نہیں ہے۔ اے اللہ میں بڑی امیدیں لے کر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں اپنی رحمت سے آپ مجھے نہ ٹھکرائیے۔

پرانی قبر کے اس غار میں پیر چنگی اس طرح آہ وزاری میں مشغول تھا اور آنکھ سے خون دل بہا رہا تھا کہ حق تعالیٰ کا دریائے رحمت جوش میں آ گیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو الہام ہوا کہ اے عمر! میرا فلاں بندہ جو اپنی خوش آواز کے سبب زندگی بھر مخلوق میں مقبول و محبوب رہا ہے اور اب بوجہ پیری آواز خراب ہو جانے سے ساری خلقت نے اسے چھوڑ دیا ہے اور یہ قطع سلسلہ اسباب اور غم ناکامی اس کی ہدایت کا اور میری طرف رجوع کا سبب بن گیا ہے تو اب میری رحمت واسعہ اس کی خریدار ہے۔

اگرچہ زندگی بھر وہ نافرمان و غافل رہا ہے لیکن میں اس کی آہ وزاری کو قبول کرتا ہوں کیونکہ میری بارگاہ کے علاوہ میرے بندوں کے لئے کوئی اور جائے پناہ نہیں۔ پس اے عمر! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ بیت المال سے کچھ معتد بہ رقم لے کر اس قبرستان میں جایئے اور میرے بندہ عاجز و مضطر کو میرا اسلام پیش کیجئے پھر یہ رقم پیش کر کے کہہ دیجئے کہ آج سے حق تعالیٰ نے تجھے اپنا مقرب بنا لیا ہے۔ اپنے فضل کو تیرے لئے خاص کر دیا ہے۔ اب تجھے ملول خاطر ہونے کی ضرورت نہیں نہ مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت ہے۔ اے عمرؓ! میرے اس بندے سے کہہ دو کہ حق تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے غیب سے تیری روزی کا انتظام کر دیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس وقت ہاتف غیبی سے یہ آواز سنی تو بے چین ہو گئے۔ فوراً اٹھے اور بیت المال سے کچھ رقم لے کر قبرستان کی طرف چل دئے وہاں دیکھتے ہیں کہ ایک فرسودہ و شکستہ قبر کے غار میں ایک بڈھا چنگئے ہوئے سو گیا ہے اور اس کا چہرہ و داڑھی آنسوؤں سے تر ہے۔ اور اسی اشک ندامت سے اس کو یہ مقام ملا۔

خلیفہ وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قبر کہنہ کے سامنے باادب کھڑے ہوئے

انتظار فرما رہے تھے کہ پیر چنگی بیدار ہوں تو ان سے حق تعالیٰ کا سلام و پیام عرض کروں۔

اسی اثناء میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھینک آ گئی جس سے پیر چنگی کی آنکھ کھل گئی۔ خلیفۃ المسلمین کو دیکھ کر غلبہ ہیبت سے وہ کانپنے لگے کہ اس چنگ کی وجہ سے نہ جانے مجھ پر کتنے درے پڑیں گے کیونکہ عہد خلافت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں درہ فاروقی کی شہرت تھی۔

حضرت عمرؓ نے جب دیکھا کہ پیر چنگی لرزہ بر اندام ہیں تو ارشاد فرمایا کہ خوف مت کرو میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے لئے بہت بڑی خوش خبری لایا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان مبارک سے پیر چنگی کو جب حق تعالیٰ کے الطاف و عنایات اور افضال کا علم ہوا تو اس مشاہدہ رحمت ذخار سے اس پر شکر و ندامت کا حال طاری ہو گیا۔

اس مرد پیر کی گریہ وزاری اور آہ و بکا سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلیجہ منہ کو آ رہا تھا اور آپ کی آنکھیں اشکبار ہو رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا کہ اے شخص تیری یہ گریہ وزاری تیری باطنی ہوشیاری کی دلیل ہے۔ تیری جان حق تعالیٰ کے قرب سے زندہ اور روشن ہے حق تعالیٰ کی بارگاہ میں گنہ گار کے آنسوؤں کی بڑی قیمت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت مبارکہ کے فیض سے پیر چنگی پیر طریقت ہو گئے اور اکابر اولیاء اللہ کی صف میں داخل ہو گئے۔ (دینی دستر خوان)

یادگار ملاقاتیں

خیر القرون کے تابعین.... فقہاء
محدثین عظام کی خلفائے وقت.... اہل علم
اور عامة المسلمین سے ملاقاتیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کی ملاقات

امام ابوحنیفہ بھی اسی شہر کے رہنے والے تھے جس کے بارے میں مشہور تھا "الکوفی لا یوفی" کوفی کبھی وفا نہیں کرتا)....ایک دفعہ حضرت امام ابوحنیفہؒ مدینہ طیبہ گئے....وہاں امام مالکؒ رہتے تھے....انہوں نے تعارف پوچھا کہ کہاں سے آئے ہیں؟

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہنے لگے کوفے سے آیا ہوں! حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: کوفے کے لوگ تو منافق ہوتے ہیں....کوفہ منافقوں کا گڑھ ہے....حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نہایت ادب سے کہنے لگے حالانکہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ سے عمر میں بڑے تھے لیکن اخلاق شریفہ کے ساتھ متصف تھے اور مدینے کے زائر تھے....حاضری دینے والے تھے....مدینے کے رہنے والے نہیں تھے....

اہل مدینہ کا ادب کرتے تھے....حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہنے لگے:

حضرت! اجنبی آدمی ہوں....ایک مسئلہ پوچھنے کے لئے آیا ہوں....

امام مالکؒ نے فرمایا: کہیے! فرمایا کہ ذرا اس آیت کا مطلب پوچھنا ہے کہ....

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ط وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ ط نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ط (التوبہ ۱۰۱)

"تمہارے گرد و پیش میں بہت سے منافق رہتے ہیں اور مدینے میں بھی وہ لوگ موجود ہیں جو نفاق رکھے ہوئے ہیں آپ ان کو نہیں جانتے ہم جانتے ہیں...."

یہ سن کر امام مالک رحمہ اللہ کا تو رنگ فق ہو گیا....کہنے لگے آپ کا نام کیا ہے؟

آپ کی تعریف کیا ہے؟

حضرت امام ابو حنیفہ نے فرمایا مجھے نعمان کہتے ہیں....ابو حنیفہ کہتے ہیں....حضرت امام مالک کھڑے ہو گئے معانقہ کیا اور اس گستاخی کی معافی چاہی....تو امام ابو حنیفہ بھی وہیں کے ہیں....جیسا وہ مدینہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں....اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں: اہل مدینہ میں بعض لوگ ایسے ہیں جو نفاق میں پکے ہیں....''

حضرت امام محمد شیبانی رحمہ اللہ کی امام اعظم رحمہ اللہ سے ملاقات

علامہ کوثریؒ نے لکھا ہے کہ جب امام محمدؒ سن تمیز کو پہنچے تو امام اعظم ابو حنیفہ کی مجلس میں گئے اور ایک مسئلہ دریافت کیا کہ ایک نابالغ لڑکا رات کو سو گیا اور عشاء پڑھ چکا تھا صبح کو جب اٹھا تو اس کو احتلام ہو چکا تھا تو کیا وہ عشا دوبارہ پڑھے گا؟

امام صاحب نے فرمایا کہ دوبارہ قضا پڑھے گا اس لئے کہ اس نے سونے سے پہلے عشا پڑھی تھی....چونکہ اس وقت وہ نابالغ تھا اب رات کو جب وہ بالغ ہو گیا تو وہ یقیناً نماز قضا پڑھے گا....امام محمد کو یہ جواب بڑا پسند آیا اور مجلس سے جانے پر امام صاحب نے فرمایا کہ یہ مسئلہ انہوں نے اپنے لئے پوچھا ہے ان کے ساتھ یہ واقعہ خود ہوا ہے آگے جا کر انہوں نے نماز قضا پڑھی اور واپس آئے اور کہا کہ حضرت میں آپ کے پاس علم پڑھنا چاہتا ہوں تو امام صاحب نے فرمایا کہ آپ نے قرآن مجید حفظ کیا ہے؟

فرمایا نہیں....فرمایا پہلے حفظ کر لو پھر آؤ....وہ چلے گئے ایک ہفتہ کے بعد اپنے والد صاحب کے ساتھ امام صاحب کی مجلس میں آ گئے انکے والد صاحب نے کہا کہ حضرت جی! یہ میرا بیٹا ہے اور انہوں نے ایک ہفتہ میں حفظ مکمل کر لیا ہے....براہ کرم انہیں علم پڑھائیں....یہ تھے امام محمد بن حسن شیبانیؒ....جو امام اعظم ابو حنیفہؒ کے جانشین بن گئے....(بلوغ الامانی از علامہ کوثریؒ)

ایک عالم کی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے ملاقات

امام اعظم ابو حنیفہؒ سے ایک عالم نے دریافت کیا کہ آپ کو کبھی اپنے کسی اجتہاد پر افسوس اور پشیمانی بھی ہوئی ہے فرمایا کہ ہاں ایک مرتبہ لوگوں نے مجھ سے پوچھا کہ ایک

حاملہ عورت مرگئی ہے اوراس کے پیٹ میں بچہ حرکت کر رہا ہے کیا کرنا چاہئے؟

میں نے ان سے کہا.... عورت کا شکم چاک کرکے بچہ کو نکال دیا جائے لیکن بعد میں مجھے اپنے اجتہاد پر افسوس ہوا کیونکہ بچے کے زندہ نکلنے کا تو مجھے علم نہیں .... تاہم ایک مردہ عورت کو تکلیف دینے کے فتوی پر مجھے افسوس رہا.... پوچھنے والے عالم نے کہا کہ یہ اجتہاد تو قابل افسوس نہیں بلکہ اس میں تو اللہ کا فضل شامل رہا.... کیونکہ آپ کے اس اجتہاد کی برکت سے زندہ نکل کر اس مرتبہ کو پہنچنے والا وہ بچہ میں ہی ہوں.... (حدائق الحنفیہ)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ایک شخص کی ملاقات

کوفہ میں ایک شخص تھا جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہودی کہتا تھا اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی وجاہت تو سارے کوفہ میں تھی ہر دشمن اور دوست عزت کرتا تھا اور جو بڑا آدمی صاحب اخلاق بھی ہو اور صاحب علم وفضل بھی ہو تو تمام طبقے کے لوگ اس کا احترام کیا کرتے ہیں وہ اپنے اخلاق اور اپنے اعمال کی بنا پر سب کے نزدیک محترم ہوتا ہے تو حضرت امام صاحب رحمہ اللہ اس شخص کے پاس گئے اس نے پوچھا کیسے تشریف آوری ہوئی؟

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہنے لگے ایک رشتے کا پیغام لے کر آیا ہوں .... جناب کی صاحبزادی کے رشتے کا پیغام لے کر آیا ہوں.... وہ بہت خوش ہوا.... لڑکے کے بارے میں بتایا کہ لڑکا بہت اچھا ہے .... برسر روزگار ہے .... علامہ ہے .... وغیرہ وغیرہ اور دنیا میں جو وجاہت کی چیزیں رائج ہیں ساری گنوادیں .... وہ آدمی کہنے لگا بہت اچھا! منظور ہے .... حضرت فرمانے لگے کہ بھئی میں نے اس کے ہنر بتادیئے ہیں تھوڑے سے عیب بھی بتادینے چاہئیں تاکہ دھوکہ نہ ہو.... تھوڑا سا اس میں عیب بھی ہے کہ وہ لڑکا یہودی ہے.... یہ سن کر اس کو تو آگ لگ گئی.... چہرہ سرخ ہو گیا.... کہنے لگا کہ اتنے بڑے امام ہو کر آپ مجھ سے مذاق کرنے کے لئے آئے ہیں؟

وہ بھی میری بیٹی کے معاملے میں! حضرت امام صاحب برافروختہ نہیں ہوئے.... بلکہ نہایت متانت سے فرمانے لگے کیوں کیا بات ہے؟

یہ برافروختہ ہونے کی چیز ہے؟

میں نے تو سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی کو دو بیٹیاں دی تھیں اب اس شخص کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اس نے ہاتھ جوڑے اور کہا آئندہ میں توبہ کرتا ہوں حضرت امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا بس یہی مسئلہ سمجھانے کے لئے آیا تھا.... تیری بیٹی کے لئے اگر میں یہودی کا رشتہ لاؤں تو تو مجھے قتل کرنے پر آمادہ ہو جائے اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے شوہر کو کوئی یہودی کہہ دے تو وہ واجب القتل نہیں؟

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ایک شخص کی ملاقات

ایک شخص مال دفن کر کے جگہ بھول گیا.... اپنی مشکل کے حل کیلئے امام ابوحنیفہؒ کے پاس پہنچا.... آپ نے فرمایا: یہ کوئی فقہی مسئلہ تو نہیں کہ میں تمہیں کوئی حیلہ بتا دوں.... اچھا تم آج ساری رات نماز میں گزارنا.... چوتھائی رات ہی نماز میں گزری تھی کہ اسے جگہ یاد آ گئی اور مال نکال لایا.... صبح امام سے ذکر کیا تو فرمایا: کہ میں نے یہ اس خیال سے کہا تھا کہ شیطان تمہیں رات بھر عبادت کی مہلت نہیں دے گا اور جگہ یاد دلا دے گا لیکن تمہیں چاہئے تھا کہ باقی رات شکر کے طور پر نماز پڑھتے....

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ایک شخص کی ملاقات

ایک روز ظہر کی نماز کے بعد گھر تشریف لے گئے.... بالا خانے پر آپ کا گھر تھا.... جا کر آرام کرنے کے لئے بستر پر لیٹ گئے.... اتنے میں کسی نے دروازے پر نیچے دستک دی...... آپ اندازہ کیجئے جو شخص ساری رات کا جاگا ہوا ہو.... اور سارا دن مصروف رہا ہو.... اس وقت اس کی کیا کیفیت ہوگی.... ایسے وقت کوئی آ جائے تو انسان کو کتنا ناگوار ہوتا ہے کہ یہ شخص بے وقت آ گیا...... لیکن امام صاحب اٹھے.... زینے سے نیچے اترے.... دروازہ کھولا تو دیکھا کہ ایک صاحب کھڑے ہیں.... امام صاحب نے اس سے پوچھا کہ کیسے آنا ہوا؟

اس نے کہا کہ ایک مسئلہ معلوم کرنا ہے.... دیکھئے اول تو امام صاحب جب مسائل بتانے کے لئے بیٹھے تھے.... وہاں آ کر تو مسئلہ پوچھا نہیں اب بے وقت پریشان کرنے کیلئے یہاں آ گئے

....لیکن امام صاحب نے اس کو کچھ نہیں کہا.... بلکہ فرمایا کہ اچھا بھائی.... کیا مسئلہ معلوم کرنا ہے؟

اس نے کہا کہ میں کیا بتاؤں.... جب میں آ رہا تھا تو اس وقت مجھے یاد تھا کہ کیا مسئلہ معلوم کرنا ہے.... لیکن اب میں بھول گیا.... یاد نہیں رہا کہ کیا مسئلہ پوچھنا تھا.... امام صاحب نے فرمایا کہ اچھا جب یاد آ جائے تو پھر پوچھ لینا.... آپ نے اس کو برا بھلا نہیں کہا.... نہ اس کو ڈانٹا ڈپٹا.... بلکہ خاموشی سے واپس اوپر چلے گئے.... ابھی جا کر بستر پر لیٹے ہی تھے کہ دوبارہ دروازہ پر دستک ہوئی.... آپ پھر اٹھ کر نیچے تشریف لائے اور دروازہ کھولا تو دیکھا کہ وہی شخص کھڑا ہے.... آپ نے پوچھا کیا بات ہے؟

اس نے کہا کہ حضرت! وہ مسئلہ مجھے یاد آ گیا تھا.... آپ نے فرمایا پوچھ لو.... اس نے کہا کہ ابھی تک تو یاد تھا مگر جب آپ آدھی سیڑھی تک پہنچے تو میں وہ مسئلہ بھول گیا.... اگر ایک عام آدمی ہوتا تو اس وقت تک اس کے اشتعال کا کیا عالم ہوتا مگر امام صاحب اپنے نفس کو مٹا چکے تھے.... امام صاحب نے فرمایا اچھا بھائی جب یاد آ جائے پوچھ لینا.... یہ کہہ کر آپ واپس چلے گئے.... اور جا کر بستر پر لیٹ گئے.... ابھی لیٹے ہی تھے کہ دوبارہ پھر دروازے پر دستک ہوئی.... آپ پھر نیچے تشریف لائے.... درازہ کھولا تو دیکھا کہ وہی شخص کھڑا ہے.... اس شخص نے کہا کہ حضرت! وہ مسئلہ یاد آ گیا.... امام صاحب نے پوچھا کہ کیا مسئلہ ہے؟

اس نے کہا کہ یہ مسئلہ معلوم کرنا ہے

کہ انسان کی نجاست (پاخانہ) کا ذائقہ کڑوا ہوتا ہے یا میٹھا ہوتا ہے؟

(العیاذ باللہ.... یہ بھی کوئی مسئلہ ہے)

اگر کوئی دوسرا آدمی ہوتا.... اور وہ اب تک ضبط بھی کر رہا ہوتا.... تو اب اس سوال کے بعد تو اس کے ضبط کا پیمانہ لبریز ہو جاتا.... لیکن امام صاحب نے بہت اطمینان سے جواب دیا کہ اگر انسان کی نجاست تازہ ہو تو اس میں کچھ مٹھاس ہوتی ہے اور اگر سوکھ جائے تو کڑواہٹ پیدا ہو جاتی ہے.... پھر وہ شخص کہنے لگا کہ کیا آپ نے چکھ کر دیکھا ہے؟

(العیاذ باللہ) حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہر چیز کا علم چکھ کر حاصل نہیں کیا جاتا.... بلکہ بعض چیزوں کا علم عقل سے حاصل کیا جاتا ہے.... اور عقل سے یہ معلوم

ہوتا ہے کہ تازہ نجاست پر مکھی بیٹھتی ہے خشک پر نہیں بیٹھتی....اس سے پتہ چلا کہ دونوں میں فرق ہے ورنہ مکھی دونوں پر بیٹھتی....

جب امام صاحب نے یہ جواب دے دیا تو اس شخص نے کہا....امام صاحب! میں آپ کے سامنے ہاتھ جوڑتا ہوں....مجھے معاف کیجئے گا کہ میں نے آپ کو بہت ستایا.... لیکن آج آپ نے مجھے ہرادیا....امام صاحب نے فرمایا کہ میں نے کیسے ہرادیا؟

اس شخص نے کہا کہ ایک دوست سے میری بحث ہو رہی تھی....میرا کہنا یہ تھا کہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ علماء کے اندر سب سے زیادہ بردبار ہیں....اور وہ غصہ نہ کرنے والے بزرگ ہیں اور میرے دوست کا یہ کہنا تھا کہ سب سے بردبار اور غصہ نہ کرنے والے بزرگ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور ہم دونوں کے درمیان بحث ہوگئی....اور اب ہم نے جانچنے کے لئے یہ طریقہ سوچا تھا کہ میں اس وقت آپ کے گھر پر آؤں جو آپ کے آرام کا وقت ہوتا ہے اور اس طرح دو تین مرتبہ آپ کو اوپر نیچے دوڑاؤں اور پھر آپ سے ایسا بے ہودہ سوال کروں اور یہ دیکھوں کہ آپ غصہ ہوتے ہیں یا نہیں؟

میں نے کہا کہ اگر غصہ ہوگئے تو میں جیت جاؤں گا اور اگر غصہ نہ ہوئے تو جیت گئے ....لیکن آج آپ نے مجھے ہرادیا....اور واقعہ یہ ہے کہ میں نے اس روئے زمین پر ایسا حلیم انسان جس کو غصہ چھو کر بھی نہ گزرا ہو....آپ کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں دیکھا....

اس سے اندازہ لگائیے کہ آپ کا کیا مقام تھا....اس پر ملائکہ کو رشک نہ آئے تو کس پر آئے....انہوں نے اپنے نفس کو بالکل مٹا ہی دیا تھا....(اصلاحی خطبات ج ۸)

حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ کی خلیفہ وقت سے ملاقات

جلیل القدر تابعی تھے....بصرے میں رہتے تھے....آپ کو دیکھنے سے اللہ تعالیٰ کی یاد آجاتی تھی....آپ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے غلطی سے ایک شخص کو غربت کا طعنہ دیا.... اللہ پاک نے مجھے خود غریب بنایا وراتنا غریب بنایا ہے کہ ایک عورت کا مقروض بنایا....ہوا یوں کہ ایک عورت سے قرض لے کر میں نے زیتون کے تیل کا کاروبار شروع کردیا....زیتون کے ایک ڈبے سے ایک مرا ہوا چوہا نکلا....لوگوں نے کہا کہ حضرت صرف ایک ڈبے کو ضائع

کردیں.... فرمایا کہ میرا تقویٰ یہ کہتا ہے کہ سارا تیل ضائع کردوں اس لئے کہ اس کا امکان ہے کہ چوہے کا اثر سارے تیل پر پڑا ہو اور یوں سارا تیل ضائع کردیا.... ادھر عورت پیسوں کا تقاضا کرتی رہی.... مجبوراً قاضی کے پاس رپورٹ کرلی اور یوں حضرت محمد بن سیرین جیل چلے گئے.... جیل میں یہ لطیفہ ہوا کہ جیل انچارج نے حضرت سے کہا کہ حضرت مجھے آپ سے شرم آتی ہے.... آپ کے ساتھ یہ رعایت کرسکتا ہوں کہ رات کو گھر جایا کریں اور دن کو میرے پاس جیل میں رہا کریں.... فرمایا یہ خیانت ہے.... حکومت نے مجھے رات دن دونوں کیلئے جیل میں ڈالا ہے.... ادھر حضرت انس صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہوا.... خلیفہ وقت جنازے پر حاضر تھا.... مگر جنازہ تیار نہیں تھا.... اس لئے کہ حضرت انسؓ نے غسل کیلئے محمد بن سیرین کا نام لیا تھا.... کہ وہی غسل دیں گے اور وہ تو جیل میں تھے.... خلیفہ نے کہا کہ میرے حکم پر جیل سے نکالو.... آپ نے فرمایا کہ خلیفہ مجھے جیل سے نکالنے کا مجاز ہی نہیں.... مجھے جس عورت نے رپورٹ درج کرکے جیل میں ڈالا ہے اور جس کے حق میں گرفتار ہوں.... وہی اجازت دے گی.... تب حضرت نکلے عورت کی اجازت پر.... حضرت فرماتے تھے کہ حدیث میں آتا ہے کہ جو کسی کو طعنہ دے گا تو مرنے سے پہلے اس میں وہ عیب ضرور موجود ہوگا.... میں نے ایک بندے کو طعنہ دیا تھا.... اس کی غربت پر.... اللہ تعالیٰ نے مجھے عورت کا مقروض بنایا .... حضرت محمد بن سیرین فرماتے تھے کہ الحمدللہ میں خواب میں اور بیداری میں بھی ام عبداللہ (اپنی بیوی) کے بغیر کسی کے پاس نہیں آیا ہوں.... اگر خواب میں کوئی عورت نظر آتی ہے تو سوچتا ہوں کہ جب میرے لئے حلال نہیں تو نظر اس سے پھیر لیتا ہوں.... (تاریخ بغداد)

حضرت بصری رحمہ اللہ کی اہل روم سے ملاقات

حضرت حسن بصری ایک دفعہ روم گئے تھے اس وقت نوجوان تھے وہاں وزیر کو ملے وزیر اس وقت جانے کیلئے تیار تھا.... کہا کہ میں نے ایک جگہ جانا ہے بادشاہ کی دعوت ہے اگر آپ چلیں تو میں آپ کیلئے بھی سواری تیار کروادوں.... انہوں نے کہا کہ کرادیجئے تو وہ ساتھ چلے گئے.... وہاں اس وزیر نے ان کو ایک جگہ ٹھہرادیا پھر آپ یہاں ٹھہرے.... وہاں جنگل میں ایک بڑا قیمتی خیمہ لگا ہوا تھا.... دیکھتے ہیں کہ پہلے کچھ مسلح فوج آئی اور خیمے کے

اردگرد چکر لگایا اور کچھ بول کر چلی گئی اس کے بعد بڑے بڑے دانشور آئے وہ بھی اسی طرح چکر لگا کر کچھ کہہ کر چلے گئے پھر بڑے بڑے معالج آئے وہ کچھ کہہ کر چکر لگا کر چلے گئے.... پھر لونڈیاں آئیں ان کے سر پر سونے چاندی ہیرے جواہرات وغیرہ مال و دولت وغیرہ سے بھرا ہوا تھال تھا.... سر پر اٹھائے ہوئے چکر لگا کر وہ بھی چلی گئیں.... پھر بادشاہ آخر میں آئے وہ بھی چکر لگا کر چلے گئے.... حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس وزیر سے پوچھا کہ یہ معاملہ کیا ہے....تو وزیر نے بتایا کہ یہ جو خیمہ ہے اس کے اندر بادشاہ کا ایک جواں سال لڑکا تھا بہت قابل بڑا ذہین اور بڑا سمجھدار.... اصل بادشاہ بننے کے لائق تھا.... بادشاہ کو اس پر اعتماد تھا مگر وقت اس کا پورا ہو گیا وہ فوت ہو گیا.... وہ یہاں دفن ہے ہر سال بادشاہ اس طرح آتے ہیں پہلے فوج آتی ہے اور چکر لگاتی ہے اور یہ کہتی ہے کہ اے شہزادے اگر لڑائی سے یا ہتھیاروں سے ہم موت کو روک سکتے تو روک لیتے.... تیرے پاس نہ آنے دیتے لیکن ہم بے بس ہیں.... موت کے سامنے کس کا چارہ نہیں چلتا.... پھر دانشور آئے اور کہا کہ اگر حکمت کی باتوں سے ہم موت کو سمجھا کر روک لیتے تو ہم بالکل حاضر تھے.... بادشاہ کے نمک حلال ہیں.... لیکن یہاں موت کے آگے کچھ چارہ نہیں چل سکتا.... پھر معالج آئے کہتے کہ ہم کسی طرز بھی کوئی کسر نہ رکھتے.... ہمارا تجربہ بھی یہی ہے.... جب موت کا وقت آتا ہے تو طبیب کے ذہن میں بھی کچھ نہیں آتا.... ہم نے اپنی بہت کوشش کی لیکن ہم بچا نہیں سکے.... بیماریوں کا علاج ہو سکتا ہے موت کا نہیں.... پھر لونڈیاں آئیں.... انہوں نے کہا کہ اگر مال و دولت سے.... خوبصورتی سے.... یا ہیرے جواہرات سے موت کو ٹال سکتیں تو ہم ہر طریقے سے حاضر تھیں لیکن موت کو کوئی ٹالنے والا نہیں....

پھر بادشاہ اخیر میں آتا ہے اور کہتا ہے اے شہزادے تم نے دیکھ لیا کوئی بھی موت کو نہیں ہٹا سکتا.... میں بھی کیا کر سکتا ہوں.... یہ اٹل چیز ہے آنے والی ہے اور آ گئی ہے.... اب اللہ تیری اگلے جہاں کی منزلیں آسان کرے.... اب تم کو سلام کر کے اگلے سال حاضر ہوں گے.... تو حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے مجھے اتنا اثر ہوا کہ اس کے بعد میں ساری چیزیں (لہو و لعب کے سامان) چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لیا اور موت کی تیاری میں لگ گیا....

حضرت سعید بن جُبیر رحمہ اللہ کی حجاج بن یوسف سے ملاقات

حجاج بن یوسف ثقفی حکومت کے انتظام میں بہت سخت تھا اگر حکومت کی مصلحت میں ہوتا تو وہ کسی کا خون بہانے میں بھی گریز نہیں کرتا تھا.... کوفہ میں ابن اشعت نے اس کے خلاف علم بغاوت بلند کیا.... کوفہ کے لوگ جو حجاج کی سختی سے عاجز تھے وہ ابن اشعت کے ساتھ ہو گئے.... اکثر علماء اور محدثین بھی اس کے ساتھ ہو گئے.... کئی مہینے کی جنگ کے بعد ابن اشعت کو شکست فاش ہوئی اس کے اکثر ساتھی گرفتار ہوئے....

ابن اشعت کے نمایاں مددگاروں میں مشہور تابعی بزرگ محدث سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے دوسرے لوگوں کے ساتھ یہ بھی گرفتار ہو کر شعبان ۹۵ھ ۱۴۷۱ء میں حجاج بن یوسف کے سامنے پیش کئے گئے.... حجاج بن یوسف کو ان پر بہت غصہ تھا اس لئے وہ یہ ارادہ کئے بیٹھا تھا کہ اگر ابن جبیرؒ نے معافی نہ مانگی تو ان کو ضرور قتل کرادے گا.... اس نے ان سے بہت سے الٹے سیدھے سوالات کئے لیکن حضرت سعیدؒ بن جبیر نے اس کے ہر سوال کا جواب نہایت بے باکی اور بے خوفی سے دیا....

اس نے پوچھا: ''تمہارا نام کیا ہے''؟

انہوں نے جواب دیا: ''سعید بن جبیرؒ''

حجاج نے کہا: ''نہیں بلکہ تم اس کے برعکس شقی بن کسیر ہو....''

انہوں نے نہایت اطمینان سے جواب دیا: ''میری ماں سے زیادہ میرے نام کا علم تم کو نہیں ہو سکتا انہوں نے میرا یہی نام (سعیدؒ بن جبیر) رکھا تھا....

اس نے کہا ''تمہاری ماں بھی بد بخت تھی اور تم بھی بد بخت ہو....''

انہوں نے جواب دیا ''غیب کا علم دوسری ذات (اللہ تعالیٰ) کو ہے....''

حجاج نے غصہ میں بھر کر کہا ''میں تمہاری دنیا کو دہکتی ہوئی آگ میں بدل دوں گا....''

''اگر مجھے یقین ہوتا کہ یہ تمہارے اختیار میں ہے تو میں تم کو اپنا معبود بنا لیتا....''

حضرت سعیدؒ نے حجاج پر تیکھا وار کیا....

حجاج نے بات کا رخ بدلتے ہوئے کہا:

''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے''....

انہوں نے جواب دیا''وہ امام الہدیٰ اور نبی رحمتؐ تھے....''

حجاج نے پوچھا: ''علی اور عثمان (رضی اللہ عنہما) کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے وہ جنت میں ہیں یا دوزخ میں''؟

حضرت ابن جبیرؒ نے فرمایا''اگر میں وہاں گیا ہوتا اور وہاں کے رہنے والوں کو دیکھا ہوتا تو بتا سکتا تھا مجھے کوئی غیب کا علم نہیں کہ بغیر دیکھے بتا سکوں....''

''خلفاء کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے''؟

''میں ان کا وکیل نہیں ہوں....''ابن جبیرؒ نے طنزیہ کہا....

''ان میں تم کس کو زیادہ پسند کرتے ہو''؟

اس نے اگلا سوال کیا....

''جو میرے خالق کے نزدیک زیادہ پسندیدہ تھا''حضرت سعیدؒ بن جبیر نے جواب دیا

''خالق کے نزدیک کون زیادہ پسندیدہ تھا''؟

ابن جبیر رحمہ اللہ نے فرمایا

''اس بات کا علم اس ذات کو ہے جو تمام بھیدوں اور ان کی پوشیدہ باتوں کو جانتی ہے''

''خلیفہ عبدالمالک بن مروان کی بابت تمہاری کیا رائے ہے''؟

حجاج نے ایسا سوال کیا جس سے ان کو بنو مروان کے خلاف ثابت کر سکے....

''تم ایسے شخص کے متعلق پوچھتے ہو جس کے گناہوں میں سے ایک گناہ تمہارا وجود ہے''

حضرت سعیدؒ نے متانت سے جواب دیا....

''تم ہنستے کیوں نہیں''؟

حجاج نے ان کی سنجیدگی کو دیکھ کر پوچھا....

''جو شخص مٹی سے پیدا کیا گیا ہو وہ مٹی جس کو آگ کھا جاتی ہے....اس شخص کے لئے ہنسنے کا کیا موقع ہے....''

''اچھا تو پھر ہم لوگ تفریحی مشاغل میں کیوں ہنستے ہیں''؟

''سب کے دل ایک جیسے نہیں ہوتے''....

''کیا تم نے کبھی تفریحی سامان دیکھا بھی ہے ابھی ہم تم کو عود اور بانسری سنواتے ہیں''

یہ کہہ کر حجاج نے عود اور بانسری بجانے کا حکم دیا....اس کا نغمہ سن کر حضرت سعید رحمہ اللہ بن جبیر رونے لگے....ان کو روتے دیکھ کر حجاج نے کہا: ''تم روتے کیوں ہو؟ موسیقی تو ایک تفریحی چیز ہے....''

''نہیں وہ تفریحی چیز نہیں بلکہ نالہ غم ہے.... بانسری کی پھونک نے مجھے وہ دن یاد دلا دیا جس دن صور پھونکا جائے گا یعنی قیامت ہوگی اور عود پر یہ حسرت ہے کہ وہ کاٹے ہوئے درخت کی لکڑی ہے کہیں اس کو ناحق نہ کاٹا گیا ہو....'' حضرت سعیدؒ نے اپنے رونے کی وجہ بتائی....

یہ سن کر حجاج بولا ''ابوعبداللہ! تمہاری حالت افسوس کے قابل ہے....''

''افسوس کے قابل تو صرف وہ شخص نہیں ہے جس کو آگ سے نجات دے کر جنت میں داخل کیا گیا ہو....'' حضرت ابن جبیرؒ نے فرمایا....

''ابوعبداللہ! کیا میں نے تم کو کوفہ کا امام نہیں بنایا تھا''....حجاج پھر اصلی موضوع کی طرف لوٹا

''بے شک بنایا تھا'' ابن جبیرؒ نے جواب دیا.... ''کیا میں نے تم کو عہدۂ قضا پر ممتاز نہیں کیا''؟ جب کوفہ والوں نے تمہاری مخالفت کی کہ تم عربی النسل نہیں ہو اور قاضی کو عربی النسل ہونا چاہئے میں نے ابو بردہ کو قاضی بنایا لیکن میں نے ان کو ہدایت کر دی کہ وہ بغیر تمہارے مشورے کے کوئی کام نہ کریں....کیا یہ صحیح نہیں ہے''؟

حجاج نے ان پر اپنا احسان جتایا.... ''بے شک یہ صحیح ہے'' حضرت سعیدؒ نے جواب دیا....

''کیا میں نے تم کو اپنا ندیم خاص نہیں بنایا حالانکہ اور سب عربی سردار تھے''؟

''ہاں یہ بھی درست ہے....''

''میں نے تم کو ایک لاکھ کی خطیر رقم حاجت مندوں کے لئے دی تھی پھر اس کا کوئی حساب نہیں مانگا....کیا یہ صحیح نہیں ہے''؟

حجاج نے یاد دلایا.... ''ہاں یہ بھی سچ ہے''....ابن جبیرؒ نے تسلیم کیا....

حجاج بن یوسف نے تمام سابقہ احسانات جتلا کر کہا

''پھر تم کو کس چیز نے میری مخالفت پر آمادہ کیا''؟

''میری گردن میں ابن اشعث کی بیعت کا طوق تھا میں اس بیعت کو نہیں توڑ سکتا تھا''

''تم کو ایک دشمن خدا کی بیعت کا اتنا پاس تھا اور امیر المومنین کی بیعت اور خدا تعالیٰ کا کوئی پاس نہیں تھا.... خدا کی قسم میں تم کو قتل کر کے واصل جہنم کئے بغیر اس جگہ سے نہ ہٹوں گا .... بتاؤ کس طرح قتل کئے جانا پسند کرتے ہو....'' حجاج نے کڑک کر کہا.... حضرت سعیدؒ بن جبیر نے نہایت اطمینان سے جواب دیا ''خدا کی قسم جس طرح تم مجھے قتل کرو گے خدا تم کو اسی طرح قتل کرے گا''.... ''کیا تم چاہتے ہو کہ میں تم کو معاف کر دوں''؟

''اگر ایسا کرو گے تو یہ معافی اللہ کی طرف سے ہوگی تمہارا کوئی احسان نہ ہوگا....''

''اگر تم مجھ سے معافی مانگ لو گے تو میں تم کو چھوڑ دوں گا''.... حجاج نے نرم ہو کر کہا....

''خدا کی قسم میں نے جو کچھ کہا ہے وہ حق اور برحق ہے.... اس لئے میں ہرگز ہرگز تم سے معافی نہیں مانگوں گا.... میں صرف اپنے رب سے معافی کا خواستگار ہوں....''

حضرت سعیدؒ نے موت کی پرواہ کئے بغیر کہا....

''پھر تو میں یقیناً تم کو قتل کر دوں گا....'' حجاج نے دھمکی دی....

حضرت ابن جبیرؒ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے میرا ایک وقت مقرر کر دیا ہے اس مقررہ وقت تک پہنچنا ضروری ہے اس کے بعد اگر میرا وقت آ گیا ہے تو پھر وہ ایک فیصل شدہ بات ہے اس سے میں کسی حال میں بچ نہیں سکتا اور اگر عافیت مقدر ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے....''

اس گفتگو کے بعد حجاج نے سمجھ لیا کہ ابن جبیرؒ نہ تو اس سے معافی مانگنے والے ہیں اور نہ اس سے ڈرنے والے ہیں چنانچہ جلاد کو حکم دیا کہ ان کو باہر لے جا کر قتل کر دے.... ان کے قتل کا فیصلہ سن کر حاضرین میں سے ایک شخص رونے لگا.... ابن جبیرؒ نے پوچھا ''تم روتے کیوں ہو''؟ اس نے کہا ''آپ کے قتل پر'' فرمایا: اس بات کے لئے رونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے.... یہ واقعہ تو اللہ تعالیٰ کے علم میں پہلے سے موجود تھا پھر یہ آیت تلاوت کی:

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا (حدید ۲۲)

''یعنی تم کو زمین میں اور اپنی جانوں میں جو مصیبتیں پہنچیں ان کو پیدا کرنے سے پہلے ہم نے لکھ رکھا ہے....''

قتل گاہ میں جانے سے پہلے انہوں نے اپنے بیٹے کو دیکھنے کے لئے بلایا....وہ رونے لگے تو فرمایا ''اس میں رونے کی کیا بات ہے؟

ستاون سال سے زیادہ تمہارے باپ کی زندگی تھی ہی نہیں....''

جب جلاد ان کو قتل گاہ کی طرف لے چلا تو وہ ہنستے ہوئے چلے....

ان کے لبوں پر ہنسی دیکھ کر حجاج نے ان کو واپس بلا کر پوچھا ''ابن جبیر! تم قتل ہونے جا رہے ہو....اس وقت ہنسی کا کیا موقع ہے''؟

فرمایا ''اے حجاج خداوند جبار و قہار کے مقابلہ میں تیری جرأت و سرکشی اور تیرے مقابلہ پر اللہ تعالیٰ کے حلم و نرمی کو دیکھ کر مجھے ہنسی آ رہی ہے....''

یہ تیکھا جملہ سن کر حجاج غصہ سے سرخ ہو گیا وہ غیض و غضب سے کانپنے لگا....اس نے جلاد سے کہا ''ان کی گردن یہیں میرے سامنے ماردی جائے''....

جلاد نے قتل کا چمڑا بچھایا تو یہ اس پر نہایت اطمینان کے ساتھ قبلہ رخ کھڑے ہو گئے اور بلند آواز میں یہ آیت پڑھی:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (الانعام: ۷۹)

''میں نے یکسو ہو کر اپنا رخ اس ذات کی طرف کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں....''

یہ آیت سن کر حجاج نے جلاد کو حکم دیا کہ ان کا رخ قبلہ سے الٹی طرف کو پھیر کر قتل کرے جب اس نے ان کا رخ پھیرا تو انہوں نے فرمایا ''اس میں کوئی حرج نہیں

اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ط (البقرہ)

''یعنی تم جدھر میرا منہ پھیرو گے ادھر ہی اللہ کی جہت ہوگی''....

حجاج نے سخت لہجہ میں جلاد کو پکارا ''ان کو زمین پر اوندھا لٹا کر قتل کرو!''

حضرت سعیدؒ بن جبیر نے زمین پر سر رکھ کر پڑھا:

مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ وَفِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى

(اسی زمین میں سے ہم نے تم کو پیدا کیا اسی میں لوٹائینگے پھر اسی سے دوبارہ پیدا کرینگے)

پھر بلند آواز سے یہ دعا کی ''اے اللہ تو حجاج کو ایسے کردے کہ میرے بعد یہ کسی مومن کے قتل پر قادر نہ ہوسکے....''

یہ الفاظ ان کے منہ سے نکلے اور جلاد کی تلوار کی چمک لوگوں کو دکھائی دی حضرت سعیدؒ بن جبیر کا سر تن سے جدا ہو گیا لیکن ان کی زبان پر یہ الفاظ تھے....

اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمداً عبده و رسوله

اس مردحق گو کے خون سے حجاج کا دربار سرخ ہو گیا لیکن حجاج کو اس کے بعد چند دن زندہ رہنا نصیب ہوا اور معدہ میں کیڑے پڑ جانے کی وجہ سے اس کا انتقال ہو گیا....(تابعین شاہ معین الدین احمد ندوی)

ایک لڑکے کی حجاج بن یوسف سے ملاقات

ایک لڑکا جس نے حجاج بن یوسف جیسے جابر حکمران کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس سے حق اور سچ گفتگو کی وہ گفتگو جو کسی عام انسان کے بس کی بات نہیں تھی....

چنانچہ سنئے: ایک مرتبہ حجاج اپنے محل کے دریچہ میں نشست فرما تھا....عراق کے بعض سردار بھی حاضر تھے....ایک لڑکا جس کے بال اس کی کمر تک لٹک رہے تھے اس نے فلک نما عمارت کو غور سے دیکھا دائیں بائیں نظر کی اور بآواز بلند کہا: ''کیا اونچی اونچی زمینوں پر نشان بناتے ہو....بے فائدہ اور مضبوط قلعے بناتے ہو....اس خیال سے کہ ہمیشہ جیتے رہو گے'' حجاج تکیہ لگائے بیٹھا تھا یہ سن کر سیدھا ہو گیا اور کہنے لگا لڑکے تو مجھے عقل مند اور ذہین معلوم ہوتا ہے ادھر آ: وہ آیا تو اس سے کچھ باتیں کرنے کے بعد کہا....کچھ پڑھو....لڑکے نے پڑھنا شروع کیا....اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡم

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ وَرَاَيۡتَ النَّاسَ يَدۡخُلُوۡنَ فِىۡ دِيۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا

ترجمہ: شیطان رجیم سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں جبکہ خدا کی مدد اور فتح آئی اور تو دیکھے کہ لوگ خدا کے دین سے فوج فوج نکلے جا رہے ہیں....

حجاج:.... ''یَدۡخُلُوۡنَ'' پڑھو یعنی داخل ہوتے ہیں....

لڑکا:.... بے شک داخل ہی ہوتے تھے مگر تیرے عہد حکومت میں چونکہ لوگ نکلے جا رہے ہیں اس لئے میں نے خروج کا صیغہ استعمال کیا....

حجاج:.... تو جانتا ہے میں کون ہوں؟

لڑکا:.... ہاں میں جانتا ہوں کہ ثقیف کے شیطان سے مخاطب ہوں....

حجاج:.... تو دیوانہ ہے اور قابل علاج ہے اچھا امیر المومنین کے بارے میں تم کیا کہتے ہو

لڑکا: خدا ابوالحسن (حضرت علی کرم اللہ وجہہ) پر رحمت کرے....

حجاج: میری مراد عبدالملک بن مروان سے ہے....

لڑکا: اس نے تو اتنے گناہ کئے ہیں کہ زمین و آسمان میں نہیں سما سکتے....

حجاج: ذرا ہم بھی تو سنیں کہ وہ کون کون سے گناہ ہیں؟

لڑکا: ان گناہوں کا ایک نمونہ تو یہ ہے کہ تجھ جیسے ظالم کو حاکم بنایا تو وہ ہے کہ غریب رعایا کا مال مباح اور خون حلال سمجھتا ہے....

حجاج نے مصاحبوں کی طرف دیکھا اور کہا اس گستاخ لڑکے کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ سب نے کہا اس کی سزا قتل ہے کیونکہ یہ اطاعت پذیر جماعت سے الگ ہو گیا ہے....

لڑکا: اے امیر! تیرے مصاحبوں سے تو تیرے بھائی فرعون کے مصاحب اچھے تھے جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی کے متعلق فرعون سے کہا تھا کہ ان کے قتل کرنے میں جلدی نہ کرنا چاہئے یہ کیسے مصاحب ہیں کہ (محض خوشامد کی وجہ سے) بغیر سوچے سمجھے میرے قتل کا فتویٰ دے رہے ہیں....

حجاج نے یہ سوچ کر کہ ایک معصوم لڑکے کے قتل سے ممکن ہے سوزش عظیم نہ ہو جائے نہ صرف اس کے قتل کا ارادہ ملتوی کر دیا بلکہ اب خوف دلانے کے بجائے نرمی سے کام لینا شروع کیا اور کہا....

اے لڑکے! تہذیب سے گفتگو کر اور زبان کو بند کر.... جا میں نے تیرے واسطے چار ہزار درہم کا حکم دے دیا ہے (اس کو لے کر اپنی ضرورتیں پوری کر لے)

لڑکا: مجھے درہم ودام کی کوئی ضرورت نہیں خدا تیرا منہ سفید اور تیرا ٹخنہ اونچا کرے....

حجاج نے اپنے مصاحبوں سے کہا کہ سمجھتے ہو اس کا مطلب کیا ہے؟ امیر ہم سے بہتر سمجھتا ہے.... حجاج نے کہا اس نے اس فقرہ سے کہ خدا تیرا منہ سفید کرے میرے لئے کوڑھ کے مرض کی دعا کی ہے اور ٹخنہ اونچا ہونے سے سولی لٹکانا مراد لیا ہے.... حجاج نے لڑکے سے کہا: ہم نے تیری نوخیزی پر رحم کیا ہے اور تیری ذہانت وذکاوت اور تیری جسارت وجرأت کی وجہ سے تیری خطاء معاف کی ہے اس کے بعد لڑکے نے حجاج سے اور بھی باتیں کیں اس کے چلے جانے پر اپنے مصاحبین سے کہا کہ خدا کی قسم! میں نے اس سے زیادہ دلاور اور سربکف کسی کو نہیں پایا اور امید ہے کہ وہ بھی مجھ جیسا کسی کو نہ پائے گا....

فرزدق کی ہشام سے ملاقات

ہشام بن عبدالملک بن مروان اپنی خلافت کے زمانے میں ایک سال حج کے لئے آیا اور خانہ کعبہ کے طواف کے بعد حجر اسود کو بوسہ دینے کے لئے اس کی طرف بڑھا لیکن ہجوم کی وجہ سے حجر اسود تک نہ پہنچ سکا.... جب وہ منبر پر کھڑا ہوا تو امام زین العابدین رضی اللہ عنہ تشریف لائے.... آپ اجلے کپڑوں میں ملبوس اور عطر کی خوشبو سے مہک رہے تھے اور آپ کا چہرۂ مبارک چمک رہا تھا.... طواف کے بعد جب آپ حجر اسود کی طرف بڑھے تو تمام لوگ پیچھے ہٹ گئے اور جب تک حجر اسود کے بوسے سے فارغ ہو کر خود پیچھے نہیں ہٹ گئے باقی لوگ پیچھے ہٹے رہے.... ہشام کے ساتھ جو لوگ دمشق سے آئے ہوئے تھے انہیں یہ دیکھ کر حیرت ہوئی اور ان میں سے ایک نے ہشام سے پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہے؟

لوگوں نے آپ کی تو کوئی پرواہ نہیں کی حالانکہ آپ امیر المومنین ہیں اور اس کی اس قدر تعظیم کر رہے ہیں.... ہشام نے اپنی سبکی پر پردہ ڈالنے کے لئے از راہ تجاہل عارفانہ جواب دیا کہ: میں تو اسے نہیں پہچانتا کہ یہ کون ہے؟

فرزدق جو اس کا درباری شاعر اور قصیدہ گو تھا اس کی غیرت ایمانی جو پڑی سو رہی تھی.... ہشام کے منہ سے یہ اہانت آمیز کلمات سن کر فوراً جوش میں آ گئی اور اس نے کہا کہ اگر آپ کو نہیں معلوم کہ یہ کون ہے تو لو غور سے سنو! میں بتاتا ہوں کہ یہ کون ہے؟

اور اس کے بعد فی البدیہہ حسب ذیل اشعار امام زین العابدینؓ کے تعارف میں کہے:

هذا الذی تعرف البطحاء وطاته　　هذا التقی النقی الطاهر العلم

یہ وہ ہے جس کے قدموں کے نشان تک وادی بطحاء پر یہ سب سے پرہیز گار....
سب سے پاکیزہ صفت اور سب سے زیادہ بے داغ نشان والا ہے....''

والبیت یعرفه والحل والحرم　　هذا ابن خیر عبادلله کلهم

گھر اور حل اور حرم سے باہر کے علاقے سب پہچانتے ہیں.... یہ خدا کے بندوں میں سے بہترین بندے کا فرزند ہے....

هذا ابن فاطمة الزهرآء ان کنت جاهله　　بجده انبیاء الله قد ختم

''اگر تو اسے نہیں جانتا تو یہ فاطمۃ الزہرا (رضی اللہ عنہا) کا نور نظر ہے....
یہ وہ ہے جس کے جدامجد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر خدا کے انبیاء کا سلسلہ ختم ہوا....''

یبیں نور الدجیٰ عن نور طلعته　　کالشمس ینجاب عن اشراقها الظلم

''یہ وہ ہے جس کی پیشانی کے نور سے ظلمت اسی طرح بھاگتی ہے جیسے سورج کے طلوع ہونے سے تمام اندھیرے چھٹ جاتے ہیں....''

یغضی حیاء و یغضیٰ من مهابة　　فما یکلم الاحین یبتسم

''یہ وہ ہے جو حیا کی وجہ سے آنکھ ہمیشہ نیچی رکھتا ہے اور لوگ اس کی ہیبت کی وجہ سے اس کے روبرو آنکھ اونچی نہیں کر سکتے اور بات کرتا ہے تو منہ سے پھول جھڑتے ہیں....''

اذرأته قریش قال قائلها　　الیٰ مکارهم هذا ینتهی الکرمه

''یہ وہ ہے جسے قریش (مکہ معظمہ کے لوگ) جب دیکھتے ہیں تو ہر ایک بول اٹھتا ہے کہ بخشش وعطا اور خصائل حمیدہ اس پر ختم ہیں....''

ینمی الیٰ ذروة العزالتی قصرت　　عن نیلها عرب الاسلام و العجم

''یہ عزت وشوکت کی ان چوٹیوں پر چڑھا ہے جن پر عرب وعجم کے مسلمانوں میں سے کوئی دوسرا نہیں چڑھ سکا ہے....''

من جده دان فضل الانبیاء له　　و فضل امته دانت له الامم

''یہ وہ ہے جس کے جد امجد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمام انبیاء کے سردار اور جس کی امت تمام امتوں سے افضل ہے اور تو بھی انہی کی امت ہے....''

كاديمسكه عرفان و احته رکن الحطيم اذا ماجاء يمنلم

''یہ وہ ہے کہ بعید نہیں کہ جب وہ حجر اسود کو بوسہ دینے کے لئے آگے بڑھے تو حجر اسود بھی اس کی خوشبو کو پہچان کر اس کا ہاتھ تھام لے....''

فی كفه حيز و ان ريحه عبق من كفه ار و فی عرنينه شمم

''اس کے ہاتھ میں بید مشک کی چھڑی ہے اور اس کی خوشبو خوب پھیل رہی ہے اسکی ناک بلند ہے اور اسکے ہاتھوں ظاہر ہونے والے کارنامے جرأت و جمال میں حیرت انگیز ہیں....''

سلسل الخليقة لا يخفىٰ بوادره يزينه اثنانِ حسن الخلق و الشمم

''وہ بہت نرم خو ہے اور اس کی خوبیاں کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں وہ حسن خلق اور بلندی کردار کی دونوں خوبیوں سے مزین ہے....''

مشتقة عن رسول الله نبعته طابت عناصره و الخيم و الشيم

''اس کی تمام عادات اور اس کے خصائل و عناصر جو سب کے سب اس نے رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پائے ہیں بہت ہی عمدہ ہیں....''

فليس قولک؟ من هذا يضائره العرب تعرف من انكرت و العجم

''اس لئے تیرا یہ کہنا کہ (تو نہیں جانتا کہ) یہ کون ہے اسے کچھ نقصان نہیں دے سکتا جبکہ جس کا تو انکار کر رہا ہے اسے عرب و عجم سب جانتے ہیں....''

كلتايديه غياث عم نفعهما تستو كفان و لا يعروهما العدم

''اس کے دونوں ہاتھ ایسے ہیں جن کا فیض بارش کی طرح عام ہے ان کی بخشش ہر وقت جاری رہتی ہے حتیٰ کہ سخت بدحالی میں بھی ختم نہیں ہوتی....''

عم البرية بالاحسان فالقشعت عنها الغباية و الاملاق و الظلم

''تمام مخلوقات پر ان کا احسان عام ہے اور ان کی بدولت جہالت و غفلت.... تنگدستی اور ظلم و زیادتی سب دور ہو گئے....''

لا يستطيع جواد بعدغا يتهم ولا يدانيهم قوم و ان كرم

''کوئی بڑے سے بڑا سخی بھی ان کی برابری کی استطاعت نہیں رکھتا اور کوئی گروہ بھی خواہ وہ کتنا ہی بخشش کرنے والا ہو ان کے مرتبے کے قریب نہیں پھٹک سکتا....''

هم الغبوث اذاما ازمة ازمت والاسد اسد الشرى والناس محتدم

''یہ وہ لوگ ہیں جو اس وقت بھی بارش کی طرح برستے ہیں جبکہ قحط سالی کے آثار رونما ہوتے ہیں اور جو اس وقت بھی شیر بیشہ ہوتے ہیں جبکہ لوگ لڑائی کے میدان میں آگ جلانے والے ہوں....''

من معشرجبهم دين و بغضهم كفرو قربهم ينجى و معتصم

''یہ ان لوگوں میں سے ہے، جن کی محبت دین ہے اور جن سے بغض کفر ہے اور جن کا قرب نجات اور پناہ دینے والا ہے....''

ان عداهل التقىٰ كانوا ائمتهم وقيل من خير اهل الارض قيل هم

''اگر اہل تقویٰ اور خدا ترس لوگوں کو جمع کیا جائے تو یہی ان کے امام ہوں گے اور اگر یہ پوچھا جائے کہ دنیا میں افضل ترین لوگ کون ہیں تو بھی جواب ملے گا کہ یہی لوگ....''

سیانٌ ذالک ان اشرو او ان علموا لا ينفض العسر بسطاً من اكفهم

''ان کے لئے صاحب ثروت اور نادار ہونا دونوں برابر ہیں ان کے ہاتھوں کی فراخی کو ان کی تنگ دستی بھی کم نہیں کرسکتی....''

الله فضله كرماً و شرفه جرىٰ بذالک فى لوح له القلم

''اللہ تعالیٰ نے اسے بزرگی اور شرف سے نوازا ہے اور لوح و قلم میں یہ حکم جاری ہو چکا ہے....''

مقدم بعد ذكر الله ذكرهم فى كل بدو و مختوم به القلم

''ان کا ذکر اللہ کے ذکر کے بعد ہر جگہ مقدم ہے اور اس کے حکم کے بعد قلم نے ہر جگہ لکھنا بند کردیا ہے....''

من يعرف الله يعرف اوليته والدين من بيت هذا ناله الامم

''جو شخص اللہ کو جانتا ہو اسے اس شخص کو بدرجہ اولیٰ جاننا چاہئے کیونکہ اس کا دین اسی

شخص کے گھر سے امت تک پہنچا ہے...."

ای القبائل لیست فی رقابهم اماؒ باء هذا اوله نعم

"وہ کون سے قبیلے ہیں جن کی گردنوں پر اس کے بزرگوں کی یا اس کی نعمتیں اور بخششیں لدی ہوئی نہیں ہیں...."

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے اس تعارف کے ساتھ فرزدق نے دوسرے اہل بیت میں سے بھی بعض کی شان بیان کی.... ظاہر ہے کہ ہشام کے تو پسینے چھوٹ گئے اس نے فوراً حکم دیا کہ اسے عسفان (مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ) میں قید کر دیا جائے....

حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ فرزدق کی اس جرات ایمانی اور بے باکی سے خوش ہوئے اور اس ابتلاء میں اس کی مدد اور دلجمعی کے لئے بارہ ہزار درہم و دینار اس پیغام کے ساتھ بھجوائے کہ: اے ابو فراش! ہم معذور اور محتاج ہیں اگر اس سے زیادہ مال ہمارے پاس ہوتا تو وہ بھی ہم تجھے دیتے....

فرزدق نے وہ مال واپس کرتے ہوئے عرض کیا کہ میں نے یہ کام کسی دنیوی لالچ یا انعام و کرام کے لئے نہیں کیا بلکہ میں بادشاہوں کے جھوٹے قصیدے اور ان کی جھوٹی مدح سرائیاں کر کر کے گناہوں کا پلڑا بہت بھاری کر چکا ہوں میں نے اسی کے کسی حد تک کفارے کے طور پر یہ کام کیا ہے اور خدا ہی سے اجر کے لئے اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی دوستی اور محبت کی طلب رکھتا ہوں.... (کشف الجواب)

سلیمان بن عبدالملک کی حضرت ابو حازم رحمہ اللہ سے ملاقات

اُموی حکمران سلیمان بن عبدالملک عبدالملک بن مروان کا بیٹا اور ولید بن عبدالملک کا حقیقی بھائی تھا.... سلیمان بعض حیثیتوں سے اپنے پیشرووں سے زیادہ بہتر حکمران ثابت ہوا تھا اس کا سب سے بڑا کارنامہ جو سینکڑوں کارناموں سے بڑھ کر ہے یہ ہے کہ اس نے اپنی حقیقی اولاد اور سگے بھائیوں کی موجودگی کے باوجود اپنے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا.... حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ وہ ہستی تھے جنہوں نے اموی سلطنت کو خلافتِ راشدہ کے قالب میں بدل دیا تھا....

امام دارمیؒ (م ....۲۵۵ھ) نے اپنی سنن میں سلیمان بن عبدالملک کی حضرت ابو حازم تابعیؒ سے ملاقات اور بات چیت کا ایک واقعہ ذکر کیا ہے.... یہ واقعہ جہاں اپنی جگہ نہایت ہی اثر انگیز اور سبق آموز ہے وہیں اس سے حضرت ابو حازمؒ کی جرأت و بیباکی.... حق گوئی وصاف گوئی اور استغناء و بے نیازی کا بھی پتہ چلتا ہے....ملاحظہ فرمایئے:

حضرت امام دارمیؒ اپنی سند سے روایت فرماتے ہیں کہ

''ایک مرتبہ سلیمان بن عبدالملک مکہ مکرمہ جاتے ہوئے مدینہ طیبہ سے گزرے تو چند روز وہاں قیام کیا....آپ نے لوگوں سے دریافت کیا کہ مدینہ طیبہ میں اب کوئی ایسا آدمی موجود ہے جس نے کسی صحابی کی صحبت پائی ہو؟

لوگوں نے کہا کہ ہاں ابو حازمؒ ایسے شخص ہیں....سلیمان نے اپنا آدمی بھیج کر ان کو بلوالیا....

جب وہ تشریف لائے تو سلیمان نے کہا کہ اے ابو حازم! یہ کیا بے مروتی اور بے وفائی ہے؟

ابو حازمؒ نے کہا....امیر المومنین آپ نے میری کیا بے مروتی اور بے وفائی دیکھی ہے؟

سلیمان نے کہا کہ مدینہ کے سب مشہور لوگ مجھ سے ملنے آئے آپ نہیں آئے....ابو حازمؒ نے کہا....امیر المومنین میں آپ کو اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں اس سے کہ آپ کوئی ایسی بات کہیں جو واقعہ کے خلاف ہو....آج سے پہلے نہ آپ مجھ سے واقف تھے اور نہ میں نے کبھی آپ کو دیکھا تھا....(ایسے حالات میں خود ملاقات کے لیے آنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا....بے وفائی کیسی)؟

سلیمان نے جواب سن کر ابن شہاب زہری اور حاضرین مجلس کی طرف التفات کیا تو امام زہریؒ نے فرمایا کہ ابو حازم نے صحیح فرمایا....آپ نے غلطی کی....اس کے بعد سلیمان نے روئے سخن بدل کر کچھ سوالات شروع کئے....

سلیمان: اے ابو حازم یہ کیا بات ہے کہ ہم موت سے گھبراتے ہیں؟

ابو حازم: وجہ یہ ہے کہ آپ نے اپنی آخرت کو ویران اور دنیا کو آباد کیا ہے اس لیے آبادی سے ویرانے میں جانا پسند نہیں....سلیمان نے تسلیم کیا اور پوچھا کہ کل اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری کیسے ہوگی؟

ابو حازم: نیک عمل کرنے والا تو اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح جائے گا جیسے کوئی مسافر سفر سے واپس اپنے گھر والوں کے پاس جاتا ہے....اور بُرے عمل کرنے والا اس

طرح پیش ہوگا جیسے کوئی بھاگا ہوا غلام پکڑ کر آقا کے پاس حاضر کیا جائے....

سلیمان یہ سن کر رو پڑے اور کہنے لگے کاش ہمیں معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے کیا صورت تجویز کر رکھی ہے؟

ابو حازم: اپنے اعمال کو اللہ تعالیٰ کی کتاب پر پیش کرو تو پتہ لگ جائیگا....

سلیمان: قرآن کی کس آیت سے یہ پتہ لگے گا؟

ابو حازم: اس آیت سے **اِنَّ الاَبرَارَ لَفِی نَعِیمٍ وَّاِنَّ الفُجَّارَ لَفِی جَحِیمٍ** ....یعنی بلاشبہ نیک عمل کرنے والے جنت کی نعمتوں میں ہیں اور نافرمان گناہ شعار دوزخ میں....

سلیمان: اللہ تعالیٰ کی رحمت تو بڑی ہے وہ بدکاروں پر بھی حاوی ہے....

ابو حازم: "**اِنَّ رَحمَةَ اللهِ قَرِیبٌ مِّنَ المُحسِنِینَ**" یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت نیک عمل کرنے والوں سے قریب ہے....

سلیمان: ابو حازم اللہ کے بندوں میں سب سے زیادہ عزت والا کون ہے؟

ابو حازم: وہ لوگ جو مروت اور عقل سلیم رکھنے والے ہیں....

سلیمان نے پوچھا کہ کونسا عمل افضل ہے؟

ابو حازم: فرائض وواجبات کی ادائیگی حرام چیزوں سے بچنے کے ساتھ....

سلیمان: کون سی دعاء قابل قبول ہے؟

ابو حازم: جس شخص پر احسان کیا گیا ہو اس کی دعاء اپنے محسن کے لیے **اَقرَب اِلَی القبول** ہے....

سلیمان: صدقہ کونسا افضل ہے؟

ابو حازم: مصیبت زدہ سائل کے لیے باوجود اپنے افلاس کے جو کچھ ہو سکے اس طرح خرچ کرنا کہ نہ اس سے پہلے احسان جتائے اور نہ ٹال مٹول کر کے ایذاء پہنچائے....

سلیمان: کلام کونسا افضل ہے؟

ابو حازم: جس شخص سے تم کو خوف ہو یا جس سے تمہاری کوئی ضرورت اور امید وابستہ ہو اس کے سامنے بغیر کسی رورعایت کے حق بات کہہ دینا....

سلیمان: کونسا مسلمان سب سے زیادہ عقل مند اور ہشیار ہے؟

ابو حازم: وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے تحت کام کیا ہو اور دوسروں

کو بھی اس کی دعوت دی ہو.....

سلیمان: مسلمانوں میں کون شخص بیوقوف اور احمق ہے؟

ابوحازم: وہ آدمی جو اپنے کسی بھائی کی اس کے ظلم میں امداد کرے جس کا حاصل یہ ہو گا کہ اس نے دوسرے کی دنیا درست کرنے کے لیے اپنا دین بیچ دیا....

سلیمان: آپ نے صحیح فرمایا: ہمارے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

ابوحازم: مجھے اس سوال سے معاف رکھیں تو بہتر ہے؟

سلیمان: نہیں آپ ضرور کوئی نصیحت کا کلمہ کہیں....

ابوحازم: امیر المومنین آپ کے آباء و اجداد نے بزور شمشیر لوگوں پر تسلط کیا اور زبردستی ان کی مرضی کے خلاف ان پر حکومت قائم کی اور بہت سے لوگوں کو قتل کیا اور یہ سب کچھ کرنے کے بعد وہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے .... کاش آپ کو معلوم ہوتا کہ اب وہ مرنے کے بعد کیا کہتے ہیں اور ان کو کیا کہا جاتا ہے؟

حاشیہ نشینوں میں سے ایک شخص نے بادشاہ کے مزاج کے خلاف ابو حازم کی اس صاف گوئی کو سن کر کہا کہ ابوحازم تم نے یہ بہت بُری بات کہی ہے.... ابوحازم نے فرمایا: تم غلط کہتے ہو بری بات نہیں کہی بلکہ وہ بات کہی جس کا ہم کو حکم ہے.... اللہ تعالیٰ نے علماء سے اس کا عہد لیا ہے کہ وہ لوگوں کو حق بات بتلائیں گے چھپائیں گے نہیں....

سلیمان: اچھا پھر اب ہمارے درست ہونے کا کیا طریقہ ہے؟

ابوحازم: تکبر چھوڑو.... مروت اختیار کرو اور حقوق والوں کو انکے حقوق انصاف کیساتھ تقسیم کرو....

سلیمان: کیا یہ ہوسکتا ہے کہ آپ ہمارے ساتھ رہیں؟

ابوحازم: خدا کی پناہ.... سلیمان: یہ کیوں؟

ابوحازم: اس لیے کہ مجھے خطرہ ہے کہ میں تمہارے مال و دولت اور عزت و جاہ کی طرف کچھ مائل ہو جاؤں جس کے نتیجہ میں مجھے عذاب بھگتنا پڑے....

سلیمان: اچھا آپ کی کوئی حاجت و ضرورت ہو تو بتلایئے ہم اس کو پورا کریں....

ابوحازم: ہاں ایک حاجت ہے کہ جہنم سے نجات دلا دو اور جنت میں داخل کر دو....

سلیمان: یہ تو میرے اختیار میں نہیں....

ابوحازم: پھر مجھے آپ سے اور کوئی حاجت مطلوب نہیں....

سلیمان: اچھا آپ میرے لیے دعاء کیجئے....

ابوحازم: یا اللہ اگر سلیمان آپ کا پسندیدہ بندہ ہے تو اس کے لیے دنیا و آخرت کی بہتری کو آسان بنا دے اور اگر وہ آپ کا دشمن ہے تو اس کے بال پکڑ کر اپنی مرضی اور پسندیدہ کاموں کی طرف لے آ....

سلیمان: آپ نے بس کر دیا.... (کچھ مزید فرمایئے؟)

ابوحازم: میں نے اختصار کے ساتھ اکثر باتیں کہہ دی ہیں اگر آپ ان کے اہل ہیں تو فبہا ورنہ مجھے ایسی کمان سے تیر چلانے کا کوئی فائدہ نہیں جس کی تانت نہ ہو....

سلیمان: مجھے کوئی وصیت فرمائیں....

ابوحازم: مختصر یہ ہے کہ اپنے رب کی عظمت وجلال اس درجہ میں رکھو کہ وہ تمہیں اس مقام پر نہ دیکھے جس سے منع کیا ہے اور اس مقام سے غیر حاضر نہ پائے جس کی طرف آنے کا حکم دیا ہے

ابوحازم جب واپس تشریف لے گئے تو سلیمان نے سو اشرفیاں ہدیہ کے طور پر آپ کی خدمت میں بھیجیں اور لکھا کہ یہ آپ اپنے کاموں میں صرف کیجئے.... مزید بھی میں پیش کروں گا.... ابوحازم نے ایک خط کے ساتھ ان کو واپس کر دیا.... اس خط کے آخر میں لکھا تھا کہ ''اگر یہ سو اشرفیاں میرے کلمات کا معاوضہ ہیں تو میرے نزدیک مردار.... خون اور خنزیر کا گوشت اضطراری حالت میں اس سے بہتر ہیں اور اگر اس لیے بھیجی ہیں کہ بیت المال میں میرا حق ہے تو مجھ جیسے ہزاروں علماء اور دین کی خدمت کرنے والے ہیں اگر سب کو آپ نے اتنا ہی دیا ہے تو میں بھی لے سکتا ہوں ورنہ مجھے اس کی ضرورت نہیں''....

حضرت ابوحازم کا اصل نام سلمہ ہے والد کا نام دینار ہے.... آپ جلیل القدر تابعی بہت بڑے محدث.... فقیہ.... واعظ اور عابد و زاہد تھے.... محمد بن اسحاق بن خزیمہؒ کا کہنا ہے کہ ''آپ کے زمانہ میں کوئی آپ کا مثل نہ تھا''....

آپ مدینہ طیبہ کے قاضی اور شیخ تھے....

ابن سعد کا بیان ہے کہ ''آپ مسجد مدینہ میں فجر اور عصر کے بعد وعظ فرماتے تھے'' اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکمت و دانائی سے بہرہ مند فرمایا تھا اس لیے آپ نہایت ہی حکیمانہ کلام فرمایا کرتے تھے.... آپ نے فرمایا کہ: تم اس وقت تک عالم نہیں بن سکتے جب تک تم میں تین باتیں نہ پائی جائیں....

۱-اپنے سے زیادہ درجہ رکھنے والے کی جستجو میں نہ رہو
۲-اپنے سے کم درجے والے کی تحقیر نہ کرو
۳-اپنے علم سے دنیا حاصل نہ کرو

فرمایا: اپنی نیکیاں ایسے چھپاؤ جیسے اپنی برائیاں چھپاتے ہو....

فرمایا: ایسی تمام چیزیں جن کی وجہ سے تمہیں موت کا آنا گراں گزرتا ہو وہ چھوڑ دو پھر جس وقت بھی موت آجائے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا....

فرمایا: جو بندہ اپنے اور اپنے رب کے درمیان فرائض و تعلقات کو اچھا اور درست رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور دوسرے بندوں کے تعلقات کو درست رکھتا ہے اور جو بندہ اپنے اور اپنے رب کے فرائض میں کوتاہی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے اور دوسرے بندوں کے درمیان فرائض میں کوتاہی پیدا فرما دیتا ہے.... ایک شخص سے تعلقات خوشگوار رکھنا بہت سے لوگوں کے ساتھ تعلقات خوشگوار رکھنے سے زیادہ آسان ہے.... (یعنی اگر ایک خدا سے تعلقات خوشگوار ہونگے تو ساری دنیا سے تعلقات خوشگوار ہو جائیں گے) راجح قول کے مطابق ۱۴۰ھ میں آپ کی وفات ہوئی.... (تذکرۃ التابعین)

خلیفہ عبدالملک کے ایک قاصد کی حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے ملاقات

ایک مرتبہ خلیفہ عبدالملک بن مروان مدینہ آیا ہوا تھا.... ایک رات جب وہ سونے کو لیٹا تو بہت دیر کروٹیں بدلنے کے بعد بھی نیند نہیں آئی اس وقت رات زیادہ ہو جانے کی وجہ سے اس کے سب خدام اور چوبدار رخصت ہو چکے تھے کوئی آدمی ایسا نہ تھا جس سے بات چیت کر کے وقت کٹے.... اس نے اپنے اردلی سے کہا ''دیکھو شاید کوئی آدمی مسجد نبوی میں ایسا ہو گا جس سے بات چیت کر کے وقت کٹے.... اس کو بلا لاؤ''....

اردلی مسجد میں پہنچا صرف حضرت سعیدؒ بن مسیّب کو مشغول عبادت پایا.... وہ انہیں پہچانتا نہ تھا.... پہلے اس نے انہیں اشارہ سے بلایا.... مگر انہوں نے اس کی پرواہ نہیں کی.... پھر قریب جا کر کہا ''امیر المومنین کی نیند اچٹ گئی ہے.... انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ کسی

باتیں کرنے والے کو لے جاؤں تا کہ وقت کٹ سکے"....

سعیدؒ بن مسیتب نے کہا "امیر المومنین سے کہنا میں ان کا قصہ گو نہیں ہوں کہ ان کا دل بہلانے کو کہانی سناؤں"....اردلی نے کہا "تمہیں اپنی جان کی پرواہ نہیں ہے"....کہا "اگر وہ مجھے کسی سزا دینے کا ارادہ کریں تو مجھے یہاں اس وقت تک موجود پائیں گے جب تک وہ اپنا ارادہ پورا نہ کرلیں...."

اردلی نے لوٹ کر خلیفہ عبدالملک کو بتایا کہ "مسجد میں صرف ایک آدمی تھا....اس نے یہ جواب دیا" خلیفہ نے کہا "ایسے بے باک شخص سعیدؒ بن مسیتب ہو سکتے ہیں انہیں چھوڑ دو وہ اور طرح کے انسان ہیں"....(طبقات ابن سعد جز ٦ ص ٩٤)

حضرت امام مالک رحمہ اللہ کی خلیفہ منصور سے ملاقات

ایک مرتبہ خلیفہ منصور عباسی کو پتہ چلا کہ امام مالک بن انس بن سمعان اور ابن ابی ذئب رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ علماء اس کی حکومت سے ناراض ہیں....اس نے ان سب کو فوراً اپنے دربار میں طلب کیا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نہا دھو کر کفن کے کپڑے پہن کر اور عطر و حنوط وغیرہ مل کر دربار میں پہنچے خلیفہ نے دریافت کیا کہ اس سے ان لوگوں کو کیا شکایات ہیں....پھر جب اس نے ابن سمعانؒ اور اور ابن ابی ذئبؒ کو رخصت کر دیا تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا...."امام صاحب آپ کے کپڑوں سے حنوط کی خوشبو آ رہی ہے آپ نے یہ خوشبو کیوں لگائی ہے یہ تو مردے کو لگائی جاتی ہے"....امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "آپ کے دربار میں اس وقت بغیر کسی وجہ کے طلبی ہوئی تھی....اس بات سے مجھے یہ خیال ہوا کہ کچھ پوچھ تاچھ ہوگی اور یہ بھی ممکن ہے کہ میری حق گوئی آپ کو پسند نہ آئے اور آپ میرا سر قلم کرانے کا فیصلہ کرلیں اس لئے میں مرنے کے لئے پوری طرح تیار ہو کر آیا تھا...."

موت تجدید مذاق زندگی کا نام ہے خواب کے پردے میں بیداری کا اک پیغام ہے

(اقبالؒ)

منصور نے کہا "سبحان اللہ ابوعبداللہ! کیا میں خود اپنے ہاتھ سے اسلام کا ستون گراؤں گا؟" (کتاب الامامۃ والسیاسۃ جلد دوم طبع مصر)

امام مالک رحمہ اللہ سے ایک مسئلہ کی تحقیق کیلئے ملاقات

مدینہ منورہ کے گردونواح میں ایک ڈیرے پر ایک عورت فوت ہو جاتی ہے تو دوسری اسے غسل دینے لگی.... جو غسل دے رہی تھی جب اس کا ہاتھ مری ہوئی عورت کی ران پر پہنچا تو اس کی زبان سے نکل گیا میری بہنو! (جو دو چار ساتھ بیٹھی ہوئی تھیں)

یہ جو عورت آج مرگئی ہے اس کے تو فلاں آدمی کے ساتھ خراب تعلقات تھے....

غسل دینے والی عورت نے جب یہ کہا تو قدرت کی طرف سے گرفت آ گئی اس کا ہاتھ ران پر چمٹ گیا جتنا کھینچتی ہے وہ جدا نہیں ہوتا زور لگاتی ہے مگر رات ساتھ ہی آتی ہے دیر لگ گئی.... میت کے ورثاء کہنے لگے بی بی! جلدی غسل دو.... شام ہونے والی ہے ہم کو جنازہ پڑھ کر اس کو دفنانا بھی ہے.... وہ کہنے لگی کہ میں تو تمہارے مردے کو چھوڑتی ہوں مگر وہ مجھے نہیں چھوڑتا.... رات پڑ گئی مگر ہاتھ یوں ہی چمٹا رہا دن آ گیا پھر ہاتھ چمٹا رہا اب مشکل بنی تو اس کے ورثاء علماء کے پاس گئے.... ایک مولوی سے پوچھتے ہیں مولوی صاحب! ایک عورت دوسری عورت کو غسل دے رہی تھی تو اس کا ہاتھ اس میت کی ران کے ساتھ چمٹا رہا اب کیا کیا جائے؟ وہ فتویٰ دیتا ہے کہ چھری سے اس کا ہاتھ کاٹ دو! غسل دینے والی عورت کے وارث کہنے لگے ہم تو اپنی عورت کو معذور کرانا نہیں چاہتے ہم اس کا ہاتھ نہیں کاٹنے دیں گے....

انہوں نے کہا فلاں مولوی کے پاس چلیں اس سے پوچھا تو کہنے لگا چھری لے کر مری ہوئی عورت کا گوشت کاٹ دیا جائے مگر اس کے ورثاء نے کہا کہ ہم اپنا مردہ خراب کرنا نہیں چاہتے.... تین دن اور تین رات اسی طرح گزر گئے گرمی بھی تھی.... دھوپ بھی تھی.... بدبو پڑنے لگی.... گردونواح کے کئی کئی دیہاتوں تک خبر پہنچ گئی.... انہوں نے سوچا کہ یہاں مسئلہ کوئی حل نہیں کر سکتا.... چلو مدینہ منورہ میں.... وہاں حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ اس وقت قاضی القضاۃ کی حیثیت میں تھے.... وہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے حضرت! ایک عورت مری پڑی تھی دوسری اسے غسل دے رہی تھی اس کا ہاتھ اس کی ران کے ساتھ چمٹ گیا چھوٹتا ہی نہیں تین دن ہو گئے کیا فتویٰ ہے؟

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہاں مجھے لے چلو.... وہاں پہنچے اور چادر کی آڑ میں

پردے کے اندر کھڑے ہو کر غسل دینے والی عورت سے پوچھا بی بی! جب تیرا ہاتھ چمٹا تھا تو تو نے زبان سے کوئی بات تو نہیں کہی تھی؟ وہ کہنے لگی میں نے اتنا کہا تھا کہ یہ جو عورت مری ہے اس کے فلاں مرد کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے....

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے پوچھا بی بی! جو تو نے تہمت لگائی ہے کیا اس کے چار چشم دید گواہ تیرے پاس ہیں؟ کہنے لگی نہیں پھر فرمایا: کیا اس عورت نے خود تیرے سامنے اپنے بارے میں اقرار جرم کیا تھا؟ کہنے لگی نہیں.... فرمایا: پھر تو نے کیوں تہمت لگائی؟ اس نے کہا میں نے اس لئے کہہ دیا تھا کہ وہ گھڑا اٹھا کر اسکے دروازے سے گزر رہی تھی.... یہ سن کر امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے وہیں کھڑے ہو کر پورے قرآن میں نظر دوڑائی پھر فرمانے لگے....

قرآن پاک میں آتا ہے....

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً (سورۃ النور: آیت ۴)

جو عورتوں پر ناجائز تہمتیں لگا دیتے ہیں پھر ان کے پاس چار گواہ نہیں ہوتے تو ان کی سزا ہے کہ ان کو اسی کوڑے مارے جائیں.... تو نے ایک مُردہ عورت پر تہمت لگائی.... تیرے پاس کوئی گواہ نہیں تھا.... میں وقت کا قاضی القضاۃ حکم کرتا ہوں جلادو! اسے مارنا شروع کر دو.... جلادوں نے اسے مارنا شروع کر دیا وہ کوڑے مارے جا رہے ہیں.... ستر کوڑے مارے مگر ہاتھ یوں ہی چمٹا رہا.... پچھتر کوڑے مارے گئے مگر ہاتھ پھر بھی یوں ہی چمٹا رہا.... اناسی کوڑے مارے تو ہاتھ پھر بھی نہ چھوٹا جب اسی واں کوڑا لگا تو اس کا ہاتھ خود بخود چھوٹ کر جدا ہو گیا.... (زرقانی)

خلیفہ عبدالملک کی سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے ملاقات

حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ تعالیٰ ایک جلیل القدر تابعی گزرے ہیں....

آپ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے دوسرے سال مدینہ کے ایک صحابی کے گھر میں پیدا ہوئے.... اور ۷۵ برس کی عمر میں ۹۴ھ میں انتقال فرمایا....

زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آپ کے بارے میں فرمایا: ''اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کو دیکھتے تو بہت خوش ہوتے'' نماز باجماعت کا اتنا

اہتمام تھا کہ چالیس سال تک ایک وقت کی بھی نماز باجماعت ناغہ نہیں ہوئی....

مدینہ کی تاریخ میں ''حرہ'' کا واقعہ نہایت مشہور واقعہ ہے.... یہ واقعہ یزید اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اختلاف کے زمانے میں پیش آیا.... اہل مدینہ نے جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حمایت میں عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سردار بنا کر یزید کی بیعت توڑ دی.... اس وقت یزید کی فوجیں تین دن تک برابر مدینۃ الرسول میں قتل عام کرتی رہیں اور اس کو لوٹتی رہیں.... اس پر آشوب زمانہ میں کوئی شخص گھر سے باہر قدم رکھنے کی ہمت نہ کرتا تھا.... مسجدوں میں بالکل سناٹا رہتا تھا.... ایسے نازک وقت میں بھی سعید بن مسیب رحمہ اللہ تعالیٰ مسجد ہی میں جا کر نماز پڑھتے تھے.... لوگ انہیں دیکھ کر کہتے:

''ذرا اس بوڑھے مجنون کو دیکھو کہ اس حالت میں بھی مسجد نہیں چھوڑتا....''

اموی حکومت کا بانی مروان بن حکم اپنے بعد علی الترتیب عبدالملک اور اس کے بھائی عبدالعزیز کو خلیفہ بنا گیا تھا.... مروان کے بعد عبدالملک کی نیت میں فتور ہوا.... اس نے عبدالعزیز کو ولی عہدی سے خارج کر کے اپنے لڑکوں ولید اور سلیمان کو ولی عہد بنانا چاہا.... لیکن پھر قبیصہ بن ذویب کے سمجھانے سے رک گیا.... عبدالملک کی خوش قسمتی سے جلد ہی عبدالعزیز کا انتقال ہو گیا.... اب عبدالملک کے لئے میدان صاف تھا اس نے ولید اور سلیمان کو ولی عہد بنا کر ان کی بیعت کے لئے صوبیداروں کے نام فرمان جاری کر دیئے.... ہشام بن اسماعیل جو مدینہ کا والی تھا.... اس نے اہل مدینہ سے بیعت کے لئے سعید بن مسیب رحمہ اللہ تعالیٰ کو بلایا.... انہوں نے جواب دیا: ''میں عبدالملک کی زندگی میں دوسری بیعت نہیں کر سکتا....''

یہ ایک بہت سنگین معاملہ تھا.... کیونکہ سعید بن مسیب رحمہ اللہ تعالیٰ کی مخالفت کے معنی یہ تھے کہ مدینہ سے ایک بھی ہاتھ بیعت کے لئے نہ بڑھے.... چنانچہ ہشام نے سعید بن مسیب رحمہ اللہ تعالیٰ کو کوڑے سے پٹوایا اور ان کو سخت سزائیں دیں.... اس کے بعد ابوبکر بن عبدالرحمٰن کو ان سے گفتگو کے لئے بھیجا گیا.... واپسی کے بعد ہشام نے پوچھا: ''کیا سعید مار کے بعد کچھ نرم پڑے''.... ابوبکر نے جواب دیا: ''تمہارے اس سلوک کے بعد خدا کی قسم وہ پہلے سے زیادہ سخت ہو گئے ہیں.... اپنا ہاتھ روک لو....''

اب عبدالملک نے تدبیر سوچی ....اور جو شخص کوڑوں کی مار سے راضی نہیں ہوا تھا....اس کو دنیا کے لالچ سے رام کرنے کا منصوبہ بنایا....سعید بن میبّب رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک لڑکی جو صورت اور سیرت دونوں میں بہت ممتاز تھی اور اسی کے ساتھ اعلیٰ تعلیم (یافتہ) بھی تھی....اس نے سوچا کہ ولی عہد سے اس کا نکاح کر کے اس کو اپنی بہو بنالے....اس طرح باپ خود نرم پڑ جائے گا....اس نے امیر مدینہ ہشام بن اسماعیل المخزومی (جو سعید بن میبّب رحمہ اللہ تعالیٰ کے عزیز بھی تھے) کے ذمہ سعید بن میبّب رحمہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا کام سپرد کیا....

ہشام کو اپنی ناکامی کی پوری امید تھی....لیکن خلیفہ کے حکم کی تعمیل میں سعید بن میبّب رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن ادھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے....اس کے بعد کہا:

''جیسا کہ آپ کو علم ہے ....عبدالملک بن مروان نے اپنے دونوں بیٹوں ولید اور سلیمان کے لئے عوام سے بیعت لینے کا ارادہ کیا ہے....بیعت لینے سے قبل امیر المؤمنین یہ بھی چاہتے ہیں کہ ولید کو آپ اپنی دامادی کا شرف بخشیں....''

یہ سنتے ہیں سعید بن میبّب رحمہ اللہ تعالیٰ کے چہرے کا رنگ غصہ سے متغیر ہو گیا....
انہوں نے کہا: ''مجھے ان دونوں میں سے کچھ بھی منظور نہیں....''

اس انکار کے نتیجے میں سعید بن میبّب رحمہ اللہ تعالیٰ کو دوبارہ مختلف قسم کی سختیاں جھیلنی پڑیں اور طرح طرح سے ان پر دباؤ ڈالے گئے....مگر وہ اپنے انکار پر برابر قائم رہے....اور دوسری طرف یہ سوچتے رہے کہ کوئی مناسب رشتہ سامنے آئے تو لڑکی کا عقد کر دیا جائے....
اس کے بعد قریش کے ایک گمنام اور غریب آدمی ابو وداعہ کے ساتھ اس کی شادی کر دی....

مشہور مؤرخ ابن خلکان نے خود ابو وداعہ کی زبانی یہ واقعہ نہایت تفصیل سے نقل کیا ہے....جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

''میں سعید بن میبّب رحمہ اللہ تعالیٰ کے حلقہ میں پابندی سے بیٹھا کرتا تھا....ایک مرتبہ کچھ مدت تک حاضر نہ ہو سکا....اس کے بعد جب گیا تو انہوں نے پوچھا اتنے دنوں تم کہاں تھے؟ میں نے جواب دیا کہ میری بیوی کا انتقال ہو گیا تھا اس وجہ سے حاضر نہ ہو سکا....انہوں نے کہا: پھر ہمیں کیوں نہ تم نے خبر کی؟ ہم بھی اس تجہیز و تکفین میں شریک ہوتے....اس کے بعد جب

میں اٹھنے لگا تو انہوں نے کہا: تم نے دوسری بیوی کا کوئی انتظام کیا؟ میں نے کہا: خدا آپ پر رحم فرمائے ....کون میرے ساتھ شادی کرے گا جب کہ میں دو چار درہم سے زیادہ کی حیثیت کا آدمی نہیں ہوں....انہوں نے کہا اگر میں کروں تو تم کرنے کے لئے تیار ہو؟ میں نے کہا: بہت خوب! اس سے بہتر کیا ہے....اس کے بعد انہوں نے اللہ کی حمد بیان کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا اور اسی وقت دو یا تین درہم پر میرے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح پڑھا دیا....

ابووداعہ کہتے ہیں کہ میں اس کے بعد وہاں اٹھا اور میری خوشی کا عالم یہ تھا کہ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ میں کیا کروں؟ میں اپنے مکان پر پہنچا اور اس فکر میں پڑ گیا کہ اب رخصتی وغیرہ کے لئے قرض کہاں سے حاصل کروں؟ میں نے مغرب کی نماز پڑھی اور اس دن میں روزہ سے تھا...نماز کے بعد میں نے چاہا کہ کھانا کھاؤں....جو کی روٹی تھی اور زیتون کا تیل ....اتنے میں دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز آئی....میں نے پوچھا کون ہے؟ آواز آئی سعید.... میں نے سعید بن میسّب رحمہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اس نام کے ہر شخص کو تصور کیا....کیونکہ سعید بن میسّب رحمہ اللہ تعالیٰ تو چالیس برس سے اپنے گھر اور مسجد کے علاوہ کہیں دیکھے نہیں گئے ....اٹھ کر دروازہ کھولا تو وہاں سعید بن میسّب کھڑے تھے....ان کو دیکھ کر معاً خیال ہوا کہ شاید ان کا خیال بدل گیا ہے اور وہ فسخ نکاح کرانے آئے ہیں....میں نے کہا: اے ابومحمد (ابن میسّب کی کنیت) آپ نے کیوں زحمت فرمائی....مجھے بلا بھیجا ہوتا....انہوں نے کہا: نہیں....اس وقت مجھی کو تمہارے پاس آنے کی ضرورت تھی....میں نے کہا: پھر کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا: مجھے خیال آیا کہ تم اپنے گھر میں تنہا ہو گے....حالانکہ اب تو تمہاری شادی ہو چکی ہے....مجھے گوارا نہیں ہوا کہ تم تنہا رات بسر کرو....اور یہ ہے تمہاری بیوی....اس وقت ابن میسّب رحمہ اللہ تعالیٰ کی صاحبزادی ٹھیک ان کے پیچھے کھڑی تھیں....انہوں نے صاحبزادی کو دروازہ کے اندر کر کے باہر سے خود ہی دروازہ بند کر دیا اور واپس چلے گئے....

میری بیوی شرم کے مارے گر پڑی....پھر میں نے اندر سے دروازہ بند کیا....اور اس کے بعد چھت پر چڑھ کر پڑوسیوں کو آواز دی....وہ لوگ جمع ہوئے اور پوچھا کیا قصہ ہے؟ میں نے کہا: سعید بن میسّب نے آج اپنی لڑکی کا عقد میرے ساتھ کر دیا اور آج ہی اچانک وہ

اسے میرے گھر بھی پہنچا گئے....اور یہاں وہ گھر میں موجود ہے....لوگوں نے آ کر اسے دیکھا اور میری ماں کو خبر ہوئی تو وہ بھی آ گئیں....اور انہوں نے کہا اس کو چھونا تمہارے لئے حرام ہے جب تک میں حسب دستور تین دن تک اسے بنا سنوار نہ لوں....چنانچہ میں تین دن تک رُکا رہا ....اس کے بعد اس کے پاس گیا....میں نے پایا کہ وہ ایک حسین وجمیل خاتون ہے....کتاب اللہ کی حافظہ اور سنت رسول اللہ کی عالمہ ہے اور حقوق شوہری کو خوب پہچاننے والی ہے....

ابو وداعہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد ایک ماہ تک میں گھر ہی پر رہ گیا....اس دوران میں سعید بن میسب رحمہ اللہ تعالیٰ کا نہ کوئی حال معلوم ہوا....اور نہ ان سے ملاقات ہوئی.... پھر ایک مہینہ کے بعد میں ان کی صحبت میں حاضر ہوا....اس وقت وہاں مجلس قائم تھی....میں نے سلام کیا....انہوں نے سلام کا جواب دیا....اس کے بعد کوئی بات چیت نہ کی.... یہاں تک کہ جو لوگ مسجد میں تھے سب چلے گئے....اس کے بعد جب میرے سوا کوئی وہاں نہیں رہ گیا تو انہوں نے پوچھا تمہارے ساتھی کا کیا حال ہے؟ میں نے کہا بہترین حال ہے....

انہوں نے کہا: ''اِنَّ رَابَکَ شَیْءٌ فَالْعَصَا ....''

ترجمہ: ''یعنی وہ کوئی ناپسندیدہ حرکت کرے تو اس کو مارو....''

پھر میں اپنے گھر لوٹ آیا....اور یہ سعید بن میسب رحمہ اللہ تعالیٰ کی لڑکی تھی جس کے لئے خلیفہ عبدالملک بن مروان نے اپنے لڑکے ولید کا پیغام دیا تھا جب اس نے اس کو ولی عہد بنایا تھا تو سعید بن میسب رحمہ اللہ تعالیٰ نے شہزادہ ولید سے رشتہ کرنے سے انکار کیا.... جس کی وجہ سے عبدالملک....سعید بن میسب رحمہ اللہ تعالیٰ کے پیچھے پڑ گیا....یہاں تک کہ سخت سردی کے دن میں انہیں کوڑے سے پیٹا گیا اور ٹھنڈا پانی ڈالا گیا....

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی عیسائیوں سے ملاقات

سید الطائفہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ وہ تشریف لے جا رہے تھے....دیکھا کہ کچھ نصاریٰ نے کچھ مسلمانوں کو پکڑ رکھا ہے اور ان کو یہ طنز وطعن کر رہے ہیں کہ ہمارے گرجا اور ان کی عمارتوں کو دیکھو تو نہایت مضبوط نہایت مستحکم....نہ

دراڑ نہ شگاف نہ پھٹن اور تمہاری مسجدوں کو دیکھو تو نہایت کمزور کہیں شگاف ہے تو کہیں پھٹن ہے.... تو مسجدوں کے اندر تو یہ تغیر کی شان اور گرجا گھر کی کیفیت یہ ہے کہ نہایت مضبوط اور فلک بوس.... نہایت مستحکم اور قوی.... تو گویا وہ لوگ اس طرح یہ حقانیت بتلا رہے ہیں اور طنز وطعن کر رہے تھے کہ ایسا کیوں ہے؟

اتنے میں حضرت پہنچ گئے.... آپ بڑے صاحب کرامت تھے.... فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری مساجد میں قرآن پڑھا جاتا ہے اور تمہاری گرجاؤں میں قرآن کی تلاوت نہیں ہوتی اور قرآن کریم کی شان یہ ہے کہ **لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ** اور تھے صاحب کرامت.... اس آیت کو پڑھا اور گرجے کی جانب اشارہ کیا کہ گرجا آیت کا پڑھنا ہی تھا کہ پوری عمارت منہدم ہو کر نیچے آ گئی اور فرمایا کہ قرآن کریم کی صحیح حقیقت کا انکشاف ہو جائے تو اس سے زیادہ مضبوط مستحکم عمارت بھی زمین بوس اور زمین دوز ہو جائے مگر حق یہ ہے کہ ہم ان حقیقتوں کو اپنے اندر نہیں اتارتے جیسے کسی شخص نے ایک عالم سے اشکال کیا تھا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ جب تجلی ہوئی تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہوا اور موسیٰ علیہ السلام محفوظ رہے.... یہ ایک عجیب وغریب سوال کیا انہوں نے اس کا بڑا اچھا جواب دیا فرمایا کہ دیکھو! بلڈنگوں پر اگر بجلی گرے تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہے اور پھٹ جاتی ہے مگر خاص قسم کے تار بلڈنگوں پر لگا دیئے جاتے ہیں کہ اگر بجلی گرے تو وہ اسے جذب کر کے زمین میں اتار دیں اور اس عمارت کو محفوظ رکھیں تو جب تجلی ربانی ہوتی ہے تو استعداد اور قبولیت کا ایک خاص تار اور کنکشن موسیٰ علیہ السلام میں موجود تھا.... جس کے نتیجے میں صرف بے ہوشی کی نوبت آئی.... اور پہاڑ میں استعداد کا تار اور کنکشن نہیں تھا تو وہ ریزہ ریزہ ہو گیا تو موسیٰ علیہ السلام کو تو صرف لگا دھکا اور پہاڑ ہو گیا دکا.... یعنی ریزہ ریزہ کہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے بہر حال کہنے کا منشا یہی ہے کہ قرآن کریم کی اس حقیقت کو حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طریق پر واضح فرمایا: اور دیکھئے ایک بات اور بھی ہے کہ اگر ہم عظمت کے ساتھ پڑھیں تو واقعتہً ہماری زندگی بدل جائے.... (فیض ابرار جلد اول)

قاضی شریح رحمہ اللہ کی اپنے بیٹے سے ملاقات

ایک دن قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے نے کہا ابا جان میرا ایک قوم کے ساتھ قدیم جھگڑا ہے وہ اپنے حقوق کا دعویٰ کرتے ہیں اور میں اپنے حقوق کا مدعی ہوں فیصلہ ہونہیں پاتا ....آپ سے خانگی مشورہ کرنا چاہتا ہوں پہلے آپ اس کی تفصیل سن لیں اگر میرا مطالبہ سچا ہے تو میں اس جھگڑے کو آپ کی عدالت میں پیش کردوں تا کہ سرکاری فیصلہ ہو جائے اور اگر ان لوگوں کا مطالبہ سچا ہو تو میں ان سے "کچھ دو کچھ لو" کے تحت مصالحت کرلوں....

صاحبزادے نے جھگڑے کی تفصیل سنائی....قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت تحمل سے پورا واقعہ سنا اور بیٹے کو مشورہ دیا کہ عدالت میں مقدمہ پیش کردو....صاحبزادہ خوشی خوشی اپنے فریق کے پاس گئے اور اپنا حق طلب کیا لیکن ان لوگوں نے پہلے کی طرح انکار کیا....اس پر صاحبزادے نے عدالت میں رجوع ہونے کی دھمکی دی فریق مخالف نے اتفاق کرلیا....

دوسرے دن قاضی شریح کی عدالت میں دونوں کا مقدمہ پیش ہوا....قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں کی تفصیل سن کر بیٹے کے خلاف فیصلہ دیا....صاحبزادے عدالت کے کمرے ہی میں رو پڑے....گھر آ کر کہا ابا جان! آپ نے آج مجھ کو بری طرح رسوا کردیا قوم میں سر اٹھانے کے قابل نہ رہا آپ سے مشورہ تو اس لئے کیا تھا کہ عدالت سے رجوع ہوں یا ویسے ہی مصالحت کرلوں؟

آپ نے خود عدالت میں رجوع ہونے کا مشورہ دیا اور پھر میرے خلاف فیصلہ دیا.... اچھا ہوتا آپ مجھے مشورہ ہی نہ دیتے؟

قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ نے کہا بیٹا! یہ تو حقیقت ہے کہ تم میرے ہاں ان جیسے دنیا بھر کے لوگوں سے زیادہ عزیز ہو لیکن اللہ عزوجل تم سے بھی زیادہ عزیز تر ہیں....سنو جب تم نے اپنے گھر میں جھگڑے کی تفصیل سنائی اسی وقت مجھ کو احساس ہو گیا تھا کہ تمہارا فریق حق پر ہے اور تم ان سے ناجائز حق طلب کررہے ہو جو تمہارے لئے حلال نہیں اس لئے میں نے عدالت سے رجوع ہونے کا مشورہ دیا تا کہ اہل حق کو ان کا پورا حق مل جائے اور تم مال حرام سے محفوظ ہو جاؤ....ان سے مصالحت میں جو بھی مال تم کو ملتا وہ

بہر حال ناجائز ہی ہوتا....اب بتاؤ کیا میں نے تم پر ظلم کیا یا رحم کیا ہے؟

صاحبزادہ شرمندہ ہو گئے اور باپ کا ایک اور احسان تسلیم کیا....(تذکرۃ التابعین)

حاکم یمن کی امام طاؤس رحمہ اللہ سے ملاقات

ایک دفعہ امیر محمد بن یوسف نے حجاج بن یوسف کا بھائی (جو یمن کا حاکم تھا) اپنے خصوصی قاصد سے کہا کہ تم کسی طرح بھی طاؤس کو میرا ہدیہ پہنچا دو وہ کسی کا ہدیہ تحفہ قبول نہیں کرتے....اگر تم اس مہم میں کامیاب ہو گئے تو میں تمہیں خصوصی انعام دوں گا....

چنانچہ قاصد اشرفیوں سے بھری تھیلی لے کر آیا اور مختلف تدابیر و حیل سے امام طاؤسؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ کہہ کر تھیلی پیش کی کہ امیر محمد بن یوسف نے آپ کو سلام عرض کیا ہے اور آپ کی خدمت میں یہ ہدیہ پیش کیا ہے اور امید ظاہر کی ہے کہ آپ شرف قبولیت سے سرفراز کریں گے....وہ آپ کے اخلاق کریمانہ سے پوری پوری توقع رکھتے ہیں....

امام طاؤس رحمۃ اللہ علیہ نے پہلا جملہ یہی کہا....مجھ کو اس کی ضرورت نہیں ہے....

قاصد نے دوبارہ سہ بارہ اصرار کیا....اس پر امام طاؤس رحمہ اللہ دوسری جانب متوجہ ہو گئے

آخر اس بے رخی پر قاصد اٹھ کھڑا ہوا اور چلتے چلتے شیخ کی نظر سے بچ کر مکان کے ایک محراب میں تھیلی رکھ دی اور واپس آ کر امیر محمد بن یوسف سے کہا....آپ کا ہدیہ دینے میں کامیاب ہو گیا ہوں....شیخ طاؤس نے آپ کا ہدیہ قبول کر لیا ہے....(لیکن امیر کو اس کے بیان پر اطمینان نہ ہوا اور وہ خاموش ہو گیا)

دو چار ہفتوں بعد امیر نے سابقہ قاصد کے ساتھ دو اور قاصد امام طاؤسؒ کے یہاں روانہ کئے....اور انہیں یہ پیام دیا کہ امام سے کہنا کہ گزشتہ ہدیہ غلطی سے آپ کے پاس پہنچ گیا دراصل وہ فلاں شخص کی خدمت میں پیش کرنے کو دیا گیا تھا براہ کرم وہ ہدیہ واپس کر دیں....

امام طاؤسؒ نے جب یہ کہانی سنی تو فرمایا....کہاں کا ہدیہ....کیسا ہدیہ....نہ مجھے کسی نے دیا اور نہ میں اس سے واقف ہوں....دونوں قاصدوں نے پہلے قاصد کی طرف اشارہ کر کے کہا انہوں نے آپ کو پیش کیا تھا....

امام طاؤسؒ نے جب اس قاصد سے پوچھا تم نے کب دیا اور کیا دیا؟

بس اس سوال سے اس پر کپکپی طاری ہوگئی اور اس نے حقیقت ظاہر کردی کہ آپ کے مسلسل انکار پر میں نے وہ تھیلی آپ کے مکان کے فلاں محراب میں رکھ دی تھی اور یہ خیال کیا تھا کہ آپ کسی بھی وقت استعمال کرلیں گے.... جب دونوں قاصدوں نے محراب دیکھا تو تھیلی جوں کی توں رکھی تھی البتہ اس پر مکڑی نے اپنا جالا تان دیا تھا اور وہ نظروں سے پوشیدہ ہوگئی....

پھر ان دونوں نے وہ تھیلی اٹھالی اور امیر محمد بن یوسف کو پیش کردی....

اس واقعہ نے امیر کو اتنا متاثر کیا کہ وہ زندگی بھر افسوس کرتا رہا اور امام طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی تعرض نہ کیا.... (تذکرۃ التابعین)

امام طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے ہشام کی ملاقات

مشہور اُموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک اپنے زمانۂ خلافت میں ایک سال حج بیت اللہ کے لئے مکۃ المکرمہ آیا.... حرم مکی میں اپنے قاصد سے کہا کہ حاجیوں میں اگر کوئی صحابی رسول ہوں تو انہیں لے آؤ؟

میں چند مسائل دریافت کرنا چاہتا ہوں.... لوگوں نے کہا امیر المومنین! دورِ صحابہ ختم ہو چکا ہے اس وقت یہاں کوئی صحابی موجود نہیں ہیں.... کہا.... پھر کسی تابعی کو زحمت دو....

چنانچہ امام طاؤس بن کیسان لائے گئے .... جو حاجیوں کے ہجوم میں ایک جانب مشغول عبادت تھے....

جب یہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے پاس آئے تو اس کے فرش کے قریب اپنے جوتے اتار کر رکھ دیئے اور بے تکلفی وسادگی کے ساتھ بغیر کسی شاہی القاب صرف نام لے کر السلام علیکم یا ہشام بن عبدالملک کہا اور بازو بیٹھ گئے....

ہشام کو ان کا یہ طرز عمل ناگوار گزرا کہ سلام میں نہ امیر المومنین کہا نہ نام میں کنیت شامل کی اور بغیر اجازت بازو بیٹھ گئے.... اور سب سے زیادہ بے ادبی یہ کی کہ اپنے جوتے شاہی فرش پر ایک جانب رکھ دیئے.... اس غیر شاہی آداب واکرام پر ہشام بن عبدالملک کچھ دیر ضبط کیا پھر اس طرح بول پڑا....

اے طاؤس تم نے امیر المومنین کا اکرام نہیں کیا اور نہ شاہی آداب بجالائے....

عام انسانوں کی طرح سلام کیا اور بغیر اجازت بیٹھ گئے....

امام طاؤسؒ نے نہایت سکون اور وقار سے جواب دیا....

جوتے میں نے شاہی فرش کے ایک جانب رکھ دیئے یہ کوئی گستاخی نہیں کی میں تو ہر روز پانچ مرتبہ حرم شریف حاضری دیتا ہوں اور اپنے جوتے اسی حرم پاک کے ایک جانب رکھ دیا کرتا ہوں....اس عمل پر نہ کبھی رب العزت ناراض ہوا اور نہ مجھ پر گرفت کی....

آپ کا یہ کہنا کہ میں نے آپ کو امیر المومنین کے لقب کے ساتھ سلام نہیں کیا....

یہ اس لئے کہ تمام مسلمان آپ کی خلافت سے متفق نہیں ہیں پھر میں آپ کو ''امیر المومنین'' کیسے کہہ سکتا ہوں....

تیسری بات یہ کہ میں نے آپ کو آپ کے نام سے خطاب کیا ہے....

یہ کوئی گستاخی نہیں....اللہ رب العزت نے اپنے برگزیدہ رسولوں کا نام ہی لے کر خطاب کیا ہے....

یا داؤد....یا موسیٰ....یا یحییٰ....یا زکریا....یا عیسیٰ (علیھم السلام)

البتہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے دشمنوں اور گستاخوں کو کنیت سے پکارا ہے....

تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ (الآیۃ)

رہا آپ کا یہ اعتراض کہ میں آپ کی اجازت کے بغیر بیٹھ گیا....سنئے....

میں نے امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالبؓ سے سنا ہے فرماتے ہیں

''اگر دنیا میں کسی جہنمی شخص کو دیکھنا چاہو تو ایسے شخص کو دیکھ لو جو خود تو بیٹھا ہوا ہے اس کے اطراف لوگ ادب سے کھڑے ہیں....''

اے خلیفہ میں نہیں چاہتا کہ آپ اہل نار میں شامل ہوں....اس لئے میں بیٹھ گیا....

ہشام بن عبدالملک اس وضاحت پر شرمندہ ہوا چند لمحات گزرنے بھی نہ پائے کہنے لگا یا ابا عبدالرحمٰن (طاؤس) جزاک اللہ خیراً آپ مزید نصیحت کیجئے میں آپ کی نصیحت کا محتاج ہوں....

امام طاؤس رحمۃ اللہ علیہ نے کہا سنو! میں نے امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے فرماتے تھے: ''جہنم کی ایک وادی میں موٹے موٹے لمبے ستون جیسے سانپ اور

خچر جیسے بچھو ہیں.... یہ درندے دنیا کے ان حاکموں کو کاٹیں گے اور ڈسیں گے جو اپنی رعایا میں انصاف نہیں کرتے تھے....''

یہ کہہ کرامام طاؤس بن کیسان اٹھ کھڑے ہوئے اور خلیفہ کو سلام کر کے رخصت ہو گئے

خلیفہ ہشام بن عبدالملک کو زندگی میں پہلی بار ایسا واقعہ پیش آیا کہ اہل اللہ ماسوا اللہ کیسے بے خوف و بے طمع ہوا کرتے تھیں نہ انہیں مال و دولت کی خواہش نہ حکومت و امارت کا خوف.... کلمۂ حق کا اظہار ان کا دین و مذہب ہوا کرتا ہے.... لا الٰہ الا اللہ (تذکرۃ التابعین)

امام طاؤس بن کیسان رحمہ اللہ سے حجاج بن یوسف کی ملاقات

امام طاؤس بن کیسانؒ کہتے ہیں ایک سال میں مکۃ المکرمہ میں مقیم تھا.... مشہور زمانہ امیر حجاج بن یوسف حج ادا کرنے مکۃ المکرمہ آیا اور حرم شریف میں بیٹھ کر اپنے کارندے کو یہ پیام دیکر میرے ہاں روانہ کیا کہ امیر المومنین حجاج بن یوسف آپ کو طلب کرتے ہیں....

میں نے اس کی طلبی قبول کی اور اسکے پاس آ گیا.... حجاج نے میرا اکرام کیا اور اپنے قریب بٹھالیا اور ایک شاہی تکیہ بھی پیش کیا تاکہ میں اس کا سہارا لوں پھر اس نے چند مسائل دریافت کئے جس کو جاننا چاہتا تھا....

اس درمیان ایک حاجی لبیک اللھم لبیک کہتا ہوا قریب سے گزرا جس کی آواز میں کچھ ایسا ارتعاش و سوز تھا کہ سننے والوں کے دل پھٹے جا رہے تھے....

حجاج نے اپنے آدمی سے کہا ذرا اس حاجی کو لے آؤ؟

جب وہ آیا تو پوچھا تم کون ہو؟

حاجی نے کہا.... میں ایک مسلمان ہوں....

حجاج نے کہا میرا یہ مطلب نہیں میں جانتا ہوں کہ تم مسلمان ہو لیکن یہ بتاؤ تم کس ملک کے ہو؟

حاجی نے کہا.... ملک یمن کا باشندہ ہوں....

حجاج نے جب یہ سنا تو پوچھا تمہارے ملک کے حاکم کا کیا حال ہے؟

(ملک یمن کا یہ حاکم حجاج بن یوسف کا چھوٹا بھائی محمد بن یوسف تھا جس کو حجاج نے حاکم یمن بنایا تھا)

حاجی نے کہا.... وہ تروتازہ.... فربہ.... جسم.... خوش لباس نوجوان آدمی ہے....

حجاج نے کہا.... میرا سوال اس کی صحت کے بارے میں نہیں ہے میں اس کے عادات واطوار معلوم کرنا چاہتا ہوں؟

حاجی نے کہا.... وہ نہایت ظلم وزیادتی کرنے والا.... بندۂ نفس.... اپنے خالق کا ناشکرا فسق وفجور کا شیدا انسان ہے.... اس کو اپنی رعایا سے کیا تعلق اپنا عیش ولطف ہی مقصود ہے....

حجاج اپنے ہم نشینوں اور حاجیوں کے ہجوم میں حرم شریف کے اندر اپنے بھائی کا یہ مکروہ تذکرہ سن کر سخت نادم ہوا اور اس کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا....

پھر سنبھل کر کہا اے شخص تیری یہ جرأت کیونکر ہوئی کہ تو میری موجودگی میں علی الاعلان اس کی برائی بیان کرے.... جب کہ تجھ کو معلوم ہے کہ وہ میرا عزیز بھائی.... پسندیدہ شخصیت و باعزت حاکم بھی ہے؟

حاجی نے برجستہ جواب دیا.... وہ آپ کے یہاں اتنا باعزت نہیں جیسا کہ میں اپنے اس رب کے سامنے باعزت ہوں.... جبکہ میں اس کے باعزت گھر کا طواف کر رہا ہوں اور اس کی ندا پر لبیک **اللھم لبیک** کہہ رہا ہوں اور فریضۂ حج ادا کر رہا ہوں....

یہ تلخ وتند کلام سن کر حجاج خاموش ہو گیا اور وہ حاجی ہجوم میں داخل ہو گیا....

امام طاؤسؒ بن کیسانؒ کہتے ہیں کہ اس کی یہ حوصلہ مندی اور بے خوفی دیکھ کر میں نے دل میں کہا کہ یہ کوئی غیر معمولی انسان ہے اس کا تعارف لینا چاہئے تیزی سے میں اس کے پیچھے گیا.... دیکھا کہ وہ غلاف کعبہ تھامے اپنا چہرہ اس کو لگائے یہ کلمات کہہ رہا ہے....

اللھم بک اعوذ وبجنا بک الوذ ....

ترجمہ:.... اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں اور آپ کی جناب میں حفاظت بھی....

اس طرح وہ کچھ دعائیں پڑھ کر حاجیوں کے ہجوم میں نظروں سے غائب ہو گیا.... مجھ کو اس کا شدید احساس ہوا کہ اس سے ملاقات نہ ہو سکی اور امید بھی نہ رہی کہ پھر ملاقات ہو گی.... عجیب بات ہے کہ وہ عرفہ کی رات ہجوم میں پھر نظر آیا.... میں اس کے قریب پہنچ گیا وہ دعا میں مشغول تھا.... اس کے یہ کلمات میں نے سنے....

اللہ! اگر آپ میرے حج اور میرے عمرے اور میری بیت اللہ حاضری کو قبول نہ

فرمائیں تو میری زحمت ومشقت کے اجر سے مجھ کو محروم نہ فرما....‘‘

یہ کہہ کر وہ شخص پھر ہجوم میں غائب ہوگیا اور میں ہاتھ ملتا رہ گیا.... (تذکرۃ التابعین)

امام عطا خرسانی رحمہ اللہ کی خلیفہ ہشام سے ملاقات

عثمان بن عطاء خراسانی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے والد عطا خراسانیؒ دمشق (شام) کے لئے نکل رہے تھے میں بھی ساتھ ہوگیا.... جب ہم شہر دمشق کے قریب پہنچے راہ میں ایک بوڑھے کالے کلوٹے شخص کو خچر پر سوار دیکھا.. موٹا ڈھوٹا لباس.... اس پر بوسیدہ جبہ.... سر پر چھوٹی سی چپکی ہوئی ٹوپی.... اپنے خچر پر آہستہ آہستہ چلا جارہا ہے یہ خستہ حالت دیکھ کر میں ہنس پڑا اور اپنے والد سے کہا ابا جان یہ کون شخص ہے؟

میرے والد نے نہایت ادب واحترام سے کہا.... بیٹا چپ رہو یہ علماء حجاز کے سردار شیخ عطاء بن ابی رباحؒ ہیں....

پھر میرے والد شیخ کے قریب ہوئے اپنی سواری سے اترے اور شیخ کو سلام کیا اور دست بوسی کی پھر معانقہ کیا.... مختصر گفتگو کے بعد شیخ کے ساتھ ہو گئے جب قصر شاہی پر پہنچے تو میرے والد نے دربان سے اطلاع کروائی کہ مکۃ المکرمہ کے شیخ عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ہیں....

خلیفہ ہشام بن عبدالملک اپنے دوستوں کے ساتھ مشغول گفتگو تھا سنتے ہی ننگے پیر دروازے پر آیا اور شیخ کو سلام کیا اور مرحبا مرحبا کی تکرار کرنے لگا اور بار بار کہنے لگا زہے قسمت زہے نصیب آپ کی زحمت فرمائی کا شکریہ یہ کہتا ہوا قصر شاہی میں لے آیا اور شیخ کو تخت شاہی پر بٹھایا اور خود نیچے بیٹھ گیا زبان پر وہی کلمات مرحبا مرحبا کے جاری تھے شیخ کے آگے بچھا جارہا تھا....

شیخ نے خلیفہ کو اپنے بازو پر بٹھالیا.... ہشام بن عبدالملک کے سارے دوست جو گفتگو میں مشغول تھے یکلخت شیخ کی طرف متوجہ ہوگئے اور ادب واحترام سے ہر ایک نے سلام ومصافحہ کیا ....خلیفہ نے شیخ کی خاطر ومدارات کے بعد عرض کیا جناب نے کیسے زحمت فرمائی ہے؟

شیخ عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ نے بغیر کسی تمہید وعنوان کہنا شروع کیا....

امیر المومنین! حرمین شریفین (مکۃ المکرمہ اور مدینۃ المنورہ) کے رہنے والے اہل

اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوسی ہیں آپ ان کے لئے سالانہ وظائف جاری کر دیں تاکہ وہ سکون کی زندگی بسر کر سکیں....

خلیفہ نے اپنے کاتب سے کہا اس کو لکھ لو اور ان کے وظائف جاری کر دو پھر عرض کیا اور فرمایئے؟

شیخ نے کہا امیر المومنین اسلامی سرحدوں پر آپ نے جو فوج متعین کی ہے ان کے گھر والوں کی مستقل روزی کا انتظام ہونا چاہئے کیونکہ جب یہ فوت ہو جائیں تو ان کے گھر والے بے روزگار نہ ہوں....

خلیفہ نے کاتب سے کہا اس کو بھی لکھ لو اور اس کا انتظام کر دیا جائے....

پھر عرض کیا اور ارشاد فرمائیں؟

شیخ نے فرمایا....امیر المومنین ملک میں جو غیر مسلم رعایا آپ کی رعایت وحمایت میں مقیم ہے ان کے سالانہ ٹیکس میں تخفیف ہونی چاہئے تاکہ آپ کی ہمدردی اور وفاداری میں اضافہ ہو اور وہ آپ کے دشمنوں کا ساتھ نہ دیں....

خلیفہ نے کاتب سے کہا اس کو بھی جاری کر دیا جائے....

پھر عرض کیا مزید کچھ ارشاد فرمایا جائے؟

شیخ نے فرمایا.... ہاں ہاں تم اس کے زیادہ مستحق ہو....دیکھو اپنے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا چاہئے....تم تنہا پیدا ہوئے تنہا روانہ ہوں گے....تنہا حشر ہوگا اور تنہا حساب وکتاب ہوگا....

اللہ کی قسم ان موقعوں پر تم تنہا ہوں گے....تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا....تمہاری دنیا کے یہ سارے مددگار غائب رہیں گے....تم کسی کو آواز تک نہ دے سکو گے چہ جائیکہ کوئی تمہاری فریادرسی کے لئے آئے....امیر المومنین وہ وقت بڑا نفسانفسی کا ہوگا....

سارے اقتدار اور تمام اختیارات صرف اللہ واحد کے تحت ہوں گے....

دنیا کے سارے تعلقات پارہ پارہ ہو جائیں گے....

امیر المومنین اس دنیا کی فکر اسی دنیا میں کرنی ہے یہاں عمل ہے وہاں صرف حساب ہوگا....

خلیفہ ہشام بن عبد الملک سرنگوں بیٹھا ہچکیاں لئے رونے لگا....

شیخ اپنی بات ختم کر کے اٹھ گئے....

واقعہ کے نقل کرنے والے عثمان عطاء خراسانی کہتے ہیں کہ جب شیخ قصر شاہی سے باہر آئے صدر دروازے کا شاہی دربان اشرفیوں کی تھیلی لئے کھڑا تھا.... شیخ سے عرض کرنے لگا امیر المومنین نے یہ تھیلی آپ کی نذر کی ہے.... براہ کرم قبول فرمائیں؟

شیخ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا.... پھر قرآن حکیم کی یہ آیت پڑھی....

وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الشعرا:۱۰۹)

ترجمہ: اور میں تم سے کوئی دنیوی صلہ نہیں مانگتا میرا صلہ تو بس رب العالمین کے ذمہ ہے....

عثمان بن عطا خارسانی کہتے ہیں کہ شیخ قصر شاہی میں پھر داخل ہوئے اور اپنا پیام پہنچا دیا اور باہر نکل آئے.... اللہ کی قسم پانی کا بھی تو ایک قطرہ نہ چکھا....

کیسا مخلص کیسا خیر خواہ انسان تھا جو صرف اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی کے لئے مکۃ المکرمہ سے دمشق (شام) کا طویل سفر اختیار کیا اور اپنے لئے پانی کا ایک گھونٹ بھی پسند نہ کیا.... لا الٰہ الا اللہ (سیرۃ التابعین)

شیخ سلمہ بن دینار رحمہ اللہ کی خلیفہ سلیمان سے ملاقات

۹۷ھ میں خلفاء بنوامیہ کا نامور خلیفہ سلیمان بن عبدالملک حج بیت اللہ کیلئے دمشق (ملک شام) سے روانہ ہوا.... ہمراہ شاہی خاندان کے افراد کے علاوہ اہل علم وفضل کی ایک بڑی جماعت بھی تھی.... جنہوں نے ندائے ابراہیمی کی تعمیل میں حج بیت اللہ کا ارادہ کرلیا تھا اس عظیم قافلے کی پہلی منزل مدینہ منورہ تھی جہاں سلام.... بحضور خیر الانام کی سعادت حاصل کرنی تھی....

خلیفہ وعلماء وفقہاء ومحدثین نے روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر ادب واحترام سے سلام عرض کیا اور زیارت نبوی سے مشرف ہوئے....

زیارت پاک سے فارغ ہو کر خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے اہل شہر کو ملاقات کا موقع دیا.... اہل شہر جوق در جوق ملاقات کرنے آئے لیکن مدینہ منورہ کے قاضی وامام شیخ سلمہ بن دینارؒ ملاقات کرنے والوں میں شامل نہ تھے....

ملاقات اور ضروری امور سے فراغت کے بعد خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے اپنے

دوستوں سے مشورہ کیا کہ شہر پاک میں چند یوم قیام کرنا چاہئے تا کہ یہاں کے فضائل و برکات حاصل کئے جاسکیں....

خلیفہ کی تجویز پر سب نے اتفاق کیا اس طرح حجاج بیت اللہ کا یہ تاریخی قافلہ چند دنوں کے لئے مدینہ منورہ میں مقیم ہوگیا....

خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے اپنے ساتھیوں میں یہ بھی تجویز رکھی کہ جیسے لوہے کو زنگ لگ جاتا ہے اسی طرح انسانی قلوب کو بھی زنگ لگ جاتا ہے ہمارے قلوب کی صفائی کے لئے نیک صحبت ضروری ہے....

قلوب کا یہ زنگ آخرت سے غفلت اور ذکر اللہ سے بے لطفی کی علامت ہے....

کیا مدینہ منورہ میں ایسی کوئی شخصیت ہے.... جس کی تعلیم وصحبت سے ہم استفادہ کریں؟

لوگوں نے کہا.... امیر المومنین مدینہ منورہ میں سب سے بڑے عالم شیخ سلمہ بن دینارؒ ہیں جنہوں نے صحابہ کرامؓ کی صحبت پائی ہے اس وقت ان کی حیثیت امام ومقتدا کی ہے.... انقطاع عالم سے علماء ومحدثین ان کی خدمت میں آیا کرتے ہیں کثرت ہجوم کی وجہ سے وہ کہیں ملاقات وغیرہ کے لئے باہر نہیں جاتے مسجد نبوی شریف ان کی مستقل قیام گاہ ہے.... امیر المومنین کی یاد فرمائی پر ممکن ہے وہ تشریف لائیں؟

خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے اپنے قاصد کو روانہ کیا.... اس نے نہایت ادب و احترام سے خلیفہ کا پیغام پہنچایا اور زحمت فرمائی کی دعوت دی....

شیخ سلمہ بن دینارؒ قاصد کے ہمراہ روانہ ہوئے.... خلیفہ نے اپنے محل میں شیخ کا نہایت عزت کے ساتھ خیر مقدم کیا اور اپنے قریب بٹھایا اور ناز ومحبت میں اس طرح شکایت کی....

ماھذا الجناء یا اباحازم .... (جناب ایسی بے رخی کیوں؟)

شیخ سلمہ بن دینارؒ نے تعجب سے فرمایا.... کیسا ظلم کیسی بے رخی؟

سلیمان بن عبدالملک نے کہا یہاں میری آمد پر اہل شہر ملاقات کے لئے آئے لیکن جناب نے زحمت نہ فرمائی؟

شیخ نے فرمایا.... امیر المومنین بے رخی تو اس وقت سمجھی جائے گی جب آپ کی تشریف

آوری کا مجھ کو علم ہوتا اور پھر ملاقات نہ کرتا.... آپ کی تشریف آوری کا آج ہی علم ہوا جبکہ آپ نے خود یاد کیا.... میں آپ کی یاد فرمائی کا شکر گزار ہوں....

خلیفہ نے شرمندہ ہوکر اپنے ارکان دولت سے کہا.... شیخ کا اعتذار صحیح ہے حقیقت یہی ہے کہ میں نے الزام دینے میں عجلت کی.... براہ کرم معاف فرما دیں....

شیخ نے خلیفہ کی معذرت قبول کی....

پھر خلیفہ نے کہا.... جناب سے چند امور دریافت کرنے ہیں اجازت ہو تو عرض کروں؟

شیخ نے فرمایا.... ضرور! ضرور!

خلیفہ نے کہا: یہ کیا بات ہے کہ ہم موت کو پسند نہیں کرتے؟

شیخ نے فرمایا: یہ اس لئے کہ ہم نے اپنی دنیا آباد کر لی ہے اور آخرت کو ویران بنا دیا ہے.... لہٰذا آبادی سے ویرانی کی طرف جانا پسند نہیں ہوتا....

خلیفہ نے کہا: بیشک یہی بات ہے.... پھر کہنے لگا جناب ہم کس طرح جانیں کہ آخرت میں ہمارا کتنا ذخیرہ موجود ہوگا؟

شیخ نے فرمایا: اپنی زندگی کے اعمال کو کتاب اللہ پر پیش کرو تمہیں معلوم ہو جائے گا....

خلیفہ نے کہا: کس آیت میں اس کا ذکر ہے؟

شیخ نے فرمایا: اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ (سورہ انفطار آیت ۱۳ و ۱۴)

ترجمہ: نیکی کرنے والے نعمتوں والی جنت میں ہوں گے اور گناہ کرنے والے دہکتی آگ میں

خلیفہ نے کہا: اگر ایسا ہی ہے تو اللہ کی رحمت کہاں رہی؟

شیخ نے فرمایا: رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ.... (سورہ اعراف: ۵۶)

ترجمہ:.... اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہے....

خلیفہ نے کہا: قیامت کے دن اللہ کے حضور کیسے حاضر ہوگی؟

شیخ نے فرمایا: نیک لوگ تو اس طرح آئیں گے جیسے طویل سفر کے بعد آدمی خوشی خوشی اپنے گھر آتا ہے.... اور گنہگار اس طرح جیسے بھگوڑا غلام اپنے آقا کے پاس زبردستی لایا جاتا ہے....

اس مرحلہ پر خلیفہ رو پڑا اس کی ہچکیاں بندھ گئیں اور آواز بلند ہوگئی....

خلیفہ نے کہا: جناب پھر ہماری اصلاح کی کیا صورت ہے؟

شیخ نے فرمایا: اپنی شان وعزت کو ترک کر دو اور اچھے اخلاق وتواضع سے اپنے آپکو زینت دو

خلیفہ نے کہا: یہ مال و دولت جو ہمارے یہاں ہے اس میں اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

شیخ نے فرمایا: جب تم حق کے مطابق اس کو حاصل کرو اور اس کو اس کے محل میں خرچ کرو اور اس کی تقسیم میں انصاف سے کام لو.... ان شاء اللہ تعالیٰ اللہ کی خوشنودی حاصل ہوگی....

خلیفہ نے کہا: جناب یہ بتائیے کہ سب سے بہتر انسان کون ہے؟

شیخ نے فرمایا: وہ جو تقویٰ اور پاس داری کا لحاظ کرنے والا ہو....

خلیفہ نے کہا: سب سے بہتر کونسی بات ہے؟

شیخ نے فرمایا: جس شخص سے خوف واندیشہ ہو اس کو حق بات سنانا....

خلیفہ نے کہا: وہ کونسی دعا ہے جو جلد قبول ہو جاتی ہے؟

شیخ نے فرمایا: نیک آدمی کی دعا نیک لوگوں کے لئے....

خلیفہ نے کہا: بہترین صدقہ کیا ہے؟

شیخ نے فرمایا: غریب کا وہ صدقہ جو مصیبت زدہ فقیر کو ملے....

خلیفہ نے کہا: عقلمند انسان کون ہے؟

شیخ نے فرمایا: وہ شخص جو عبادت الٰہی پر قدرت پایا اور اس پر عمل کیا پھر دوسروں کو اس کی رہنمائی کی....

خلیفہ نے کہا: اور بے وقوف کون ہے؟

شیخ نے فرمایا: وہ شخص جو اپنے گنہگار دوست کی ناجائز خواہش پوری کرتا ہو گویا اس نے اپنی آخرت کو دوسرے کی دنیا کے لئے فروخت کر دیا....

خلیفہ نے کہا: جناب کیا آپ کو یہ بات پسند ہے کہ آپ ہمارے ساتھ رہیں تاکہ ہم آپ سے استفادہ کریں اور آپ بھی ہم سے نفع پائیں؟

شیخ نے فرمایا: امیر المومنین اللہ کی پناہ! ایسی کوئی تمنا نہیں ہے

خلیفہ نے کہا: ایسا کیوں؟

شیخ نے فرمایا: مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں میں آپ کی دولت وریاست کی طرف مائل ہو جاؤں پھر مجھ کو اللہ حیات وموت کا دہرا مزا چکھائے....

خلیفہ نے کہا: اگر ایسا ممکن نہیں تو پھر آپ اپنی شخصی ضروریات کا اظہار فرمائیں؟

شیخ نے اس پر سکوت اختیار کیا اور کوئی جواب نہ دیا....

خلیفہ نے اپنی گزارش پھر دہرائی.... جناب آپ بے تکلف اپنی حاجت ظاہر فرمائیں خواہ وہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو؟

شیخ نے فرمایا: سنو! میری اول وآخر یہی حاجت ہے کہ آپ مجھے اندیشہ نارِ جہنم سے بچادیں اور جنت میں داخلہ دلوادیں؟

خلیفہ نے کہا: یہ اختیار تو میرے بس کا نہیں ہے....

شیخ نے فرمایا: تو پھر آپ سے اور کوئی حاجت نہیں ہے....

خلیفہ نے کہا: میرے لئے دعاءِ خیر فرمادیں؟

شیخ نے فرمایا: اے اللہ آپ کا بندہ سلیمان بن عبدالملک آپ کے مقبول بندوں میں شامل ہے تو اس کو دنیا وآخرت کی بھرپور سعادت نصیب فرما اور اگر اس کا شمار آپ کے مردود بندوں میں ہے تو اس کی اصلاح فرما اور اس کو اپنی مرضیات کی توفیق دے....

حاضرین میں ایک شخص بول پڑا اے شیخ امیر المومنین کی شان میں آپ کی جرأت بہت بے باک ہوگئی ہے.... نصیحت ووصیت میں امیر المومنین کا پاس وادب ملحوظ نہ رکھا.... آپ نے امیر المومنین کو دشمنانِ خدا کی فہرست میں شمار کیا اور ان کو اصلاح کی دعا کی....

شیخ نے فرمایا: برادر زادے آپ نے انصاف سے کام نہ لیا اللہ تعالیٰ نے خود علماء امت سے یہ عہد لیا ہے کہ وہ ہر جگہ کلمۂ حق ظاہر کردیا کریں....

لتبيننة للناس و لا تكتمونه (سورہ آل عمران آیت ۱۸۷)

پھر خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

امیر المومنین گزشتہ امتوں میں جو لوگ تھے وہ اسی صورت میں خیر وعافیت میں رہے

ہیں جبکہ ان کے امیر لوگ علماء کرام کے یہاں دین حاصل کرنے ذوق وشوق سے آیا کرتے تھے پھر کچھ عرصہ بعد کم ظرف و برے لوگ علم دین حاصل کرنے لگے اور انہوں نے اہل دنیا سے دنیا طلب کی اور اس کے لئے ان کی خدمت میں اپنی آمد و رفت جاری رکھی تو امیر لوگ علماء سے بے نیاز ہو گئے جس کے نتیجے میں خود ذلیل و خوار ہوئے اور اللہ کی نظر و کرم سے محروم بھی.... اگر یہ علماء اہل دنیا کی دولت وحشمت سے بے نیاز رہتے تو امت کے یہ امراء ان کے علم و عمل کے محتاج ہوتے اور ان کی خدمت میں اپنی حاضری کو سعادت مندی سمجھتے .... لیکن ایسا نہ ہوا علماء نے امراء کی رضا و خوشنودی چاہی خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا اس طرح دنیا میں اہل علم کی قدردانی جاتی رہی اور لوگ آخرت سے غافل ہو گئے .... خلیفہ نے کہا بیشک شیخ نے سچی بات کہی.... فجزاکم اللہ خیر الجزاء....

خلیفہ نے کہا: براہ کرم اپنی نصیحت میں اور اضافہ کیجئے.... اللہ کی قسم علم وحکمت کی یہ باتیں میں نے کسی سے نہ سنی ہیں....

شیخ نے فرمایا: اگر آپ میں قبول حق کی صلاحیت موجود ہے تو یہ مختصر باتیں ہدایت ونصیحت کے لئے کافی ہیں اور اگر ایسا نہیں تو پھر میں اپنا تیر بے نشانہ کیوں چلاؤں؟

خلیفہ نے کہا: اللہ کی قسم میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ آپ کی ہر نصیحت قبول کرلوں....

شیخ نے فرمایا: تو پھر ٹھیک ہے سنو! اپنی آخری نصیحت عرض کرتا ہوں....

اللہ کی عظمت و جلال کا ہر وقت استحضار رکھو اور اس بات سے دور رہو کہ وہ تم کو ایسے عمل میں دیکھے جس کو وہ پسند نہیں کرتا ہے اور اس بات سے بھی بچو کہ وہ تم کو بے عمل دیکھے....

اس نصیحت کے بعد شیخ سلمہ بن دینارؒ نے سلام کیا اور رخصت ہو گئے.... (سیرۃ التابعین)

ایک شخص کی امام بخاری رحمہ اللہ سے ملاقات

صبح صبح کشتی میں شور اٹھا کہ میں لٹ گیا...... میں تباہ ہو گیا......

لوگوں نے کہا...... خیر تو ہے؟...... کیا بات ہوئی کچھ بتاؤ تو سہی؟......

مگر وہ آدمی بس چلائے جا رہا تھا...... ایک ہی رٹ لگی تھی کہ میں لٹ گیا...... کشتی کے

سبھی مسافر ایک جگہ جمع ہو گئے...... ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ کیا بات ہے؟...... کسی کو کچھ معلوم ہوتا تو بتاتا کہ کیا بات ہے؟......

کشتی بہت بڑی تھی...... اتنے مرد عورتوں میں ایک طرف بڑے عالم فاضل اللہ کے بندے بھی بیٹھے تھے...... شور کی آوازیں انہوں نے بھی سنیں...... رونے پیٹنے والے کو سمجھا بجھا کر جب بات پوچھی گئی تو اس نے کہا...... غریب مسافر ہوں...... ایک تھیلی میں زندگی بھر کا سرمایہ میں نے چھپا رکھا تھا کسی ظالم نے وہ تھیلی چرالی...... سب کو یہ سن کر بہت افسوس ہوا......

پوچھنے والوں نے یہ پوچھا کہ کتنا مال تھا تھیلی میں؟......

اس نے بتایا...... ہزار اشرفیاں تھیں...... ایک ہزار اشرفیاں بہت بڑی رقم ہوتی ہے...... جس نے سنا اسے افسوس ہوا...... کچھ لوگ مل کر مشورہ کرنے لگے...... کشتی کے مالک کو بلایا...... سارا ماجرا اسے کہہ سنایا...... اس نے کہا کہ اگر تھیلی کشتی میں ہے...... تو پتا چل جائے گا...... میں سب مسافروں کی تلاشی لیتا ہوں......

آناً فاناً یہ خبر سارے کشتی میں پھیل گئی...... جہاز میں مرد...... بوڑھے...... عورتیں اور بچے بھی تھے...... کڑی نگرانی میں تمام مسافروں کی تلاش ہوئی...... مگر کسی کے پاس سے گم شدہ تھیلی نہ نکلی......

اب لوگ اس شخص پر الٹ پڑے...... طرح طرح کی باتیں ہوئیں اور ہوتے ہوتے سب کو یقین ہو گیا کہ یہ شخص جھوٹا تھا......

جھوٹے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے......

سب اسے برا بھلا کہہ کر اپنی جگہ جا بیٹھے......

جھوٹا سٹپٹا کر اپنی جگہ آبیٹھا...... جب تک سفر جاری رہا...... مسافر اسے پھٹکارتے رہے......

اصل میں ہوا یہ تھا کہ جب سفر شروع ہوا تو یہ جھوٹا پھرتا پھراتا کشتی میں گشت کرتا اس عالم فاضل اللہ کے بندے کے پاس بھی پہنچا تھا اور ان کے پاس اٹھنے بیٹھنے سے اسے معلوم ہو گیا کہ ان اللہ تعالیٰ کے نیک بندے کے پاس ایک تھیلی میں ہزار اشرفیاں ہیں......

اب اس فریبی کا ہر لمحہ یہ فکر کھانے لگی کہ کسی طرح ہزار اشرفیوں کی تھیلی اڑا لے...... جب کوئی اور تدبیر نہ بن پائی تو اس نے یہ کھیل کھیلا کہ سب شریف لوگ پریشان ہو گئے...... تمام مسافروں کو

تلاشی دینا پڑی...... تلاشی ان عالم کی بھی ہوئی...... لیکن کسی کے پاس سے وہ تھیلی نہ نکلی......

جب دریا کا سفر ختم ہوا اور کشتی کنارے لگی...... تمام مسافر اتر گئے تو اس جھوٹے نے علیحدگی میں اللہ کے نیک بندے سے پوچھا......

کیا آپ نے مجھ سے جھوٹ کہا تھا کہ آپ کے پاس ایک ہزار اشرفیاں ہیں؟......

انہوں نے کہا...... نہیں میں نے جھوٹ نہیں کہا تھا...... میرے پاس واقعی ایک ہزار اشرفیاں تھیں

اس نے پوچھا...... پھر وہ تھیلی کہاں گئی؟

انہوں نے جواب دیا...... جب تو نے اپنی تھیلی گم ہو جانے کا ڈھونگ رچایا تو میں سمجھ گیا کہ تو نے میری تھیلی ہتھیانے کے لئے یہ سب کھیل کھیلا ہے...... تھیلی میرے پاس سے نکلتی تو سب کو یقین ہو جاتا کہ میں چور ہوں...... اس لئے میں نے چپکے سے وہ تھیلی دریا میں ڈال دی......

جھوٹے نے کہا...... ہزار اشرفیاں آپ نے دریا میں ڈال دیں؟

جواب ملا...... ہاں...... اس نے کہا...... تب تو آپ کا بڑا نقصان ہوا......

جواب ملا...... نیکی کا بدلہ برائی سے دینے والے ظالم دوست! میرے نزدیک اہمیت دولت کی نہیں لوگوں کے اس اعتماد کی ہے...... جو حدیث نبوی کی خدمت کے لئے مجھے برقرار رکھنا ضروری ہے...... اگر میں خائن مشہور ہو جاؤں تو میری بیان کردہ حدیثوں پر کون اعتماد کرے گا......

اب آپ یہ بھی سن لیں...... یہ بزرگ کون تھے...... یہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تھے...... جن کی بخاری شریف دنیا بھر میں مستند مانی جاتی ہے......

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی سردار قازان سے ملاقات

تاتاری نو مسلم سردار قازان نے شہر دمشق پر دھاوا بول دیا تھا...... پورے شہر میں ہراسانی کی ایک لہر دوڑ گئی...... حاکم شہر ملک ناصر نے راہ فرار اختیار کی...... اور اس کے پیچھے علماء...... فقہاء...... اور تجار وغیرہ سب کے سب دمشق چھوڑ کر مصر کی طرف بھاگنے لگے......

افراتفری کے اس عالم میں حضرت امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک وفد ترتیب دے کر قازان سے ملاقات کی...... اللہ کے اس شیر نے بڑی بے باکی کے ساتھ کہا

''قازان!......تم مسلمان ہو کر ہمارے ساتھ ایسا نازیبا سلوک کر رہے ہو؟

......حالانکہ تمہارے کافر باپ دادا نے کبھی ایسا ناروا برتاؤ ہم سے نہیں کیا...... انہوں نے وعدہ کیا......اور اس کو نبھایا......تم نے وعدہ کر کے توڑ دیا......''

امام کی گفتگو اتنی تیز......اور جوشیلی تھی کہ......وہ بار بار قازان کے قریب ہو جاتے...... اور ان کے گھٹنے اس کے گھٹنوں سے ٹکرا جاتے......اس شدت گفتار کو دیکھ کر اراکین وفد کو اندیشہ ہو گیا تھا کہ......قازان......ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو قتل کرنے کا حکم دے دے گا......

پھر کچھ دیر بعد قازان کے حکم سے دستر خوان چن دیا گیا...... وفد کے تمام لوگ کھانے میں شریک ہو گئے......لیکن امام موصوف نے انکار کر دیا...... قازان نے وجہ دریافت کی تو آپ نے صاف صاف کہہ دیا......

''دستر خوان کی تمام چیزیں لوٹ مار......اور غارت گری کے مال سے بنی ہیں...... میں یہ حرام کھانا نہیں کھا سکتا......''......اللہ اللہ اللہ......

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کی ہارون رشید سے ملاقات

ہارون رشید نے ایک مرتبہ اپنے وزیر فضل برمکی سے کہا کوئی کامل مرد ہو تو اس کا خیال رکھو.... وزیر خلیفہ کو پہلے حضرت عبدالرزاق اصفہانی پھر سفیان بن عیینہ کے پاس لے گیا لیکن خلیفہ کو دونوں سے تسلی خاطر نہ ہوئی کیونکہ دونوں صاحبان سے رخصت ہوتے وقت جب دریافت کیا گیا کہ کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتاؤ....

دونوں نے اپنے قرضہ کا اظہار کیا امیر المومنین کے حکم سے قرضہ تو ادا کر دیا گیا مگر ان کے تقدس کا امیر المومنین پر اثر نہ ہو سکا....

آخر حضرت فضیل کا دروازہ کھٹکھٹایا....فرمایا کون ہے؟

وزیر نے کہا امیر المومنین آئے ہیں....کہا یہاں امیر کا کیا کام! ان سے کہئے تشریف لے جائیں اور میرے مشاغل میں مخل نہ ہوں....

غرض وہ زبردستی گھس آئے....خلیفہ نے کہا کوئی نصیحت فرمائیے....فرمایا جب حضرت

عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تخت خلافت پر بیٹھے ہیں تو انہوں نے اپنے آپ کو بہت سی بلاؤں (ذمہ داریوں) سے گھرا ہوا پایا....

خلیفہ متاثر ہوا اور کہا کچھ اور ارشاد کیجئے....

فرمایا: "اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو.... اس کے حضور میں جواب دہی کے لئے تیار رہو (جس طرح اوروں کو اپنی جوابدہی کے لئے تیار رکھتے ہو) قیامت کے دن تجھ سے ایک ایک آدمی کا حساب لیا جائے گا.... یہاں تک کہ اگر کوئی بڑھیا کسی رات بھوکی سوئی ہوگی تو قیامت کے روز وہ بھی تیری دامن گیر ہوگی...."

خلیفہ یہ سن کر کانپ اٹھا اور اس کے آنسو نکل آئے.... فضل برمکی نے کہا فضیل بن عیاض اب سلسلہ گفتگو ختم کیجئے.... آپ نے تو امیر المومنین کو مار ڈالا ہے....

فرمایا: میں نے نہیں بلکہ تم نے اور تم جیسے دوسرے لوگوں نے اس کو ہلاکت کے قریب پہنچا دیا ہے....

خلیفہ نے کہا آپ کے سر پر قرضہ ہو تو فرمایئے ادا کر دوں.... فرمایا خداوند کریم کا قرض ہے یعنی مجھ سے صحیح طور سے اطاعت نہ ہو سکی.... خلیفہ نے کہا کسی بندہ کا قرض پوچھتا ہوں.... فرمایا: الحمدللہ! اس طرف سے خدا کا شکر ہے....

خلیفہ نے کہا یہ ایک ہزار کی تھیلی ہے.... میری والدہ کی میراث ہے اور خالص طیب ہے اس کو قبول کیجئے....

آپ نے فرمایا: افسوس میری تمام نصیحتوں نے تم کو کوئی فائدہ نہ پہنچایا اور میرے ہی ساتھ یہ ظلم روا رکھا اس کو دو جس کو ضرورت ہے اور دینا چاہتے ہو اس کو جس کو ضرورت نہیں....

یہ کہہ کر آپ نے دروازہ بند کر لیا اور ہارون رشید اور اس کا وزیر واپس چلے گئے....

حضرت فضیل بن عیاض ابتداء میں ڈاکوؤں اور رہزنوں کے سردار تھے ان کے تائب ہونے کا واقعہ بھی بڑا حیرت انگیز و عبرت خیز ہے.... ایک قافلہ کے ساتھ ایک قاری بھی تھا جب قافلہ دن کو روانہ ہوتا تھا تو قاری بدرقہ کے اونٹ پر بیٹھ کر نہایت خوش الحانی سے قرآن کریم پڑھا کرتا تھا.... جب قافلہ فضیل کے پاس سے گزرا اس وقت قاری صاحب یہ آیت

کریمہ پڑھ رہے تھے....

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ

کیا ایمان والوں کے لئے ابھی وقت نہیں آیا کہ ان کے دل ذکر الٰہی کے لئے گڑگڑائیں اور عاجزی کریں....

یہ سنتے ہی آپ کے قلب پر ایک چوٹ لگی اور بے قراری کے عالم میں اپنے خیمہ سے باہر نکل آئے اور ایک ایک کا حساب چکا دیا....تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ ہارون رشید بہ نفس نفیس آپ کے مکان پر جایا کرتے تھے....(ناقابل فراموش واقعات)

ایک بڑھیا کی خلیفہ ہارون رشید سے ملاقات

دولت عباسیہ کا وہ تاجدار مامون الرشید جس نے شیرواں کے عدل اور حاتم کی سخاوت کو دنیا کے دل سے فراموش کر دیا....سلطنت بغداد پر جلوہ افروز لئے شہزادہ عباس مامون الرشید کا بڑا لڑکا طائفۃ النمل کے قریب شکار میں مصروف ہے غروب ہونے والے آفتاب کی شعاعیں آب دجلہ کے قدموں میں لوٹ رہی ہیں....طائران خوش الحان کے نغمہ میں منہمک جو کنار دریا پر وداع روز روشن کا مرثیہ پڑھ رہے تھے ایک حسین عورت پانی کا گھڑا ابھر رہی تھی عباس اس کو دیکھ کر آگے بڑھا اور پوچھا:

"تو کون ہے اور کس خاندان سے تعلق رکھتی ہے کیا ایسے غیر آباد مقامات پر بھی جہاں پہاڑ اور جنگلوں کے سوا کچھ نہیں ہے حسن جنم لے سکتا ہے"

شہزادہ اپنا فقرہ ختم کر کے دیکھتا ہے تو غیور حسینہ کے چہرہ پر بل آ چکا تھا اس کا چہرہ غصہ سے تمتا اٹھا اس نے شہزادے کا سوال حقارت سے ٹھکرا دیا اور آگے بڑھ گئی....

باپ کی عظیم الشان حکومت کا جن عباس کے سر پر سوار تھا حکم دیا اس مغرور عورت کا حسب ونسب معلوم کرو اور میری طرف سے نکاح کا پیغام دے دو....

نوکر چاکر اس عورت کے پیچھے روانہ ہوئے شہزادہ نے اپنا شکار ملتوی کیا اور خیمہ میں آ کر خاموش بیٹھ گیا....آدھی رات تک اسی الجھن میں گرفتار رہا کبھی خیمہ سے باہر آتا تھا کبھی اندر اتنے میں ایک خادم نے آ کر عرض کیا....

عورت خاندان برامکہ کی لڑکی مغیرہ بنت ازدار ہے وہ دو بچوں کی ماں اور حسین ابن موسیٰ کی بیوہ ہے....اس کے ورثاء میں سے اب کوئی زندہ نہیں صرف دو معصوم بچے ہیں....نکاح کا پیغام اس کے واسطے قیامت سے کم نہ تھا آپے سے باہر ہوگئی اور یہ الفاظ کہے...."ہارون ہماری جانیں تباہ کر چکا اب مامون ہماری عزت کے درپے ہے لیکن عباس یاد رکھے کہ اس کی شہزادگی کو اس ٹوٹی پھوٹی جھونپڑی کی دہلیز پر دونوں ہاتھوں سے مسل دوں گی...."

رات کا پردہ دنیا کے چہرے سے اٹھا ادھر صبح صادق آل برامکہ کی بربادی کا نوحہ کرتی ہوئی نمودار ہوئی....ادھر طائفۃ النمل کے مختصر سے مکان میں مغیرہ نے نماز فجر سے فراغت پا کر چھوٹے بچے کو کلیجہ سے لگا کر پیار کیا اور کچھ کہنا چاہتی تھی کہ شہزادہ عباس کا پیغام ایک قاصد کے ذریعہ سے اس کے کان میں پہنچا....

"شہزادہ عباس کا غصہ تیری جان اور مال خاک میں ملا دے گا یہ مکان ضبط کیا جاتا ہے اور تجھ کو دو گھنٹے کی اجازت ہے....یہ مکان خالی کر دے...."

مغیرہ یہ پیغام سن کر دروازے پر آئی اور قاصد سے کہا....عباس اس وقت کو بھول جائے جب میرے دادا جعفر کا سر اس کے دادا ہارون کے سامنے رکھا گیا اور اس بے گناہ قتل نے آل برامکہ کو دو دو دانوں کا محتاج کر دیا لیکن برامکی بیبیاں مظالم عباسیہ کو جس تحمل سے برداشت کرتی آئی ہیں تاریخ اس کو فراموش نہیں کر سکتی...." اتنا کہہ کر مغیرہ ایک سفید چادر سر پر ڈال کر دونوں بچوں کو ساتھ لے کر باہر نکل گئی....

دوسری صدی ہجری ختم کے قریب ہے مامون الرشید کا دربار گرم ہے مامون کے پہلو میں عباس تخت نشین ہے....امراء وزراء خاموش بیٹھے ہیں کہ مظلوم مغیرہ جس کا چہرہ چودھویں رات کو شرماتا تھا لیکن اب ضعیفی کے آثار نمودار ہو رہے تھے....دربار شاہی میں حاضر ہوئی اور کہا: "ایک بیوہ کا مکان صرف اس لئے کہ وہ اپنی عصمت کی محافظ تھی سلطنت عباسیہ کو مبارک ہو لیکن مامون الرشید! ایک دن اس بادشاہ کو بھی منہ دکھانا ہے جس کی سلطنت کبھی فنا نہ ہوگی....ایک ظالم کی تیرے پاس فریاد لائی ہوں....انصاف کر اور داد دے...."

تمام درباری عورت کا منہ تکنے لگے مگر کسی کی اتنی ہمت نہ تھی کہ بادشاہ کی

موجودگی میں اس سے بات کر سکتا....

مامون الرشید نے عورت سے کہا اس ظالم کا نام بتا کہ وہ کون ہے؟

عورت ہنسی اور ہنس کر کہا.... ''شہزادہ عباس جو تخت شاہی پر آپ کے برابر بیٹھا ہے....''

آج مسلمان دنیا بھر کے عیوب کا مخزن ہو جائیں مگر یہ مردہ قوم کبھی زندہ بھی تھی مامون کا چہرہ اتنا سنتے ہی غصہ سے سرخ ہو گیا اس نے چوبدار کو حکم دیا کہ عباس کو اس عورت کے برابر کھڑا کر دے تاکہ مدعی اور مدعا علیہ میں کوئی امتیاز نہ رہے....

شہزادہ عباس خاموش تھا اور ہر سوال کے جواب میں رک رک کر ایک آدھ بات کہہ دیتا تھا.... مغیرہ دھڑلے سے اپنی داستان مصیبت بیان کر رہی تھی .... اس کے چہرے سے عصمت کا خون ٹپک رہا تھا یہاں تک کہ اس کی زبان سے یہ لفظ نکلے:

''عباس! یہ صحیح ہے کہ تو مامون الرشید کا لڑکا اور سلطنت کا مالک ہے لیکن یہ ہاتھ منتظر تھے اس وقت کے کہ اگر تو اپنی دھن میں آگے بڑھ کر قریب پہنچتا تو تیری گردن خاک میں ملا دیتے .... آل برامکہ کی دولت عباسیوں نے پامال کر دی مگر ہماری عصمت وہ دولت ہے کہ ہم عباسی سلطنت کو اس پر سے قربان کر دیں....''

وزرائے سلطنت مغیرہ کی جرأت پر متعجب ہوئے اور کہا یہ بیبا کی آداب شاہی کے خلاف ہے ادب سے گفتگو کرو.... مامون نے کہا اس کو مت روکو یہ حق رکھتی ہے کہ جو کچھ اس کے منہ میں آئے کہے یہ صرف اس کی صداقت ہے جس نے اس کی زبان کو تیز اور اس کے حوصلہ کو بلند کر دیا اور عباس کی کمزوری ہے جس نے اس کو گونگا بنا دیا....

اسی وقت پانچ تھیلیاں اشرفیوں سے بھری ہوئی اپنے ہاتھ سے لے کر مامون الرشید نے مغیرہ کے قدموں میں ڈال دیں اور نہ صرف اس کا مکان واپس کیا بلکہ ایک جلیل الشان محل قصر عباس میں مغیرہ کو عطا فرما کر درخواست کی کہ وہ شہزادے کا قصور معاف کر دے....(ناقابل فراموش واقعات)

امام بخاری رحمہ اللہ سے امیر بخارا کی ملاقات

امام بخاری رحمہ اللہ جب جامع علوم وفنون ہو کر اپنے وطن واپس آئے تو شہر کے لوگوں نے دھوم دھام سے آپ کا استقبال کیا یہاں تک کہ دینار و درہم آپ پر نثار کئے گئے....

جاہ طلب اور دین فروش لوگ ہر جگہ ہوتے ہیں اور ہر مقبول ومحبوب آدمی محسود ضرور ضرور ہوتا ہے اس لئے اکثر علماء نے امیر بخارا (خالد بن احمد الذہلی) کو آپ کی عزت و عظمت سے خوف دلایا.... بظاہر ناراضگی کی کوئی وجہ نہ تھی اس لئے امیر نے امام صاحب کے پاس اپنا آدمی بھیجا کہ آپ اپنی کتاب بخاری شریف اور تاریخ مجھے آ کر سنا جایا کریں....

آپ نے فرمایا امیر سے کہہ دو میں علم دین ذلیل نہیں کرسکتا کہ سلاطین اور امراء کے دروازوں پر لئے پھروں.... اگر امیر کو علم حدیث کی ضرورت ہے خواہش ہے تو وہ میرے مکان یا میری مسجد میں آ کر لوگوں کے ساتھ پڑھا کرے کیونکہ حدیث رسول امراء وسلاطین کے لئے نہیں بلکہ عام مسلمانوں کے لئے بھی ہے بلکہ یہ بھی لکھا کہ حدیث کی عزت کرو اور عوام کے ساتھ آ کر پڑھو تا کہ اور لوگوں کو بھی تمہاری پیروی کی جرأت ہو اور اس کا ثواب تمہیں حاصل ہو....

امیر آپ کے اس بیباکانہ جواب سے بہت ناراض ہوا اور آپ کو بخارا سے جلاوطن کردیا.... آپ وہاں سے ختنک مضافات سمرقند میں چلے گئے اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد آپ نے اسی جگہ انتقال فرمایا.... خلیفہ بغداد المتوکل کے بھائی الموفق بن المتوکل نے امیر بخارا کو جب وہ حج سے فارغ ہو کر بغداد میں آیا تو اسے قید کرلیا اور وہ اسی قید کی حالت میں مر گیا.... (ناقابل فراموش واقعات)

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کی ہارون رشید سے ملاقات

حضرت فضیل بن عیاض (۱۰۷ھ ۷۲۵ء تا ۱۸۷ھ ۸۰۲ء) مشہور ڈکیت تھے....

قرآن کی ایک آیت سن کر ایسے بدلے کہ تقویٰ وطہارت میں بے مثال ہو گئے....

حق گوئی و بیباکی کا یہ حال تھا کہ بادشاہ سے بھی نہ ڈرتے تھے....

کبھی کسی بادشاہ سے ملنا پسند نہ کرتے تھے....

فضل بن ربیع کا بیان ہے کہ جب خلیفہ ہارون رشید نے حج کو جانے کا ارادہ کیا تو کسی نیک وصالح بزرگ سے نصیحت حاصل کرنے کی خواہش ظاہر کی.... پہلے وہ فضل بن ربیع کو لے کر سفیانؒ بن عیینہ کے پاس گیا فضل بن ربیع نے دروازہ کھٹکھٹایا....

انہوں نے اندر سے پوچھا ''کون''؟

فضل بن ربیع نے کہا ''دیکھو امیر المومنین آپ سے ملنے آئے ہیں....''

اتنا سن کر وہ لپک کر دروازہ پر آئے اور دروازہ کھول کر امیر المومنین سے کہا آپ نے کیوں زحمت کی.... مجھے ہی بلا لیا ہوتا.... میں خود حاضر ہو جاتا....''

ہارون رشید نے کہا ''میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ مجھے کچھ نصیحت فرمائیں''....

سفیانؒ بن عیینہ دیر تک ان سے باتیں کرتے رہے جب ہارون رشید رخصت ہونے کو ہوا تو پوچھا ''شیخ آپ پر کسی کا قرض تو نہیں''؟

شیخ نے کہا ''ہاں فلاں فلاں شخص کا اتنا قرض ہے....''

ہارون رشید اس کا قرض ادا کئے جانے کا حکم دے کر رخصت ہو گیا.... پھر وہ عبدالرحمٰن اصفہانیؒ کے یہاں گئے مگر خلیفہ کو ان لوگوں کی باتوں سے تسلی نہ ہوئی اس کے بعد یہ لوگ حضرت فضیل بن عیاض رحمتہ اللہ علیہ کے یہاں پہنچے.... دستک دی.... انہوں نے اندر سے پوچھا ''کون''؟

فضل بن ربیع نے کہا ''امیر المومنین آپ سے ملنے آئے ہیں....''

انہوں نے جواب میں بڑی بے نیازی سے فرمایا ''مجھ سے امیر المومنین کو ملنے کی کیا ضرورت ہے.... مجھے معاف رکھیں میری مشغولیت میں کیوں مخل ہوتے ہیں''؟

فضل بن ربیع نے کہا ''کیا آپ پر اولی الامر کی اطاعت لازم نہیں ہے''؟

یہ سن کر حضرت فضیل بن عیاضؒ کوٹھے سے نیچے اترے اور دروازہ کھولا سب لوگ ان کے پاس جا کر بیٹھ گئے.... اندھیرے میں ان کا ہاتھ ہارون رشید کے ہاتھ سے چھو گیا.... انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا ''کتنا نرم ہاتھ ہے.... کاش! کل یہ دوزخ کی آگ میں نہ جلے....''

ہارون رشید نے کہا ''شیخ مجھے کچھ نصیحت فرمائیں....''

فرمایا: ''عمرؒ بن عبدالعزیز خلیفہ بنائے گئے تو رو کر فرمایا ''میں خلافت دے کر آزمائش میں ڈال دیا گیا ہوں.... انہوں نے اس کو آزمائش کہا اور آپ اور آپ کے اصحاب اس کو نعمت سمجھتے ہیں''

جب حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز خلافت کے بوجھ سے بہت ڈرے اور گھبرائے تو حضرت محمدؒ بن کعب نے فرمایا ''امیر المومنین اپنی رعایا میں بڑوں کی اپنے والد کی طرح توقیر

کیجئے....اوسط عمر والوں کا بھائی کی طرح اکرام واعزاز کیجئے اور چھوٹوں سے بیٹے کی طرح شفقت ومحبت سے پیش آیئے....''

حضرت سالمؒ بن عبداللہ نے فرمایا''امیر المومنین! دنیا میں روزہ دار کی طرح رہنا چاہئے....''

حضرت رجاءؒ بن حیات بولے''امیر المومنین! اگر آپ قیامت میں اللہ کے عذاب سے نجات چاہتے ہیں تو مسلمانوں کے لئے وہی پسند کیجئے جو اپنے لئے پسند کرتے ہیں....''

حضرت فضیلؒ بن عیاض نے ہارون رشید کو مخاطب کر کے کہا''امیر المومنین میں اس دن سے ڈرتا ہوں جس دن (قیامت میں) لوگوں کے پیر ڈگ جائیں گے اللہ آپ پر اپنا رحم کرے....آپ کے پاس ایسے لوگ نہیں ہیں جو ایسا نیک مشورہ دے جیسا محمدؒ بن کعب.... سالمؒ بن عبداللہ اور رجاءؒ بن حیات نے حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کو دیا تھا....

یہ سن کر ہارون رشید پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا....جب کچھ حالت سنبھلی تو حضرت فضیلؒ بن عیاض سے عرض کیا''اللہ آپ پر رحم کرے کچھ اور ارشاد فرمایئے''

انہوں نے پھر اسی انداز سے فرمایا''امیر المومنین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور خواہش ظاہر کی کہ مجھے کسی صوبے کا امیر بنا دیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''چچا! میں تم کو تمہارے نفس کا حکمراں بناتا ہوں کیونکہ امارت کی ذمہ داری قیامت کے دن سراسر حسرت وندامت ثابت ہوگی....چچا جان آپ اس کی خواہش نہ کیجئے....''اتنا سن کر ہارون رشید ایک مرتبہ پھر ہچکی باندھ کر رونے لگا پھر کچھ اور سننے کی خواہش کی....

حضرت فضیل بن عیاض نے فرمایا''اے خوبصورت چہرے والے قیامت کے دن اپنی مخلوق کے بارے میں اللہ تعالیٰ آپ سے پوچھ گچھ کرے گا اگر یہ خوبصورت چہرہ آگ سے بچانا چاہتے ہیں تو اس طرح بچایئے کہ کبھی اپنی رعایا کی طرف سے اپنے دل میں کوئی کھوٹ کینہ نہ رکھئے....کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے''کہ جو شخص لوگوں کی طرف سے کینہ اور کھوٹ رکھتا ہے اس پر جنت کی خوشبو بھی حرام ہے....''ہارون اللہ سے ڈرو! اس کے حضور جواب دہی کے لئے اسی طرح تیار رہو جس طرح دوسروں سے اپنے سامنے جواب

دہی کی تمنا رکھتے ہو.... قیامت کے دن آپ سے ایک ایک آدمی کا حساب لیا جائے.... یہاں تک کہ کوئی بڑھیا کسی رات بھوکی سوگئی تو قیامت کے دن وہ بھی تمہاری دامن گیر ہوگی...."

یہ سن کر ہارون رشید رو پڑا.... ہارون کے وزیر فضل برمکی نے کہا:

"یا شیخ اب بس کیجئے آپ نے تو امیر المومنین کو مار ہی ڈالا"

حضرت فضیلؒ بن عیاض نے فضل برمکی کی طرف رخ کر کے فرمایا "تم نے اور تم جیسے لوگوں نے ان کو ہلاکت کے قریب پہنچا دیا ہے...."

ہارون رشید نے پوچھا "شیخ آپ پر کسی کا قرض تو نہیں ہے"؟

حضرت فضیلؒ بن عیاض نے فرمایا "ہاں مجھ پر میرے رب کا قرض ہے جس کا اس نے حساب لیا تو میری ہلاکت ہے اگر اس نے مجھ سے سوال کیا تو میری بربادی ہے اگر اس نے کوئی پوچھ گچھ کی اور اس کا جواب میں نے کافی نہیں دیا تو......"

ہارون رشید بولا "میں بندوں کے قرض کے بارے میں آپ سے پوچھ رہا ہوں اگر کسی کا قرض ہو تو میں اس کو ادا کرا دوں گا...."

فرمایا "میرے رب نے مجھے اس کا حکم نہیں دیا ہے.... میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تنہا اسی کو اپنا رب سمجھوں اور اسی کی اطاعت کروں پھر قرآن کی یہ آیت پڑھی....

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّ مَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ.

ہارون رشید نے کہا "یہ ایک ہزار دینار حاضر ہیں.... انہیں قبول کیجئے اور اپنے اہل و عیال پر خرچ کیجئے...."

حضرت فضیلؒ بن عیاض نے فرمایا "سبحان اللہ! میں تو آپ کو نجات کا راستہ بتاتا ہوں اور آپ مجھے ہلاکت کے گڑھے میں دھکیل رہے ہیں.... یہ اس کو دو جس کو ضرورت ہے تم اس کو دیتے ہو جس کو ضرورت نہیں یہ کہہ کر دروازہ بند کر لیا.... (تبع تابعین جلد اول تذکرہ اولیا)

رعایا کی مامون سے ملاقات

ایک شہر کے لوگوں نے مامون کے سامنے شہر کے والی کی شکایت کی.... مامون نے

نہیں جھٹلایا اور کہا کہ مجھے اس کے متعلق یہ بات تحقیق سے معلوم ہوئی ہے کہ وہ بہت عادل ہے اور اپنی رعیت پر احسان کرتا ہے.... شکایت کرنے والے لوگوں کو شرم آئی کہ مامون کی بات رد کریں چنانچہ ان میں سے ایک بوڑھا آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا اے امیر المؤمنین اس عادل والی نے پانچ سال تک خوب عدل وانصاف کرلیا ہے اب آپ اسے کسی اور شہر بھیجیں تاکہ دوسرے لوگ بھی اس کے عدل وانصاف سے مستفید ہوسکیں اور آپ کو زیادہ سے زیادہ دعائیں ملیں.... مامون ہنس پڑے اور شرمندہ ہوئے اور والی کو اس شہر سے ہٹانے کا حکم دے دیا....

امام شافعی رحمہ اللہ سے ہارون الرشید کی ملاقات

امام شافعیؒ نے طلب علم کیلئے ایک طویل سفر کیا ہے جس کا مستقل سفر نامہ ان کے بعض تلامذہ نے ضبط کیا ہے.... اس سفر کے سلسلہ میں بغداد بھی تشریف لے گئے تھے.... آپ فرماتے ہیں کہ میں جس وقت بغداد داخل ہوا تو قدم رکھتے ہی ایک غلام میرے ساتھ ہولیا اور نہایت تہذیب ومتانت کے ساتھ مجھ سے پوچھا آپ کا نام کیا ہے؟

میں نے کہا ''محمد'' ''غلام نے والد کا نام دریافت کیا تو میں نے کہا ''شافعی'' غلام سے یہ سن کر کہا.... آپ مطلبی ہیں.... میں نے کہا کہ ''ہاں'' غلام نے یہ سب سوال وجواب ایک تختی پر لکھ لئے جو اس کے آستین میں تھی اور اس کے بعد مجھے چھوڑ دیا.... میں بغداد کی ایک مسجد میں جا کر ٹھہر گیا اور اس فکر میں تھا کہ غلام نے یہ تحقیق کیوں کی.... اور اس کا اثر کیا مرتب ہوتا ہے یہاں تک کہ جب آدھی رات گزر گئی تو مسجد کے دروازے پر زور سے دستک دی گئی جس سے سب اہل مسجد مرغوب ہوگئے.... دروازہ کھولا گیا تو کچھ لوگ مسجد میں داخل ہوئے اور ایک ایک آدمی کے چہرے کو غور سے دیکھتے پھرنے لگے.... یہاں تک کہ وہ میرے پاس آئے میں نے کہا فکر نہ کرو جس کو تم ڈھونڈتے ہو وہ میں ہوں.... انہوں نے کہا کہ امیر المومنین (ہارون الرشید) نے آپ کو یاد فرمایا ہے.... میں فوراً بلا کسی پس وپیش کے اٹھ کے ساتھ ہولیا....

میں نے امیر المومنین کو دیکھا تو سنت کے موافق سلام کیا.... امیر المومنین نے میرے طرز سلام کو پسند کیا اور محسوس کیا کہ درباری لوگ جو تکلفات میں سلام کرتے ہیں وہ خطا ہیں.... سلام مسنون یہی ہے.... مجھے سلام کا جواب دیا اور کہا تزعم انک من بنی ھاشم

(تم یہ زعم رکھتے ہو کہ میں بنی ہاشم میں سے) میں نے کہا امیر المومنین آپ لفظ زعم استعمال نہ کریں کیونکہ یہ لفظ قرآن میں جس جگہ آیا ہے سب جگہ زعم باطل کے لئے آیا ہے.... امیر المومنین نے اس قول سے رجوع کر کے تزعم کے بجائے تقول کا لفظ استعمال کیا.... تب میں نے جواب دیا کہ ہاں.... امیر المومنین نے میرا نسب نامہ پوچھا.... میں نے اپنا پورا نسب نامہ سنا دیا جو حضرت آدم علیہ السلام تک مجھے محفوظ تھا.... امیر المومنین نے کہا کہ اتنی فصاحت و بلاغت صرف بنی عبدالمطلب ہی میں ہو سکتی ہے.... اس کے بعد فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کو عہدہ قضا سپرد کر دوں اور اس کے عوض اپنی تمام سلطنت اور ذاتی جائیدادوں کا نصف حصہ آپ کو دوں.... سب پر آپ کا اور میرا حکم قرارداد شرطوں کے مطابق چلے گا اور حکم کا ماخذ قرآن و حدیث اور اجماع امت ہوگا.... میں نے کہا امیر المومنین.... اگر آپ یہ چاہیں کہ اس تمام مال و ضال اور سلطنت و حکومت کے عوض میں محکمہ قضا کا صرف اتنا کام کر دیا کروں کہ صبح کو اس کا دروازہ کھول دوں اور شام کو بند کر دوں تو میں قیامت تک اس کے لئے بھی تیار نہ ہوں گا.... ہارون الرشید یہ جواب سن کر رونے لگے کہ اچھا.... آپ ہمارا کچھ ہدیہ قبول فرمائیں گے.... میں نے عرض کیا کہ مضائقہ نہیں.... لیکن نقد ہونا چاہئے.... وعدے نہ ہوں.... امیر المومنین نے میرے لئے ایک ہزار درہم کا حکم جاری فرمایا اور میں نے اسی مجلس میں اس پر قبضہ کر لیا.... جب دربار میں واپس آیا تو وہاں کے حشم و خدم نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ اپنے انعام میں سے کچھ ہمیں بھی انعام دیجئے چونکہ مجھ سے سوال کیا گیا تھا تو میری مروت نے اس سے کم پر قناعت نہ کی کہ جتنے آدمی بھی تھے سب پر کل مال برابر تقسیم کر لیا اور اس میں ایک حصہ اپنا بھی اس قدر رکھا جتنا کہ ہر شخص کے حصہ میں آیا تھا.... (ماخوذ از کشکول۔ بحوالہ رحلۃ الشافعیؒ)

حضرت فضیلؒ بن عیاض سے ہارون رشید کی ملاقات

حضرت فضیلؒ بن عیاض (۱۰۷ھ ۷۲۵ء) تا (۱۸۷ھ ۸۰۲ء) مشہور ڈکیت تھے.... قرآن کی ایک آیت سن کر ایسے بدلے کہ تقویٰ و طہارت میں بے مثال ہو گئے.... حق گوئی و بیباکی کا یہ حال تھا کہ بادشاہ سے بھی نہ ڈرتے تھے.... کبھی کسی بادشاہ سے ملنا پسند نہ کرتے تھے....

فضل بن ربیع کا بیان ہے کہ جب خلیفہ ہارون رشید نے حج کو جانے کا ارادہ کیا تو کسی نیک و صالح بزرگ سے نصیحت حاصل کرنے کی خواہش ظاہر کی.... پہلے وہ فضل بن

ربیع کو لے کر سفیانؒ بن عیینہ کے پاس گیا فضل بن ربیع نے دروازہ کھٹکھٹایا....

انہوں نے اندر سے پوچھا ''کون؟''

فضل بن ربیع نے کہا ''دیکھو امیر المومنین آپ سے ملنے آئے ہیں''....

اتنا سن کر وہ لپک کر دروازہ پر آئے اور دروازہ کھول کر امیر المومنین سے کہا آپ نے کیوں زحمت کی.... مجھے ہی بلا لیا ہوتا.... میں خود حاضر ہو جاتا''....

ہارون رشید نے کہا ''میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ مجھے کچھ نصیحت فرمائیں''....

سفیانؒ بن عیینہ دیر تک ان سے باتیں کرتے رہے جب ہارون رشید رخصت ہونے کو ہوا تو پوچھا ''شیخ آپ پر کسی کا قرض تو نہیں ہے؟''

شیخ نے کہا ''ہاں فلاں فلاں شخص کا اتنا قرض ہے''....

ہارون رشید اس کا قرض ادا کئے جانے کا حکم دے کر رخصت ہو گیا.... پھر وہ عبدالرحمٰن اصفہانیؒ کے یہاں گئے.... مگر خلیفہ کو ان لوگوں کی باتوں سے تسلی نہ ہوئی اس کے بعد یہ لوگ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں پہنچے.... دستک دی.... انہوں نے اندر سے پوچھا ''کون؟''

فضل بن ربیع نے کہا ''امیر المومنین آپ سے ملنے آئے ہیں''....

انہوں نے جواب میں بڑی بے نیازی سے فرمایا ''مجھ سے امیر المومنین کو ملنے کی کیا ضرورت ہے.... مجھے معاف رکھیں میری مشغولیت میں کیوں مخل ہوتے ہیں؟''

فضل بن ربیع نے کہا ''کیا آپ پر اولی الامر کی اطاعت لازم نہیں ہے؟''

یہ سن کر حضرت فضیل بن عیاضؒ کوٹھے سے نیچے اترے اور دروازہ کھولا سب لوگ ان کے پاس جا کر بیٹھ گئے.... اندھیرے میں ان کا ہاتھ ہارون رشید کے ہاتھ سے چھو گیا.... انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا ''کتنا نرم ہاتھ ہے.... کاش! کل یہ دوزخ کی آگ میں نہ جلے''....

ہارون رشید نے کہا ''شیخ مجھے کچھ نصیحت فرمائیں''....

فرمایا ''عمرؒ بن عبدالعزیز خلیفہ بنائے گئے تو رو کر فرمایا ''میں خلافت دے کر آزمائش میں ڈال دیا گیا ہوں.... انہوں نے اس کو آزمائش کہا اور آپ اور آپ کے اصحاب اس کو نعمت سمجھتے ہیں''....

جب حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز خلافت کے بوجھ سے بہت ڈرے اور گھبرائے تو

حضرت محمدؒ بن کعب نے فرمایا ''امیر المومنین اپنی رعایا میں بڑوں کی اپنے والد کی طرح توقیر کیجئے....اوسط عمر والوں کا بھائی کی طرح اکرام واعزاز کیجئے اور چھوٹوں سے بیٹے کی طرح شفقت و محبت سے پیش آیئے''....

حضرت سالمؒ بن عبداللہ نے فرمایا ''امیر المومنین! دنیا میں روزہ دار کی طرح رہنا چاہئے''....

حضرت رجاءؒ بن حیات بولے ''امیر المومنین! اگر آپ قیامت میں اللہ کے عذاب سے نجات چاہتے ہیں تو مسلمانوں کے لئے وہی پسند کیجئے جو اپنے لئے پسند کرتے ہیں''....

حضرت فضیلؒ بن عیاض نے ہارون رشید کو مخاطب کر کے کہا ''امیر المومنین میں اس دن سے ڈرتا ہوں جس دن (قیامت میں) لوگوں کے پیر ڈگ جائیں گے اللہ آپ پر اپنا رحم کرے....آپ کے پاس ایسے لوگ نہیں ہیں جو ایسا نیک مشورہ دے جیسا محمدؒ بن کعب....سالمؒ بن عبداللہ اور رجاءؒ بن حیات نے حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کو دیا تھا....

یہ سن کر ہارون رشید پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا....جب کچھ حالت سنبھلی تو حضرت فضیلؒ بن عیاض سے عرض کی ''اللہ آپ پر رحم کرے کچھ اور ارشاد فرمایئے''....

انہوں نے پھر اسی انداز سے فرمایا ''امیر المومنین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور خواہش ظاہر کی کہ مجھے کسی صوبے کا امیر بنا دیجئے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ''چچا! میں تم کو تمہارے نفس کا حکمراں بناتا ہوں کیونکہ امارت کی ذمہ داری قیامت کے دن سراسر حسرت و ندامت ثابت ہوگی....چچا جان آپ اس کی خواہش نہ کیجئے''....اتنا سن کر ہارون رشید ایک مرتبہ پھر ہچکی باندھ کر رونے لگا پھر کچھ اور سننے کی خواہش کی....

حضرت فضیل بن عیاض نے فرمایا ''اے خوبصورت چہرے والے قیامت کے دن اپنی مخلوق کے بارے میں اللہ تعالیٰ آپ سے پوچھ گچھ کرے گا....اگر یہ خوبصورت چہرہ آگ سے بچانا چاہتے ہیں تو اس طرح بچایئے کہ کبھی اپنی رعایا کی طرف سے اپنے دل میں کوئی کھوٹ کینہ نہ رکھئے....کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ''کہ جو شخص لوگوں کی طرف سے کینہ اور کھوٹ رکھتا ہے اس پر جنت کی خوشبو بھی حرام ہے''.... ہارون اللہ سے ڈرو! اس

کے حضور جواب دہی کے لئے اسی طرح تیار رہو جس طرح دوسروں سے اپنے سامنے جواب دہی کی تمنا رکھتے ہو.... قیامت کے دن آپ سے ایک ایک آدمی کا حساب لیا جائے.... یہاں تک کہ کوئی بڑھیا کسی رات بھوکی سوگئی ہوگی تو قیامت کے دن وہ بھی تمہاری دامن گیر ہوگی''....

یہ سن کر ہارون رشید رو پڑا.... ہارون کے وزیر فضل برمکی نے کہا:

''یا شیخ اب بس کیجئے آپ نے تو امیر المومنین کو مار ہی ڈالا''....

حضرت فضیلؒ بن عیاض نے فضل برمکی کی طرف رخ کر کے فرمایا ''تم نے اور تم جیسے لوگوں نے ان کو ہلاکت کے قریب پہنچا دیا ہے''....

ہارون رشید نے پوچھا ''شیخ آپ پر کسی کا قرض تو نہیں ہے؟''

حضرت فضیلؒ بن عیاض نے فرمایا ''ہاں مجھ پر میرے رب کا قرض ہے جس کا اس نے حساب لیا تو میری ہلاکت ہے.... اگر اس نے مجھ سے سوال کیا تو میری بربادی ہے اگر اس نے کوئی پوچھ گچھ کی اور اس کا جواب میں نے کافی نہیں دیا تو''

ہارون رشید بولا ''میں بندوں کے قرض کے بارے میں آپ سے پوچھ رہا ہوں اگر کسی کا قرض ہو تو میں اس کو ادا کرادوں گا''....

فرمایا ''میرے رب نے مجھے اس کا حکم نہیں دیا ہے.... میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تنہا اسی کو اپنا رب سمجھوں اور اسی کی اطاعت کروں پھر قرآن کی یہ آیت پڑھی....:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ. مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ. اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ.

ہارون رشید نے کہا ''یہ ایک ہزار دینار حاضر ہیں.... انہیں قبول کیجئے اور اپنے اہل و عیال پر خرچ کیجئے''....

حضرت فضیلؒ بن عیاض نے فرمایا ''سبحان اللہ! میں تو آپ کو نجات کا راستہ بتاتا ہوں اور آپ مجھے ہلاکت کے گڑھے میں دھکیل رہے ہیں.... یہ اس کو دو جس کو ضرورت ہے تم اس کو دیتے ہو جس کو ضرورت نہیں یہ کہہ کر دروازہ بند کرلیا.... (تبع تابعین جلد اول.... تذکرہ اولیاء)

ایک شخص کی خلیفہ ہارون رشید کے درویش بیٹے سے ملاقات

خلیفہ ہارون رشید کا ایک لڑکا تھا وہ زاہدوں اور درویشوں کی صحبت میں بہت رہتا تھا....

ابو عامر بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اللہ کی محبت میں اس نے گھر کے شاہی آرام کو چھوڑ کر زاہدانہ زندگی بسر کرنا شروع کردی.... میرے گھر کی ایک دیوار منہدم ہوگئی تھی.... میں اسے بنوانے کے ارادے سے مزدوروں کی تلاش میں نکلا.... دیکھا کہ مزدور کی ہیئت میں ایک خوبصورت جوان لڑکا ہے.... اس کے سامنے ایک زنبیل ہے اور قرآن شریف کی تلاوت کر رہا ہے.... میں نے اس سے کہا لڑکے کچھ کام کرو گے؟

اس نے جواب دیا.... کیوں نہیں میں نے کہا کہ گارے مٹی کا کام کرنا ہوگا.... کہا ٹھیک ہے لیکن ایک درہم اور ایک دانگ لوں گا اور نماز کے وقت اپنی نماز پڑھوں گا....

میں نے کہا منظور ہے چلئے.... میں اسے لے کر آیا اور کام میں لگا کر چلا گیا جب مغرب کا وقت آیا تو آ کر کیا دیکھتا ہوں کہ اس نے دس آدمیوں کے برابر کام کیا ہے.... میں اسے بجائے ایک درہم اور ایک دانگ کے دو درہم پورے دینے لگا.... اس نے کہا اے ابو عامر! میں اس کو کیا کروں گا؟

اور لینے سے صاف انکار کردیا.... دوسرے دن میں پھر اس کی تلاش میں بازار گیا.... لوگوں نے کہا کہ وہ صرف ہفتہ کے دن مزدوری کرتا ہے....

جب ہفتہ کا دن آیا تو اس کی تلاش میں بازار آیا.... دیکھا اسی حالت میں موجود ہے.... میں نے اس سے سلام کیا اور کام کے لئے اس سے کہا.... اس نے اسی طرح کی شرطیں کیں.... میں سب قبول کر کے اسے لے آیا اور اسے کام پر لگا دیا اور دور بیٹھ کر دیکھتا رہا.... کہ یہ کس طرح اس قدر جلدی اتنا کام کرلیتا ہے اور میں ایسے موقع پر بیٹھا کہ میں اس کو دیکھوں اور وہ مجھے نہ دیکھے.... دیکھتا کیا ہوں کہ اس نے ہاتھ میں گارا لیا اور اسے دیوار پر تھوپا اور اس کے بعد پتھر خود بخود ایک دوسرے سے ملتے چلے جاتے ہیں.... میں نے اپنے جی میں کہا کہ یہ خدا رسیدہ شخص ہے اور ایسے لوگوں کی اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعانت اور مدد ہوا کرتی ہے....

تیسرے ہفتہ کو پھر میں بازار آیا.... معلوم ہوا کہ وہ تین دن سے ایک ویرانہ میں بیمار پڑا ہے اور موت اس کے قریب ہے میں اس جگہ پہنچا دیکھا کہ وہاں لق ودق میدان میں بے کس و بے بس وہ جوان پڑا ہے میں نے جا کر سلام کیا اور دیکھا تو سر کے نیچے ایک اینٹ کا ٹکڑا رکھا ہوا ہے.... میں نے مکرر پھر سلام کیا تو آنکھ کھولی اور مجھے پہچانا.... میں نے اس کا سر لے کر اپنی گود میں رکھ لیا....

وہ مجھے کہنے لگا یہ میری زنبیل اور تہبند لو.... یہ گورکن کو دینا.... یہ قرآن اور انگشتری جناب امیر المومنین ہارون رشید کے پاس پہنچا دینا.... دیکھو یہ خیال رکھنا کہ تم اپنے ہاتھ سے امیر المومنین کے ہاتھ میں دینا اور یہ کہنا کہ یہ میرے پاس تمہاری ایک امانت ہے.... جو ایک مسافر مسکین لڑکے نے سپرد کی ہے....

اور امیر المومنین سے یہ بھی کہنا کہ دیکھو بیدار رہو.... اس غفلت اور دھوکہ میں تمہاری موت نہ آ جائے.... یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ طائر روح قفس جسدی سے پرواز کر گیا....

اس وقت میں نے جانا کہ یہ خلیفہ کا جگر گوشہ ہے.... میں نے اس کی سب وصیتوں کو پورا کیا....

ابو عامر کہیت ہیں کہ اس رات جب میں سویا.... دیکھتا کیا ہوں کہ ایک نور کا قبہ ہے اور اسپر ایک نور کا ابر ہے.... ناگاہ ابر پھٹا اور اس میں سے وہ لڑکا یہ کہتا ہوا نکلا....

''اے ابو عامر! حق تعالیٰ تم کو جزائے خیر دے.... تم نے خوب میری وصیتوں کو پورا کیا''

میں نے پوچھا بیٹا تم پر کیا گزری؟

''کہا اپنے پروردگار.... رحیم و کریم کے پاس ہوں اور وہ مجھ سے راضی ہے اور مجھے ایسی ایسی نعمتیں عطا فرمائی ہیں کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھیں اور نہ کسی کان نے سنیں اور نہ کسی کے دل پر ان کا خیال تک گزرا اور حق تعالیٰ نے قسم کھا کر فرمایا کہ جو بندہ دنیا کی نجاستوں سے ایسا نکل آئے گا جیسا کہ تو نکلا ہے تو اسے ایسی ہی نعمتیں دوں گا جیسے تجھے دی ہیں....

شیخ عبدالعزیز مکی رحمہ اللہ کی مامون رشید سے ملاقات

حضرت شیخ عبدالعزیز مکی رحمۃ اللہ علیہ یہ بہت بڑے عالم اور عارف باللہ تھے انہوں نے ارادہ کیا کہ کم سے کم میں ایک مرتبہ مامون رشید کے سامنے کلمۂ حق تو واضح کردوں اور اس سے جا کر یہ کہوں کہ تم نے ہزاروں علماء کو قتل کرا دیا اور اس مسئلے کو لوگوں کی حیات وممات

کا ذریعہ قرار دے دیا ہے حالانکہ قرآن و حدیث کسی میں بھی اس کو قرار نہیں دیا گیا ہے.... اگر کوئی توحید کا انکار کرے تو واجب القتل ہے.... اسی طرح جو عقائد حقہ ہیں اگر ان کا کوئی انکار کرے وہ بھی واجب القتل ہے.... لیکن یہ کہاں ہے کہ اگر خلق قرآن کا اقرار کرو تو خیریت ہے ورنہ قتل کر دیئے جاؤ گے....

یہ ان کا مقصد تھا اس کو پورا کرنے کے لئے انہوں نے ترکیب یہ کی کہ اپنے بیٹے سے یہ فرمایا کہ جامع مسجد میں جہاں لاکھوں مسلمان نماز پڑھنے آتے ہیں میں کھڑے ہو کر اعلان کروں گا تم اس پر کھڑے ہو جانا اور سوال کرنا کہ **ماقولکم فی خلق القرآن** ....

یعنی خلق قرآن کے بارے میں تمہارا کیا قول ہے اس پر میں تقریر کروں گا تو یقیناً میں گرفتار ہو جاؤں گا.... پھر مجھے مامون کے دربار میں پیش کیا جائے گا تو وہاں پر مامون کے سامنے مجھے کلمۂ حق کے اعلان کا موقع ملے گا....

شیخ نے مامون تک پہنچنے کا یہ ذریعہ بنایا چنانچہ دونوں حضرات مکے سے چلے اور اسی ترتیب کے مطابق جامع مسجد میں نماز کے بعد اعلان کیا گیا کہ شیخ عبدالعزیز مکی رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ سوالات کئے جائیں گے.... لوگ ٹھہر گئے صاحب زادے نے کھڑے ہو کر سوال کیا کہ خلق قرآن کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں.... شیخ عبدالعزیز مکی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک زوردار تقریر کی اور فرمایا کہ یہ قطعاً مخلوق نہیں ہے بلکہ صادر من اللہ ہے اور یہ لوگ جو خلق قرآن کا دعویٰ کر رہے ہیں بالکل جھوٹے ہیں اور دین پر تہمت اور افتراء باندھ رہے ہیں.... جب تقریر پوری ہو گئی تو پولیس پہنچ گئی اور ان کو گرفتار کر لیا اور لوگوں میں بھگدڑ پڑ گئی لوگ...... بھاگ گئے ان کو پکڑ کر جیل میں ڈال دیا.... وہاں کا جیلر جو تھا وہ فی الجملہ کچھ دیندار تھا.... وہ شیخ عبدالعزیز مکی رحمۃ اللہ علیہ سے آ کر ملا اور کہا کہ کیوں اپنی جان کو خطرے میں ڈالتے ہو ابھی مثل میرے ہاتھ میں ہے اس میں کچھ ردوبدل کر سکتا ہوں آپ مکے جاؤ اس جھگڑے میں کیوں پڑ رہے ہو....

شیخ عبدالعزیز مکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں آیا ہی ہوں اسی غرض سے کہ کلمۂ حق کا اعلان کروں اس کے بعد جیلرس نے ان سے کچھ بحث کیا شیخ نے اس کے جوابات دیئے اس

نے حق کا اقرار کیا اور کہا کہ مجھے پہلے ہی سے ہمدردی تھی اور اب اور زیادہ ہمدردی ہوگئی....

لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ کچھ توریہ وغیرہ استعمال کر کے نکل جائیں میں خود نمٹ لوں گا.... مگر شیخ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہی ہوں کہ مامون کے دربار میں پہنچوں اور اسی گرفتاری کی حالت میں.... اس نے کہا کہ خیر! اس کو آپ جانیں یہ اسی طرح گرفتار رہے.... اور مامون تک یہ بات پہنچائی گئی.... جیلر نے مامون کو آمادہ کیا کہ شیخ عبدالعزیز بہت بڑے عالم ہیں.... میری رائے یہ ہے کہ آپ انہیں دربار میں طلب کریں.... وہ چاہتے ہیں کہ میں اسی مسئلے کو پوری طرح سمجھوں اور سمجھاؤں میری رائے یہی ہے کہ آپ معتزلہ کے علماء کو جمع کریں اور پورا دربار لگے اور اس میں شیخ عبدالعزیز مکی رحمۃ اللہ علیہ کو بلایا جائے مامون نے اس مشورہ کو تسلیم کرلیا اور تاریخ متعین کردی.... جب وہ تاریخ آئی تو شیخ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو ایسے مکان میں بٹھایا گیا جو لب سڑک تھا اور وہ سڑک شاہی دربار میں جاتی تھی اور یہ ترکیب اس لئے کی گئی کہ دربار میں جانے والے کروفر و رعب کے ساتھ اسی سڑک سے جائیں گے یہ منظر دیکھ کر شیخ عبدالعزیزؒ پر رعب طاری ہو جائے اور اپنے خیال سے رک جائیں....

جب وقت آیا تو سب سے پہلے اسی راستے سے فوجی دستے گزرے تلواریں لٹکی ہوئی سونے اور چاندی کے ان کے حلقے تھے گویا بڑے چمک دمک کے ساتھ ایک لشکر گزرا اور شیخ پر یہ اثر ڈالنا تھا کہ ان سب کی موجودگی میں تم کو کلام کرنا پڑے گا یہ نہیں کہ چند آدمیوں کے سامنے تم نے مسئلہ بیان کر دیا اس کے بعد ایک سول ملازمین کا دستہ گزرا وہ بھی زرق و برق تھے اس کے بعد علماء کی جماعت گزری ان کے جبے و عمامے سبز تھے وہ بھی ایک شان کے ساتھ گزرے اس کے بعد عمائد شہر کے دستے گزرے گویا ڈیڑھ دو گھنٹے اسی طرح سے لوگ گزرتے رہے اور مقصد یہ تھا کہ ان سب کی موجودگی میں تم کو کلام کرنا ہے مگر شیخ کا عزم مضبوط ہوتا رہا یہاں تک کہ وہ وقت آیا اور پولیس پہنچی اور کہا کہ امیر المومنین کے دربار میں آپ کی حاضری ہے.... ان کو اسی قیدی کی حالت میں دربار میں لے جایا گیا....

شاہی محل کے اردگرد سات شہر بنائے گئے اور ہر ہر شہر پناہ کے درمیان بڑی بڑی کوٹھی اور محلات اور وسیع میدان تھے....

جب شیخ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ غلاموں کی ایک قطار ننگی تلوار لئے ہوئے کھڑی ہے اور شیخ عبدالعزیز سے کہا گیا کہ خلیفۃ المومنین کی یہ پہلی ڈیوڑھی ہے یہاں پر دو رکعت نماز پڑھیئے انہوں نے دو رکعت نماز ادا کیا....

وہ غلام تحقیر اور ترچھی نگاہوں سے شیخ کو دیکھ رہے تھے اور اس درجہ مرعوب کر رہے تھے کہ یہ بولنے کے قابل نہ رہے پھر دوسری ڈیوڑھی آئی تو پولیس نے کہا کہ یہاں پر بھی دو رکعت نماز پڑھیئے.... وہاں کے غلام دوسرے رنگ میں زرق برق تھے.... اسی طرح سے سات ڈیوڑھیاں پاس کرائی گئیں یہاں تک کہ شاہی دربار کا وہ محل آ گیا جو مامون الرشید کا شاہی دربار تھا وہ اتنا بڑا ہال تھا کہ جتنے لوگ گئے تھے سب اس میں کھپے ہوئے تھے ہال کے ستونوں پر ریشم کے کپڑے لپٹے ہوئے تھے....

دربار بڑے بڑے قالین وریشم وغیرہ سے سجا ہوا تھا.... جب شیخ داخل ہوئے تو شیخ سیاہ فام تھے.... ان کی صورت وشکل کوئی اچھی نہیں تھی.... لیکن علمی کمال بڑا اونچا تھا تو ان کو دیکھ کر لوگوں نے تحقیر آمیز نعرے لگانا شروع کیا اور بعضوں نے تو تُھو تُھو کیا.... مگر شیخ نے ان کی طرف توجہ نہیں کیا.... بعض نے تحقیر آمیز کلمات بھی کہے....

شیخ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اس وقت میرے دل میں تھوڑی سی مرعوبیت پیدا ہوئی اور وجہ یہ تھی کہ ان تحقیر کنندوں کے سامنے میں کیا کہوں اور ان کو کس طرح سمجھاؤں یہ نفسیاتی بات ہے کہ جس مجلس میں تحقیر کرنے والے ہوں تو کہنے والے کی ہمت نہیں بڑھتی.... بہر حال شیخ عبدالعزیزؒ مکی کو بٹھایا گیا پھر نقیبوں نے آواز دی کہ امیر المومنین اپنے محل سے چل پڑے ہیں تمام لوگ ادب سے بیٹھ گئے یہاں تک کہ پردہ اٹھا اور مامون الرشید نمایاں ہوئے....

شیخ کہتے ہیں کہ جس طرح سے شیر ہوتا ہے بہت ہی وجیہ اور قوی ہیکل اور رعب دار اس کا چہرہ تھا.... تمام لوگوں نے کھڑے ہو کر اس کی تعظیم کی پورے دربار میں ایک سناٹا اور سکوت چھا گیا.... مامون نے بیٹھتے ہی کہا کہ کون ہے عبدالعزیز.... لوگوں نے کہا کہ یہ ہیں اس نے کہا کہ ادن منی یعنی میرے قریب آؤ وہ قریب گئے....

مامون نے کہا کہ کیا نام ہے تمہارا.... شیخ نے فرمایا عبدالعزیز کہاں سے آئے ہو....

شیخ نے کہا مکے سے.... کیوں آئے ہو.... شیخ کے اندر جرأت حق پیدا ہوئی اور کہا کہ اس لئے آیا ہوں کہ آپ نے ایک عام گمراہی کا راستہ کھول رکھا ہے اور ہزاروں علماء کو ایک فرضی مسئلے پر قتل کرادیا جو حیات و ممات کا معیار نہیں تھا.... آپ کو ان کے قتل کا کوئی حق نہیں پہنچتا ہے نہ کتاب اللہ سے نہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کے اوپر ایسے دنیا پرست علماء چھاگئے کہ جنہوں نے ایک وہمی اور فرضی مسئلے کو لوگوں کی زندگی کا معیار بنادیا ہے اور ہزاروں کو ناحق قتل کرادیا.... ان سب کا خون آپ کے گردن پر ہے ان سب کا قیامت کے دن آپ کو جواب دینا پڑے گا.... یہ کہہ کر بہت ہی ڈانٹ ڈپٹ کے تقریر کی....

بہرحال سختی کے ساتھ ایسا ڈانٹے جیسا کوئی اپنے شاگرد کو ڈانٹا کرتا ہے لیکن مامون چپ چاپ بیٹھ کر سنتا رہا.... جب شیخ عبدالعزیز بول چکے تو مامون کہتا ہے کہ اے عبدالعزیز تو نے اپنی حدود سے گزر کر کلام کیا ہے تو نے نہ اس دربار کی عظمت کو پہچانا نہ خلافت کی عظمت کو پہچانا.... لیکن میں ان سب چیزوں پر صبر کرتا ہوں کیوں کہ تو ایک مخلص آدمی معلوم ہوتا ہے اور تیرا مقصد کوئی ذاتی وجاہت کمانا نہیں ہے.... اس لئے میرے دل میں اس کی قدر ہے.... تیرا طرز کلام اور اس قدر آنے کا مقتضی تو یہ تھا کہ میں تجھے قتل کا حکم دیتا لیکن چونکہ تیری نیت صاف ہے اور تو سوچتا ہے کہ مسئلے کی تحقیق ہوجائے.... اس لئے میں ان ساری چیزوں سے درگزر کرتا ہوں.... تو کلام کرنے میں بالکل آزاد ہے.... لہٰذا آزادی سے اپنے مسئلے کو ثابت کر مگر یہ دیکھو آپ کا مقابلہ بڑے بڑے علماء سے ہے اگر تو جیت گیا تو پوری حکومت پر فتح پائے گا.... اور اگر تو ہار گیا تو تیرا انجام اتنا برا ہوگیا کہ ایسا انجام کسی کا نہ ہوا ہوگا.... بہرحال تم کو سنبھل کر بولنا ہے مامون نے بہت ہی فصیح اور بلیغ انداز میں تقریر کی....

اس کے بعد شیخ عبدالعزیز مکی رحمۃ اللہ علیہ اور معتزلہ کے علماء سے گفتگو شروع ہوئی....

شیخ عبدالعزیزؒ نے ایک طرف مامون کو اور ایک طرف درباریوں کو خطاب کرکے فرمایا کہ لوگوں نے میرے متعلق یہ کہا اور یہ کہا مجھ پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑا.... لیکن ان کو یہ خیال کرلینا چاہئے کہ اگر یہ عالی شان دربار کا کمرہ کہیں سے خراب یا خستہ ہو اور اس پر کوئی شخص اس کی تحقیر کرے تو یہ تحقیر عمارت کی نہیں بلکہ معمار کی ہوگی کہ اس معمار کو اتنی عقل نہ آئی کہ

اتنی عالی شان مکان میں یہ کھوٹ اور خرابی رکھ دیا....

لہٰذا میرے سیاہ رنگ اور بدصورتی کی ملامت کرنے کے یہ معنی ہیں کہ میرے خالق نے میری ایسی صورت کیوں بنائی ....درحقیقت یہ مجھ پر طعن و ملامت نہیں ہے بلکہ خالق اشیاء کے اوپر طعن اور ملامت ہے....

مجھے تعجب یہ ہے کہ اتنے بڑے بڑے علماء اور فہیم لوگ اپنے خالق اور مالک پر طعن کرتے ہیں اس انداز سے بیان فرمایا کہ پورے دربار پر ان کی تقریر کا رعب طاری ہوگیا ....اور وہ حقارت عظمت سے بدل گئی اور ان کے سامنے سارے لوگ جھک گئے....اس کے بعد معتزلہ کے علماء سے بحث شروع ہوئی....معتزلہ نے خلق قرآن پر دلائل دینے شروع کئے اور شیخ عبدالعزیز مکی رحمۃ اللہ علیہ نے جوابات دینے شروع کئے پھر معتزلہ نے اس پر اعتراض کیا اور شیخ نے جواب دیا....

راوی بیان کرتا ہے کہ جب معتزلہ کے علماء تقریر کرتے تھے تو لوگ سمجھتے تھے کہ اتنی لاجواب دلیل خلق قرآن پر معتزلہ نے پیش کیا ہے کہ اب عبدالعزیزؒ کے پاس اس کا کوئی جواب نہ ہوگا....اور جب شیخ عبدالعزیز تردیدی تقریر کرتے تھے تو معلوم یہ ہوتا تھا کہ اب اس کا کوئی جواب معتزلہ کے پاس نہ ہوگا پھر جب معتزلہ اس پر نکیر کرتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ اس سے زیادہ پختہ دلیل کوئی نہ ہوگی لیکن اس کے جواب میں جب شیخ عبدالعزیز بولتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ اس سے بہترین دلیل معتزلہ پیش نہیں کرسکتے تھے ان کے بیان پر معلوم ہوتا تھا کہ معتزلہ سب کے سب احمق ہیں....

اسی طرح سے بہت دیر تک سلسلہ چلتا رہا....اور رات کا بہت سا حصہ اس میں گزر گیا نہ یہ بند ہوں اور نہ وہ بند ہوں....اخیر میں معتزلی علماء نے کہا کہ اے عبدالعزیز اب تم سنبھل کر بیٹھ جاؤ....ہم قرآن کے مخلوق ہونے پر ایک ایسی دلیل پیش کرتے ہیں کہ یہ ممکن نہیں تم اس کا جواب دے سکو تم کو لامحالہ جھکنا پڑے گا....اور وہ یہ ہے کہ ہم تم سے سوال کرتے ہیں کہ یہ قرآن شئے ہے یا لاشئ ہے....شیخ عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ معاذ اللہ! یہ لاشئ کیوں ہے یہ شئ ہے تو معتزلہ نے کہا کہ جب یہ شئ ہے تو تم نے مان لیا کہ اللہ خالق کل شئ یعنی اللہ تعالیٰ ہر شئے کا خالق ہے تو

شی میں قرآن بھی داخل ہے.... تمہارے ہی قول سے ثابت ہو گیا کہ قرآن مخلوق ہے....

لہٰذا قرآن کا مخلوق ہونا نص قطعی سے ثابت ہو گیا.... شیخ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ اس وقت میرے دل میں ایک جھجک سی پیدا ہوئی کہ اب میں کیا جواب دوں اور تشویش میں مبتلا ہو گیا.... اس وقت ہم نے حق تعالیٰ کی طرف رجوع کیا کہ میرے قلب میں کوئی اس کا جواب القا فرمادیں جو واضح اور صاف ہو اور منطقی انداز میں نہ ہو کہ جس سے لوگ الجھ جائیں.... اس وقت حق تعالیٰ نے میرے قلب میں یہ جواب القاء فرمایا.... میں نے معتزلی علماء سے کہا کہ اب تم بھی سنبھل کر بیٹھ جاؤ میں بھی ایک آخری بات کہتا ہوں کہ جس کا جواب ممکن نہیں ہے کہ تم دے سکو اور وہ یہ ہے کہ میں تم سے سوال کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے لئے نفس ہے یا نہیں.... ظاہر بات ہے کہ کوئی اس کا انکار نہیں کر سکتا ہے کہ اللہ کے نفس نہیں ہے کیونکہ قرآن میں خود ہی فرمایا.... وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ .... یعنی اللہ تعالیٰ تم کو اپنے نفس سے ڈراتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے لئے نص قطعی سے نفس ثابت ہے معتزلہ نے کہا کہ اللہ کے لئے نفس ہے تو شیخ عبدالعزیزؒ نے فرمایا یہ بھی قرآن میں ہے كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ یعنی ہر نفس کے لئے موت ہے تو کیا تم معاذ اللہ اس اصول سے حق تعالیٰ کے لئے موت ثابت کردو گے.... لہٰذا تم جو بھی اس کے متعلق جواب دو گے تمہارے سوال کا ہمارا وہی جواب ہوگا.... اس پر سارے معتزلی علماء خاموش ہو گئے اور ان سے کوئی جواب نہ بن پڑا جب تھوڑی دیر اسی خاموشی کے عالم میں گزرا تو مامون رشید نے اعلان کیا کہ اب حق بالکل واضح ہو گیا اور شیخ عبدالعزیز اپنے مخالفین پر غالب آ گئے ان سے کوئی جواب نہ بن پڑا.... خواہ میری رائے بدلے یا نہ بدلے لیکن خلق قرآن کے مسئلے میں عبدالعزیز مکی رحمۃ اللہ علیہ نے معتزلہ کو اس قدر خاموش اور ساکت کردیا ہے کہ ان کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے اس کے بعد دربار برخواست کیا .... اور کہا کہ عبدالعزیز آج تم سے زیادہ ہمارے نزدیک کوئی معزز نہیں ہے اور خدام کو حکم دیا کہ عبدالعزیز کو محل کے خاص مہمان خانے میں ٹھہراؤ پھر ان کو دس بیس ہزار درہم بطور انعام بھی دیا.... اور بہت سا سامان دیا پھر بہت ہی اعزاز و اکرام سے ان کو رخصت کیا....

عبدالعزیز مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں محل سے باہر نکلا تو لاکھوں آدمیوں کا

مجمع لگا ہوا تھا اور وہ لوگ اس کے منتظر تھے کہ کیا ہونے والا ہے جب سب کو خبر ملی کہ شیخ عبدالعزیز سارے معتزلی علماء کو لاجواب کر کے غالب ہو گئے تو لوگوں کے جوش وخوشی کی یہ کیفیت تھی کہ لوگوں نے اپنے کندھوں پر اٹھالیا اور ایک میل تک ہمارا قدم زمین پر نہیں پڑا اور لوگوں کی عجیب حالت تھی.... جب میں قیام گاہ پر پہنچا تو کئی روز تک ہزاروں کا مجمع آتا اور مناظرے کی کیفیت کو سنتا....اور میں بیان کرتا پورا ایک ماہ گزر گیا میں بھی بیان کرتے کرتے تھک گیا تو فرصت کے وقت میں مناظرے کی ساری کیفیت کو ہم نے قلم بند کیا....اس کا نام کتاب الحیضہ" رکھا پھر اس کو شائع کیا اور لوگوں نے اس سے فائدہ اٹھایا اس مناظرے کا اثر یہ ہوا کہ قتل وغارت کا سلسلہ بند ہو گیا....اور علماء حقانی کے اندر طاقت پیدا ہو گئی اور معتزلی علماء جھک گئے....

اس کا اثر مامون پر خود پڑا.... مؤرخین لکھتے ہیں کہ آخر عمر میں مامون تائب ہو گیا اور بہت نادم تھا کہ بلاوجہ ہمارے ہاتھ سے ہزاروں ناحق خون ہوئے حتیٰ کہ جب اس کی موت کا وقت آیا ہے تو اس نے کہا کہ مجھے اس تخت شاہی سے اتار کر مٹی کے اوپر ڈال دو اور اس پر کوئی کپڑا بھی نہ رکھو مرتے دم اس کا یہ کلمہ تھا کہ **یامن لایزال ملکه ارحم من زال ملکه** .... اے وہ ذات جس کا ملک کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے رحم کر ایسے شخص پر جس کا ملک ختم ہونے والا ہے تو تواضع وانکسار اخیر عمر میں پیدا ہو گئے تھے اور اس میں ندامت کے آثار بھی نمایاں ہوئے اور وہ تائب بھی ہوا....

اس کے بعد خلق قرآن کا مسئلہ درہم برہم ہو گیا....البتہ مامون الرشید کے بعد عدم خلق قرآن کا مسئلہ علماء میں زیر بحث رہا....(مجالس حکیم الاسلام جلد اول)

ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص کی ملاقات

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تفسیر فتح العزیز میں تفسیر کبیر کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں کہ ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں سفر میں پیدل تشریف لے جارہے تھے ایک آدمی انہیں ملا جو سوار تھا....اس نے آپ سے دریافت کیا کہ حضور! کہاں تشریف لے جارہے ہیں؟

آپ نے فرمایا کہ حج کے لئے جا رہا ہوں.... اس شخص نے کہا کہ میں بھی حج کے لئے جارہا ہوں.... پھر اس شخص نے کہا کہ آپ نے اتنا بڑا سفر اختیار کیا اور پیدل سفر فرمارہے ہیں؟

کوئی سواری بھی آپ کے پاس نہیں......! حالانکہ سفرِ حج کے باب میں قرآن کریم میں ہے ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾ لوگوں پر حج بیت اللہ لازم ہے لیکن اس شخص پر جو استطاعت رکھتا ہو اور فقہا لکھتے ہیں کہ آنے جانے کی سواری کا نظم ہو اور گھر والوں کو اتنے دنوں کا نان ونفقہ دے سکے اتنا طویل سفر ہے اور آپ کے پاس کوئی سواری نہیں دیکھتا ہوں......! حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے پاس الحمدللہ! بہت سی سواریاں ہیں.... اس نے کہا کہ میں تو کوئی سواری نہیں دیکھتا ہوں.... فرمایا کہ کیوں نہیں؟

سنو! میں بتاؤں اپنی سواری؟

میں جب سفر حج کے لئے نکلا ہوں راستہ میں مجھے کوئی مصیبت پیش آتی ہے تو میں صبر کی سواری پر سوار ہو جاتا ہوں.... جب نعمت پیش آتی ہے تو شکر کی سواری پر سوار ہو جاتا ہوں .... طبیعت کے خلاف کوئی بات پیش آتی ہے تو تسلیم ورضا کی سواری پر سوار ہو جاتا ہوں.... رنج وغم کی کیفیت ہوتی ہے تو انا للہ کی سواری پر سوار ہو جاتا ہوں....

نفس وشیطان مزاحمت کرتے ہیں اور طاعت کی طرف طبیعت نہیں چلتی اور مادیت سے طبیعت نہیں ہٹتی تو حوقلہ (لا حول و لا قوۃ الا باللہ) کی سواری پر سوار ہو جاتا ہوں....

اگر گناہ ہو جاتا ہے تو استغفار کی سواری پر سوار ہو جاتا ہوں....

جب کسی کی عظمت سامنے آتی ہے تو اللہ اکبر کی سواری پر سوار ہو جاتا ہوں....

جب طبیعت کا میلان کسی اور شی کی طرف ہوتا ہے تو خدا کی تنزیہ اور سبحان اللہ کی سواری پر سوار ہو جاتا ہوں....

غرض یہ کہ مختلف سواریاں میرے پاس ہیں حسب حال اور حسب موقع میں ان سواریوں کو اختیار کرتا ہوں.... عارف تھے.... دل جلے تھے.... صاحب سلسلہ شیخ ہیں.... بہت بڑے شخص ہیں.... مشائخ چشتیہ میں بھی آپ کا نام آتا ہے.... غیر معمولی شخص ہیں.... بادشاہت چھوڑ کر آپ نے ولایت اختیار کی) اس شخص کو بڑا اثر ہوا.... اس نے معذرت

کی اور معافی چاہی کہ حضرت! معاف فرمائیں.....صحیح معنی میں سوار آپ ہی ہیں اس لئے کہ اگر میری سواری کے پیر ٹوٹ جائیں تو میں بالکل نہتا اور بے بس ہو جاؤں گا..... مولیٰ نے آپ کو وہ سواریاں عطا فرمائی ہیں کہ جن کے لئے کوئی رکاوٹ ہی نہیں ہمیں اتنی اعلیٰ قسم کی سواریاں نصیب نہیں ہیں اس لئے کہ ہم ان حقائق سے غافل ہیں.....(فیض ابرار جلد پنجم)

ایک شخص کی خلیفہ ولید بن عبدالملک سے ملاقات

قبیلہ بنو عبس کا ایک وفد دارالخلافہ (دمشق) آیا اس میں ایک صاحب نابینا تھے..... خلیفہ نے ان کے اعزاز و اکرام کے بعد ان نابینا صاحب سے پوچھا آپ کی دونوں آنکھیں کیونکر ضائع ہوئیں؟

کہنے لگے امیر المومنین میں اپنے قبیلہ بنو عبس کا امیر ترین فرد تھا میرے ہاں مال و دولت کے علاوہ اولاد کی بھی کثرت تھی اور اللہ نے عزت وشان بھی بخشی تھی میرا قیام قبیلے کی سرسبز وادی میں تھا.....ہم نہایت آسائش و مسرتوں میں اپنی زندگی گزار رہے تھے ہمیں کسی بات کا اندیشہ نہ تھا.....دکھ درد.....رنج وغم کو ہم بھول گئے تھے.....ایک رات ایسی طوفانی بارش ہوئی کہ وادی جل تھل ہوگئی پھر کچھ دیر بعد پانی کا سیلاب ٹوٹ پڑا.....دیکھتے ہی دیکھتے ہمارا مال ومتاع.....عالیشان مکان.....بیوی بچے سب طوفان کی نذر ہو گئے میں کسی طرح بچ گیا.....

سیلاب ختم ہونے کے بعد مجھ کو صرف اپنا ایک شیر خوار بچہ زندہ ملا اور ایک اونٹ جو اونچے مقام پر پناہ لئے ہوئے تھا.....میں نے اپنے بچے کو درخت کے نیچے لٹا دیا اور اونٹ پکڑنے کے لئے آگے بڑھا.....اونٹ جو خوفزدہ تھا بھاگ پڑا میں اس کے پیچھے دوڑا ہی تھا کہ بچہ کی ایک بھیانک چیخ سنی پلٹ کر دیکھا ایک بھیڑیا بچے کا سر اپنے منہ میں لے چکا ہے اور اسکو چبا رہا تھا میں تیزی سے بچے کی طرف آیا لیکن بھیڑیا اپنا کام تمام کر چکا تھا.....انا للہ و انا الیہ راجعون

پھر اونٹ کی طرف آیا.....اونٹ خوف وہراس میں پاگل ہو چکا تھا قریب ہوتے ہی اس نے ایک زبردست لات ماردی میری پیشانی پھٹ گئی اور آنکھیں ضائع ہوگئیں.....

امیر المومنین بس ایک ہی رات میں اپنے بیوی بچوں..... مال و متاع..... صحت وبصارت سب سے محروم ہو گیا.....

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ (القرآن)

خلیفہ ولید بن عبدالملک کی آنکھیں اس واقعہ سے پرنم ہوگئیں اپنے خادم سے کہا ان نابینا شیخ کو ہمارے عزیز مہمان عروہ بن الزبیرؓ کے ہاں لے جاؤ اور یہ قصہ خود ان کی سنوادو.... خلیفہ کا یہ مقصد تھا کہ حضرت عروہ بن الزبیرؒ کو ایسے واقعات سننے سے تسلی ہوگی اور ان کا غم ہلکا ہوگا....

نابینا صاحب نے اپنی داستان سنائی حضرت عروہ بن الزبیرؓ نے بوڑھے نابینا کی کہانی سنی اور دعا دی اور اپنے رب کا شکر ادا کیا کہ اس نے نابینا جیسی حالت سے دوچار نہ کیا....

فلک الحمد یاربنا .... (تذکرۃ التابعین)

ابوالحسن نوری رحمہ اللہ کی خلیفہ معتضد باللہ سے ملاقات

ابوالحسین نوری (خلیفہ معتضد باللہ کے زمانہ کے بہت بڑے عالم) ایک دفعہ دریا میں سفر کر رہے تھے کشتی میں بہت مٹکے دیکھے.... ملاح سے پوچھا ان میں کیا ہے؟

کہا شراب ہے اور خلیفہ معتضد باللہ نے منگوائی ہے....

ابوالحسین نے لکڑی لے کر ایک ایک مٹکے کو توڑنا شروع کیا.... تمام حاضرین تھرا گئے کہ دیکھئے کیا غضب ہوتا ہے.... معتضد کو خبر ہوئی تو اس نے ابوالحسین کو پکڑ بلوایا یہ گئے تو معتضد ہاتھ میں گرز لئے بیٹھا تھا ان کو دیکھ کر پوچھا تو کون ہے؟

انہوں نے جواب دیا محتسب: معتضد نے کہا تجھ کو محتسب کس نے مقرر کیا؟

انہوں نے فرمایا جس نے تجھ کو خلیفہ مقرر کیا....

یہ تیسری صدی کے علماء کا حال تھا لیکن پانچویں صدی ہجری میں یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ امام غزالیؒ کو احیاء العلوم میں علمائے سلف کے اسی قسم کے دلیرانہ واقعات بیان کرنے کے بعد لکھنا پڑا.... "لیکن آج کل طمع نے علماء کی زبانیں بند کر دی ہیں اس لئے وہ چپ ہیں اور اگر کچھ کہتے ہیں تو ان کی حالت ان کے قول کے مطابق نہیں ہوتی اس وجہ سے کچھ اثر نہیں ہوتا...." (الغزالی مصنفہ مولانا شبلی نعمانیؒ)

پانچویں صدی میں امام غزالیؒ کو علمائے عصر سے یہ شکایت تھی آج چودھویں صدی میں تو معاملہ حد سے تجاوز کر چکا.... (ناقابل فراموش واقعات)

حضرت سری سقطی رحمہ اللہ کی درخت سے ملاقات

ایک مرتبہ حضرت سری سقطی رحمہ اللہ جارہے تھے.....دوپہر کا وقت تھا.....انہیں نیند آئی.....وہ قیلولہ کی نیت سے ایک درخت کے نیچے سو گئے.....کچھ دیر لیٹنے کے بعد جب ان کی آنکھ کھلی تو انہیں ایک آواز سنائی دی.....انہوں نے غور کیا تو پتہ چلا کہ اس درخت میں سے آواز آرہی تھی جس کے نیچے وہ لیٹے ہوئے تھے.....جی ہاں.....جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں تو ایسے واقعات رونما کر دیتے ہیں.....درخت ان سے کہہ رہا تھا

"یاسری ! کن مثلی" اے سری تو میرے جیسا ہو جا.....وہ یہ آواز سن کر بڑے حیران ہوئے.....جب پتہ چلا کہ یہ آواز درخت سے آرہی ہے تو آپ نے اس درخت سے پوچھا..... "کیف اکون مثلک" اے درخت میں تیرے جیسا کیسے بن سکتا ہوں؟

درخت نے جواب دیا" ان الذین یرموننی بالاحجار فارمیھم بالاثمار"

اے سری! جو لوگ مجھ پر پتھر پھینکتے ہیں میں ان لوگوں کی طرف اپنے پھل لوٹا تا ہوں .....اس لئے تو بھی میرے جیسا بن جا.....وہ اس کی بات سن کر اور بھی زیادہ حیران ہوئے.....

مگر اللہ والوں کو فراست ملی ہوتی ہے لہٰذا ان کے ذہن میں فوراً خیال آیا کہ اگر یہ درخت اتنا ہی اچھا ہے کہ جو اسے پتھر مارے.....

یہ اسے پھل دیتا ہے تو پھر اللہ رب العزت نے درخت کی لکڑی کو آگ کی غذا کیوں بنایا؟

انہوں نے پوچھا کہ اے درخت! اگر تو اتنا ہی اچھا ہے تو "فکیف مصیرک الی النار" یہ بتا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے آگ کی غذا کیوں بنا دیا؟

اس پر درخت نے جواب دیا اے سری! میرے اندر بھی خوبی بہت بڑی ہے مگر اس کے ساتھ ہی ایک خامی بھی بہت بڑی ہے.....اس خامی نے میری اتنی بڑی خوبی پر پانی پھیر دیا.....اللہ تعالیٰ کو میری خامی اتنی ناپسند ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آگ کی غذا بنا دیا ہے.....

میری خامی یہ ہے کہ "فاملیت بالھوا ھکذا ھکذا" جدھر کی ہوا چلتی ہے میں ادھر کو ہی ڈول جاتا ہوں.....یعنی میرے اندر استقامت نہیں ہے.....

والد کی بیٹے اور بیوی سے عجیب ملاقات

فروخ تابعین میں سے ہیں.... بیوی حاملہ تھی.... کہنے لگے اللہ کے راستہ میں جانے کی آواز لگ رہی ہے.... چلا نہ جاؤں؟

بیوی کہنے لگی میں تو حاملہ ہوں.... میرا کیا بنے گا؟

کہا تو اور تیرا حمل اللہ کے حوالے.... ان کو تیس ہزار درہم دے کر گئے کہ یہ تو خرچہ رکھ اور میں اللہ کے راستے میں جاتا ہوں.... کتنی خزائیں اور بہاریں آئیں اور کتنے دن صبح سے شام میں بدلے.... شام ڈھل کر صبح میں بدلی.... پر فروخ نہ آیا.... دو.... تین.... چار.... پانچ.... دس.... بیس.... پچیس.... ستائیس.... انتیس.... تیس سال گزر گئے.... ایک عورت نے دیوار کے ساتھ جوانی گزار دی.... فروخ لوٹ کے نہ آیا.... تیس سال گزر گئے.... ایک دن ایک بڑے میاں مدینے کی گلیوں میں داخل ہوئے.... پراگندہ شکستہ حال.... بڑھاپے کے آثار اور اپنے گھوڑے پہ چلے آرہے ہیں.... تیس برس میں ایک تو نسل ختم ہو جاتی ہے.... اب یہ پریشان ہیں کوئی مجھے پہچانے گا کہ نہیں پہچانے گا؟

وہ مرگئی یا زندہ ہے؟.... کیا ہوا؟.... گھر وہی ہے کہ بدل گیا؟

انہیں پریشانیوں میں غلطاں و پیچاں گھر کے دروازے پر پہنچے.... پہچانا کہ وہی ہے.... اندر جو داخل ہوئے تو گھوڑے کی آواز.... اپنی آواز ہتھیاروں کی آواز.... بیٹا بیدار ہو گیا.... دیکھا تو ایک بڑے میاں چاند کی چاندنی میں کھڑے ہوئے ہیں.... تو ایک دم جھپٹے اور اس پر لپکے اور گریبان سے پکڑا.... جان کے دشمن.... تجھے شرم نہیں آئی؟

بڑھاپے میں مسلمان کے گھر میں بن اجازت داخل ہوئے ہو؟

ایک دم جھٹکا دیا.... جھنجھوڑا.... وہ ڈر سے گھبرا گئے.... وہ سمجھے کہ شاید میں غلط گھر میں آگیا ہوں.... میرا گھر بک گیا.... کوئی اور اس میں آگیا.... کہنے لگے بیٹا! معاف کرنا.... غلطی ہوگئی.... میں سمجھا میرا ہی گھر ہے.... تو ان کو اور غصہ چڑھ آیا.... کہنے لگے اچھا.... ایک غلطی کی.... اور اب گھر ہونے کا دعویٰ بھی.... چلو.... میں ابھی تجھے قاضی کے پاس لے چلتا ہوں....

تیرے لئے وہ سزا تجویز کرے گا....اب وہ چڑھ رہے ہیں اور یہ دب رہے ہیں....ادھر بڑھاپا....ادھر جوانی....ادھر سفروں نے مار دیا....ہڈیاں کھوکھلی ہو گئیں اور پھر شک بھی ہے کہ پتہ نہیں میرا گھر ہے یا کسی اور کا؟

اسی کشمکش میں اوپر سے ماں کی آنکھ کھلی....اس نے کھڑکی سے دیکھا تو فروخ کا چہرہ بیوی کی طرف سے اور بیٹے کی پشت بیوی کی طرف....تو تیس سال کے دریچے کھل گئے اور بڑھاپے کی جھڑیوں میں سے فروخ کا چمکتا چہرہ نظر آنے لگا اور اس کی ایک چیخ نکلی....اے ربیعہ! اور ربیعہ کے تو پاؤں تلے سے زمین نکل گئی....یہ میری ماں کو کیا ہوا؟

دیکھا تو اوپر کھڑی ہو....اے ربیعہ!

کیا ہوا اماں؟....کون ہے؟....پتہ نہیں!

اے ظالم! باپ سے لڑ پڑا....تیرا باپ ہے....جس کیلئے تیری ماں کی جوانی گزر گئی اور اس کی رات دن میں ڈھل گئی....بال جس کے چاندی بن گئے یہ وہ ہے....تیرا باپ! جس کیلئے میں نے ساری زندگی کاٹ دی....ربیعہ رو دیئے....معافی نامے ہو رہے ہیں....رات کارگزاری میں گزر گئی....فجر کی اذان پہ اٹھے....کہنے لگے....ربیعہ کہاں ہے؟

کہا وہ تو اذان سے پہلے چلا جاتا ہے....یہ گئے تو نماز ہو چکی تھی....اپنی نماز پڑھی....روضہ اطہر مسجد سے باہر ہوتا تھا....آ کے صلوۃ والسلام پڑھنے لگے....پڑھتے پڑھتے جو مسجد کی طرف نظر پڑی تو یوں مجمع بھرا پڑا اور ایک نوجوان حدیث پڑھا رہے ہیں....دور سے دیکھا....نظر کمزور تھی....پتہ نہ چلا کون ہے؟

ادھر ہی پیچھے بیٹھ گئے اور سننا شروع کر دیا....حدیث پاک کا درس ہو رہا ہے....جب فارغ ہو گئے تو برابر والے سے کہنے لگے: بیٹا یہ کون تھا جو درس دے رہا تھا....

اس نے کہا....آپ جانتے نہیں....آپ مدینے کے نہیں ہیں؟

کہنے لگے....بیٹا میں مدینے کا ہوں....آیا بڑی دیر سے ہوں....

کہا....یہ ربیعہ ہیں....مالک کے استاذ....سفیان ثوری کے استاذ....ابوحنیفہ کے استاذ ....وہ اپنے جوش میں تھا....تو سنتے سنتے کہنے لگے....بیٹا! تو نے یہ نہیں بتایا....بیٹا کس کا ہے؟

کہا....اس کے باپ کا نام فروخ تھا....اللہ کے راستے میں چلا گیا....ان مشقت کی وادیوں میں اسلام نے سفر کیا ہے....(تاریخ بغداد)

حضرت عبداللہ بن مبارک کی اپنے شاگردوں سے آخری ملاقات

استاذ المحدثین حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس حدیث پاک پڑھنے والے ہزاروں طلبا ہوتے تھے....''مکبر'' جیسے نماز میں آگے تکبیر کہتے ہیں....اسی طرح لوگ ان سے حدیث پاک آگے نقل کرتے تھے....ایک مجمع میں ''ان مکبرین'' کی تعداد گیارہ سو تھی....مجمع کا اندازہ آپ خود لگالیں....ایک مجمع میں دواتوں کو گنا گیا تو اس مجمع میں چالیس ہزار دواتیں تھیں....اتنے بڑے مجمع میں وہ حدیث پاک کا درس دیا کرتے تھے....جب ان کے آخری لمحات آئے....بستر پر لیٹے ہوئے تھے اور کیفیت بدل رہی تھی....اسی اثناء میں اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ مجھے اٹھا کر نیچے زمین پر لٹا دو....شاگرد حیران تھے کہ اب کیا کریں؟ اس وقت چپس کے فرش نہیں ہوتے تھے....فقط مٹی ہوتی تھی....پھر فرمایا مجھے اٹھاؤ اور زمین پر لٹا دو....شاگردوں نے حکم کی تعمیل کی اور مٹی پر لٹا دیا....انہوں نے دیکھا کہ وقت کے اتنے بڑے شیخ اپنے رخسار کو زمین پر ملنے لگے اور یہ کہہ رہے تھے کہ اے اللہ! تو عبداللہ کے بڑھاپے پر رحم فرما....میرے دوستو! جن کی زندگی حدیث پاک کی خدمت میں گزری ....جب وہ اپنے آخری وقت میں اللہ تعالیٰ کے حضور اس طرح عاجزی کرتے تھے تو ہمیں بھی عاجزی وانکساری کرنی چاہئے....

شاگرد کی باکمال استاد سے ملاقات

ابوذرعہ رحمہ اللہ ایک محدث گزرے ہیں....ان کی محفل میں ایک شاگرد آیا کرتا تھا اس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی....ایک دن محفل ذرا لمبی ہوگئی تو اس کو گھر جانے میں دیر ہوگئی....جب وہ رات دیر سے گھر پہنچا تو بیوی الجھ پڑی کہ میں انتظار میں تھی تم نے آنے میں کیوں دیر کی؟ اس نے سمجھایا کہ وقت ضائع نہیں کر رہا تھا میں تو حضرت کے پاس تھا....وہ کچھ زیادہ

غصے میں تھی.... غصے میں کہہ بیٹھی کہ تیرے حضرت کو کچھ نہیں آتا.... تجھے کیا آئے گا.... استاد کے بارے میں بات سن کے یہ نوجوان بھڑک اٹھا....

جب بیوی نے یہ کہا کہ تیرے استاد کو کچھ نہیں آتا.... تجھے کیا آئے گا تو یہ سن کر نوجوان کو بھی غصہ آیا اور کہنے لگا کہ اگر میرے استاد کو ایک لاکھ احادیث یاد نہ ہوں تو تجھے میری طرف سے تین طلاق ہیں....

صبح اٹھ کر دماغ ذرا ٹھنڈا ہوا تو سوچنے لگے کہ میں نے تو بہت بڑی بے وقوفی کی.... بیوی نے خاوند سے پوچھا کہ میری طلاق مشروط تھی.... اب بتائیں کہ یہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں.... اس نے کہا کہ یہ تو استاد صاحب سے پوچھنا پڑے گا.... اس نے کہا کہ جائیں پتہ کر کے آئیں.... چنانچہ یہ نوجوان اپنے استاد کے پاس پہنچا اور کہا کہ رات یہ واقعہ پیش آیا.... اب آپ بتائیے کہ نکاح سلامت رہا یا طلاق واقع ہو چکی ہے.... ان کے استاد یہ بات سن کر مسکرائے اور فرمانے لگے کہ جاؤ تم میاں بیوی والی زندگی گزارو.... کیونکہ ایک لاکھ احادیث مجھے اس طرح یاد ہیں جس طرح لوگوں کو سورہ فاتحہ یاد ہوتی ہے.... سبحان اللہ! یہ قوت حافظہ کی برکت تھی اور علم کی برکت تھی جو اللہ تعالیٰ نے عطا کر دی تھی....

خلیفہ وقت کی اپنی اہلیہ سے ملاقات

خلیفہ راشد عمر ثانی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا واقعہ ہے کہ: ''رمضان کا زمانہ تھا.... گرمی اپنے شباب پر تھی اور اگلے ہفتے عید آ رہی تھی جو مسرتوں کی نوید ہوا کرتی ہے.... دمشق کے بازاروں میں ہر طرف سجاوٹ اور رونق ہی رونق تھی.... عید کی تیاریاں بڑے زور و شور سے جاری تھیں وزراء و امراء کی بیگمات.... بچے.... عزیز و اقارب.... شہر کے چھوٹے بڑے سب خریداری میں مصروف تھے.... ہر چھوٹا بڑا نئی نئی پوشاکیں خرید رہا تھا کہ خلیفۃ المسلمین عمر بن عبدالعزیزؒ کا بچہ محل سرا میں روتا ہوا داخل ہوا.... ماں اپنے لعل کو روتا ہوا دیکھ کر بے قرار ہو گئی.... اٹھایا پیار کیا آنسو پونچھے سینے سے لگایا پھر پوچھا بیٹا کیا بات ہے تمہیں کس نے رلایا ہے کیا کسی دوست نے کچھ کہہ دیا؟ بچہ زور زور سے رونے لگا.... ماں نے بے چین ہو کر بچے کو سینے سے لگا لیا.... میرے لعل میں نہ کہتی تھی کہ گرمی اپنے زوروں پر ہے بڑے بڑے بچے بھی روزہ

نہیں رکھ رہے ہیں....تم نے اپنی کم عمری میں روزہ رکھنا شروع کر دیا....شاید تمہیں پیاس لگی ہے بچے نے آنسو پونچھے اور کہا خدا کی قسم امی جان مجھے پیاس نہیں لگ رہی ہے نہ روزہ لگ رہا ہے ماں نے محبت سے پیار کرتے ہوئے کہا کہ پھر رونے کا کیا سبب ہے؟ دیکھو اگلے ہفتہ عید آ رہی ہے اپنے بابا کے ساتھ عید گاہ جانا وہاں بڑی رونق ہوگی....بچہ بولا اسی وجہ سے تو میں رو رہا ہوں کہ اگلے ہفتہ عید ہے....میرے سارے دوست جو میرے بابا کے وزیروں اور ملازموں کے بچے ہیں نئی نئی زرق برق پوشاکیں پہن کر عید گاہ جائیں گے....آپ کہتی ہیں تمہارے کپڑے میں ہاتھ سے دھو دوں گی....وہی ہاتھ سے دھلے ہوئے کپڑے پہن کر عید گاہ جانا....دیکھئے دوسرے بچے کتنے اچھے عمدہ کپڑے خرید کر لائے ہیں مجھے تو ابھی سے شرم آ رہی ہے....میں عید گاہ نہیں جاؤں گا....بچہ پھر زور زور سے رونے لگا ماں سمجھ گئی اور خود بھی اشک بار ہو گئی....ہاں بیٹا میں سب کچھ منگوا دوں گی....اب تم سو جاؤ....

تھوڑی دیر گزر گئی تھی کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلافت کا کام کر کے محل سرا میں داخل ہوئے کھانا کھانے کے بعد آرام کرنا ہی چاہتے تھے کہ بیوی نے غمگین لہجے میں کہا: امیر المومنین میری جان آپ پر فدا....اگلے ہفتہ عید آ رہی ہے....بچہ نئی پوشاک کے لئے بہت بے چین ہے....ابھی روتے روتے سویا ہے....حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے سر جھکا کر فرمایا تمہیں تو معلوم ہے کہ مجھے تو صرف سو درہم ماہوار ملتے ہیں جس میں کھانے پینے کا گزارا اور ایک ملازم کی تنخواہ بڑی مشکل سے پوری ہوتی ہے....کچھ بچے تو کپڑوں کی باری آئے....رہا بیت المال تو وہ صرف غریبوں....فقیروں....یتیموں اور بیواؤں کا حق ہے میں تو صرف اس کا امین ہوں....اس کا تو خیال کرنا بھی گناہ ہے....

بے شک میرے سرتاج! لیکن بچہ تو ناسمجھ ہے....ضد کر رہا ہے....دیکھئے نا....بچے کے موٹے موٹے آنسوؤں کے نشان اب تک رخساروں پر موجود ہیں....حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنی بیوی فاطمہ سے کہا: اگر تمہارے پاس کوئی چیز ہو تو اس کو فروخت کر دو بچوں کی خوشی پوری ہو جائے گی....فاطمہ نے کہا اے امیر المومنین میرے تمام زیورات تو آپ نے بیت المال میں جمع کرا دیئے ہیں بلکہ وہ قیمتی ہار جو میرے والد نے یادگار کے طور پر مجھے دیا تھا

آپ نے وہ بھی جمع کروا دیا ہے....اب تو میرے پاس آپ کی محبت اور فرمانبرداری کے سوا کچھ نہیں ہے....امیر المومنین نے سر جھکا لیا....بڑی دیر تک سوچتے رہے....سوچتے سوچتے آنکھوں میں آنسو آ گئے....فاطمہ اپنے ہردلعزیز شوہر کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر بے قرار ہو گئیں....کہا امیر المؤمنین مجھے معاف کر دیجئے گا....وہ بولے نہیں فاطمہ مجھے اپنا بچپن یاد آ گیا تھا پھر بیت المال کے داروغہ کے پاس ایک خط لکھا....ملازم کو خط دیا اور کہا کہ ابھی یہ خط داروغہ کے پاس لے جاؤ جو وہ تمہیں دیں احتیاط سے لانا....خط میں لکھا کہ مجھے ایک ماہ کی تنخواہ پیشگی بھیج دیں....تھوڑی دیر بعد ملازم خالی ہاتھ آ گیا....ملازم خط کے جواب میں ایک خط لایا جس میں لکھا تھا اے خلیفۃ المسلمین آپ کے حکم کی تعمیل سر آنکھوں پر لیکن کیا آپ کو معلوم ہے......اور یہ آپ کو یقین ہے کہ آپ اگلے ایک ماہ تک زندہ رہ سکتے ہیں اور جب یہ یقین نہیں تو پھر غریبوں....یتیموں اور بیواؤں کے مال کا حق کیوں پیشگی اپنی گردن پر رکھتے ہیں....حضرت عمر بن عبد العزیزؒ جواب پڑھ کر بے چین ہو گئے....آنکھوں میں آنسو آ گئے اور بے ساختہ فرمایا....اے داروغہ تم نے مجھے ہلاکت سے بچا لیا....

اگلے ہفتہ عید اپنی پوری رعنائی کے ساتھ آئی....دمشق کے بازاروں اور امراء کے محلات کی رنگینیاں عروج پر تھیں....ہر طرف رونق....ہر طرف رنگینی ہر شخص زرق برق اور قیمتی لباس میں عیدگاہ جا رہا ہے لیکن فلک نے دیکھا حضرت عمر بن عبد العزیزؒ اپنے بچوں کا ہاتھ پکڑ کر ہاتھ کے دھلے ہوئے پرانے کپڑے زیب تن کئے عیدگاہ کی طرف جا رہے تھے....بچوں کے چہرے آفتاب و ماہتاب کی طرح چمک رہے تھے کیونکہ آج ان کی نظر فانی دنیا کی وقتی خوشی پر نہیں تھی بلکہ جنت کی ابدی حسرت و تمنا کے احساس نے انہیں سرشار کر دیا تھا....'' (تعمیر حیات)

امام شافعی رحمہ اللہ کی امام مالک سے ملاقات

اہل سنت والجماعت کے جلیل القدر امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ اپنے حالات میں بیان فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ حاضر ہوا تو مسجد نبوی میں امام مالکؒ دکھائی دیئے ایک چادر کا تہہ بند باندھے ہوئے تھے دوسری چادر اوڑھے ہوئے تھے اور بلند آواز میں حدیث روایت کر رہے تھے....میں نے جلدی سے ایک تنکا اٹھا لیا....وہ جب کوئی حدیث

سناتے تو میں اسی تنکے کو اپنے لعاب دہن میں تر کر کے اپنی ہتھیلی پر لکھ لیتا امام مالکؒ میری یہ حرکت دیکھ رہے تھے مگر مجھے خبر نہ تھی آخر مجلس ختم ہوگئی اور امام مالکؒ دیکھنے لگے کہ سب کی طرح میں بھی اٹھ کر جاتا ہوں یا نہیں؟ میں بیٹھا ہی رہا تو انہوں نے مجھے اشارے سے بلایا ....میں قریب پہنچا تو کچھ دیر بڑے غور سے مجھے دیکھتے رہے....

پھر فرمایا: ''تم حرم کے رہنے والے ہو؟ مکی ''قریشی ہو؟'' میں نے کہا ''جی ہاں'' فرمایا: ''سب اوصاف پورے ہیں مگر تم میں ایک بے ادبی بھی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات طیبات سنا رہا تھا اور تم تنکا لئے اپنے ہاتھ سے کھیل رہے تھے....'' میں نے جواب دیا: '' کاغذ پاس نہیں تھا اس لئے جو کچھ آپ سے سنتا تھا اسے ہتھیلی پر لکھتا جاتا تھا....

اس پر امام مالکؒ نے ہاتھ کھینچ کر دیکھا اور فرمایا: ''ہاتھ پر تو کچھ بھی نہیں لکھا'' میں نے عرض کیا ''ہاتھ پر لعاب باقی نہیں رہتی لیکن آپ نے جتنی حدیثیں سنائی ہیں مجھے سب یاد ہو چکی ہیں....'' امام مالکؒ کو تعجب ہوا کہنے لگے سب نہیں ایک ہی حدیث مجھے سنا دو میں نے فوراً کہا ''ہم سے مالک نے نافع اور ابن عمرؓ کے واسطے سے اس قبر کے مکین سے روایت کیا ہے....'' اور امام مالکؒ ہی کی طرح میں نے ہاتھ پھیلا کر قبر شریف کی طرف اشارہ کیا پھر وہ پوری 25 حدیثیں سنا دیں جو انہوں نے اپنے بیٹھنے کے وقت سے مجلس کے خاتمے تک سنائی تھیں....

میں امام مالکؒ کے یہاں آٹھ مہینے رہا پوری مؤطا حفظ ہوگئی....مجھ میں اور امام مالکؒ میں اس قدر محبت اور بے تکلفی پیدا ہوگئی تھی کہ انجان دیکھ کر نہیں کہہ سکتا تھا کہ مہمان کون ہے اور میزبان کون ہے....

حصول علم کے لئے کوفہ کا سفر: حج کے بعد مجھے ایک نوجوان دکھائی دیا صاف ستھرے کپڑے پہنے کھڑا تھا....اس کی نماز بھی اچھی تھی....میں نے نام پوچھا اس نے بتا دیا....معلوم ہوا کہ وہ کوفے کا باشندہ ہے....میں نے کہا ''کوفے میں کتاب وسنت کا عالم ومفتی کون ہے؟''

اس نے جواب دیا ''ابو یوسفؒ اور محمد بن حسنؒ جو امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں....'' یہ سن کر میرے دل میں عراق جانے کا شوق پیدا ہوا....امام مالکؒ کے پاس آیا اور ان کا عندیہ معلوم کیا.... انہوں نے حصول علم کے لئے میری ہمت افزائی کی اور زادِ سفر کا انتظام کر کے مجھے رخصت کرنے

کے لئے علی الصباح بقیع تک آئے.... شہر کوفہ علم کا گہوارہ: چوبیس دن میں ہم کوفہ پہنچے....

وہاں مسجد میں عصر کے وقت محمد بن حسنؒ اور ابو یوسفؒ سے ملاقات ہوئی .... میری باتوں سے ان کو گمان ہوا.... پوچھنے لگے کہ: ''امام مالکؒ کو تم نے دیکھا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں.... امام مالکؒ ہی کے پاس سے آ رہا ہوں....'' سوال کیا: ''مؤطا دیکھی ہے؟ میں نے کہا: مؤطا حفظ بھی کر چکا ہوں....''

محمد بن حسنؒ اس پر متعجب ہوئے اسی وقت لکھنے کا سامان طلب کیا اور ابواب فقہ کا ایک ایک مسئلہ لکھا ہر دو مسئلوں کے درمیان خاصی جگہ سادہ چھوڑی اور کاغذ میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا ان مسائل کا جواب مؤطا سے لکھ دو میں نے سب مسئلوں کے جواب لکھے اور کاغذ امام محمد بن حسنؒ کے سامنے رکھ دیا اس کے بعد امام محمد بن حسنؒ نے مجھے خادم کے ہمراہ اپنے گھر بھیجا.... کچھ دیر بعد امام محمدؒ بھی گھر پر آ گئے.... انہوں نے ایک ہزار درہم کا قیمتی جوڑا مجھے پہنایا اور اپنے کتب خانہ سے امام ابوحنیفہؒ کی تالیف ''کتاب الاوسط'' نکال کر دی.... الٹ پلٹ کر دیکھی اور رات کو اسے حفظ کرنا شروع کر دیا.... صبح ہونے سے پہلے پوری کتاب حفظ ہو گئی.... کچھ دنوں بعد میں نے امام محمدؒ سے سفر کی اجازت چاہی انہوں نے فرمایا: میں اپنے کسی مہمان کو جانے کی اجازت نہیں دیتا.... میرے پاس جو مال و دولت موجود ہے اس میں آدھا تم لے لو' اس کے بعد انہوں نے اپنے صندوق کی ساری نقدی منگوائی.... تین ہزار درہم نکلے وہ میرے حوالے کر دیئے اور بلاد فارس و عراق کی سیاحت کرنے لگا....

اب مجھے تین برس اور ہو چکے تھے اسی اثناء میں حاجی حجاز سے لوٹے مجھے ایک نوجوان ملا.... میں جا کر اس سے امام مالکؒ اور حجاز کے بارے میں پوچھنے لگا.... اس نے کہا: ''امام مالکؒ تندرست ہیں اور بہت دولت مند ہو گئے ہیں'' یہ سن کر شوق ہوا کہ امام صاحب کو غربت میں دیکھ چکا ہوں اور اب دولت مندی میں بھی ان کو دیکھنا چاہئے میں نے سفر کی تیاری کی....

ستائیسویں (27) دن مدینہ منورہ پہنچا.... مسجد نبوی میں نماز پڑھی اب کیا دیکھتا ہوں کہ لوہے کی ایک کرسی مسجد میں رکھی ہے.... کرسی پر قباطی مصر کا تکیہ جما ہوا ہے اور کرسی پر لکھا ہے.... **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ....**

میں ابھی یہ دیکھ ہی رہا تھا کہ امام مالک بن انسؒ آتے ہوئے دکھائی دیئے.... پوری مسجد عطر سے مہک اٹھی....ان کے ساتھ چار سو (400) یا اس سے بھی زیادہ مجمع تھا اپنی مجلس میں پہنچے تو بیٹھے ہوئے سب آدمی کھڑے ہوگئے....امام صاحب کرسی پر بیٹھ گئے....آپ نے اپنے شاگردوں کے سامنے جراح عمد کا ایک مسئلہ پیش کیا....میں نے اپنے بغل کے ایک جاہل آدمی کو اس کا جواب سکھا دیا اس نے بلند آواز میں جواب سنا دیا....دوسرے شاگردوں کے جوابات غلط تھے دو تین بار یہی صورت پیش آئی....تب امام صاحب اس جاہل کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''یہاں آؤ'' وہ جگہ تمہاری نہیں ہے....اس شخص نے صاف بتا دیا کہ میری بغل میں ایک نوجوان بیٹھا ہے وہی مجھے یہ جوابات بتا رہا تھا....اب تو امام صاحب نے میری طرف گردن اٹھائی اور قریب بلایا....میں حاضر ہوا تو غور سے دیکھ کر پوچھا....

''شافعی ہو؟'' میں نے کہا ''ہاں'' فرمایا: ''علم کا جو باب ہم شروع کر چکے ہیں اسے تم پورا کرو'' میں نے تعمیل کی جراح عمد کے چار سو مسئلے پیش کئے مگر کوئی شخص جواب نہ دے سکا ....امام صاحب نے میری پیٹھ پر تھپکی دیتے ہوئے تحسین کی....

صبح نماز فجر ادا کر کے ہم مسجد سے نکلے تو میرا ہاتھ امام مالکؒ کے ہاتھ میں تھا اور دروازے پر خراسانی گھوڑے اور مصری خچر کھڑے تھے....میرے منہ سے نکل گیا: ''ایسے خوبصورت گھوڑے تو میں نے آج تک نہیں دیکھے....'' امام صاحبؒ نے جواب دیا کہ ''یہ ساری سواریاں بھی تمہارے لئے ہدیہ ہیں....'' میں نے عرض کیا: ''کم از کم ایک جانور تو اپنے لئے رکھ لیجئے....'' اس پر امام مالکؒ نے جواب دیا: ''مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ اس زمین کو اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندواؤں جس کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے ہیں....'' تین دن بعد مکہ کو روانہ ہو گیا....مگر اس حال میں کہ خدا کی بخشی ہوئی خیر و برکت اور مال متاع کے بوجھ آگے آگے جا رہے تھے....

حدودِ حرم کے قریب والدہ مکرمہ چند عورتوں کے ساتھ ملیں....انہوں نے مجھے گلے سے لگا لیا میں نے آگے بڑھنا چاہا....والدہ کہنے لگیں: ''کہاں؟'' میں نے کہا: ''گھر چلیں....'' بولیں: ''ہائے افسوس! کل تو مکہ مکرمہ سے فقیروں کی صورت میں گیا تھا اور آج امیر

بن کے لوٹا ہے تاکہ اپنے چچیرے بھائی بندوں پر گھمنڈ کرے؟'' میں نے کہا: ''پھر کیا کروں؟'' کہنے لگیں: ''منادی کرادے کہ بھوکے آئیں اور کھائیں .... پیدل آئیں اور سواری لے جائیں.... ننگے آئیں اور کپڑا لیں.... اس طرح دنیا میں بھی تیری آبرو بڑھے گی اور آخرت کا اجر بھی محفوظ رہے گا....'' میں نے ان کے حکم کی تعمیل کی.... یہ خبر امام مالکؒ نے بھی سنی اور کہلا بھیجا جتنا دے چکا ہوں اتنا ہی ہر سال بھیجتا رہوں گا چنانچہ گیارہ سال انہوں نے یہ سلسلہ جاری رکھا.... رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ....

فقیہ مصر امام شافعی رحمہ اللہ کی والدہ محترمہ رحمہا اللہ علیہا جب امید سے تھیں تو انہوں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ان سے ایک ستارہ نکلا جو ملک مصر کے اوپر افق پر جا کر چمکنے لگا.... حضرت امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ نے تعبیر دی کہ جو بچہ پیدا ہونے والا ہے وہ ملک مصر کا امام اور رہنما بنے گا....

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کی ذات سے بڑی عقیدت اور محبت تھی اور وہ ان کا ہمیشہ بڑا احترام کرتے تھے.... امام شافعی رحمہ اللہ سوار ہوتے تو یہ ان کے پیچھے پیچھے پیدل ان سے سوالات کرتے جاتے تھے.... ان کا خود اپنا بیان ہے کہ میں نے تیس برس سے کوئی ایسی نماز نہیں پڑھی جس میں امام شافعی رحمہ اللہ کے لئے دعا نہ کی ہو....

ولید کی ایک صابر شاکر شخص سے ملاقات

مشہور تابعی حضرت عروہ بن زبیر مصائب و تکالیف پر بہت صبر کرنے والے تھے.... صبر و استقامت کے پیکر تھے.... ایک مرتبہ ولید بن یزید سے ملنے دمشق روانہ ہوئے تو راستے میں چوٹ لگ کر پاؤں زخمی ہو گیا.... درد کی شدت سے چلنا دوبھر ہو گیا.... سخت تکلیف کے باوجود ہمت نہیں ہاری اور دمشق پہنچ گئے.... ولید نے فوراً طبیبوں کو بلوا بھیجا.... انہوں نے زخم کا بغور جائزہ لینے کے بعد پاؤں کاٹنے کی رائے پر اتفاق کیا.... حضرت عروہ کو جب اس کی اطلاع کی گئی تو انہوں نے منظور کر لیا مگر پاؤں کاٹنے سے پہلے بے ہوشی کے لئے نشہ آور دوا کے استعمال سے یہ کہہ کر صاف انکار کر دیا کہ میں کوئی لحہ اللہ کی یاد سے غفلت میں نہیں

گزار سکتا.... چنانچہ اسی حالت میں آرہ گرم کر کے ان کا پاؤں کاٹ دیا گیا اور انہوں نے کسی قسم کی تکلیف کا اظہار نہ کیا.... پھر اپنا کٹا ہوا پاؤں سامنے رکھ کر فرمایا.... ''کیا غم ہے اگر مجھے ایک عضو کے بارے میں آزمائش میں ڈال کر باقی اعضاء کے سلسلے میں امتحان سے بچا لیا گیا ہے'' ابھی وہ اتنا ہی کہہ پائے تھے کہ انہیں خبر ملی ''ان کا ایک بیٹا چھت سے گر کر انتقال کر گیا ہے'' انہوں نے ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھی....

اور فرمایا ''اللہ تیرا شکر ہے کہ تُو نے ایک جان لی اور کئی جانوں کو سلامت رکھا'' (کیونکہ باقی بیٹے سلامت تھے)....

اس واقعہ کے بعد ولید کے پاس قبیلہ عبس کے کچھ لوگ آئے جن میں ایک بوڑھا اور آنکھوں سے اندھا شخص بھی تھا.... ولید نے اس سے اس کا حال پوچھا اور اس کی بینائی کے ختم ہونے کا سبب دریافت کیا تو وہ بتانے لگا: ''میں اپنے اہل وعیال اور تمام مال واسباب لئے ایک قافلے کے ساتھ سفر میں نکلا.... اہل قافلہ میں سے شاید ہی کسی کے پاس اتنا مال ہو جتنا میرے پاس تھا.... ہم نے ایک پہاڑ کے دامن میں رات گزارنے کے لئے پڑاؤ ڈالا .... آدھی رات کے وقت جب سب میٹھی نیند سو رہے تھے خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اچانک سیلاب آ گیا جو انسان.... حیوان.... مال واسباب سب کچھ بہا لے گیا.... میرے اہل وعیال مال واسباب میں سے سوائے ایک اونٹ اور میرے ایک چھوٹے بچے کے علاوہ کچھ نہ بچا .... میں ابھی اس ناگہانی آفت سے سنبھلنے بھی نہ پایا کہ میرا اونٹ بھاگ گیا میں اس کے پیچھے گیا تو یکدم بچے کے چیخنے چلانے نے قدموں کو روک لیا.... الٹے پاؤں واپس بچے کے پاس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بھیڑیئے نے میرے معصوم لختِ جگر کو اپنے خونی جبڑوں میں دبوچا ہوا ہے اور وہ معصوم اس کے بے رحم جبڑوں میں زندگی کی بازی ہار چکا ہے.... یہ دلخراش منظر دیکھنے کے بعد میں پھر اس اونٹ کے پیچھے ہو لیا جب اس کے قریب پہنچا تو اس نے مجھے دولتی دے ماری جس کی وجہ سے میری بینائی چلی گئی.... اس طرح میں مال وعیال کے ساتھ ساتھ آنکھوں سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا....''

اس کی یہ داستانِ غم سن کر ولید کی آنکھیں پرنم ہو گئیں اور اس نے کہا.... ''جاؤ عروہ

ابن زبیر سے کہہ دو تمہیں صبر و شکر مبارک! اس لئے کہ دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو تم سے زیادہ غموں اور مصیبتوں کے مارے ہیں" (المستطرف)

غم زیست کا حاصل ہے اس غم سے مفر کیوں ہو میں دے کے غم جاناں کیوں عشرت دنیا لوں

حسن بصری رحمہ اللہ کی ایک نوجوان سے ملاقات

حضرت حسن بصریؒ کی ایک شاگردہ تھی جو آپ کے حلقہ درس میں حاضری دیا کرتی تھی ....اس کو جب بھی کوئی مسئلہ درپیش ہوتا آپ سے اس کا حل پوچھتی ....اس کا ایک ہی نوجوان بیٹا تھا جو گناہوں بھری زندگی گزار رہا تھا وہ حضرت سے بیٹے کے بارے میں پوچھتی کہ حضرت میں کیا کروں؟ حضرتؒ اسے سمجھاتے کہ اسے یوں سمجھاؤ اور یوں سمجھاؤ....وہ بہت سمجھاتی مگر اس نوجوان پر کوئی اثر نہ ہوتا اسی طرح ایک مدت گزر گئی اس کے باوجود وہ گناہوں سے باز نہ آیا ....ماں تو پھر ماں تھی وہ ہر چند دنوں بعد حضرت سے دعاء کی درخواست کرتی رہتی....حضرت بھی بڑا عرصہ دعائیں کرتے رہے.... یہاں تک کہ ان کے دل میں عجیب سی کیفیت پیدا ہو گئی اور حضرت سمجھے کہ اب اس نوجوان کا راہ راست پر آنا مشکل ہے گویا نا امید ہو گئے....

ایک مرتبہ وہ نوجوان بیمار ہوا بیماری بڑھتی چلی گئی تھی حتی کہ اس کو موت نظر آنے لگی علامات موت دیکھ کر اس نے محسوس کر لیا کہ اب وقت تھوڑا ہے اس نے اپنی ماں کو بلایا اور ماں سے کہا....امی! میرا وقت اب تھوڑا ہے....میں حسن بصریؒ کے پاس نہیں جا سکتا اور آپ مجھے اٹھا کر لے جا نہیں سکتیں اس لئے میرا دل کہتا ہے کہ آپ ان کے پاس جائیں اور عرض کریں کہ وہ یہاں تشریف لا کر مجھے توبہ کا طریقہ بھی بتائیں اور جب میں فوت ہو جاؤں تو میرا جنازہ بھی وہی پڑھائیں....

ماں بھاگی بھاگی گئی اور اس نے جا کر حضرت سے کہا کہ آپ میرے گھر چلیں اس وقت حضرت حسن بصری حدیث....تفسیر یا لوگوں کو مسائل کے جواب دے رہے تھے جب اس نوجوان کی حالت سنی تو سوچا کہ وہ تو ایسا ہی ہے اتنا سمجھاتے رہے مگر اس پر اثر ہی نہ ہوا لہذا فرمایا کہ میں اس کے پاس نہیں جاؤں گا اس نے توبہ نہیں کرنی اور اس کا جنازہ بھی کسی

اور سے پڑھوالینا ماں یہ سن کر واپس چلی گئی اور بیٹے سے کہا کہ حضرت حسن بصری نہ تیرے پاس آنے کو تیار ہیں اور نہ ہی تیرا جنازہ پڑھانے کو تیار ہیں....

جب نوجوان نے یہ سنا تو اس کے دل پر ایک چوٹ لگی کہ ہائے افسوس میں اتنا برا ہوں کہ بڑے بڑے علماء اور مشائخ بھی مجھ سے بدظن ہیں چنانچہ کہنے لگا امی! اگر حسن بصری میرا جنازہ پڑھانے کو تیار نہیں تو آپ میری ایک وصیت سن لیں.... ماں نے کہا.... بیٹا کیا وصیت ہے؟ بیٹے نے کہا.... امی جب میری وفات ہو جائے تو آپ اپنے دوپٹے کو میرے گلے میں پھندے کی طرح ڈال کر میری لاش کو زمین کے اوپر گھسیٹنا تاکہ دنیا والوں کو پتہ چل جائے کہ جو اللہ کا نافرمان ہوتا ہے اس کا یہی حشر ہوتا ہے امی! شاید میری یہی ذلت اللہ تعالیٰ کو پسند آ جائے اور میری بخشش کر دی جائے ان الفاظ کے کہتے ہی اس کی روح قبض ہو گئی ماں رو رہی تھی کہ بیٹا کیسی وصیت کر کے مرا ہے....

ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی جب دروازہ کھولا تو دیکھا کہ حسن بصری کھڑے ہیں پوچھا حضرت! کیسے تشریف لائے تو حضرت نے فرمایا.... جب تُو آ گئی تھی تو میں سو گیا تھا جیسے ہی میں سویا تو مجھے خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت نصیب ہوئی .... فرمایا.... اے حسن! تُو میرا دوست ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور میرے ایک ولی کا جنازہ پڑھانے سے انکار کرتا ہے اسی وقت میری آنکھ کھلی .... میں سمجھ گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے بیٹے کی دعاء اور توبہ کو قبول کر لیا ہے....

قاضی شریح رحمہ اللہ کی اپنی اہلیہ سے عجیب ملاقات

شعبیؒ کہتے ہیں ایک دفعہ کوفہ کے قاضی شریح مجھے ملے اور کہنے لگے اے شعبی! شادی کرنی ہو تو قبیلہ بنی تمیم کی عورت سے کرو.... کیونکہ بنی تمیم کی عورتیں بہت عقل مند ہیں....

میں نے پوچھا: آپ نے ان میں کیا عقل دیکھی ہے؟ کہنے لگے میں دوپہر کے وقت ایک جنازہ سے واپس آ رہا تھا جب میں بنی تمیم کے گھروں کے قریب سے گذرا تو میں نے ایک گھر کے دروازہ پر ایک بوڑھیا دیکھی جس کے پہلو میں ایک لڑکی کھڑی تھی میں اس بوڑھیا کی طرف گیا اور اس سے پانی مانگا.... لڑکی کہنے لگی آپ کو کون سا مشروب پسند ہے؟

میں نے کہا جو مل جائے وہی پسند ہے بوڑھیا نے لڑکی کو ڈانٹا اور کہا! دودھ لے آ! کیونکہ یہ آدمی مجھے مسافر لگتا ہے لڑکی دودھ لینے چلی گئی تو میں نے بوڑھیا سے پوچھا یہ لڑکی آپ کی کیا لگتی ہے؟ بوڑھیا نے بتایا یہ جریر کی بیٹی زینب ہے میں نے پوچھا اس کا نکاح ہو چکا ہے یا ابھی فارغ ہے کہنے لگی نہیں ابھی فارغ ہے میں نے کہا کیا آپ مجھ سے اس کا نکاح کریں گی؟ بوڑھیا نے کہا اگر تم ہمارے ہم پلہ ہوئے تو کر دیں گے....

میں نے اس بوڑھیا کو وہیں چھوڑا اور اپنے گھر کی طرف چل دیا تا کہ مشورہ کروں جب میں نے ظہر کی نماز پڑھی تو میں نے اپنے چند معزز دوست یعنی علقمہ....اسود اور میتب کو ساتھ لیا اور اس لڑکی کے چچا کے پاس چل دیئے اس کے پاس پہنچے اس نے ہمارا خیر مقدم کیا پوچھا اے ابوامیہ کیسے تکلیف کی؟

میں نے کہا آپ کی بھتیجی زینب کے لئے نکاح کا پیغام لے کر آیا ہوں اس نے جواب دیا کہ آپ سے اس کا نکاح کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے القصہ یہ کہ اس لڑکی سے میرا نکاح ہو گیا....

جب میرا نکاح ہو چکا تو مجھے ندامت ہوئی اور میں نے سوچا کہ بنی تمیم کی عورتوں میں کون سی خوبی ہے؟ یہ تو بہت سخت دل ہوتی ہیں چنانچہ میں نے دل میں فیصلہ کیا کہ اس کو طلاق دے دیتا ہوں پھر خیال آیا کہ نہیں ایسا کرنا غلط ہے رخصتی کے بعد دیکھ لیں گے اگر اس میں کوئی ایسی بات نہ ہوئی تو ٹھیک ورنہ پھر طلاق دے دوں گا....

جب رخصتی ہوئی اور بنی تمیم کی عورتیں بڑی سادگی کے ساتھ اسے میرے گھر پہنچا گئیں میں اس کے پاس گیا تو مجھے خیال آیا کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ آدمی جب پہلی دفعہ بیوی کے پاس جائے تو دو رکعت نفل پڑھے اور اللہ سے نئی بیوی کی خیر کی دعاء کرے اس کے شر سے پناہ مانگے چنانچہ میں وضو کرنے لگا دیکھا تو وہ بھی وضو کر رہی ہے پھر میں نے نماز پڑھی تو اس نے بھی نماز پڑھی جب میں نماز پڑھ چکا تو اس کی سہیلیاں آئیں اور مجھے زعفران سے رنگا ہوا ایک کپڑا اوڑھایا جب سب چلے گئے تو میں اس کے قریب گیا میں نے اس کی پیشانی کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نے کہا ابوامیہ ٹھہرو! پھر وہ کہنے لگی: ''میں اللہ کی تعریف کرتی ہوں اور اسی سے معاونت کی خواستگار ہوں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر درود بھیجتی ہوں

اس کے بعد بات یہ ہے کہ میں اجنبی عورت ہوں مجھے آپ کے اخلاق وعادات کا کوئی علم نہیں لہذا آپ اپنی پسند مجھے بتلا دیں تا کہ میں اس پر عمل کروں اور ناپسند بھی بتلا دیں تا کہ اس سے پرہیز رکھوں.... یقیناً آپ کے لئے بھی اپنے قبیلہ میں نکاح کے مواقع موجود تھے اور میرے لئے بھی اپنے قبیلہ میں نکاح کے مواقع موجود تھے لیکن اللہ تعالیٰ جب کسی کام کا فیصلہ کرتے ہیں تو وہ ہو کر ہی رہتا ہے بہر حال اب آپ میرے مالک ہو گئے ہیں لہذا اب میرے ساتھ وہی معاملہ کریں جس کا آپ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے یا تو اچھے طریقے سے مجھے اپنے پاس رکھیں یا حسن سلوک کے ساتھ چھوڑ دیں بس میں اپنی یہ بات کہہ کر اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے اللہ عظیم سے بخشش کی دعا کرتی ہوں....''

پھر میں نے اس سے کہا: میں بھی اللہ ہی کی حمد بیان کرتا ہوں اور اسی سے مدد چاہتا ہوں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل پر درود بھیجتا ہوں اور اس کے بعد یہ کہ آپ نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر آپ اس پر قائم رہیں تو یہ میرے لئے بڑی خوشدلی ہوگی اور اگر آپ نے اس کو چھوڑ دیا تو آپ کا یہی کام آپ کے خلاف دلیل ہوگا بہر حال میں فلاں فلاں چیز کو پسند کرتا ہوں اور فلاں کو ناپسند کرتا ہوں پس آپ میری طرف سے کوئی بھلائی دیکھیں تو اسے پھیلائیں اور اگر کوئی برائی دیکھیں تو اس کی پردہ پوشی کرنا پھر وہ پوچھنے لگی میرے گھر والوں کی ملاقات کے بارے میں آپ کی پسند کیا ہوگی؟ میں نے کہا: بس میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے سسرال والے مجھے کوفت میں نہ ڈال دیں پھر میں نے پوچھا: آپ کے کون سے ہمسائے ایسے ہیں جن کا اپنے گھر آنا آپ پسند کرتے ہیں تا کہ میں ان کو آنے دوں اور کون سے ایسے ہیں جن کا آنا آپ کو پسند نہیں تا کہ میں بھی ان کو ناپسند ہی رکھوں میں نے کہا فلاں قبیلہ والے صالح ہیں اور فلاں اچھے نہیں....

پس اے شعبی! وہ رات میں نے اس کے ساتھ گذاری گویا وہ رات میری زندگی کی خوشگوار ترین رات تھی اور پھر ایک سال گذر گیا میں نے اپنی پسند کے خلاف اس کا کوئی عمل نہیں دیکھا جب سال گذرنے والا تھا ایک دن میں عدالت سے اٹھ کر گھر آیا تو دیکھا کہ اس کے پاس ایک بوڑھیا بیٹھی ہے جو اس کو کچھ سمجھا رہی ہے میں نے پوچھا یہ کون ہے تو اس نے

بتایا یہ آپ کی ساس ہے میں نے اس کا خیر مقدم کیا جب میں بیٹھا تو بوڑھیا نے مجھے سلام کیا میں نے وعلیکم السلام کہا پھر اس نے مجھ سے پوچھا: آپ نے اپنی بیوی کو کیسا پایا؟ میں نے کہا بہت ہی اچھی بیوی ہے اور بہت ہی خیر خواہ رفیقہ ہے آپ نے اس کی بہترین تربیت کی ہے اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا کرے.... اس کے بعد اس نے مجھے نصیحتیں کیں پھر پوچھا آپ کیا پسند کرتے ہیں کہ آپ کے سسرال کب ملنے آیا کریں میں نے کہا جیسے وہ چاہیں صحیح ہے.... پھر وہ ہر سال کے اختتام پر آتی تھی اور مجھے نصیحتیں کرتی تھی.... اے شعبی: وہ بیوی میرے ساتھ بیس سال رہی میں نے کبھی اس میں کوئی قابل اعتراض چیز نہیں دیکھی....

ایک خاتون کی عبید بن عمیر سے ملاقات

عبید بن عمیر مشہور تابعی گذرے ہیں.... اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی فصیح زبان دی تھی ان کی مجلس میں مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی بیٹھا کرتے تھے اور ان کی دل پر اثر کرنے والی گفتگو سے پھوٹ پھوٹ کر روتے تھے....

مکہ مکرمہ میں ایک جوان عورت تھی.... شادی شدہ تھی.... اللہ تعالیٰ نے اسے غیر معمولی حسن سے نوازا تھا یہ حسن بھی عجیب چیز ہے بڑے بڑے بہادر پہلوان اور سورما اس کے ایک انداز غلط نگاہ کے وار سے ڈھیر ہو کر بسمل کی طرح تڑپنے لگتے ہیں وہ بہادر جو کسی کے وارے میں نہ آتا تھا بسا اوقات حسن کی ایک بھولی سی نظر سے اس کے قلب و جگر کی حالت دگرگوں ہو جاتی تھی یہ خاتون ایک دن آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھ رہی تھی شوہر سے کہنے لگی ”کوئی شخص ایسا ہو سکتا ہے جو یہ چہرہ دیکھے اور اس پر فریفتہ نہ ہو“ شوہر نے کہا ”ہاں ایک شخص ہے“ کہنے لگی ”کون؟“ ”عبید بن عمیر“ اسے شرارت سوجھی.... کہنے لگی ”آپ مجھے اجازت دیں.... میں ابھی انہیں اسیر محبت بنائے دیتی ہوں“ شوہر نے کہا ”اجازت ہے“ وہ عبید بن عمیر کے پاس آئی.... کہا ”مجھے آپ سے تنہائی میں ایک ضروری مسئلہ پوچھنا ہے“ چنانچہ عبید بن عمیر مسجد حرام کے ایک گوشے میں اس کے ساتھ الگ کھڑے ہو گئے تو اس نے اپنے چہرے سے حجاب سرکایا اور اس کا چاند ایسا چہرہ قیامت ڈھانے لگا عبید نے اسے بے پردہ دیکھ کر فرمایا ”خدا کی بندی! اللہ سے ڈر“ کہنے لگی ”میں آپ پر

فریفتہ ہوگئی ہوں.... آپ میرے متعلق غور کرلیں'' دعوت گناہ کی طرف اشارہ تھا.... عبید بن عمیر اس کے جھانسے میں آنے والے کب تھے.... ان کی حالت تو کہہ رہی تھی....

اے باد بہاری! مت چھیڑ ہمیں' لگ رہ اپنی
تجھے اٹھکیلیاں سوجھی ہیں' ہم بے زار بیٹھے ہیں

عبید نے اس سے کہا کہ میں تجھ سے چند سوالات پوچھتا ہوں اگر تو نے صحیح اور درست جوابات دیئے تو میں تیری دعوت پر غور کر سکتا ہوں اس نے حامی بھری.... فرمایا ''موت کا فرشتہ تیری روح قبض کرنے آ جائے اس وقت تجھے یہ گناہ اچھا لگے گا؟'' کہنے لگی ''ہرگز نہیں'' فرمایا ''جواب درست'' فرمایا ''لوگوں کو ان کے اعمال نامہ دیئے جا رہے ہوں اور تجھے اپنے اعمال نامہ کے متعلق معلوم نہ ہو کہ دائیں ہاتھ میں ملے گا یا بائیں ہاتھ میں.... اس وقت تجھے یہ گناہ اچھا لگے گا؟'' کہنے لگی ''ہرگز نہیں'' فرمایا ''جواب درست'' فرمایا ''پل صراط کو عبور کرتے ہوئے تجھے اس گناہ کی خواہش ہوگی؟'' کہنے لگی ''ہرگز نہیں'' فرمایا ''جواب درست'' فرمایا ''اللہ کے سامنے اپنے اعمال کے سوال و جواب کے لئے جس وقت تو کھڑی ہو اس وقت اس گناہ میں تجھے رغبت ہوگی؟'' کہنے لگی ''ہرگز نہیں'' فرمایا ''جواب درست'' اس کے بعد اسے مخاطب کر کے کہا ''اللہ کی بندی! اللہ سے ڈر.... اللہ نے تجھ پر انعام واحسان کیا ہے.... اس کی نافرمانی نہ کر'' چنانچہ وہ گھر لوٹی تو اس کے دل کی کائنات بدل چکی تھی.... دنیوی لذتیں اور شوخیاں اسے بے حقیقت معلوم ہونے لگیں.... شوہر نے پوچھا ''کیا ہوا؟'' کہنے لگی ''مرد اگر عبادت کر سکتے ہیں تو ہم عورتیں کیوں نہیں کر سکتیں.... ہم کیوں پیچھے رہیں'' اور اس کے بعد نماز روزہ اور عبادت میں منہمک ہو کر ایک عابدہ اور پرہیزگار خاتون بن گئی.... اس کا آزاد منش شوہر اس کی حالت دیکھ کر کہا کرتا تھا ''مجھے عبید بن عمیر کے پاس شرارت کے لئے بیوی بھیجنے کا کس نے مشورہ دیا تھا اس نے تو میری بیوی بگاڑ کر رکھ دی پہلے ہماری ہر رات شب زفاف تھی اب اس کی ہر شب.... شب عبادت بن گئی وہ راتوں کو عبادت میں مشغول ہو کر راہبہ بن چکی ہے....'' (کتاب الثقات للعجلی.... ج:۲ص:۱۱۹)

واقعتاً مرد مؤمن کی نگاہ ایمان افروز سے بسا اوقات دل کی دنیا میں انقلاب آ جاتا ہے....

اور عقل و خرد کی شوخی و مستی.... جلوہ ایمان کے سامنے دم توڑنے لگتی ہے....

جلوؤں نے اہل ہوش کو کیسے شکست فاش دی
آئے تھے ان کو ڈھونڈنے.... خود سے بھی بے خبر ہو گئے

امام ابوزرعہ رحمہ اللہ کی شاگردوں سے عجیب ملاقات

''ان کے انتقال کا بھی عجیب واقعہ ہے.... ابوجعفر تستری کہتے ہیں کہ ہم امام ابوزرعہ رحمہ اللہ کی جان کنی کے وقت ان کے پاس حاضر ہوئے اس وقت ابوحاتم.... محمد بن مسلم.... منذر بن شاذان اور علماء کی ایک جماعت وہاں موجود تھی ان لوگوں کو تلقین میت کی حدیث کا خیال آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے....

لقنوا امواتا کم لا الہ الا اللہ (اپنے مردوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کیا کرو) مگر ابوزرعہ شرمارہے تھے اور ان کو تلقین کی ہمت نہ ہو رہی تھی.... آخر سب نے سوچ کر یہ راہ نکالی کہ تلقین کی حدیث کا مذاکرہ کرنا چاہئے .... چنانچہ محمد بن مسلم نے ابتدا کی **حدثنا الضحا حاک بن مخلد عن عبدالحمید بن جعفر** اور اتنا کہہ کر رک گئے باقی حضرات نے بھی خاموشی اختیار کی.... اس پر ابوزرعہ نے اسی جان کنی کے عالم میں روایت کرنا شروع کیا اور اپنی سند بیان کرنے کے بعد متن اپنی حدیث پر پہنچے....

من کان آخر کلامہ لا الہ الا اللہ اتنا کہہ پائے تھے کہ طائر روحِ قفس عنصری سے عالم قدسی کی طرف پرواز کر گیا.... پوری حدیث یوں ہے'' **من کان آخر کلامہ لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ** (یعنی جس کی زبان سے آخری الفاظ لا الہ الا اللہ نکلے وہ جنت میں داخل ہوگا....) (جواہر پارے)

شیخ عبداللہ کی حاکم بحرین سے ملاقات

۷ ذی الحجہ ۳۱۷ھ کو بحرین کے حاکم ابوطاہر سلیمان قرامطی نے مکہ معظمہ پر قبضہ کر لیا .... خوف و ہراس کا یہ عالم تھا کہ اس سال ۳۱۷ھ کو حج بیت اللہ شریف نہ ہو سکا کوئی بھی شخص عرفات نہ جا سکا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

یہ اسلام میں پہلا موقع تھا کہ حج بیت اللہ موقوف ہو گیا....

اسی ابو طاہر قرامطی نے حجر اسود کو خانہ کعبہ سے نکالا اور اپنے ساتھ بحرین لے گیا.... پھر بنو عباس کے خلیفہ مقتدر باللہ نے ابو طاہر قرامطی کے ساتھ فیصلہ کیا اور تیس ہزار دینار دیدیئے....تب حجر اسود خانہ کعبہ کو واپس کیا گیا.... یہ واپسی ۳۳۹ھ کو ہوئی.... گویا کہ ۲۲ سال تک خانہ کعبہ حجر اسود سے خالی رہا.... جب فیصلہ ہوا کہ حجر اسود کو واپس کیا جائے گا تو اس سلسلے میں خلیفہ وقت نے ایک بڑے عالم محدث شیخ عبداللہ کو حجر اسود کی وصولی کے لیے ایک وفد کے ساتھ بحرین بھجوایا.... یہ واقعہ علامہ سیوطی کی روایت سے اس طرح نقل کیا گیا ہے کہ جب شیخ عبداللہ بحرین پہنچ گئے تو بحرین کے حاکم نے ایک تقریب کا اہتمام کیا جس میں حجر اسود کو ان کے حوالہ کیا جائے گا تو ان کے لیے ایک پتھر خوشبودار.... خوبصورت غلاف میں سے نکالا گیا کہ یہ حجر اسود ہے اسے لے جائیں.... محدث عبداللہ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ حجر اسود میں دو نشانیاں ہیں اگر یہ پتھر اس معیار پر پورا اترا تو یہ حجر اسود ہوگا اور ہم لے جائیں گے.... پہلی نشانی یہ کہ پانی میں ڈوبتا نہیں ہے دوسری یہ کہ آگ سے گرم بھی نہیں ہوتا.... اب اس پتھر کو جب پانی میں ڈالا گیا تو وہ ڈوب گیا.... پھر آگ میں اسے ڈالا تو سخت گرم ہو گیا یہاں تک کہ پھٹ گیا.... فرمایا یہ ہمارا حجر اسود نہیں.... پھر دوسرا پتھر نکالا گیا اس کے ساتھ بھی یہی عمل ہوا اور وہ پانی میں ڈوب گیا اور آگ پر گرم ہو گیا.... فرمایا ہم اصل حجر اسود کو لیں گے پھر اصل حجر اسود لایا گیا اور آگ میں ڈالا گیا تو ٹھنڈا نکلا پھر پانی میں ڈالا گیا وہ پھول کی طرح پانی کے اوپر تیرنے لگا تو محدث عبداللہ نے فرمایا یہی ہمارا حجر اسود ہے اور یہی خانہ کعبہ کی زینت ہے اور یہی جنت والا پتھر ہے.... اس وقت ابو طاہر قرامطی نے تعجب کیا اور کہا: یہ باتیں آپ کو کہاں سے ملی ہیں تو محدث عبداللہ نے فرمایا یہ باتیں ہمیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملی ہیں کہ ''حجر اسود پانی میں ڈوبے گا نہیں اور آگ سے گرم نہیں ہوگا'' ابو طاہر نے کہا کہ یہ دین روایات سے بڑا مضبوط ہے....

جب حجر اسود مسلمانوں کو مل گیا تو اسے ایک کمزور اونٹنی کے اوپر لادا گیا جس نے تیز رفتاری کے ساتھ اسے خانہ کعبہ پہنچایا.... اس اونٹنی میں زبردست قوت آ گئی اس لیے کہ حجر

اسود اپنے مرکز (بیت اللہ) کی طرف جارہا تھا لیکن جب اسے خانہ کعبہ سے نکالا گیا تھا اور بحرین لے جارہے تھے تو جس اونٹ پر لادا جاتا وہ مرجاتا....حتیٰ کہ بحرین پہنچنے تک چالیس اونٹ اس کے نیچے مرگئے.... (تاریخ مکہ محمد بن علی بن فضل الطبری المکی)

یزیدؒ بن حبیب سے مصر کے گورنر کی ملاقات

حضرت یزیدؒ بن حبیب بنو مروان کے اس دور میں ہوئے جب امراء وسلاطین تقویٰ اور پرہیز گاری سے بہت دور ہو چکے تھے....ان کو خدا کا خوف مطلق نہیں رہا تھا....اس کی جگہ امراء وخلفاء میں ظلم وزیادتی نے لے لی تھی....اپنے سیاسی مقاصد کو پورا کرنے کے لئے مسلمانوں کا خون بہانے میں بھی ان کو کوئی دریغ نہ ہوتا تھا....حضرت یزید بن حبیب رحمہ اللہ علیہ ایسے بے خوف مرد مجاہد تھے کہ وہ امراء وسلاطین کی اس روش سے بالکل خوفزدہ نہیں ہوتے تھے بڑے سے بڑے حاکم کے سامنے اور بے روک ٹوک اظہار حق کر دیتے تھے....

حضرت یزیدؒ بن حبیب علم کا بڑا وقار قائم رکھتے تھے....کسی امیر کے آستانے پر جانا گوارہ نہیں تھا....جن کو کوئی ضرورت ہوتی تھی اس کو اپنے یہاں بلاتے تھے ایک مرتبہ ایک سردار ریان بن عبدالعزیز نے آپ سے کچھ معلومات کرنے کے لئے بلا بھیجا....آپ نے جواب میں کہلا بھیجا "تم خود میرے پاس آجاؤ میرے پاس تمہارا آنا تمہارے لئے زینت اور میرا تمہارے پاس جانا تمہارے لئے عیب ہے...." ایک مرتبہ یزیدؒ بن حبیب بیمار پڑے تو مصر کا گورنر حوثرہ بن سہیل ان کی عیادت کو آیا بات چیت کے دروان حوثرہ نے پوچھا "کیوں ابورجاء! جس کپڑے پر مچھر کا خون لگا ہو کیا اس سے نماز ہو سکتی ہے؟ اس معاملہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟"

یہ سوال سن کر حضرت یزید رحمۃ اللہ علیہ نے حوثرہ کی طرف سے منہ پھیر کر جواب دیا واہ! واہ! کیا خوب....جو لوگ اللہ کے بے گناہ بندوں کا خون بہانے میں دریغ نہ کرتے ہوں وہ مجھ سے مچھر کے خون کے متعلق سوال کرتے ہیں"....(تذکرۃ الحفاظ)

امام مالک رحمہ اللہ کی خلیفہ سے ملاقات

ایک مرتبہ خلیفہ منصور عباسی کو پتہ چلا کہ امام مالک بن انس بن سمعان اور ابن ابی ذئب رحمتہ اللہ علیہم وغیرہ علماء اس کی حکومت سے ناراض ہیں....اس نے ان سب کو فوراً

اپنے دربار میں طلب کیا امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نہا دھو کر کفن کے کپڑے پہن کر اور عطر وحنوط وغیرہ مل کر دربار میں پہنچے خلیفہ نے دریافت کیا کہ اس سے ان لوگوں کو کیا شکایات ہیں پھر جب اس نے ابن سمعانؒ اور ابن ابی ذئبؒ کو رخصت کر دیا تو امام مالک رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا.... ''امام صاحب آپ کے کپڑوں سے حنوط کی خوشبو آ رہی ہے آپ نے یہ خوشبو کیوں لگائی ہے یہ تو مردے کو لگائی جاتی ہے....''

امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ''آپ کے دربار میں اس وقت بغیر کسی وجہ کے طلبی ہوئی تھی.... اس بات سے مجھے یہ خیال ہوا کہ کچھ پوچھ تاچھ ہوگی اور یہ بھی ممکن ہے کہ میری حق گوئی آپ کو پسند نہ آئے اور آپ میرا سر قلم کرانے کا فیصلہ کر لیں اس لئے میں مرنے کے لئے پوری طرح تیار ہو کر آیا تھا....''

موت تجدید مذاق زندگی کا نام ہے ‏ ‏ ‏ خواب کے پردے میں بیداری کا اک پیغام ہے

(اقبالؒ)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے ایک بزرگ کی ملاقات

ایک دن امام احمد رحمتہ اللہ علیہ کے ایک خاندانی بزرگ اسحاق بن حنبل ان سے ملنے جیل میں گئے.... انہوں نے امام صاحب کو سمجھایا: ''احمد! آپ کے تمام ساتھی ہتھیار ڈال چکے ہیں وہ ''خلق قرآن'' کے مسئلہ میں اپنے مؤقف سے دستبردار ہو گئے ہیں آپ کے علاوہ سب لوگ جیل سے رہا ہو چکے ہیں ان حالات میں آپ بھی عنداللہ معذور ہیں....

بس آپ بھی اپنے نظریات کو خیر باد کہہ دیں تاکہ آپ کی رہائی بھی عمل میں آ سکے....''

حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ نے نہایت متانت کے ساتھ جواب دیا:

''اگر اہل علم ہی تقیہ اختیار کرنے لگ جائیں تو استقامت کون دکھائے گا.... جاہل لوگ تو معذور ہیں.... اس لئے کہ وہ حقائق سے بے خبر ہیں.... یہ صرف اہل علم کے فرائض میں داخل ہے کہ وہ جاہل لوگوں کو حقیقت سے آگاہ کریں.... اگر وہ آنکھیں بند کر کے بیٹھ جائیں تو حق وصداقت کی راہوں کا کیسے پتہ چل سکے گا....''

امام شافعی رحمہ اللہ سے ایک شخص کی ملاقات

امام شافعی رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے اللہ کو کیسے پہچانا؟

فرمایا میں نے شہتوت کے پتے سے پہچانا.... اس طرح کہ شہتوت کا پتہ بکری کھاتی ہے تو مینگنیاں نکلنی شروع ہو جاتی ہیں.... ہرن کھاتا ہے تو مشک نکلنا شروع ہو جاتا ہے.... ابریشم کا کیڑا کھاتا ہے تو ریشم نکلنا شروع ہو جاتا ہے.... تو ایک پتہ ہے کہیں مینگنی نکلی.... کہیں مشک نکلا.... کہیں ریشم نکلا.... یہ پتے کی طبیعت کے اوپر کوئی بنانے والا ہے کہ کبھی یہ بنا دیا کبھی وہ بنا دیا میں نے اس حقیر سے پتے سے خدا کے وجود کو سمجھا.... اگر آدمی سمجھنا چاہے تو ایک پتے سے خدا کے وجود کو نکال سکتا ہے اور نہ سمجھنا چاہے تو انبیاء علیہم السلام ہزاروں دلیلیں پیش کر دیں رات دن معجزے دکھلائے نہیں سمجھتا.... ابوجہل کو نہیں سمجھنا تھا.... مرتے دم تک نہیں سمجھا.... ابولہب کو نہیں ماننا تھا آخر تک نہ مانا اور مان لیا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے.... عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے.... جس نے مانا تو کوئی صدیق بنا.... کوئی فاروق بنا.... جس نے نہیں مانا تو کوئی ابوجہل رہ گیا کوئی ابولہب رہ گیا.... معلوم ہوا جب آدمی نہیں ماننے پر آتا تو پیغمبر بھی نہیں منوا سکتے اور ماننے پر آتا ہے تو شہتوت کے پتے سے خدا کی پہچان ہو سکتی ہے.... سچ ہے کہ ایں سعادت بزور بازو نیست

شاہ مصر کی چار محدثین سے ملاقات

چار نوجوان اتفاق سے مصر کی ایک جامع مسجد میں جمع ہو گئے.... چاروں طالب علم تھے ایک دوسرے سے تعارف ہوا تو ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی.... چاروں کا نام محمد تھا.... ایک نے اپنا نام محمد بن جریر بتایا.... دوسرے نے محمد بن اسحاق.... تیسرے نے محمد بن مزوری اور چوتھے نے محمد بن ہارون بتایا.... چاروں کے منہ سے ایک ساتھ نکلا.... ''سبحان اللہ'' ان کا کام بھی ایک ہی تھا اور نام بھی ایک.... تمام دن استاد صاحبان سے حدیث کا علم حاصل کرتے.... شام کو اپنے مکان میں آ کر دن بھر کی یاد کی ہوئی احادیث کو ایک رجسٹر میں لکھ لیتے.... ایک دن ایک نے کہا بھائیو! ہماری جمع شدہ رقم ختم ہو چکی ہے.... کوئی بات نہیں ہم مزدوری کر لیں گے.... دوسرے نے کہا....

مزدوری کرنے پر اعتراض نہیں.... اس طرح ہم احادیث کا علم کس طرح حاصل کریں گے .... تیسرے نے کہا.... ہاں! اس طرح تو ہم تاجر بن جائیں گے.... چوتھے نے کہا تب پھر اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہم میں سے صرف ایک مزدوری کرے.... باقی تین علم حاصل کریں.... قرعہ اندازی کر لی جائے.... قرعہ ڈال دیا گیا محمد بن اسحاق کا نام نکلا وہ بولے پہلے میں اپنے رب سے استخارہ کر لوں.... یہ کہہ کر انہوں نے نماز کی نیت باندھ لی.... ایسے میں باہر سے آواز آئی.... کیا وہ یہی گھر ہے؟

کسی نے کہا ہاں یہی ہے.... نشانیاں تو وہی ہیں باہر کی آواز سن کر یہ چونک گئے.... گھبرا گئے.... سارا شہر اس وقت نیند کی آغوش میں تھا پھر یہ کون لوگ تھے جو ان کے مکان کے باہر جمع تھے.... ایسے میں دستک ہوئی.... آواز آئی.... السلام علیکم! کیا ہم اندر آ سکتے ہیں .... ہم بادشاہ کے قاصد ہیں.... وہ ایک ساتھ بولے....

وعلیکم السلام! تشریف لائیے.... محمد بن ہارون نے دروازہ کھول دیا.... وہ کئی آدمی تھے.... ان کے ہاتھوں میں روشنی کے لئے قندیلیں تھیں.... چہروں سے سوجھ بوجھ والے لوگ لگ رہے تھے .... ان میں سے ایک نے کہا.... آپ میں سے محمد بن جریر کس کا نام ہے.... جی میرا نام ہے.... یہ سن کر اس نے کہا یہ لیجئے پانچ سو دیناروں کی تھیلی پھر اسنے کہا اور آپ میں سے محمد بن نصر کون ہے؟

آنے والوں نے ایک تھیلی انہیں تھما دی.... پھر بولا محمد بن اسحاق کون ہے یہ جو نماز پڑھ رہے ہیں.... محمد بن نصر نے بتایا.... یہ تھیلی ان کی ہے آپ میں سے محمد بن ہارون کون ہیں؟

نام معلوم کر کے ایک تھیلی انہیں دے دی گئی.... اب یہ چاروں حیران ہیں کہ یہ کیا معاملہ ہے آنے والوں میں سے ایک نے ان کی حیرت دور کرنے کے لئے کہا.... مصر کے بادشاہ احمد بن طولون کل دوپہر اپنے محل میں سو رہے تھے.... انہوں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا وہ ان سے کہہ رہا تھا محمد نام کے چار طالب علم بھوک سے پریشان ہیں اور تو میٹھی نیند سو رہا ہے.... بادشاہ نے اس شخص سے آپ لوگوں کا پتہ نشان پوچھا اور یہ تھیلیاں بطور ہدیہ بھیجی ہیں اور اس نے قسم دے کر کہا ہے کہ جب یہ رقم ختم ہو جائے تو انہیں ضرور اطلاع دی جائے تا کہ وہ مزید رقم ارسال کر سکیں.... بادشاہ کے آدمی تسلیاں دے کر چلے گئے لیکن اس کے بعد یہ چاروں پھر مصر میں نہ ٹھہرے وہاں سے نکل گئے تا کہ دولت کے چکر میں دین کے علم سے محروم نہ ہو جائیں....

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے بقی بن مخلد کی ملاقات

اندلس کے علاقے سے چلنے والا ایک مسافر بقی بن مخلد امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے حدیث سننے کی غرض سے بغداد کا رخ کرتا ہے.... اگر کوئی تیز رفتار کار پر سفر کر کے اندلس سے بغداد آنا چاہے تو شاید مہینہ بھر میں پہنچ سکے گا مگر وہ علم دین کا شیدائی پیدل پا سفر کرتا ہے .... بغداد پہنچنے کے لئے نہ جانے کتنی راتیں تن تنہا کھلے آسمان کے نیچے گرمی سردی کے بچاؤ کے بغیر گزاری ہوں گی.... سچ ہے کہ

عزائم جن کے پختہ ہوں نظر جن کی خدا پر ہو
طلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

اس دور دراز کے سفر کو طے کرنے کے بعد بغداد پہنچنے پر پتہ چلا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ مسئلہ خلق قرآن کے اختلاف کی پاداش میں گھر میں نظر بند ہیں کسی کو ملاقات کی اجازت نہیں.... ذرا سوچئے کہ اس پُر مشقت سفر کر کے آنے والے کے دل پر کیا گزری ہوگی؟

لیکن دل میں سچی تڑپ ہو تو منزل مل ہی جایا کرتی ہے.... بقی بن مخلد روزانہ صبح کے وقت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے دروازے پر کپڑا بچھا کر بیٹھ جاتے کہ شاید کسی وقت امام صاحب سے ملاقات ہو جائے تو کم از کم آنے کا مقصد ہی بتلا دوں گا.... ایک دن گھر سے باندی نکلی.... بقی بن مخلد نے اس کو اپنا تعارف کرایا اور آنے کا مقصد بتلا کر کہا کہ ذرا امام صاحب کو میرا پیغام پہنچا دیجئے.... چنانچہ امام صاحب نے پیغام سن کر باندی سے فرمایا کہ کسی طریقے سے اس کو اندر لے آؤ.... آخر اندر پہنچ گئے ملاقات کے بعد امام صاحب نے فرمایا کہ حالات تو آپ نے دیکھ لئے .... اس لئے کوئی صورت نکالیں کہ آپ کے آنے کا مقصد بھی حاصل ہو جائے اور کسی کو ہماری ملاقات کا علم بھی نہ ہو.... چنانچہ یہ صورت طے ہوئی کہ بقی بن مخلد فقیرانہ بھیس میں روزانہ دروازے پر آکر بھیک مانگنے کی صدا لگائیں گے اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بذات خود بھیک دینے کے بہانے دروازے پر تشریف لائیں گے اور ایک حدیث جلدی سے سنا دیا کریں گے....

چنانچہ اسی صورت پر عمل شروع ہو گیا اور تین سو ساٹھ دن تک وہ طالب علم فقیرانہ لباس میں آکر ایک ایک حدیث حاصل کرتا رہا اور سال گزرنے کے بعد واپس وطن کی راہ لی.... آج بھی اس راہ

علم کے مسافر کی یادگار" مسند بقی بن مخلد دنیا کو علم دین سے سیراب کر رہی ہے اور صاحب کتاب دنیا کی ہر تکلیف سے آزاد ہو کر جنت کی نعمتوں سے ان شاء اللہ لطف اندوز ہو رہے ہوں گے۔

امام زین العابدین رحمہ اللہ سے باندی کی ملاقات

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مومنین متقین کی خاص صفات و علامات بتلائی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے وہ غصہ کو پی لیتے ہیں اس آیت کریمہ کی تفسیر میں علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے سید السادات حضرت امام زین العابدینؒ کا ایک عجیب واقعہ نقل کیا ہے کہ "امام زین العابدین رحمہ اللہ کی ایک کنیز آپ کو وضو کرا رہی تھی کہ اچانک پانی کا برتن اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر امام زین العابدینؒ کے اوپر گرا.... آپ کے تمام کپڑے بھیگ گئے.... غصہ آنا طبعی امر تھا.... کنیز کو خطرہ ہوا تو اس نے فوراً یہ آیت پڑھی وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ (وہ اپنے غصہ کو پی جاتے ہیں) یہ سنتے ہی آپ کا سارا غصہ ٹھنڈا ہو گیا بالکل خاموش ہو گئے.... اس کے بعد کنیز نے آیت کا دوسرا جملہ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ (لوگوں کو معاف کرتے ہیں) پڑھ دیا.... آپ نے فرمایا: میں نے تجھے دل سے معاف کر دیا.... پھر اس نے تیسرا جملہ بھی سنا دیا.... وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (اللہ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں) امام زین العابدین رحمہ اللہ نے یہ سن کر فرمایا کہ جا میں نے تجھے آزاد کر دیا...." (روح المعانی ج ۲ ص ۵۹)

جنت کے خریدار سے ملاقات

امام ابی داؤد رحمہ اللہ بہت بڑے محدث گزرے ہیں....

ان کے واقعات میں لکھا ہے کہ یہ سمندر کے ایک کنارے پر کھڑے تھے اور سمندر میں جہاز ایک آدھ فرلانگ کے فاصلے پر کھڑا تھا چونکہ کنارے پر پانی کم ہوتا تھا وہ جہاز کے لئے کافی نہیں ہوتا تھا اور لوگ کشتیوں میں بیٹھ کے جہاز میں جاتے اور سوار ہوتے....

جہاز میں کسی شخص کو چھینک آئی.... اس نے زور سے الحمد للہ کہا تو مسئلہ یہ ہے کہ جب کسی کو چھینک آئے اسے الحمد للہ کہنا چاہئے اور جس کے کان میں الحمد للہ پڑے وہ جواب میں یرحمک اللہ کہے.... اس شخص نے الحمد اللہ اس زور سے کہا کہ امام ابوداؤد کے کان میں آواز آئی.... اب ان

کا جی چاہا کہ میں شریعت کی اس چیز پر عمل کروں اور یرحمک اللہ کہوں تا کہ مجھے ثواب ملے....

تو تین درہم کرائے کی کشتی لی اور اس کشتی میں بیٹھ کر سفر کر کے جہاز میں پہنچے اور یرحمک اللہ.... یہ گویا نیکی کمائی.... مؤرخین لکھتے ہیں جس وقت انہوں نے جا کر یرحمک اللہ کہا غیب سے ایک آواز آئی کہنے والا نظر نہیں آتا تھا.... آواز یہ آئی کہ:.... ''اے ابی داؤد! آج آپ نے تین درہم میں جنت خرید لی....''

امام احمد بن حنبل کے ہمسایہ سے ملاقات

حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کے مکان کے سامنے ایک لوہار رہتا تھا.... بال بچوں کی کثرت کی وجہ سے وہ سارا دن کام میں لگا رہتا.... اس کی عادت تھی کہ اگر اس نے ہتھوڑا ہوا میں اٹھایا ہوتا کہ لوہا کوٹ سکے اور اسی دوران اذان کی آواز آ جاتی تو وہ ہتھوڑا لوہے پر مارنے کی بجائے اسے زمین پر رکھ دیتا اور کہتا کہ اب میرے پروردگار کی طرف سے بلاوا آ گیا ہے میں پہلے نماز پڑھوں گا پھر کام کروں گا.... جب اس کی وفات ہوئی تو کسی کو خواب میں نظر آیا اس نے پوچھا کہ کیا بنا؟

کہنے لگا کہ مجھے امام احمد بن حنبلؒ کے نیچے والا درجہ عطا کیا گیا.... اس نے پوچھا کہ تمہارا علم و عمل اتنا تو نہیں تھا؟

اس نے جواب دیا کہ میں اللہ کے نام کا ادب کرتا تھا اور اذان کی آواز سنتے ہی کام روک دیتا تھا تا کہ نماز ادا کروں.... اس ادب کی وجہ سے اللہ رب العزت نے مجھ پر مہربانی فرما دی.... (نماز کے اسرار و رموز)

خلیفہ مہدی کی بیوی سے ایک ملکہ کی ملاقات

خاندان عباسی کے تیسرے خلیفہ مہدی کی چہیتی بیوی ''ملکہ خیزران'' بڑی دانش مند نیک طینت اور مخیّر خاتون تھیں اپنے اوصاف حمیدہ کی بدولت شوہر کے مزاج پر پوری طرح حاوی تھیں ان کی سفارش پر خلیفہ مہدی نے بنی امیہ کے بہت سے معتوب امیروں کی ضبط شدہ جاگیریں واپس دے دیں تھیں.... ان کی زندگی کا ایک دلچسپ واقعہ جسے کئی مؤرخین

نے بیان کیا.... یہ ہے....ایک دن ملکہ خیزران اپنے محل میں بڑی شان وشوکت سے بیٹھی تھی کہ ایک لونڈی نے آ کر عرض کیا.... "ملکہ عالم! محل کے دروازے پر ایک عورت کھڑی ہے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ کہنا چاہتی ہے...."

اجازت ملنے پر تھوڑی ہی دیر میں ملکہ کے سامنے پھٹے پرانے کپڑے پہنے ایک انتہائی شکستہ حال عورت کھڑی تھی اسکے دل کش خدوخال سے معلوم ہوتا تھا کہ کوئی شریف زادی ہے لیکن میل کچیل اور بوسیدہ کپڑوں نے اس کی حالت گداگروں سے بھی بدتر بنا رکھی تھی....وہ عورت پہلے تو ملکہ کو دیکھ کر ٹھٹکی مگر پھر فوراً ہی جرأت کر کے ملکہ کو سلام کیا اور کہنے لگی....

"اے ملکہ! میں مروان بن محمد کی بیٹی مزنا ہوں جو خاندان بنوامیہ کا آخری تاجدار تھا"

جونہی اس عورت کے منہ سے یہ الفاظ نکلے ملکہ خیزران کا چہرہ فرط غضب سے سرخ ہو گیا اور اس نے کہا.... "اے بدبخت عورت! تجھے یہ جرأت کیسے ہوئی کہ اس محل کے اندر قدم رکھے؟ کیا تو نہیں جانتی کہ تیرے اہل خاندان نے عباسیوں پر کیسے خوفناک مظالم ڈھائے؟ اے سنگدل! کیا تو وہ دن بھول گئی جب بنوعباس کی بوڑھی عورتیں تیرے پاس یہ التجاء لے کر گئی تھیں کہ تو اپنے باپ سے سفارش کر کے میرے شوہر (مہدی) کے چچا امام محمد بن ابراہیم عباسی کی لاش دفن کرنے کی اجازت لے دے.... کم بخت عورت خدا تجھے غارت کرے تو نے ان معزز اور مظلوم خواتین پر ترس کھانے کی بجائے انہیں ذلیل کر کے محل سے نکلوا دیا کیا تیری یہ حرکت انسانیت کی توہین نہیں تھی؟

مانا کہ آپس میں دشمنی تھی لیکن پھر بھی ایک بے بس اور لاچار دشمن کے ساتھ ایسا سلوک جائز نہ تھا....خدا کا شکر ہے کہ اس نے تم سے حکومت چھین لی اور تمہیں ذلیل کیا.... مزنا...... خیریت اسی میں ہے کہ تم یہاں سے فوراً دفع ہو جاؤ!"

مزنا ملکہ کی باتیں سن کر بالکل مرعوب نہ ہوئی بلکہ اس نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور بولی .... "بہن! اپنے آپے سے باہر نہ ہو جو کچھ میں نے کیا خدا سے اس کی سزا پالی....خدا کی قسم جو کچھ تم نے کہا ہے وہ سچ ہے اسی کی پاداش میں خدا نے مجھے ذلیل وخوار کر کے تمہارے سامنے لا کھڑا کیا ہے کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کسی وقت میں تم سے زیادہ شوخ اور شریر تھی دولت اور

حشمت میرے گھر کی لونڈی تھی مجھے اپنے حسن پر ناز تھا اور تکبر نے مجھے اندھا کر رکھا تھا مگر تم نے دیکھا کہ جلد ہی زمانے نے اپنا ورق الٹ ڈالا خدا نے اپنی تمام نعمتیں مجھ سے چھین لیں اب میں ایک فقیر سے بھی بدتر ہوں کیا تم چاہتی ہو کہ تمہارے ساتھ بھی یہی کچھ ہو؟

اچھا خوش رہو.... میں جاتی ہوں....''

اتنا کہہ کر مزنا نے تیزی سے باہر کا رخ کیا لیکن ابھی چند قدم جانے پائی تھی کہ خیزران نے دوڑ کر اسے پکڑ لیا اور چاہا کہ گلے سے لگا لے لیکن مزنا نے پیچھے ہٹ کر کہا....

''خیزران تم ملکہ ہو اور میں ایک غریب اور بے کس عورت.... میرے کپڑے بوسیدہ اور غلیظ ہیں میں اس قابل نہیں کہ ایک ملکہ مجھ سے بغل گیر ہو....''

خیزران نے آبدیدہ ہو کر لونڈیوں کو حکم دیا کہ مزنا کو نہلا دھلا کر اعلیٰ درجے کی پوشاک پہناؤ اور پھر اسے عطر میں بسا کر میرے پاس لاؤ....

لونڈیوں نے ملکہ کے حکم کی تعمیل کی اس وقت مزنا کو دیکھ کر یوں معلوم ہوتا تھا کہ چاند بدلی سے نکل آیا ہے خیزران بے اختیار اس سے لپٹ گئی.... اپنے پاس بٹھایا اور پوچھا.... ''دستر خان بچھواؤں؟''

مزنا نے کہا ''ملکہ آپ پوچھتی کیا ہیں.... شاید مجھ سے زیادہ اس محل میں اور کوئی بھوکا نہ ہوگا''

فوراً دستر خوان بچھ گیا.... مزنا سیر ہو کر کھا چکی تو ملکہ نے پوچھا.... ''آج کل تمہارا سرپرست کون ہے''؟

مزنا نے سرد آہ بھر کر کہا ''آج کس میں ہمت ہے کہ میری سرپرستی کرے.... مدتوں سے در در کی ٹھوکریں کھا رہی ہوں کوئی رشتہ دار بھی دنیا میں موجود نہیں کہ اس کے ہاں جا پڑوں بس کچھ قرابت ہے تو وہ اسی گھرانے (بنو عباس) سے ہے....''

خیزران نے فوراً کہا.... ''مزنا آزردہ مت ہو آج سے تم میری بہن ہو....'' میرے بہت سے محل ہیں تم ان میں سے ایک محل پسند کر لو اور یہیں رہو جب تک میں جیتی ہوں تمہاری ہر ضرورت پوری کروں گی....''

چنانچہ مزنا نے ایک عالی شان محل پسند کر لیا اور خیزران نے اس میں تمام

ضروریات زندگی اور لونڈی و غلام مہیا کر دیئے ساتھ ہی پانچ لاکھ درہم نقد بھی اس کے حوالے کیئے کہ جس طرح جی چاہے خرچ کرے....

شام کو خلیفہ مہدی حرم میں آیا اور دن بھر کے حالات پوچھنے لگا ملکہ خیزران نے اسے آج کا واقعہ تفصیل سے سنایا تو مہدی کا چہرہ چمک اٹھا....اس نے خیزران کی عالی ظرفی کو بہت سراہا اور کہا آج سے میری نظر میں تمہاری قدر دو چند ہوگئی ہے پھر اس نے اپنی طرف سے بھی مزنا کو اشرفیوں کے سو توڑے بھیجے اور ساتھ ہی کہلا بھیجا کہ آج میری زندگی کا سب سے بڑا یوم مسرت ہے کہ اس نے ہمیں تمہاری خدمت کی توفیق دی....اب تم اطمینان سے یہاں رہو....(مثالی خواتین)

ایک بچے کی خلیفہ معتصم سے ملاقات

معتصم باللہ خاقان کے پاس اس کی عبادت کو گئے اور فتح بن خاقان ابھی بچے تھے تو معتصم نے ان کو کہا امیر المؤمنین کا (میرا) گھر اچھا ہے یا تمہارے والد کا....بچے نے جواب دیا امیر المؤمنین ہمارے والد کے گھر ہوں تو والد کا گھر ہی اچھا ہے....پھر اپنے ہاتھ میں امیر نے نگینہ دکھایا اور پوچھا اس سے بہتر کوئی دیکھا ہے بچے نے کہا ہاں وہ ہاتھ جس میں یہ نگینہ ہے....(کتاب الاذکیاء)

دو امانتدار سوکنوں کی عجیب ملاقات

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ (م ۵۹۷ھ) نے اپنی کتاب میں بغداد میں رہنے والے ایک تاجر کی دو بیویوں کا تذکرہ کیا ہے جنہوں نے ایک دوسرے کے حقوق کا ایسا خیال رکھا کہ موجودہ دور میں اس کی مثال پیش کرنا مشکل ہے....

چنانچہ علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں....''بغداد میں ایک کپڑے کا مال دار تاجر رہتا تھا جو کہ شادی شدہ تھا....اخلاق کا اچھا تھا....اس کو ایک خوبصورت مالدار عورت کے رشتے کی پیشکش کی گئی مگر اس تاجر نے کہا کہ میری چچازاد بہن سے شادی ہو چکی ہے اور میں نے اس سے یہ عہد کر رکھا ہے کہ میں اسے چھوڑوں گا نہیں میرا اس سے ایک لڑکا بھی ہے مگر وہ دوسری عورت کہ جس کا رشتہ آیا تھا اس پر راضی تھی کہ یہ ہفتہ میں صرف دو مرتبہ اس کے پاس آجایا کرے....دکاندار اس پر راضی ہو گیا اور اس سے نکاح کر لیا اس کے ساتھ گھر گیا

....پھر وہ واپس اپنے گھر آیا اور اپنی اہلیہ سے کہنے لگا کہ میرے ایک دوست نے کہا ہے کہ آج میں اس کے پاس رہوں.... یہ کہہ کر وہ چلا گیا اور رات اس عورت کے یہاں گزاری پھر یہ معمول ہو گیا کہ وہ ہر روز ظہر کی نماز کے بعد اس عورت کے پاس جانے لگا حتیٰ کہ آٹھ ماہ گزر گئے....اس دکاندار کی پہلی بیوی کو اپنے میاں کے حالات کچھ عجیب عجیب سے لگنے لگے....اس نے اپنی باندی سے کہا جب یہ گھر سے نکلیں تو دیکھنا کہ کہاں جاتے ہیں چنانچہ وہ دکاندار جب گھر سے نکلا تو باندی بھی پیچھے ہوئی....وہ اپنی دکان پر آ گیا....(باندی کہیں چھپی رہی) جب ظہر کا وقت ہوا تو وہ دکان سے اٹھ کر جانے لگا.... باندی بھی پیچھے چل پڑی ....دکاندار کو باندی کے پیچھے آنے کا بالکل پتہ نہیں ہے....وہ اسی بے خبری میں اس عورت کے گھر چلا گیا.... باندی پڑوسیوں کے پاس آئی اور ان سے اس گھر کے بارے میں پوچھ گچھ کی.... پڑوسیوں نے بتلایا یہ ایک کمسن عورت کا گھر ہے اور اس نے کپڑے کے ایک تاجر سے شادی کر رکھی ہے.... باندی یہ معلومات حاصل کر کے اپنی مالکہ کے پاس آئی اور سارا معاملہ اسے بتلایا.... مالکہ نے اسے کہا خبردار اس قصے کے متعلق کسی کو کچھ پتہ نہیں چلنا چاہئے اور اس نے اپنے شوہر سے بھی اس کے متعلق کچھ نہیں کیا (یونہی ہنسی خوشی دن گزرتے رہے) سال پورا ہوا تو وہ تاجر مر گیا....اس نے آٹھ ہزار اشرفیاں ترکہ میں چھوڑی....تاجر کی اس بیوی نے جو اس کی چچازاد بہن تھی ترکہ کو تقسیم کیا.... چنانچہ سات ہزار اشرفیاں بچے کے لئے الگ کر دیں اور باقی ایک ہزار اشرفیوں کے دو حصے کئے ....آدھی اشرفیاں ایک تھیلے میں رکھ کر باندی سے کہا یہ تھیلا اس عورت کے پاس لے جا (جو اس تاجر کی دوسری بیوی ہے) اور اسے بتلا کہ تاجر کی وفات ہو گئی ہے اور اس نے ترکہ میں آٹھ ہزار اشرفیاں چھوڑی ہیں جن میں سے سات ہزار تو اس کے لڑکے کو مل گئے جو اس کا حق بنتے ہیں....ایک ہزار اشرفیاں جو باقی بچی تھیں وہ میں نے اپنے اور تمہارے درمیان تقسیم کر لی ہیں....یہ تمہارا حق ہے یہ لے لو.... باندی وہ اشرفیاں لے کر اس عورت کے پاس گئی....اسے تاجر کا سارا قصہ سنایا اور بتلایا کہ تاجر کی وفات ہو گئی ہے اور اس کی اہلیہ نے یہ اشرفیاں بھیجی ہیں....وہ عورت رونے لگی پھر اس نے اپنا صندوق کھول کر ایک پرچہ نکالا اور باندی سے کہا کہ یہ اپنی مالکن کے پاس لے جا اسے میرا سلام کہہ اور یہ بتلا کہ

اس تاجر نے مجھے طلاق دے دی تھی.... یہ اس کا لکھا ہوا کاغذ ہے اور یہ مال اس کی اہلیہ کو واپس لوٹا دے کیونکہ میں اس تاجر کے ترکہ کی کسی چیز کی بھی حق دار نہیں ہوں....

ہمیشہ قرآنی آیات سے گفتگو کرنیوالی عورت سے ملاقات

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حج کو گیا.... ایک سفر کے دوران راستے میں مجھے ایک بڑھیا بیٹھی ہوئی ملی جس نے اون کا قمیض پہنا ہوا تھا.... اور اون ہی کی اوڑھنی اوڑھے ہوئے تھی.... میں نے اسے سلام کیا تو اس نے جواب میں کہا:

"سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ"

میں نے پوچھا: "اللہ تم پر رحم کرے.... یہاں کیا کر رہی ہو"؟

کہنے لگی: "مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ"

(جسے اللہ گمراہ کردے اس کا کوئی رہنما نہیں ہوتا)....

میں سمجھ گیا کہ وہ راستہ بھول گئی ہے اس لئے میں نے پوچھا: کہا جانا چاہتی ہو؟

کہنے لگی: سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا

(پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو رات کے وقت مسجد حرام سے اقصیٰ تک لے گئی).... میں سمجھ گیا کہ وہ حج ادا کر چکی ہے اور بیت المقدس جانا چاہتی ہے.... میں نے پوچھا: "کب سے یہاں بیٹھی ہو؟

"کہنے لگی: "ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا" (پوری تین راتیں).... میں نے کہا: "تمہارے پاس کچھ کھانا وغیرہ نظر نہیں آرہا.... کھاتی کیا ہو؟

"جواب دیا: "هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ"

(وہ اللہ مجھے کھلاتا پلاتا ہے)...."میں نے پوچھا: وضو کس چیز سے کرتی ہو"؟

کہنے لگی: "فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا"

(پاک مٹی سے تیمم کولو).... میں نے کہا: میرے پاس کچھ کھانا ہے.... کھاؤ گی؟

جواب میں اس نے کہا: "اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ"

(رات تک روزوں کو پورا کرو)....میں نے کہا: "یہ رمضان کا تو زمانہ نہیں ہے" بولی:

"وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ"

(اور جو بھلائی کے ساتھ نفلی عبادت کرے تو اللہ شکر کرنے والا اور جاننے والا ہے)

میں نے کہا سفر کی حالت میں تو فرض روزہ نہ رکھنا بھی جائز ہے.... میں نے کہا: "تم میری طرح کیوں بات نہیں کرتیں"؟

جواب ملا: "مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ"

(انسان جو بات بھی بولتا ہے اس کے لئے ایک نگہبان فرشتہ مقرر ہے)

میں نے پوچھا: تم ہو کون سے قبیلہ سے؟

کہنے لگی: "لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ"

جس بات کا تمہیں علم نہیں اس کے پیچھے مت پڑو....)

میں نے کہا: معاف کرنا مجھ سے غلطی ہوئی" بولی:

"لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ط يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ"

آج تم پر کوئی ملامت نہیں.... اللہ تمہیں معاف کرے

میں نے کہا: "اگر چاہو تو میری اونٹنی پر سوار ہو جاؤ.... اور اپنے قافلہ سے جا ملو"

کہنے لگی: "وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ"

(تم جو بھلائی بھی کرو.... اللہ اسے جانتا ہے)

میں نے یہ سن کر اپنی اونٹنی کو بٹھا لیا.... مگر سوار ہونے سے پہلے

وہ بولی: "قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ"

(مومنوں سے کہہ کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں).... میں نے اپنی نگاہیں نیچی کر لیں اور اس سے کہا: "سوار ہو جاؤ.... لیکن جب وہ سوار ہونے لگی تو اچانک اونٹنی بگڑ کر بھاگ کھڑی ہوئی اور اس جدوجہد میں اس کے کپڑے پھٹ گئے....

اس پر وہ بولی: "مَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ"

(تمہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے اعمال کے سبب ہوتی ہے.....)

میں نے کہا: ''ذرا ٹھہرو میں اونٹنی کو باندھ دوں پھر سوار ہونا.....'' وہ بولی:

''فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ'' (ہم نے اس مسئلہ کا حل سلیمان (علیہ السلام) کو سمجھا دیا) میں نے اونٹنی کو باندھا.....اور اس سے کہا: اب سوار ہو جاؤ.....وہ سوار ہو گئی اور یہ آیت پڑھی.....

''سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ. وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ''

(پاک ہے وہ ذات جس نے اس سواری کو ہمارے لئے رام کر دیا اور ہم اس کو کرنے والے نہیں تھے.....اور بلا شبہ ہم سب اپنے پروردگار کی طرف لوٹنے والے ہیں) میں نے اونٹنی کی مہار پکڑی اور چل پڑا.....میں بہت تیز تیز دوڑا جا رہا تھا اور ساتھ ہی زور زور سے چیخ کر اونٹنی کو ہنکا بھی رہا تھا.....

یہ دیکھ کر وہ بولی: ''وَاقْصِدْ فِیْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ''

(اپنے چلنے میں اعتدال سے کام لو اور اپنی آواز پست رکھو)

اب میں آہستہ آہستہ چلنے لگا اور کچھ اشعار ترنم سے پڑھنے شروع کئے.....

اس پر اس نے کہا: ''فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ''

(قرآن میں سے جتنا حصہ پڑھ سکو.....وہ پڑھو) میں نے کہا: تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑی نیکیوں سے نوازا گیا ہے.....

بولی: ''وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ''

(صرف عقل والے ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں) کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد میں نے اس سے پوچھا: ''تمہارا کوئی شوہر ہے''؟

بولی: ''لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَلَكُمْ تَسُؤْكُمْ''

(ایسی چیزوں کے بارے میں مت پوچھو جو اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں بری لگیں)

اب میں خاموش ہو گیا اور جب تک قافلہ نہیں مل گیا میں نے اس سے کوئی بات نہیں کی.....قافلہ سامنے آ گیا تو میں نے اس سے کہا: یہ قافلہ سامنے آ گیا ہے.....اس میں تمہارا کون ہے''؟

کہنے لگی: ''اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا''

(مال اور بیٹے دنیوی زندگی کی زینت ہیں) میں سمجھ گیا کہ قافلے میں اس کے بیٹے موجود ہیں.... میں نے پوچھا: قافلے میں ان کا کام کیا ہے....

بولی: ''وَعَلٰمٰتٍ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ'' (علامتیں ہیں اور ستارے ہی سے وہ راستہ معلوم کرتے ہیں) میں سمجھ گیا کہ اس کے بیٹے قافلے کے رہبر ہیں.... چنانچہ میں اسے لے کر خیمے کے پاس پہنچ گیا اور پوچھا: ''خیمے آ گئے ہیں اب بتاؤ تمہارا (بیٹا) کون ہے''؟

کہنے لگی: وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا.... وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا....

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ

یہ سن کر میں نے آواز دی: یا ابراہیم .... یا موسیٰ .... یا یحییٰ'' تھوڑی سی دیر میں چند نوجوان جو چاند کی طرح خوبصورت تھے میرے سامنے آ کھڑے ہوئے.... جب ہم سب اطمینان سے بیٹھ گئے تو اس عورت نے اپنے بیٹوں سے کہا:

''فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ'' (اب اپنے میں سے کسی کو یہ روپیہ دے کر شہر کی طرف بھیجو پھر وہ تحقیق کرے کہ کون سا کھانا زیادہ پاکیزہ ہے.... سو اس میں سے تمہارے واسطے کچھ کھانا لے آئے)

یہ سن کر ان میں سے ایک لڑکا گیا اور کچھ کھانا خرید لیا.... وہ کھانا میرے سامنے رکھا گیا

تو عورت نے کہا: ''كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓــًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِى الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ''
''خوشگواری کے ساتھ کھاؤ پیئو.... یہ سب ان اعمال کے جو تم نے پچھلے دنوں میں کیے ہیں''

اب مجھ سے نہ رہا گیا: میں نے لڑکوں سے کہا: تمہارا کھانا مجھ پر حرام ہے....

جب تک تم مجھے اس عورت کی حقیقت نہ بتلاؤ....'' لڑکوں نے بتایا کہ ''ہماری ماں کی چالیس سال سے یہی کیفیت ہے.... چالیس سال سے اس نے قرآنی آیات کے سوا کوئی جملہ نہیں بولا اور یہ پابندی اس نے اپنے اوپر اس لئے لگائی ہے کہ کہیں زبان سے کوئی ناجائز یا نامناسب بات نہ نکل جائے جو اللہ کی ناراضی کا سبب بنے....'' میں نے کہا:

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (دینی دسترخوان جلد دوم)

سلیمان اعمش رحمہ اللہ کی ایک شاگرد سے ملاقات

ایک بہت بڑے محدث اور بزرگ گزرے ہیں.... جو "سلیمان اعمش" کے نام سے مشہور ہیں.... اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے استاد بھی ہیں.... تمام احادیث کی کتابیں ان کی روایتوں سے بھری ہوئی ہیں.... عربی زبان میں "اعمش" چندھے کو کہا جاتا ہے.... جس کی آنکھوں میں چندھیاہٹ ہو.... جس میں پلکیں گر جاتی ہیں اور روشنی کی وجہ سے اس کی آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں.... چونکہ ان کی آنکھیں چندھائی ہوئی تھیں.... اس وجہ سے "اعمش" کے لقب سے مشہور تھے.... ان کے پاس ایک شاگرد آ گئے وہ شاگرد اعرج یعنی لنگڑے تھے.... پاؤں سے معذور تھے.... شاگرد بھی ایسے تھے جو ہر وقت استاد سے چمٹے رہنے والے تھے.... جیسے بعض شاگردوں کی عادت ہوتی ہے کہ ہر وقت استاد سے چمٹے رہتے ہیں.... جہاں استاد جا رہے ہیں وہاں شاگرد بھی ساتھ ساتھ جا رہے ہیں.... یہ بھی ایسے تھے.... چنانچہ امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ جب بازار جاتے تو یہ اعرج شاگرد بھی ساتھ ہو جاتے.... بازار میں لوگ فقرے کستے کہ دیکھو استاد "چندھا" ہے اور شاگرد "لنگڑا" ہے.... چنانچہ امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگرد سے فرمایا کہ جب ہم بازار جایا کریں تو تم ہمارے سات مت جایا کرو.... شاگرد نے کہا کیوں؟ میں آپ کا ساتھ کیوں چھوڑ دوں؟

امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب ہم بازار جاتے ہیں تو لوگ ہمارا مذاق اڑاتے ہیں کہ استاد چندھا ہے اور شاگرد لنگڑا ہے.... شاگرد نے کہا:

﴿مالنا نوجرو یاثمون﴾

حضرت! جو لوگ مذاق اڑاتے ہیں.... ان کو مذاق اڑانے دیں.... اس لئے کہ اس مذاق اڑانے کے نتیجے میں ہمیں ثواب ملتا ہے اور ان کو گناہ ہوتا ہے.... اس میں ہمارا تو کوئی نقصان نہیں بلکہ فائدہ ہے.... حضرت امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا کہ:

﴿نسلم ویسلمون خیراً من ان نوجرو یاثمون﴾

ارے بھائی! وہ بھی گناہ سے بچ جائیں اور ہم بھی گناہ سے بچ جائیں.... یہ بہتر ہے اس سے کہ ہمیں ثواب ملے اور ان کو گناہ ہو.... میرے ساتھ جانا کوئی فرض و واجب تو ہے

نہیں.... اور نہ جانے میں کوئی نقصان بھی نہیں.... البتہ فائدہ یہ ہے کہ لوگ اس گناہ سے بچ جائیں گے.... اس لئے آئندہ میرے ساتھ بازار مت جایا کرو....

یہ ہے دین کی فہم .... اب بظاہر تو شاگرد کی بات صحیح معلوم ہو رہی تھی کہ اگر لوگ مذاق اڑاتے ہیں تو اڑایا کریں لیکن جس شخص کی مخلوق خدا پر شفقت کی نگاہ ہوتی ہے وہ مخلوق کی غلطیوں پر اتنی نظر نہیں ڈالتا.... بلکہ وہ یہ سوچتا ہے کہ جتنا ہو سکے میں مخلوق کو گناہ سے بچا لو.... یہ بہتر ہے اس لئے انہوں نے بازار جانا چھوڑ دیا.... بہر حال.... جس جگہ کا یہ اندیشہ ہو کہ لوگ اور زیادہ ڈھٹائی کا مظاہرہ کریں گے تو اس صورت میں کچھ نہ کہنا بہتر ہوتا ہے.... (اصلاحی خطبات ج ۸)

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کی ایک نوجوان سے ملاقات

ایک اور واقعہ یاد آیا.... جب کبھی یہ رقہ شہر میں جایا کرتے تھے تو ایک نوجوان ان سے آ کر ملا کرتا تھا.... اور آ کر کبھی مسائل پوچھتا.... کبھی دوسری باتیں آ کر پوچھتا.... ایک مرتبہ جب رقہ شہر جانا ہوا تو وہ نوجوان نہیں آیا.... اور نہ اس نے آ کر ملاقات کی.... آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ ایک نوجوان تھا جو ہمیشہ آ کر ملاقات کیا کرتا تھا.... وہ نظر نہیں آ رہا ہے.... وہ کہاں گیا؟

لوگوں نے بتایا کہ اس پر قرضہ بہت ہو گیا تھا.... اور جس شخص کا قرضہ تھا.... اس نے اس کو گرفتار کرا دیا ہے.... اس لئے وہ جیل میں ہے.... ان کو بڑا دکھ ہوا.... انہوں نے لوگوں سے پوچھا کہ کتنا قرضہ ہو گیا تھا؟

لوگوں نے بتایا کہ دس ہزار دینار.... پھر معلوم کیا کہ کس کا قرضہ تھا؟

لوگوں نے بتایا کہ فلاں شخص کا قرضہ تھا.... چنانچہ آپ اس شخص کی تلاش میں نکلے.... اور پتہ پوچھتے پوچھتے اس کے گھر پہنچے.... اور جا کر اس نے کہا کہ ہمارا ایک دوست ہے.... تمہارا قرضہ اس کے ذمے ہیں.... جس کی وجہ سے وہ جیل میں ہے..... میں وہ قرضہ تمہیں ادا کر دیتا ہوں.... لیکن ایک شرط ہے.... وہ یہ کہ میرے سامنے وعدہ کرو.... اور قسم کھاؤ کہ میرے جیتے جی اسی کو یہ نہیں بتاؤ گے کہ یہ قرضہ کس نے ادا کیا ہے.... چنانچہ اس نے قسم کھالی کہ میں نہیں بتاؤں گا.... چنانچہ آپ نے دس ہزار دینار اس کو دے دیئے اور اسے کہا کہ اب اس کو رہا کرا دو.... چنانچہ اس نے جیل جا کر اس کو رہا کرا دیا....

جب وہ نوجوان جیل سے رہا ہو کر شہر میں آیا تو اس کو پتہ چلا کہ چند روز سے حضرت عبداللہ بن مبارک یہاں آئے ہوئے تھے....لوگوں سے پوچھا کہ یہاں سے کب نکلے ہیں؟

لوگوں نے بتایا کہ ابھی نکلے ہیں.... چنانچہ وہ نوجوان آپ کے پیچھے دوڑا....اور راستے میں آپ کو پکڑ لیا.... حضرت عبداللہ بن مبارک نے فرمایا کہ میں نے سنا تھا کہ تم جیل میں ہو؟

اس نے جواب دیا کہ ہاں.... میں جیل میں تھا....اب اللہ تعالیٰ نے رہائی عطا فرمادی انہوں نے پوچھا کہ کیسے نکلے؟

اس نوجوان نے کہا کہ بس اللہ تعالیٰ نے غیب سے فرشتہ بھیج دیا....اس نے میرا قرضہ ادا کردیا....اس لئے مجھے رہائی مل گئی.... عبداللہ بن مبارک نے فرمایا کہ اب اللہ تعالیٰ کا اس پر شکر ادا کرو....اور میں بھی تمہارے لئے دعائیں کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں رہائی عطا فرمادے....

وہ نوجوان بعد میں کہتے ہیں کہ ساری زندگی مجھے یہ پتہ نہ چلا کہ میرا قرضہ ادا کرنے والے عبداللہ بن مبارک ہیں.... اس لئے کہ اس شخص نے عبداللہ بن مبارک کے سامنے قسم کھائی تھی کہ میں آپ کی زندگی میں اس کے بارے میں کسی کو نہیں بتاؤں گا.... لیکن جب عبداللہ بن مبارک کی وفات ہوگئی اس وقت اس شخص نے مجھے بتایا کہ تمہاری رہائی کا سبب درحقیقت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ ہی تھے.... (تاریخ بغداد: ۱۰/۱۵۹)

شیخ شمس الدین ترکی رحمہ اللہ سے بادشاہ کی ملاقات

ایک مرتبہ غیاث الدین بلبن نے باغیوں کی سرکوبی کے لئے مہم بھیجی چونکہ قلعہ بہت مضبوط اور ناقابل تسخیر تھا....اور باغیوں کی قوت خوفناک شکل اختیار کر رہی تھی....اس لئے سلطان بلبن خود ایک عظیم الشان لشکر لے کر بڑھا....اس لشکر میں حضرت شمس الدین ترکؒ بھی تھے....جو ایک بزرگ اور صاحب کرامت شیخ تھے....اگرچہ سلطان نے کئی بار حملے کئے مگر قلعہ فتح نہ ہوا....محاصرہ طول کھینچتا جارہا تھا....سلطان متردد اور پریشان تھا اسی اثناء میں شاہی فوج کے سرداروں کو خیمے کی رسیوں کے لئے سوت کی ضرورت محسوس ہوئی سوت کی تلاش میں دیہات میں بادشاہ کے کارندے گھوم رہے تھے....ایک صاحب ولایت بزرگ نے فوجی سرداروں سے کہا کہ رعایا کو پریشان نہ کرو ایک نلکی (گوتہ) لے جاؤ جتنے سوت کی

ضرورت ہواس میں سے نکالتے جاؤ یہ کرامت دیکھ کر لوگ ان کے معتقد ہو گئے.... سلطان بلبن کو بھی اس کی اطلاع ہوئی وہ بھی پہنچا اور اس بزرگ سے دعا کا طالب ہوا کہ فتح نصیب ہو جائے.... ان بزرگ نے کہا یہ کام میرے امکان سے باہر ہے.... البتہ آپ ہی کی فوج میں ایک زبردست صاحب کرامت بزرگ ہیں جن کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ آپ کو فتح دیں گے.... نشان پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ:

اس شب کو زور کی آندھی آئے گی جس میں سب چراغ گل ہو جائیں گے.... جس خیمے کا چراغ جلتا دیکھو اسی سے دعا طلب کرو.... اس رات کو بارش اس شدت سے ہوئی کہ کسی کو اپنے ماسوا اور کا خیال ہی نہ آیا سلطان کے خادم کو پانی گرم کرنے کے لئے آگ کی ضرورت ہوئی.... ڈھونڈنے لگا تو اس کو خیمہ نظر آیا اس میں چراغ جلتا دکھائی دیا وہاں پہنچا تو دیکھا حضرت شمس الدین ترکؒ بیٹھے ہیں اور قرآن مجید کی تلاوت کر رہے ہیں اتنی ہیبت تھی کہ زبان نہ کھلی.... آپ نے نظر اٹھا کر فرمایا ''آگ کی ضرورت ہے تو لے لیں'' یہ فرما کر آپ پھر تلاوت میں مصروف ہو گئے.... وہ چراغ سے کوئلہ سلگا کر لے گیا.... زیادہ رات ہو گئی تھی.... اس وقت کچھ ذکر نہ کیا اور سو گیا.... صبح کو اٹھ کر پھر حضرت کے خیمے میں گیا مگر آپ وہاں نہ تھے تلاش کے بعد دیکھا کہ تالاب کے کنارے بیٹھے وضو فرما رہے ہیں.... چاہا کہ وہ خود بھی وضو بنا کر حضرت کے ساتھ نماز میں مصروف ہو جائے....

تالاب پر گیا تو پانی گرم پا کر اس کی حیرت بڑھ گئی.... اب تو ضبط نہ ہو سکا.... جا کر سلطان بلبن سے سارا واقعہ کہہ سنایا سلطان دن گزار کر رات کو تالاب پر گیا.... دیکھا تو پانی ٹھنڈا تھا درخت کے پیچھے چھپ کر کھڑا ہو گیا حسب معمول حضرت شمس الدینؒ آئے اور وضو کر کے چلے گئے.... اب جو سلطان نے جا کر دیکھا تو تالاب کا پانی گرم پایا.... آخر سلطان بلبن بھی بابا فرید الدین شکر گنج قدس سرہ کا مرید تھا.... سمجھا کہ یہ وہی بزرگ ہیں.... جن کی نشان دہی دیہات کے اہل خدمت نے کی تھی.... حضرت شمس الدین صاحبؒ نے تو جا کر نماز ادا کی.... بادشاہ خیمے سے باہر ان کو دیکھتا رہا.... نماز کے بعد حضرت تلاوت میں مصروف ہو گئے.... سلطان بلبن اب ہمت کر کے آگے بڑھا اور دیر تک دست بستہ کھڑا رہا

....حضرت پر استغراق کا عالم طاری تھا.... نظر جو اٹھی تو سلطان کو کھڑا پایا.... آپ تعظیم کے لئے اٹھنا چاہتے تھے مگر سلطان نے کہا حضور تشریف رکھیں.... مجھے اس امر کی بے حد مسرت اور خوشی ہے کہ میرے لشکر میں بھی آپ جیسے خدا رسیدہ بزرگ موجود ہیں.... حضور دعا کریں کہ یہ قلعہ فتح ہو جائے.... آپ نے اب بھی خود کو چھپانا چاہا مگر سلطان مسلسل منت و سماجت کرتا رہا.... آپ نے سورہ فاتحہ پڑھی اور کہا جائیے حملہ کیجئے انشاء اللہ فتح ہوگی سلطان کی مسرت کی انتہا نہ تھی.... خوش خوش واپس آیا اور اسی وقت قلعہ پر دھاوا بول دیا.... پہلے ہی حملہ میں قلعہ فتح ہو گیا.... اور اسلام کا جھنڈا وہاں پر لہرانے لگا.... (تذکرہ قاریان ہند)

حضرت حبیب عجمی رحمہ اللہ کی حسن بصری رحمہ اللہ سے ملاقات

ایک بار حضرت حبیب عجمیؒ جو بہت بڑے بزرگ تھے.... بصرہ تشریف لائے.... حضرت حسن بصریؒ جو بڑے امام صوفی قاری و عالم بزرگ تھے.... اور سلوک و تصوف میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اکتساب فیض کیا تھا.... وہ ان کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے.... جب آپ پہنچے تو اتفاقاً حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ صبح کی نماز پڑھا رہے تھے.... اور ان کی قرأت زیادہ صحیح اور تجوید والی نہ تھی.... یہ دیکھ کر حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بدظن ہو کر واپس آ گئے.... کہ جس شخص کا قرآن ہی صحیح نہ ہو.... وہ بزرگ کیونکر ہو سکتا ہے؟

رات کو سوئے.... تو خواب میں اللہ رب العالمین کی زیارت ہوئی.... حضرت حسن بصریؒ نے پوچھا یا رب العالمین! سب سے اچھا اور اونچا عمل جس سے آپ کا قرب زیادہ حاصل ہو وہ کیا ہے؟

جواب ملا **الصلوٰۃ خلف حبیب العجمی** .... کہ حبیب عجمیؒ کے پیچھے نماز پڑھنا.... صبح فوراً حضرت حبیب عجمیؒ کی خدمت اقدس میں تشریف لے گئے.... اور توبہ و استغفار کیا.... یہ تھے حضرت حسن بصریؒ.... ان بزرگوں کا یہ کمال تھا کہ فوراً اپنی غلطی کو تسلیم کر لیتے تھے.... اور ایک ہم ہیں جو غلطی پر ڈٹ جاتے ہیں.... (تابعین)

شیخ جمال الدین کی تیمور شہزادہ سے ملاقات

حضرت شیخ جمال الدینؒ کے خلوص و روحانیت کی برکت سے تاتاریوں کی چغتائی

شاخ میں جو بلاد متوسطہ میں (جس کا مرکز کاشغر تھا) اسلام پھیلا....اور پوری شاخ مسلمان ہوگئی....واقعہ یوں ہوا کہ جب تغلق تیمور شہزادہ جو چغتائی شاخ کا ولی عہد تھا....شکار کھیلنے کے لئے نکلا ہوا تھا تو سپاہیوں نے جناب حضرت شیخ کو جو شکار گاہ میں کہیں سے آ نکلا تھا.... پکڑ کر شہزادے کے پاس لائے .... شہزادے نے غصے سے پوچھا کہ اف! کس منحوس کی صورت دیکھی....اور نہایت حقارت سے کہا کہ تم اچھے ہو.... یا میرا کتا؟

شیخ نے بڑے اطمینان سے فرمایا کہ جناب اس کا فیصلہ ابھی نہیں ہوسکتا اگر میرا خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے تو میں اچھا ہوں ورنہ یہ کتا اچھا ہے....شہزادے کے دل پر چوٹ لگی....اور کہا کہ فی الحال تو میں کچھ نہیں کرسکتا ولی عہد سلطنت ہوں لیکن تم جب میری تاج پوشی کا سنو تو مجھے ضرور ملئے گا....شیخ کی قسمت میں یہ سعادت نہ تھی تو مرض الموت میں یہ کام اپنے بیٹے شیخ رشید الدینؒ کے حوالے کردیا....شیخ رشید الدینؒ نے محل کے قریب سے اونچی آواز میں اذان دی....شہزادہ تغلق تیمور اس وقت بادشاہ بن چکا تھا.... بادشاہ نے اذان کی آواز سن کر حاضر ہونے کا حکم دیا....شیخ رشید الدینؒ نے پچھلا قصہ دہرا کر بادشاہ کو کہا....الحمدللہ اس بات کا فیصلہ ہوگیا اور میرا والد سلامتی ایمان کے ساتھ اس دنیا سے چل بسا.... بادشاہ نے وزیر اعظم کو کہا کہ یہ واقعہ میرے ساتھ گزرا ہے اور یہ ایک راز ہے .... میں نے مسلمان ہونے کا فیصلہ کرلیا ہے....تمہاری کیا رائے ہے .... جب بادشاہ کی مرضی رعیت اور ارکان حکومت کو معلوم ہوئی تو چغتائی قبیلے کے سارے لوگ مسلمان ہوگئے ایک مرد قلندر کے اخلاص سے پورا قبیلہ مسلمان ہوگیا سچ کہا ہے اخلاص بڑا عظیم الشان ہتھیار ہے....(درِ کامل)

مولانا رشید الدین کی ایک پہلوان سے ملاقات

مغولستان کے تمام امیر ایک ایک کرکے دین اسلام میں داخل ہوگئے ....البتہ امیر جیراس نے شیخ مولانا رشید الدین مرحوم ومغفور کی دعوت پر ایمان قبول نہ کی ....اور یہ شرط پیش کی کہ میرا ایک نامی گرامی پہلوان سا تغنی بقاء ہے....مولانا رشید الدینؒ اس کے ساتھ پہلوانی کرے....اگر کشتی میں میرے پہلوان کو گرایا....تو میرا وعدہ ہے کہ میں اسلام لے آؤں گا....خاقان (سلطان تغلق تیمور خان) نے ہر چند اس شرط کو جھٹلایا مگر امیر جیراس

راضی نہ ہوا اور کہا کہ مقابلہ ضرور ہوگا.... اس عرصہ میں مولانا رشید الدینؒ اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا مجھے امیر جیراس کی شرط منظور ہے.... میں اس کے پہلوان کے ساتھ کشتی لڑتا ہوں .... ان الفاظ سے خاقان سلطان تغلق تیمور خان کے دربار میں سناٹا چھا گیا.... امیر جیراس خوشی سے اچھل پڑا.... لیکن خاقان تغلق اور اس کے امراء کے دل بجھ گئے .... اور سخت پریشان ہوئے.... مولانا رشید الدین رحمۃ اللہ علیہ کو ساتغنی بقا کی قوت اور کی طاقت کا کچھ علم نہ تھا.... مگر خاقان تغلق تیمور خان کو اس کی قوت اور طاقت کا حال اچھی طرح سے معلوم تھا.... خاقان تغلق پریشان تھا.... اسے مولانا رشید الدینؒ کی زندگی کی چنداں پرواہ نہ تھی.... لیکن وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ مولانا کی فتح یا شکست اسلام کی فتح یا شکست کا معیار قرار پائے.... لیکن یہ سارے اندیشے بیکار اور بعد از وقت تھے.... مولانا بھری مجلس میں کشتی لڑنے کی شرط مان چکا تھا.... اور خاقان تغلق کے لئے بھی رضامندی کے سوا کوئی چارہ کار باقی نہ رہا تھا.... ملک کے طول وعرض میں ساتغنی بقاء پہلوان اور مولانا رشید الدین رحمۃ اللہ علیہ کی کشتی کا اعلان کر دیا گیا.... امیر جیراس نے اس دنگل (مقابلے) کے اشتہار میں اپنی زیادہ سے زیادہ طاقت صرف کر دی.... ایک بہت بڑا میدان اس عجیب وغریب کشتی لڑنے کے لئے تجویز ہوا.... کشتی سے کئی دن پہلے خاقان تغلق کا صدر مقام ہجوم خلائق سے بھر گیا.... تمام امراء گورنر اور عہدہ دار تماشہ دیکھنے آئے امیر جیراس بڑی شان کے ساتھ میدان میں آیا مغولستان کا سب سے بڑا اور مانا ہوا پہلوان ساتغنی بقاء امیر جیراس کے ساتھ تھا.... شاہی نقارے پر چوٹ پڑی اور ساتھ ہی امیر جیراس کا فیل تن (ہاتھی کی طرح جسم والا) پہلوان اچھلتا اور کودتا ہوا بڑے فخر وتکبر کے ساتھ میدان میں آیا.... دوسری طرف ایک فاقہ زدہ نحیف وکمزور وفقیر میدان میں نیچی نگاہوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد کے ساتھ آیا.... اس وقت ہوا تھم گئی .... تماشائیوں نے اپنے سانس روک لئے .... مسلمانوں کے دلوں سے درد بھری آہیں اور دعائیں نکلیں.... اور آسمان کی طرف روانہ ہوگئیں.... دونوں پہلوان ایک دوسرے کے قریب تر آ کھڑے ہوئے.... دفعتاً مولانا رشید الدین جھکے اور اپنا ایک ہاتھ اٹھا کر ساتغنی بقاء کو ایک طمانچہ (تھپڑ) رسید کیا یہ مولانا رشید الدینؒ کا طمانچہ اصل میں قضاء اور قدرت کا

طمانچہ تھا.... طمانچہ لگنے کے ساتھ ساتغنی بقاء برے طریقے کے ساتھ زمین پر گر گیا اور فوراً مر گیا.... فضاء نعرہ تکبیر اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھی امیر جیر اس کے ساتھ اسی دن ایک لاکھ ساٹھ ہزار مغلوں نے اسلام قبول کیا.... (خدام الدین ۱۹۹۴ء)

نصیر الدین طوسی کی ایک بزرگ سے ملاقات

نصیر الدین طوسی بڑے فلسفی اور ماہر ریاضی و نجوم تھے.... لیکن بہت غالی درجہ کے شیعہ تھے.... اور اپنے علم پر فخر تھا.... ایک مرتبہ نصیر الدین طوسی اہل اللہ میں سے ایک صاحب کرامت بزرگ اور ولی کو ملنے گئے.... لوگوں نے تعارف کرایا کہ یہ دنیا کا سب سے بڑا عالم اور علامہ ہیں.... اس بزرگ نے دریافت کیا کہ اس میں کمال کونسا ہے؟

لوگوں نے بتلایا کہ علم نجوم یعنی ستاروں کے علم میں بڑا ماہر ہے.... بزرگ نے فرمایا.... کہ علم نجوم تو اس سے زیادہ گدھا بھی جانتا ہے.... علم نجوم بھی کوئی علم ہے؟

علم تو قرآن وحدیث کا ہے کہ جس سے اللہ کی معرفت نصیب ہو جاتی ہے.... یہ سن کر نصیر الدین طوسی بہت زیادہ شرمندہ ہوا اور ناراض ہو کر بزرگ کی مجلس سے اٹھ کر چلا گیا.... اتفاق سے علامہ نصیر الدین طوسی راستے میں ایک پن چکی والے کے دروازے پر مقیم ہوا.... کہ رات یہاں گزار لوں گا.... پھر صبح آگے چلوں گا.... پن چکی کے مالک نے کہا اندر کمرے میں آیئے.... اس لئے کہ آج رات بہت تیز بارش ہوگی تو پھر تجھے تکلیف ہو جائے گی.... علامہ طوسی نے کہا کہ تمہیں کیسے پتہ چلا ہے کہ آج رات تیز بارش ہوگی پن چکی کے مالک نے کہا میرے پاس ایک گدھا ہے جب وہ اپنی دم آسمان کی طرف کر کے تین بار ہلاتا ہے تو بارش نہیں ہوتی اور جب وہ دم کو زمین کی طرف کر کے ہلاتا ہے تو بارش ہو جاتی ہے.... آج اس نے زمین کی طرف تین مرتبہ دم کر کے ہلایا ہے تو آج بارش کا یقین ہے.... اور وہی بات ہوگئی.... خوب بارش ہوئی یہ تماشہ دیکھ کر نصیر الدین طوسی نے اپنی عاجزی اور کمزوری کا اعتراف کرلیا اور ولی اللہ کی کرامت کا قائل ہو گیا....

قلندر ہر چہ گوید دید گوید

حکیم شیخ ابوعلی سینا کی ایک بزرگ سے ملاقات

ایک بزرگ ولی اللہ نے شیخ ابوعلی سینا سے فرمایا کہ تو نے علوم عقلیہ اور فلسفہ میں اپنی ساری عمر برباد کی.... آخر کس مرتبہ تک تو پہنچا؟

شیخ ابوعلی سینا نے فرمایا کہ دن میں مجھے ایک ایسی گھڑی اور ساعت کا علم ہے کہ اس گھڑی میں لوہا آٹے کی طرح نرم ہو جاتا ہے.... بزرگ نے فرمایا جب وہ ٹائم اور گھڑی آئے تو مجھے بتانا.... چنانچہ شیخ ابوعلی سیناؒ نے وہ گھڑی بتادی اور ہاتھ میں لوہا لے کر اس میں انگلی داخل کر دی ....تو انگلی اس کے اندر دھنس گئی.... وہ ٹائم اور گھڑی گزر جانے پر اس بزرگ نے شیخ ابوعلی سینا سے فرمایا کہ اب پھر اسی طرح لوہے کے اندر انگلی داخل کرو.... شیخ ابوعلی سینا نے کہا وہ گھڑی گزر چکی ہے اب ممکن نہیں تو اس بزرگ نے لوہا ہاتھ میں لے کر کرامت سے اپنی انگلی اس میں داخل کر دی اور فرمایا کہ عقلمند کے لئے یہ مناسب نہیں ہے.... کہ وہ اپنی عمر عزیز ایسی بے کار چیزوں میں تباہ کر دے یہ کوئی کمال نہیں.... کمال یہ ہے کہ آخرت کے لئے بندہ محنت کرے اور اپنے اللہ کو راضی کر لے.... شیخ ابوعلی سینا اس سے بہت متاثر ہوا.... اور اس کی زندگی میں تبدیلی آ گئی.... مرض الموت میں دل سے توبہ کی اپنا مال فقراء پر صدقہ کیا اپنے تمام حقوق ادا کر دیئے.... اور کثرت کے ساتھ تلاوت کرنے لگے.... چنانچہ ہر تیسرے دن ایک قرآن کریم ختم کرتے تھے اور جب اس کا انتقال ہوا تو صحیح بخاری شریف اس کے سینے پر پڑی تھی.... (ظفر المحصلین)

شیخ اندلسی رحمہ اللہ سے شبلی کی ملاقات کا عبرت انگیز واقعہ

حضرت شیخ ابوعبداللہ مشہور شیخ المشائخ اندلس کے اکابر اولیاء اللہ میں ہیں ہزاروں خانقاہیں ان کے دم سے آباد.... ہزاروں مدارس ان کے فیض سے جاری.... ہزاروں شاگرد ہزاروں مریدین.... آپ کے مریدین کی تعداد بارہ ہزار تک بتائی جاتی ہے.... ایک دفعہ باارادۂ سفر تشریف لے گئے ہزاروں مشائخ و علماء ہمرکاب ہیں جن میں حضرت جنید بغدادیؒ حضرت شبلیؒ بھی ہیں.... حضرت شبلیؒ کا بیان ہے کہ ہمارا قافلہ نہایت ہی خیرات و برکات کے ساتھ چل رہا تھا کہ عیسائیوں کی ایک بستی پر گزر ہوا.... نماز کا وقت تنگ ہو رہا تھا

بستی میں پانی نہ ملا.... بستی سے باہر ایک کنوئیں پر چند لڑکیاں پانی بھر رہی تھیں حضرت شیخ کی نگاہ ایک لڑکی پر پڑی.... حضرت کی نگاہ اس پر پڑتے ہی تغیر ہونے لگا.... حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ شیخ اس کی گفتگو کے بعد سر جھکا کر بیٹھ گئے.... تین دن کامل گزر گئے کہ نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں نہ کسی سے بات کرتے ہیں.... حضرت شبلیؒ کہتے ہیں کہ سب خدام پریشان حال تھے.... تیسرے دن میں نے جرأت کر کے عرض کیا یا شیخ! آپ کے ہزاروں مریدین آپ کی اس حالت سے پریشان ہیں.... شیخ نے ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا ''میرے عزیزو! میں اپنی حالت تم سے کب تک چھپاؤں.... پرسوں میں نے جس لڑکی کو دیکھا ہے اس کی محبت مجھ پر اتنی غالب آ چکی ہے کہ تمام اعضاء و جوارح پر اسی کا تسلط ہے ....اب کسی طرح ممکن نہیں کہ اس سرزمین کو میں چھوڑ دوں....''

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''اے میرے سردار! آپ اہل عراق کے پیر و مرشد علم و فضل.... زہد و عبادت میں شہرۂ آفاق ہیں.... آپ کے مریدین کی تعداد بارہ ہزار سے متجاوز ہو چکی ہے.... بطفیل قرآن عزیز ہمیں اور ان سب کو رسوا نہ کیجئے....''

شیخ نے فرمایا ''میرے عزیز! میرا تمہارا نصیب.... تقدیر خداوندی ہو چکی ہے مجھ سے ولایت کا لباس سلب کر لیا گیا ہے اور ہدایت کی علامات اٹھالی گئیں....'' یہ کہہ کر رونا شروع کیا اور کہا ''اے میری قوم! قضاوقدر نافذ ہو چکی ہے اب کام میرے بس کا نہیں....''

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں اس عجیب واقعہ پر سخت تعجب ہوا اور حسرت سے رونا شروع کیا.... شیخ بھی ہمارے ساتھ رو رہے تھے.... یہاں تک کہ زمین آنسوؤں سے امنڈ آنے والے سیلاب سے تر ہو گئی.... اس کے بعد ہم مجبور ہو کر اپنے وطن بغداد کی طرف لوٹے.... جب ہم نے واپس آ کر یہ واقعات سنائے تو شیخ کے مریدین میں کہرام مچ گیا.... چند آدمی تو اسی وقت غم و حسرت میں عالم آخرت کو سدھار گئے اور باقی لوگ گڑگڑا کر خدائے بے نیاز کی بارگاہ میں دعائیں کرنے لگے کہ اے مقلب القلوب شیخ کو ہدایت کر اور پھر اپنے مرتبہ پر لوٹا دے.... اس کے بعد تمام خانقاہیں بند ہو گئیں اور ہم ایک سال تک اسی حسرت و افسوس میں شیخ کے فراق میں لوٹتے رہے.... ایک سال کے بعد جب

مریدوں نے ارادہ کیا کہ چل کر شیخ کی خبر لیں کہ کس حال میں ہیں تو ہماری ایک جماعت نے سفر کیا.... اس گاؤں میں پہنچ کر لوگوں سے شیخ کا حال دریافت کیا تو گاؤں والوں نے بتایا کہ وہ جنگل میں سؤر چرا رہا ہے.... ہم نے کہا خدا کی پناہ یہ کیا ہوا؟

گاؤں والوں نے بتایا کہ اس نے سردار کی لڑکی سے منگنی کی تھی.... اس کے باپ نے اس شرط پر منظور کرلیا اور وہ جنگل میں سؤر چرانے کی خدمت پر مامور ہے.... ہم یہ سن کر ششدر رہ گئے اور غم سے کلیجے پھٹنے لگے.... آنکھوں سے بے ساختہ آنسوؤں کا طوفان امنڈنے لگا.... بمشکل دل تھام کر اس جنگل میں پہنچے جس میں وہ سؤر چرا رہے تھے.... دیکھا تو شیخ کے سر پر نصاریٰ کی ٹوپی اور کمر میں زنار بندھا ہوا ہے اور اس عصا پر ٹیک لگائے ہوئے خنزیروں کے سامنے کھڑے ہیں جس سے وعظ اور خطبہ کے وقت سہارا لیا کرتے تھے.... جس نے ہمارے زخموں پر نمک پاشی کا کام کیا.... شیخ نے ہمیں اپنی طرف آتے دیکھ کر سر جھکالیا.... ہم نے قریب پہنچ کر السلام علیکم کہا.... شیخ نے کسی قدر دبی آواز سے وعلیکم السلام کہا.... حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ ”اے شیخ! اس علم وفضل اور حدیث وتفسیر کے ہوئے آج تمہارا کیا حال ہے“؟

شیخ نے فرمایا ”میرے بھائیو! میں اپنے اختیار میں نہیں.... میرے مولیٰ نے مجھے جیسا چاہا ویسا کردیا اور اس قدر مقرب بنانے کے بعد جب چاہا کہ مجھے اپنے دروازہ سے دور پھینک دے تو پھر اس کی قضا کو کون ٹالنے والا ہے.... اے عزیزو! خدائے بے نیاز کے قہر و غضب سے ڈرو.... اپنے علم وفضل پر مغرور نہ ہو....“ اس کے بعد آسمان کی طرف نظر اٹھا کر کہا کہ ”اے میرے مولیٰ! میرا گمان تو تیرے بارے میں ایسا نہ تھا کہ تو مجھ کو ذلیل وخوار کر کے اپنے دروازہ سے نکال دے گا....“ یہ کہہ کر خدا تعالیٰ سے استغاثہ کرنا اور رونا شروع کردیا اور فرمایا ”اے شبلی! اپنے غیر کو دیکھ کر عبرت حاصل کر....“

شبلی نے روتے ہوئے عرض کیا ”اے ہمارے پروردگار! ہم تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں اور تجھ ہی سے استغاثہ کرتے ہیں اور ہر کام میں ہم کو تیرا ہی بھروسہ ہے، ہم سے یہ مصیبت دور کردے کہ تیرے سوا کوئی دفعہ کرنے والا نہیں....“

خنزیران کا رونا اور ان کی دردناک آواز سنتے ہی ان کے پاس جمع ہوگئے اور انہوں

نے بھی رونا اور چلانا شروع کر دیا.... ادھر شیخ بھی زار زار رو رہے تھے.... حضرت شبلی نے عرض کیا کہ ''شیخ! آپ حافظ قرآن تھے اور قرآن کو ساتوں قراُتوں سے پڑھا کرتے تھے اب بھی کوئی اس کی آیت یاد ہے''؟

شیخ نے کہا ''اے عزیز! مجھے قران میں دو آیت کے سوا کچھ یاد نہیں رہا... ایک تو یہ ہے:

''وَمَنْ یُّھِنِ اللّٰہُ فَمَالَہٗ مِنْ مُّکْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ''

(جس کو اللہ ذلیل کرتا ہے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں.... بیشک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے)

اور دوسری یہ ہے: ''وَمَنْ یَّتَبَدَّلِ الْکُفْرَ بِالْاِیْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ''

(جس نے ایمان کے بدلہ میں کفر اختیار کیا.... تحقیق وہ سیدھے راستہ سے گمراہ ہوگیا)

حضرت شبلی نے عرض کیا اے شیخ! آپ کو تیس ہزار حدیثیں مع اسناد کے برزبان یاد تھیں.... اب ان میں سے بھی کوئی یاد ہے....؟

شیخ نے کہا ''صرف ایک حدیث یاد ہے یعنی من بدل دینه فاقتلوه (جو شخص اپنا دین بدل ڈالے اس کو قتل کر ڈالو....)

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہم نے یہ حال دیکھ کر شیخ کو وہیں چھوڑ کر بغداد کا قصد کیا.... ابھی تین منزل طے کرنے پائے تھے کہ تیسرے روز اچانک شیخ کو اپنے آگے دیکھا کہ ایک نہر سے غسل کر کے نکل رہے ہیں اور باآواز بلند شہادتیں اشهد ان لا اله الاالله واشهد ان محمد رسول الله پڑھتے جاتے ہیں.... اس وقت ہماری مسرت کا اندازہ وہی شخص کر سکتا ہے جس کو اس سے پہلے ہماری مصیبت کا اندازہ ہو.... بعد میں شیخ سے ہم نے پوچھا کہ کیا آپ کے اس ابتلا کا کوئی سبب تھا تو شیخ نے فرمایا ''ہاں جب ہم گاؤں میں اترے اور بت خانوں اور گرجا گھروں پر ہمارا گذر ہوا.... آتش پرستوں اور صلیب پرستوں کو غیر اللہ کی عبادت میں مشغول دیکھ کر میرے دل میں تکبر اور بڑائی پیدا ہوئی کہ ہم مومن موحد ہیں اور یہ کمبخت کیسے جاہل واحمق ہیں کہ بے حس و بے شعور چیزوں کی پرستش کرتے ہیں مجھے اسی وقت ایک غیبی آواز دی گئی کہ یہ ایمان و توحید کچھ تمہارا ذاتی کمال نہیں کہ سب کچھ ہماری توفیق سے ہے.... کیا تم اپنے ایمان کو اپنے اختیار میں سمجھتے ہو؟

اور اگر تم چاہو تو ہم تمہیں ابھی بتلا دیں.... اور مجھے اسی وقت یہ احساس ہوا کہ گویا ایک پرندہ میرے قلب سے نکل کر اڑ گیا جو در حقیقت ایمان تھا....''

بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ جب شیخ بحال ہو کر اپنی خانقاہ میں چلے گئے اور پھر اصلاح امت کی خدمت میں لگ گئے تو وہ عیسائی کی لڑکی کہتی تھی کہ ہمارے شیخ کہاں گئے وہ ان کی جدائی میں بے چین تھی اور تلاش کرتی تھی.... اس کو ایک شخص ملا اور کہا کہ تم اس قدر بے چین کیوں ہو اس نے اپنا واقعہ سنایا انہوں نے کہا کہ آنکھ بند کرو اس نے آنکھ بند کر لی پھر کہا کہ اب آنکھ کھولو تو اس لڑکی نے دیکھا کہ شیخ کی خانقاہ سامنے ہے اور وہ اس میں تشریف فرما ہیں لڑکی ان کی خدمت میں حاضر ہوئی حضرت شیخ عبداللہ اندلسیؒ نے فرمایا کہ اب مجھے شادی کی ضرورت نہیں ہے لڑکی نے کہا کہ میں مسلمان ہو رہی ہوں اور آپ کے پاس رہ کر اسلام کی تعلیم کے مطابق زندگی گزاروں گی.... حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے منظور فرمالیا.... وہ لڑکی دن رات عبادت اور ذکر میں مصروف رہتی تھی اور ولیہ بن گئی.... اور چند سال کے بعد اس کا انتقال ہو گیا.... حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی نماز جنازہ پڑھا کر دفن کرادیا....

اللہ تعالیٰ اس طرح اپنے مخلصین بندوں کی مدد فرماتے ہیں اور تنبیہ کے طور پر کسی کوتاہی اور بھول پر سزا بھی دیتے ہیں اسی لئے اولیاء اللہ چھوٹی چھوٹی خطاؤں کو اور غلطیوں کو بھی گناہ کبیرہ کہتے ہیں کیونکہ بعض مرتبہ چھوٹی غلطی بھی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بن جاتی ہے.... اس سے معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ سے بھی غلطی ہو جاتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عام لوگوں سے بڑے بڑے گناہ سرزد ہوتے رہتے ہیں مگر ان کی کوئی پکڑ نہیں ہوتی .... اور مقربین کی چھوٹی چھوٹی غلطیوں کی پکڑ ہو جاتی ہے مگر وہ حضرات چھوٹی سی غلطی پر اس قدر نادم ہو کر روتے ہیں اور توبہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا غضب ان کے رحم و کرم سے بدل جاتا ہے.... باری توبہ کرنے والے اور معافی مانگنے والے اپنے اولیاء کی توبہ کو قبول فرما کر ان کے مقام کو پہلے سے بہت زیادہ بلند فرما دیتے ہیں جیسا کہ حضرت شیخ ابو عبداللہ اندلسی رحمۃ اللہ علیہ کے واقعہ کو آپ لوگوں نے سنا.... اگر بندہ اپنی غلطی پر نادم ہو کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا رہے تو وہ رحیم و کریم ہیں بڑے بڑے گناہوں کو معاف فرما کر ان کی جگہ پر حسنات شامل

فرما دیتے ہیں اسلئے تمام بندگان خداوندی کو اپنی زندگی کے ہر لمحہ کی قدر کرنی چاہئے اور باری تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرنا چاہئے.... (مجالس حکیم الاسلام جلد دوم)

حضرت ثابت بنانی رحمہ اللہ کی ایک غیبی شخص سے ملاقات

حضرت ثابت بنانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کوفے کے علاقے میں تھا.... ایک باغ کے اندر چلا گیا کہ دو رکعت پڑھ لوں.... میں نے نماز سے پہلے حٰمٓ الْمُؤْمِنُ کی آیتیں اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ تک پڑھیں.... اچانک دیکھا کہ ایک شخص میرے پیچھے ایک سفید خچر پر سوار کھڑا ہے.... جس کے بدن پر یمنی کپڑے ہیں.... اس شخص نے مجھ سے کہا کہ جب تم غَافِرِ الذَّنْبِ کہو تو اس کے ساتھ یہ دعا کرو: "يَا غَافِرَ الذَّنْبِ اغْفِرْلِیْ" یعنی اے گناہوں کے معاف کرنے والے مجھے معاف کردے.... اور جب تم پڑھو: "قَابِلِ التَّوْبِ" تو یہ دعا کرو: "يَا قَابِلَ التَّوْبِ اقْبَلْ تَوْبَتِیْ" یعنی اے توبہ قبول کرنے والے میری توبہ قبول فرما.... پھر جب پڑھو: "شَدِيْدَ الْعِقَابِ" تو یہ دعا کرو: "يَا شَدِيْدَ الْعِقَابِ لَا تُعَاقِبْنِیْ" یعنی اے سخت عقاب والے مجھے عذاب نہ دیجئے.... اور جب "ذِی الطَّوْلِ" پڑھو تو یہ دعا کرو: "يَا ذَالطَّوْلِ طُلْ عَلَیَّ بِخَيْرٍ" یعنی اے انعام واحسان کرنے والے مجھ پر انعام فرما....

ثابت بنانی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں یہ نصیحت اس سے سننے کے بعد جو ادھر دیکھا تو وہاں کوئی نہ تھا.... میں اس کی تلاش میں باغ کے دروازے پر آیا.... لوگوں سے پوچھا کہ ایک ایسا شخص یمنی لباس میں یہاں سے گزرا ہے؟ سب نے کہا کہ ہم نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا....

ثابت بنانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ الیاس علیہ السلام تھے.... دوسری روایت میں اس کا ذکر نہیں.... (معارف القرآن)

حضرت ادہم رحمہ اللہ کی بادشاہ سے ملاقات

ایک دن ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ تعالیٰ کا بخارا کے باغات کی طرف گزر ہوا.... آپ ایک نہر کے کنارے (جو باغات کے اندر سے ہوتی ہوئی نکلتی تھی) بیٹھ کر وضو کرنے لگے آپ نے دیکھا

کہ نہر مذکور میں ایک سیب بہتا ہوا آ رہا ہے.... خیال کیا کہ اس کے کھا لینے میں کوئی مضائقہ نہیں .... چنانچہ اٹھا کر کھالیا جب کھا چکے تو یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ میں نے سیب کے مالک سے اجازت نہیں لی اور ناجائز طریقہ پر کھالیا ہے.... اس خیال سے باغ کے مالک کے پاس گئے کہ اسے اس امر کی اطلاع دے دیں تا کہ اس کی اجازت سے حلال ومباح ہو جائے.... چنانچہ باغ کے دروازے کو جہاں سے یہ سیب بہہ کر آیا تھا کھٹکھٹایا.... آواز سن کر ایک لڑکی باہر آئی آپ نے اس سے کہا کہ میں باغ کے مالک سے ملنا چاہتا ہوں .... اسے بھیج دو.... اس نے عرض کیا کہ وہ عورت ہے.... آپ نے فرمایا کہ اچھا اس سے پوچھ لو.... میں خود حاضر ہو جاؤں....

چنانچہ اجازت مل گئی اور آپ اس خاتون کے پاس تشریف لے گئے اور سارا واقعہ اس کو سنایا.... خاتون مذکور نے جواب دیا کہ نصف باغ تو میرا ہے اور نصف سلطان کا ہے.... اور وہ یہاں نہیں ہیں بلخ تشریف لے گئے ہیں جو بخارا سے دس دن کی مسافت پر ہے.... اس نے اپنے سیب کا نصف حصہ تو آپ کو معاف کر دیا....

اب باقی رہا دوسرا نصف .... اسے معاف کرانے بلخ تشریف لے گئے .... جب وہاں پہنچے تو بادشاہ کی سواری جلوس کے ساتھ جا رہی تھی.... اس حالت میں آپ نے سارے واقعہ کی بادشاہ کو خبر دی اور نصف سیب کی معافی کے طالب ہوئے.... بادشاہ نے فرمایا: اس وقت تو میں کچھ نہیں کہتا کل میرے پاس تشریف لے آیئے.... اس کی ایک حسینہ وجمیلہ لڑکی تھی اور بہت سے شاہزادوں کی نسبت کے پیغام اس کے لئے آ چکے تھے لیکن اس شہزادی کا باپ یعنی بادشاہ انکار کر دیا کرتا تھا کیونکہ لڑکی عبادت اور نیک کاروں کو بہت دوست رکھتی تھی اس لئے اس کی یہ خواہش تھی کہ دنیا کے کسی متورع (پرہیزگار) زاہد سے اس کا نکاح ہو....

جب بادشاہ محل میں واپس آیا تو اپنی لڑکی سے ادہم کا سارا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ میں نے ایسا متورع (پرہیزگار) شخص کہیں نہیں دیکھا کہ صرف نصف سیب حلال کرنے کے لئے بخارا سے آیا ہے.... جب اس لڑکی نے یہ کیفیت سنی تو نکاح منظور کر لیا....

جب دوسرے دن ادہم بادشاہ کے پاس آئے تو اس نے ان سے کہا کہ جب تک آپ میری لڑکی کے ساتھ نکاح نہ کریں گے آپ سے نصف سیب معاف نہیں کروں گا.... ادہم

نے کمال انکار کے بعد چار و ناچار نکاح کرنا منظور کر لیا....

چنانچہ بادشاہ نے لڑکی کا ادہم کے ساتھ نکاح کر دیا جب ادہم خلوت میں اپنی بیوی کے پاس گئے تو دیکھا کہ لڑکی نہایت آراستہ و پیراستہ ہے اور وہ مکان بھی جہاں لڑکی تھی نہایت تکلفات کے ساتھ مزین ہے ادہم ایک گوشہ میں جا کر نماز میں مصروف ہو گئے حتیٰ کہ اس حالت میں صبح ہو گئی....اور متواتر سات راتیں اسی طرح گزر گئیں....اور اب تک سلطان نے سیب کا نصف انہیں معاف نہ کیا تھا اس لئے آپ نے بادشاہ کو یاددہانی کے لئے کہلا بھیجا کہ اب وہ معاف فرما دیجئے.... بادشاہ نے جواب دیا کہ جب تک آپ کا میری لڑکی کے ساتھ اجتماع کا اتفاق نہ ہو گا میں معاف نہ کروں گا....آخر کار شب ہوئی اور ادہم اپنی بیوی کے ساتھ اجتماع پر مجبور ہوئے....آپ نے غسل کیا نماز پڑھی اور چیخ مار کر مصلے پر سجدہ میں گر پڑے....لوگوں نے دیکھا تو ادہم رحمہ اللہ تعالیٰ مردہ تھے....

بعد ازاں لڑکی سے ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ پیدا ہوئے چونکہ ابراہیم کے نانا کا کوئی لڑکا نہ تھا....اس لئے سلطنت ابراہیم کو ملی آپ کے سلطنت چھوڑنے کا واقعہ مشہور ہے اس کی اصل بھی یہی ہے....(سفرنامہ ابن بطوطہ)

شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ کی خلیفہ وقت سے ملاقات

محمد بن احمد بن ابی سہل سرخسی شمس الائمہ سرخسی کے نام سے مشہور ہیں بعہد خلیفہ القادر باللہ ۴۰۰ھ میں پیدا ہوئے....بڑے حق گو اور حریت پسند تھے کلمۂ حق کہنے میں کسی کا خوف نہ کرتے تھے....بادشاہ کو اس کے بعض نقائص سے آگاہ کیا....اسے بتایا کہ رعب وداب اور طاقت کے زور سے رعایا خاموش تو ہو جاتی ہے مگر مطیع نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کے دلوں پر حکومت ہو سکتی ہے....رعایا کا دل صرف اسی طریق سے قابو کیا جا سکتا ہے کہ سختیاں دور کی جائیں....ان کی فریاد اور چیخ و پکار سنی جائے اور ہر طرح افراد رعایا کی دلجوئی کی جائے....

بادشاہ ایسی آزادانہ گفتگو سننے کے بہت کم عادی ہوتے ہیں اس نے ناراض ہو کر شہر روز جند میں ایک پرانے کنوئیں کے اندر قید کر دیا....آپ عرصہ تک وہاں قید رہے اور آپ

کے شاگرد کنوئیں پر آ کر آپ سے سبق پڑھتے رہے اور آپ جو کچھ کنوئیں کے اندر سے کہتے وہ اسے لکھتے جاتے.... محبوسی کی حالت ہی میں چار پانچ ضخیم کتابیں تیار ہو گئیں....

آخر رہا ہوئے اور فرغانہ پہنچے.... امیر فرغانہ نے بڑی عزت کی.... آپ کے تمام شاگرد بھی اسی جگہ آ گئے اور یہاں بھی درس فقہ وحدیث جاری ہو گیا.... آپ کی وفات بقول بعض ۴۹۰ھ اور بقول بعض ۵۰۰ھ میں ہوئی یہ زمانہ المستظہر باللہ کا تھا....

سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ کی چوروں سے ملاقات

ایک رات حضرت سلطان محمودؒ شاہی لباس اتار کر عام لباس میں رعیت کی نگرانی کے لئے تنہا گشت فرما رہے تھے کہ اچانک چوروں کے ایک گروہ کو دیکھا کہ آپس میں کچھ مشورہ کر رہا ہے۔ چوروں نے سلطان محمود کو دیکھ کر دریافت کیا کہ اے شخص تو کون ہے؟

بادشاہ نے کہا کہ میں بھی تم ہی میں سے ایک ہوں۔ وہ لوگ سمجھے کہ یہ بھی کوئی چور ہے اس لئے ساتھ لے لیا۔ پھر آپس میں باتیں کرنے لگے اور یہ مشورہ ہوا کہ ہر ایک اپنا اپنا ہنر بیان کرے تاکہ وہی کام اس کے سپرد کر دیا جاوے۔ ایک نے کہا صاحبو! میں اپنے کانوں میں ایسی خاصیت رکھتا ہوں کہ کتا جو کچھ اپنی آواز میں کہتا ہے میں سب سمجھ لیتا ہوں کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

دوسرے نے کہا کہ میری آنکھوں میں ایسی خاصیت ہے کہ جس شخص کو اندھیری رات میں دیکھ لیتا ہوں اس کو دن میں بلاشک وشبہ پہچان لیتا ہوں۔

تیسرے نے کہا کہ میرے بازوؤں میں ایسی خاصیت ہے کہ میں ہاتھ کے زور سے نقب لگا لیتا ہوں یعنی گھر میں داخل ہونے کے لئے مضبوط دیوار میں بھی ہاتھ سے سوراخ کر دیتا ہوں۔

چوتھے نے کہا کہ میری ناک میں ایسی خاصیت ہے کہ مٹی سونگھ کر معلوم کر لیتا ہوں کہ اس جگہ خزانہ مدفون ہے یا نہیں۔ جیسے مجنوں نے بغیر بتلائے ہوئے خاک سونگھ کر معلوم کر لیا تھا کہ اس جگہ لیلیٰ کی قبر ہے۔

پانچویں شخص نے کہا کہ میرے پنجہ میں ایسی قوت ہے کہ محل خواہ کتنا ہی بلند ہو لیکن میں اپنے پنجہ کے زور سے کمند کو اس محل کے کنگرہ میں مضبوط لگا دیتا ہوں اور اس طرح مکان میں آسانی سے داخل ہو جاتا ہوں۔

پھر سب نے مل کر بادشاہ سے دریافت کیا کہ اے شخص تیرے اندر کیا ہنر ہے جس سے چوری کرنے میں مدد مل سکے۔ بادشاہ نے جواب دیا

میری داڑھی میں ایسی خاصیت ہے کہ پھانسی کے مجرموں کو جب جلادوں کے حوالے کر دیا جاتا ہے اس وقت اگر میری داڑھی ہل جاتی ہے تو سب اسی وقت رہائی پا جاتے ہیں یعنی جب میں ترحم سے داڑھی ہلا دیتا ہوں تو مجرمین کو قتل کی سزا سے فی الفور نجات حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ سنتے ہی چوروں نے کہا

اے ہمارے قطب! چونکہ یوم مشقت میں خلاصی کا ذریعہ آپ ہی ہیں یعنی اگر ہم پکڑے جاویں تو آپ کی برکت سے چھوٹ جاویں گے اس لئے اب ہم سب کو بے فکری ہوگئی کیونکہ اوروں کے پاس تو صرف ایسے ہنر تھے جن سے چوری کی تکمیل ہوتی تھی لیکن سزا کے خطرہ سے بچانے کا ہنر کسی کے پاس نہ تھا۔ یہی کسر باقی تھی جو آپ کی وجہ سے پوری ہو گئی اور سزا کا خطرہ بھی ختم ہو گیا بس اب کام میں لگ جانا چاہئے۔ اس مشورہ کے بعد سب نے قصر شاہ محمود کی طرف رخ کیا اور شاہ خود بھی ان کے ہمراہ ہو گیا۔ راستہ میں کتا بھونکا تو کتے کی آواز سمجھنے والے نے کہا کہ کتے نے کہا ہے کہ تمہارے ساتھ بادشاہ بھی ہے۔ لیکن اس کی بات کی طرف چوروں نے دھیان نہ دیا کیونکہ لالچ ہنر کو پوشیدہ کر دیتا ہے

ایک نے خاک سونگھی اور بتا دیا کہ شاہی خزانہ یہاں ہے ایک نے کمند پھینکی اور شاہی محل میں داخل ہو گیا۔ نقب زن نے نقب لگا دی اور آپس میں خزانہ تقسیم کر لیا اور جلدی جلدی ہر ایک نے مال مسروقہ پوشیدہ کر لیا۔ بادشاہ نے ہر ایک کا حلیہ پہچان لیا اور ہر ایک کی قیام گاہ کے راستوں کو محفوظ کر لیا۔ اور اپنے کو ان سے مخفی کر کے محل شاہی کی طرف واپس ہو گیا۔

بادشاہ نے دن کو عدالت میں شب کا تمام ماجرا بیان کر کے سپاہیوں کو حکم دیا کہ سب کو گرفتار کر لو اور سزاء قتل سنا دو۔ جب وہ سب کے سب مشکیں کسی ہوئی عدالت میں حاضر ہوئے تو تخت شاہی کے سامنے ہر ایک خوف سے کانپنے لگا لیکن وہ چور جس کے اندر یہ خاصیت تھی کہ جس کو اندھیری رات میں دیکھ لیتا دن میں بھی اس کو بے شبہ پہچان لیتا وہ مطمئن تھا۔ اس پر خوف کے ساتھ رجاء کے آثار بھی نمایاں تھے۔ یعنی ہیبت سلطانی اور قہر انتقامی سے ترساں اور لطف سلطانی

کا امیدوار تھا کہ حسب وعدہ جب مراحم خسروانہ سے داڑھی ہل جائے گی تو فی الفور خلاصی ہو جاوے گی اور حسب وعدہ میں اپنے تمام گروہ کو بھی چھڑالوں گا کیونکہ غایت مروت سے بادشاہ اپنے جان پہچان والے سے اعراض نہ کرے گا بلکہ عرض قبول کر کے سب کو چھوڑ دے گا۔

اس شخص کا چہرہ خوف اور امید سے کبھی زرد کبھی سرخ ہو رہا تھا کہ بادشاہ نے محمود جلالت خسروانہ کے ساتھ حکم نافذ فرمایا کہ ان سب کو جلادوں کے سپرد کر کے دار پر لٹکا دو اور چونکہ اس مقدمہ میں سلطان خود شاہد ہے اس لئے کسی اور کی گواہی ضروری نہیں۔ یہ سنتے ہی اس شخص نے دل کو سنبھال کر ادب سے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اجازت حاصل کر کے اس نے کہا حضور! ہم میں سے ہر ایک نے اپنے مجرمانہ ہنر کی تکمیل کر دی۔ اب خسروانہ ہنر کا ظہور حسب وعدہ فرمادیا جائے۔ میں نے آپ کو پہچان لیا ہے۔ آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ میری داڑھی میں ایسی خاصیت ہے کہ اگر کرم سے ہل جاوے تو مجرم خلاصی پا جاوے۔ لہذا اے بادشاہ! اب اپنی داڑھی ہلا دیجئے تا کہ آپ کے لطف کے صدقہ میں ہم سب اپنے جرائم کی عقوبت وسزا سے نجات پا جائیں۔ ہمارے ہنروں نے تو ہمیں دار تک پہنچا دیا اب صرف آپ ہی کا ہنر ہمیں اس عقوبت سے نجات دلا سکتا ہے۔ آپ کے ہنر کے ظہور کا یہی وقت ہے۔ ہاں کرم سے جلد داڑھی ہلایئے کہ خوف سے ہمارے کلیجے منہ کو آرہے ہیں۔ اپنی داڑھی کی خاصیت سے ہم سب کو جلد مسرور فرمادیجئے۔

سلطان محمود اس گفتگو سے مسکرایا اور اس کا دریائے کرم مجرمین کی فریاد و نالہ اضرار سے جوش میں آ گیا ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص نے اپنی اپنی خاصیت دکھا دی۔ حتیٰ کہ تمہارے کمال اور ہنر نے تمہاری گردنوں کو مبتلا قہر کر دیا بجز اس شخص کے کہ یہ سلطان کا عارف تھا اور اس کی نظر نے رات کی ظلمت میں ہمیں دیکھ لیا تھا اور ہمیں پہچان لیا تھا پس اس شخص کی اس نگاہ سلطان شناس کے صدقہ میں تم سب کو رہا کرتا ہوں۔ مجھے اس پہچاننے والی آنکھ سے شرم آتی ہے کہ میں اپنی داڑھی کا ہنر ظاہر نہ کروں۔ (دینی دستر خوان)

یادگار مُلاقاتیں

اہل علم و فضل ..... سلاطین وقت
اور عوام الناس کی اہل اللہ
اور مصلحین اُمت سے ملاقاتیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا روم رحمہ اللہ کے والد سے بادشاہ کی ملاقات

مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ کے والد اپنے زمانہ کے بڑے پایہ کے بزرگ تھے....ان کی خدمت میں بادشاہ وقت بھی آتا تھا....جب بادشاہ وقت نے دیکھا کہ مجلس کا عجیب حال ہے کہ وزیراعظم بھی وہاں موجود ہے اور دوسرے اور تیسرے نمبر کے وزراء بھی وہاں موجود ہیں اور سلطنت کے بڑے بڑے حکام وسر کردہ لوگ سارے وہاں موجود ہیں اور دوسری طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے ہیں تو بڑے بڑے تاجر بھی وہاں موجود ہیں اور تیسری طرف دیکھتے ہیں تو علماء اور صلحاء بھی وہاں بیٹھے ہیں تو بادشاہ کو حیرت ہوئی کہ میرے دربار میں تو یہ لوگ آتے نہیں ہیں اور ان کے یہاں اس شان اور اتنی قدر کے ساتھ آکر بیٹھے ہوئے ہیں ہر ایک صورت سے سراپا محبت اور عظمت ٹپک رہی ہے اور انکی بزرگی سب پر چھائی ہوئی ہے تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد بادشاہ کو بجائے حیرت کے غیرت پیدا ہونا شروع ہوگئی تو بادشاہ نے یہ تدبیر سوچی کہ ان کو مال اور خزانہ میں پھانس دیا جائے.... چنانچہ یہ کہہ کر ان بزرگ کے پاس خزانہ کی کنجیاں بھیج دیں....کہ میرے پاس اور کچھ تو رہا نہیں سب آپ کے پاس ہے....پس خزانہ کی کنجیاں بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہیں....رومی رحمہ اللہ کے والد نے کنجیاں یہ کہہ کر واپس کر دیں کہ آج بدھ کا دن ہے اور کل تک مجھے مہلت دیجئے .... پرسوں جمعہ ہے میں جمعہ کی نماز پڑھ کر آپ کا شہر چھوڑ کر چلا جاؤں گا....سب چیزیں آپ کو مبارک ہوں....یہ خبر لوگوں کے درمیان اڑ گئی تو وزیروں کی طرف سے استعفیٰ کا سلسلہ شروع ہوگیا....ایک وزیر کا استعفیٰ آیا پھر دوسرے کا آیا پھر تیسرے کا آیا کہ جب حضرت یہاں سے جارہے ہیں تو ہم بھی جارہے ہیں

....شہر کے جو بڑے معزز باوقار لوگ تھے وہ بھی چلے جانے کیلئے تیار ہو گئے جب بادشاہ نے یہ منظر دیکھا تو کہنے لگا کہ اگر یہ سب چلے جائیں گے تو شہر کی جان اور شہر کی روح نکل جائے گی اور شہر کی جتنی رونق ہے سب ختم ہو جائے گی....اس لئے خود حاضر ہو کر مولانا رومی رحمہ اللہ کے والد سے معافی مانگی کہ مجھ سے گستاخی ہو گئی میں معافی چاہتا ہوں....آپ یہاں سے تشریف نہ لے جائیں....یہ سب اس لئے ہوا کہ مولانا روم رحمہ اللہ کے والد محترم نے ہر چیز کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے مقابلہ میں قربان کر دیا تھا....اس کے نتیجہ میں اللہ نے ہر چیز کے دل میں ان کی محبت پیدا فرمادی تھی اور اللہ نے ان کو کامل ولایت عطا فرمائی.... "من عادیٰ لی ولیا فقد اذنته بالحرب" (جو میرے دوست سے دشمنی رکھتا ہے میں اس سے جنگ کا علان کرتا ہوں) کا پورا منظر نظر آ رہا تھا....(بکھرے موتی)

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ سے مرید کی ملاقات

سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے اپنے ایک خلیفہ کو خلافت عنایت فرمائی....ان خلیفہ نے رخصت کے وقت عرض کیا کہ حضرت کچھ نصیحت فرمایئے تاکہ میں اس نصیحت پر کاربند رہوں حضرت نے دو باتوں کی نصیحت فرمائی اور فرمایا کہ نہ تو نبوت کا دعویٰ کرنا اور نہ خدائی کا دعویٰ کرنا....خلیفہ یہ سن کر حیران و پریشان ہوئے کہ حضرت آپ کا خادم غلام برسوں آپ کی صحبت میں رہا کیا مجھ سے یہ ممکن ہے کہ میں خدائی کا دعویٰ کروں ....جو نبی کے غلاموں کا غلام ہو وہ کب نبوت کا دعویٰ کرے گا....

تو حضرت نے یہ کیسی نصیحت فرمائی....نصیحت فرماتے....کہ بھائی عبادت میں ثابت قدم رہنا....اخلاق کی حفاظت کرنا....مخلوق کی اصلاح کرنا اور یہ کہ خدائی کا دعویٰ نہ کرنا.... نبوت کا دعویٰ مت کرنا یہ تو ہم لوگوں سے ممکن ہی نہیں....اس نصیحت سے کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آئی....فرمایا کہ اس کے معنی سمجھ لو پھر بات سمجھ میں آ جائے گی....

فرمایا کہ خدا کی ذات وہ ہے کہ جو کہہ دے وہ اٹل ہو اگر وہ چاہے کہ زمین بنے تو زمین بن کر رہے.... یہ ناممکن ہے کہ نہ بنے ارادۂ خداوندی پر مراد کا مرتب ہونا قطعی اور لازمی ہے یہ ناممکن ہے کہ حق تعالیٰ ارادہ فرمائیں اور وہ پورا نہ ہو وہ تو قادر مطلق ہے تو اللہ

تعالیٰ کی ذات وہ ہے کہ جو وہ ارادہ کرے اور کہہ دے وہ اٹل ہو ٹلنے والی چیز نہ ہو....

اور دعویٰ نبوت کے معنی یہ ہیں کہ نبی کی شان یہ ہے کہ جو وہ فرما دے وہ حق ہو.... یہ ممکن ہی نہیں کہ نبی کی زبان سے کوئی ناحق چیز نکلے.... جو نبی فرمائیں گے وہ حق ہوگا اور جو کر کے دکھائیں گے وہ بھی حق ہوگا.... ناحق کا وجود نبی کے ساتھ ممکن نہیں ہے نبی جو کہے گا وہ حق ہوگا اور اس کے خلاف باطل ہوگا نبی کی جانب خلاف کبھی حق نہیں ہوسکتی.... اگر تم نے یہ کہا کہ جو میں کہہ رہا ہوں وہی حق ہے اور میری رائے اتنی حق ہے کہ کوئی دوسرا سامنے نہیں آ سکتا تو یہ در پردہ نبوت کا دعویٰ ہوگا.... میں تم کو اسی کی نصیحت کرتا ہوں کہ یہ دعویٰ نہ کرنا نبوت کا دعویٰ کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ تم یوں کہو کہ میں نبی ہوں بلکہ اپنے اندر خاص وہ شان پیدا کر کے جو نبی کے اندر ہوتی ہے یوں کہا کہ جو میں کہہ رہا ہوں وہی حق ہے اس کے خلاف سب باطل ہے اس چیز کا مدعی بننا در پردہ نبوت کا دعویٰ ہے.... اور جو یوں کہے کہ جو میں نے ارادہ کرلیا ہے وہ ہو کر رہے گا.... دنیا ادھر کی ادھر ہو جائے.... مخلوق کٹ جائے.... خون بہہ جائے مگر یہ ہو.... یہ در پردہ خدائی کا دعویٰ ہے.... یہ خدا کا کام ہے کہ جو وہ ارادہ فرمائے وہ اٹل ہو تو میں نے جو یہ کہا ہے کہ خدائی کا دعویٰ نہ کرنا اس کا یہ مطلب ہے کہ اپنے ارادے کو یوں مت سمجھنا کہ یہ اٹل ہے اور ہونا ہی چاہئے اور اس کے خلاف ممکن نہیں حالانکہ ہر چیز میں تمہارا خلاف ممکن ہے یہ تو ہوا دعویٰ خدائی کا حاصل اور دعویٰ نبوت کا حاصل کہ جو تمہاری زبان سے نکل جائے اس پر جمے رہو گویا کہ اس کے خلاف باطل ہے حالانکہ یہ ناممکن ہے وہ خدا کا مقام ہے اور یہ نبی کا مقام ہے.... تو حضرت شیخ نے بڑے بلیغ پیرائے میں نصیحت فرمائی.... ظاہر میں تو بڑی وحشت ناک نصیحت تھی کہ خدائی کا دعویٰ نہ کرنا نبوت کا دعویٰ مت کرنا مگر جب معنی بیان کئے خدائی اور نبوت کے تو سمجھ میں آ گیا.... معلوم ہوا کہ بہت سے آدمی در پردہ خدائی کا دعویٰ کرتے ہیں اور بہت سے لوگ جو جمود کرتے ہیں کہ وہی صحیح ہے جو ہم کہہ رہے ہیں وہ در پردہ نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں اپنی رائے اور فکر کے بارے میں یہ کہیں کہ یہ ہی حق ہے یہ نہیں ہونا چاہئے.... (خطبات طیب)

قاضی بَکّارُ بنُ قُتَیبَہ رحمہ اللہ سے بادشاہ کی ملاقات

قاضی بکار بن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ.... یہ بڑے درجے کے محدثین میں سے بھی ہیں.... دینی مدارس میں حدیث کی کتاب ''طحاوی شریف'' پڑھائی جاتی ہے اس کے مصنف امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ ان کے استاد ہیں.... ان کے زمانے میں جو بادشاہ تھا وہ ان پر مہربان ہوگیا اور ایسا مہربان ہوگیا کہ ہر معاملے میں ان سے صلاح اور مشورہ ہو رہا ہے.... ہر معاملے میں ان کو بلایا جا رہا ہے.... ہر دعوت میں ان کو بلایا جا رہا ہے.... حتیٰ کہ ان کو پورے ملک کا قاضی بنادیا.... اور اب سارے فیصلے ان کے پاس آرہے ہیں.... دن رات بادشاہ کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہے.... جو سفارش کرتے ہیں بادشاہ ان کی سفارش کو قبول کرلیتا ہے.... ایک عرصہ دراز تک یہ سلسلہ جاری رہا.... یہ اپنا قضا کا کام بھی کرتے رہے اور جو مناسب مشورہ ہوتا وہ بادشاہ کو دے دیا کرتے تھے....

چونکہ وہ تو عالم اور قاضی تھے.... بادشاہ کے غلام تو نہیں تھے.... تو ایک مرتبہ بادشاہ نے غلط کام کردیا.... قاضی صاحب نے فتویٰ دے دیا کہ بادشاہ کا یہ کام غلط ہے اور دوست نہیں ہے.... اور یہ کام شریعت کے خلاف ہے.... اب بادشاہ سلامت ناراض ہوگئے کہ ہم اتنے عرصے تک ان کو کھلاتے پلاتے رہے.... ان کو ہدیے تحفے دیتے رہے اور ان کی سفارش قبول کرتے رہے اور اب انہوں نے ہمارے خلاف ہی فتویٰ دے دیا.... چنانچہ فوراً ان کو قاضی کے عہدے سے معزول کردیا.... یہ دنیاوی بادشاہ بڑے تنگ ظرف ہوتے ہیں.... دیکھنے میں بڑے سخی نظر آتے ہیں لیکن کم ظرف ہوتے ہیں.... تو صرف یہ نہیں کیا کہ ان کو قضا کے عہدے سے معزول کردیا بلکہ ان کے پاس اپنا قاصد بھیجا کہ جا کر ان سے کہو کہ ہم نے آج تک نہیں تمہیں جتنے ہدیے تحفے دیئے ہیں وہ سب واپس کرو.... اس لئے کہ اب تم نے ہماری مرضی کے خلاف کام شروع کردیا ہے.... اب آپ اندازہ کریں کہ کئی سالوں کے وہ ہدایا.... کبھی کچھ دیا ہوگا.... کبھی کچھ بھیجا ہوگا.... لیکن جب بادشاہ کا وہ آدمی آیا تو آپ اس آدمی کو اپنے گھر کے اندر ایک کمرے میں لے گئے اور ایک الماری کا تالہ کھولا تو وہ پوری الماری تھیلیوں سے بھری ہوئی تھی.... آپ نے اس قاصد سے کہا کہ تمہارے بادشاہ کے پاس سے جو تحفے کی تھیلیاں

آتی تھیں وہ سب اس الماری کے اندر رکھی ہوئی ہیں....اور ان تھیلیوں پر جو مہر لگی تھی وہ مہر بھی ابھی تک نہیں ٹوٹی.... یہ ساری تھیلیاں اٹھا کر لے جاؤ....اس لئے کہ جس دن بادشاہ سے تعلق قائم ہوا....الحمدللہ اسی دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ذہن میں تھا کہ "احبب حبیبک ھونا ما عسٰی ان یکون بغیضک یوماما" اور مجھے اندازہ تھا کہ شاید کوئی وقت ایسا آئے گا کہ مجھے یہ سارے تحفے واپس کرنے پڑیں گے....الحمدللہ بادشاہ کے دیئے ہوئے ہدیے اور تحفوں میں سے ایک ذرہ بھی آج تک اپنے استعمال میں نہیں لایا.... یہ ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کا صحیح نمونہ.... یہ نہیں کہ جب دوستی ہوگئی تو اب ہر طرح کا فائدہ اٹھایا جا رہا ہے اور جب دشمنی ہوئی تو اب پریشانی اور شرمندگی ہو رہی ہے.... اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے....آمین (اصلاحی خطبات ج ۱۰)

شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ کی ایک درویش سے ملاقات

شیخ فرید الدین عطار یونانی دواؤں اور عطر کے بہت بڑے تاجر تھے....اور اسی وجہ سے ان کو "عطار" کہا جاتا ہے دواؤں اور عطر کی بہت بڑی دکان تھی....کاروبار بہت پھیلا ہوا تھا ....اور اس وقت وہ ایک عام قسم کے دنیادار تاجر تھے....ایک دن دکان پر بیٹھے ہوئے تھے.... اور دکان دواؤں اور عطر کی شیشیوں سے بھری ہوئی تھی....اتنے میں ایک مجذوب قسم کا درویش اور ملنگ آدمی دکان پر آ گیا....اور دکان میں داخل ہوگیا اور کھڑا ہو کر پوری دکان میں کبھی اوپر سے نیچے کی طرف دیکھتا....اور کبھی دائیں سے بائیں طرف دیکھتا....اور دواؤں کا معائنہ کرتا رہا....کبھی ایک شیشی کو دیکھتا....کبھی دوسری شیشی کو دیکھتا....جب کافی دیر اس طرح دیکھتے ہوئے گزر گئی تو شیخ فرید الدین نے اس سے پوچھا کہ تم کیا دیکھ رہے ہو؟

کیا چیز تلاش کر رہے ہو؟

اس درویش نے جواب دیا کہ بس ویسے ہی یہ شیشیاں دیکھ رہا ہوں....شیخ فرید الدین نے پوچھا کہ تمہیں کچھ خریدنا بھی ہے؟

اس نے جواب دیا کہ نہیں....مجھے کچھ خریدنا تو نہیں ہے....بس ویسے ہی دیکھ رہا ہوں ....اور پھر ادھر ادھر الماری میں رکھی شیشیوں کی طرف نظر دوڑتا رہا.... بار بار دیکھتا رہا....پھر

شیخ فریدالدین نے پوچھا کہ بھائی! آخر تم کیا دیکھ رہے ہو؟

اس درویش نے کہا کہ میں اصل میں یہ دیکھ رہا ہوں جب آپ مریں گے تو آپ کی جان کیسے نکلے گی؟

اس لئے کہ آپ نے یہاں اتنی ساری شیشیاں رکھی ہوئی ہیں.... جب آپ مرنے لگیں گے اور آپ کی روح نکلنے لگے گی تو اس وقت آپ کی روح کبھی ایک شیشی میں داخل ہو جائے گی کبھی دوسری شیشی میں داخل ہو جائے گی.... اور اس کو باہر نکلنے کا راستہ کیسے ملے گا؟

اب ظاہر ہے کہ شیخ فریدالدین عطار اس وقت چونکہ ایک دنیا دار تاجر تھے.... اور باتیں سن کر غصہ آ گیا.... اور اس سے کہا کہ تو میری جان کی فکر کر رہا ہے تیری جان کیسے نکلے گی؟

جیسے تیری جان نکلے گی.... ویسے میری بھی نکل جائے گی.... اس درویش نے جواب دیا کہ میری جان نکلنے میں کیا پریشانی ہے.... اس لئے کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے نہ میرے پاس تجارت ہے نہ دکان ہے اور نہ شیشیاں ہیں.... نہ ساز و سامان ہے میری جان تو اس طرح نکلے گی.......... بس اتنا کہہ کر وہ درویش دکان کے باہر نیچے زمین پر لیٹ گیا اور کلمہ شہادت.... "اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً رسول اللہ" کہا اور روح پرواز کر گئی....

بس! یہ واقعہ دیکھنا تھا کہ حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کے دل پر ایک چوٹ لگی کہ واقعتاً میں تو دن رات اسی دنیا کے کاروبار میں منہمک ہوں.... اور اسی میں لگا ہوا ہوں.... اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف دھیان نہیں ہے اور یہ ایک اللہ کا بندہ سبک سید طریقے پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں چلا گیا.... بہر حال.... یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک لطیفہ غیبی تھا.... جو ان کی ہدایت کا سبب بن گیا.... بس! اسی دن اپنا سب کاروبار چھوڑ کر دوسروں کے حوالے کیا.... اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی.... اور اسی راستے پر لگ کر اتنے بڑے شیخ بن گئے کہ دنیا کی ہدایت کا سامان بن گئے.... (اصلاحی خطبات ج ۳)

سلطان محمود غزنویؒ کی شیخ ابوالحسن خرقانی رحمہ اللہ سے ملاقات

سلطان محمود غزنوی جب خراسان گیا تو اس کے دل میں شیخ ابوالحسن خرقانیؒ (سلسلہ

نقشبندیہ کے ایک مشہور بزرگ) سے ملاقات کا خیال پیدا ہوا....لیکن ساتھ ہی یہ خوف بھی لاحق ہوا کہ وہ خراسان میں اس بزرگ سے ملنے نہیں آیا.... بلکہ ملکی سیاسیات کے پیش نظر اس نے یہ سفر اختیار کیا ہے....اس حالت میں خداوند تعالیٰ کے خاص بندوں کی زیارت کرنا خلاف ادب ہے....اس نے شیخ ابوالحسنؒ سے ملاقات کا ارادہ ترک کر دیا اور خراسان سے ہندوستان چلا گیا....وہاں معرکہ آرائیاں کرنے کے بعد غزنی واپس آیا....غزنی پہنچ کر اس نے شیخ ابوالحسن خرقانیؒ کی زیارت کے لئے خرقان روانہ ہو گیا....وہاں پہنچ کر ایک شخص کو شیخ صاحبؒ کی خدمت میں روانہ کیا اور پیغام بھجوایا کہ ''بادشاہ آپ سے ملنے کے لئے غزنی سے چل کر یہاں آیا ہے....اب آپ اپنی خانقاہ سے باہر تشریف لائیں اور مجھ سے ملاقات کریں''....اس کے ساتھ ہی محمود نے قاصد سے یہ کہہ دیا کہ اگر حضرت شیخ باہر آنے سے انکار کریں تو انہیں یہ فرمان خداوندی سنا دینا کہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ الخ

''ایمان والو! اطاعت کرو خدا کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم پر حاکم ہیں''

قاصد نے حضرت شیخ کی خدمت میں سلطان محمود کا پیغام پہنچایا شیخ نے اپنی خانقاہ سے باہر نکلنے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ انہیں اس خدمت سے معذور سمجھا جائے اس پر قاصد نے محمود کی ہدایت کے مطابق جواب میں شیخ نے کہا محمود سے جا کر یہ کہو کہ میں اب تک اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اس حد تک مستغرق ہوں کہ رسول کی اطاعت کے مرتبے تک نہ پہنچنے کی بڑی ندامت ہے بھلا ایسی صورت میں حاکم کی اطاعت کی طرف کیسے توجہ کر سکتا ہوں....

قاصد واپس پہنچا اور شیخ کا جواب سنایا سلطان محمود یہ سن کر رو پڑا اور کہنے لگا....ہم نے شیخ کو سمجھنے میں غلطی کی ہے ''چلو ہم خود ہی شیخ کے پاس چل کر لطف ملاقات و زیارت حاصل کریں....یہ کہہ کر سلطان محمود نے خود تو ایاز کا لباس پہنا اور اپنے کپڑے ایاز کو پہنائے اور دس عدد کنیزوں کو غلاموں کے کپڑے پہنا کر اپنے ساتھ لے لیا اور ان سب کی معیت میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا....اور سلام علیک کی شیخ نے سلام کا جواب تو دے دیا....لیکن تعظیم کے لئے کھڑے نہ ہوئے....اور محمود (جس نے ایاز کے کپڑے پہن رکھے تھے) کی طرف کوئی توجہ نہ کی بلکہ ایاز (جس نے محمود کا لباس زیب تن کیا ہوا تھا) کی طرف ملتفت ہو کر کچھ فرمانے کے لئے آمادہ ہوئے اس پر ایاز (یعنی اصل میں محمود) نے شیخ سے کہا....

''اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ نہ تو بادشاہ کی تعظیم کے لئے اٹھے اور نہ ہی اس کی طرف توجہ کی.... کیا فقر کے جال کی یہی کائنات ہے کہ بادشاہ کو اس طرح نظر انداز کیا جائے؟''

شیخ نے جواب دیا.... ''ہاں جال تو یہی ہے.... لیکن تیرا مشار الیہ اس جال کا گرفتار نہیں ہے تو سامنے آ کیونکہ تو خود اس جال کا سب سے بڑا شکار ہے''

سلطان محمود نے جب دیکھا کہ شیخ نے اصل حقیقت کو بھانپ لیا ہے تو بڑے ادب سے شیخ کے سامنے بیٹھ گیا اور عرض کیا ''مجھ سے کچھ فرمایئے''

شیخ نے غلاموں کے لباس میں بیٹھی ہوئی لونڈیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ....''ان نامحرموں کو محفل سے باہر کر دو''....

سلطان نے ان کنیزوں کو وہاں سے اٹھا دیا اور پھر شیخ سے مخاطب ہوا ''حضرت! بایزید بسطامی کی کوئی حکایت مجھے سنایئے''....

شیخ نے کہا ''بایزید نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھے کو دیکھ لیا وہ ظلم وستم کی تمام برائیوں سے محفوظ ہو گیا''....

اس پر محمود نے سوال کیا.... ''یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کیا بایزید کا مرتبہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رتبے سے بھی زیادہ ہے.... نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیکھنے والوں میں بھی سبھی اچھے نہ تھے ابوجہل اور ابولہب ویسے ہی کافر رہے تو پھر بایزید کے دیکھنے والوں میں ہر ظالم کس طرح اچھا انسان بن سکتا ہے؟''....

شیخ نے فرمایا: ''اے محمود تو اپنی بساط سے بڑھ کر باتیں نہ کر.... ادب کو ملحوظ رکھ.... بے ادبی سے ولایت کی دنیا میں قدم نہ رکھ.... تو جان لے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سوائے چار یاروں اور چند دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کسی اور نے نہیں دیکھا.... کیا تو نے قرآن کریم کی یہ آیت سنی نہیں کہ ''اور تم دیکھتے ہو ایسے لوگوں کو وہ نظر کرتے ہیں تمہاری طرح.... حالانکہ وہ حقیقتاً تم کو نہیں دیکھ سکتے....

سلطان محمود کو حضرت شیخ کی یہ بات بہت پسند آئی اور کہا ''مجھے کوئی نصیحت کیجئے....

شیخ نے فرمایا: ''تجھے چاہئے کے چار چیزوں کو اختیار کرے.... اول پرہیز گاری....

دوم نماز با جماعت..... سوم سخاوت..... چہارم شفقت.....

اس کے بعد محمود نے درخواست کی ''میرے حق میں دعا کیجئے.....

شیخ نے فرمایا ''میں پانچوں نمازوں کے بعد یہ دعا کیا کرتا ہوں

" اللھم اغفر للمومنین والمومنات "

محمود نے کہا..... ''یہ دعا تو عام ہے میرے لئے کوئی خاص دعا فرمائیے''.....

شیخ نے فرمایا..... ''جا تیری عاقبت محمود ہو''.....

اس کے بعد سلطان محمود نے روپوں کا ایک توڑا شیخ کی خدمت میں پیش کیا..... شیخ نے جو کی روٹی سلطان کے سامنے رکھی اور کھانے کے لئے کہا..... محمود نے دیکھا کہ روٹی بہت سخت ہے اس نے ہر چند اسے چبایا..... لیکن نہ تو وہ دانتوں سے کٹتی تھی اور نہ ہی گلے سے نیچے اترتی تھی.....

شیخ نے پوچھا کیا یہ روٹی تمہارے گلے میں اٹکتی ہے؟''

محمود نے اثبات میں جواب دیا.....

شیخ نے فرمایا..... ''جس طرح ہماری یہ سوکھی روٹی تمہارے گلے سے نیچے نہیں اترتی ..... اسی طرح تمہارا یہ روپوں سے بھرا ہوا توڑا بھی ہمارے گلے سے نیچے نہیں اترتا..... اس کو ہمارے سامنے سے اٹھاؤ کیونکہ ہم اسے بہت پہلے سے طلاق دے چکے ہیں''.....

محمود نے التماس کی..... شیخ! کوئی چیز بطور یادگار عنایت فرمائیے..... انہوں نے اسے اپنا ایک خرقہ دے کر رخصت کیا.....

جب محمود رخصت کے وقت اٹھا تو اس مرتبہ شیخ بطور تعظیم اٹھ کھڑے ہوئے.....

محمود نے کہا..... ''آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ جب میں آپکے پاس آیا تھا تو آپ نے میری طرف کوئی خاص توجہ نہیں کی تھی..... اب آپ میرے لیے اٹھ کر کھڑے ہو گئے ہیں؟''

شیخ نے جواب دیا..... ''جب تم میرے پاس آئے تھے..... تم بادشاہی کے غرور میں سرشار تھے اور میرا امتحان کرنے کی غرض سے آئے تھے..... اب تم عاجزی اور انکساری کے ساتھ واپس جا رہے ہو''.....

شیخ سے رخصت ہو کر سلطان محمود غزنوی واپس آیا اور ان کے عطا کردہ خرقے کو بڑی

حفاظت سے اپنے پاس رکھا.... جس زمانے میں محمود نے سومنات پر حملہ کیا تو پرم اور داشلیم سے جنگ کے دوران محمود کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں مسلمانوں کے لشکر پر ہندوؤں کا لشکر غالب نہ آجائے.... چنانچہ پریشانی کے عالم میں سلطان محمود شیخ کے خرقہ کو ہاتھ میں لے کر سجدے میں گر گیا اور خداوند تعالیٰ سے دعا کی.... ''اے خدا اس خرقے کے مالک کے طفیل مجھے ان ہندوؤں کے مقابلہ میں فتح دے.... میں نیت کرتا ہوں کہ جو مال غنیمت یہاں سے حاصل کروں گا اسے غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کردوں گا''.... مورخین کا بیان ہے کہ جونہی محمود نے یہ دعا مانگی آسمان کے ایک حصے سے سیاہ بادل اٹھے اور سارے آسمان پر محیط ہو گئے.... بادل کی گرج اور بجلی کی چمک کڑک سے ہندوؤں کا لشکر ہراساں ہو گیا اور ایسی تاریکی چھائی کہ ہندو اس پریشانی کے عالم آپس ہی میں ایک دوسرے سے لڑنے لگے اور اس باہمی جنگ کی وجہ سے پرم دیو کی فوج میدان سے بھاگ نکلی اور مسلمانوں نے ہندوؤں پر فتح پائی....

محمد قاسم فرشتہ کہتے ہیں کہ ''میں نے ایک معتبر تاریخ میں یہ روایت دیکھی ہے کہ جس روز سلطان محمود نے شیخ ابوالحسن خرقانیؒ کے خرقے کو ہاتھ میں لے کر خدا تعالیٰ سے دعا مانگ کر فتح حاصل کی اسی رات کو محمود نے خواب میں شیخ ابوالحسنؒ کو دیکھا انہوں نے محمود سے فرمایا ''اے محمود تو نے میرے خرقے کی آبروریزی کی ہے اگر تو فتح کی دعا کی جگہ تمام غیر مسلموں کے اسلام لے آنے کی دعا کرتا تو وہ بھی قبول ہو جاتی''....

فاتح سومنات سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ کی ایک طالب علم سے ملاقات

تاریخ فرشتہ کے مصنف نے ''طبقات ناصری'' کے حوالے سے لکھا ہے کہ سلطان محمود غزنوی کو مشہور حدیث ''العلماء ورثة الانبیاء'' کی صحت پر پورا یقین نہ تھا اسے قیامت کے آنے کے بارے میں بھی شبہ تھا.... اس کے علاوہ اسے سبکتگین کا بیٹا ہونے پر بھی شک تھا.... ایک رات کا سلطان محمود اپنی قیام گاہ سے نکل کر پیدل ہی کسی طرف چل رہا تھا فراش سونے کی شمع دان لے کر اس کے آگے آگے چل رہا تھا راستے میں اسے ایک ایسا طالب علم ملا جو مدرسے میں بیٹھا ہوا اپنا سبق یاد کر رہا تھا مگر اس کے پاس جلانے کے لئے تیل نہ تھا....

اس لئے وہ پڑھتے پڑھتے جب کچھ بھول جاتا تو ایک بنئے کے چراغ کے پاس آ کر اپنی کتاب میں سے دیکھ کر تصحیح کر لیتا.... محمود کو اس نادار طالب علم کی حالت پر بڑا رحم آیا اور اس نے وہ شمع دان جو فراش نے اٹھا رکھا تھا.... اس طالب علم کو دے دیا.... جس رات یہ واقعہ پیش آیا اسی رات کو خواب میں محمود کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی .... آپؐ نے محمود سے فرمایا.... ''اے ناصر الدین سبکتگین کے بیٹے فرزند ارجمند خداوند تعالیٰ تجھ کو ویسی ہی عزت دے جیسی تو نے میرے ایک وارث کی قدر کی ہے''....

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان سے سلطان محمود کے دل میں متذکرہ بالا تینوں شکوک دور ہو گئے.... (تاریخ فرشتہ جلد اول)

سلطان محمود غزنوی سے ایک شخص کی ملاقات

سلطان محمود کے انتقال کے دوسرے سال غزنی میں ایک زبردست سیلاب آیا اس کی ایک روز ایک شخص محمود کے دربار میں انصاف حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا جب محمود اس کی طرف متوجہ ہوا تو اس شخص نے عرض کیا.... ''میری شکایت ایسی نہیں ہے کہ میں اسے سر دربار سب لوگوں کے سامنے بیان کر دوں....'' محمود فوراً اٹھا اور اسے تنہائی میں لے جا کر اس کا حال پوچھا'' اس شخص نے روتے ہوئے فریاد پیش کی کہ'' آپ کا بھانجا ایک عرصے سے رات کو مسلح ہو کر میرے گھر پر آتا ہے مجھے کوڑے مار مار کر باہر نکال دیتا ہے اور پھر خود تمام رات میری بیوی کے ساتھ ہم بستری کرتا ہے میں نے امیر کو اپنا حال سنایا لیکن کسی کو میری حالت پر رحم نہ آیا اور کسی کو جرات نہ ہوئی کہ وہ آپ سے یہ بات بیان کرتا.... جب میں ان امراء سے مایوس ہو گیا تو میں نے آپ کے دربار کے دروازے پر آنا شروع کر دیا.... اور موقع کی انتظار میں رہا کہ کسی طرح آپ سے اپنا حال بیان کر سکوں.... خداوند تعالیٰ نے آپ کو ملک کا حاکم اعلیٰ بنایا ہے اس لئے رعایا اور کمزور بندوں کی نگہداشت آپ کا فرض ہے.... اگر آپ مجھ پر رحم فرما کر میرے معاملے میں انصاف کریں گے تو زہے نصیب ورنہ میں اس معاملے کو خدا کے سپرد کروں گا اور اس کے منصفانہ فیصلے کی انتظار کروں گا''....

محمود پر اس بات کا اتنا اثر ہوا کہ وہ یہ سن کر زار و قطار رونے لگا اور کہا: ''اے مظلوم! تو

اس سے پہلے میرے پاس کیوں نہ آیا اور اتنے دنوں تک یہ ظلم کیوں برداشت کرتا رہا“.... اس شخص نے جواب میں کہا....”اے بادشاہ ایک مدت سے یہ کوشش کر رہا تھا کہ کسی طرح آپ کے حضور حاضر ہوسکوں....لیکن دربار کے چوکیداروں اور دربانوں کی روک تھام کی وجہ سے کامیابی حاصل نہ ہوسکی.... یہ خدا ہی بہتر طور پر جانتا ہے کہ آج میں کس تدبیر اور بہانے سے یہاں پہنچا ہوں اور کس طرح ان چوکیداروں سے نظر بچا کر آپ کے حضور میں حاضر ہوا ہوں ہم جیسے فقیروں اور غریبوں کی یہ قسمت کہاں کہ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے سلطانی دربار میں چلے آئیں اور بادشاہ سے بالمشافہ اپنی روداد غم بیان کریں“....محمود نے جواب دیا ....”تم یہاں مطمئن ہو کر بیٹھو....لیکن اس ملاقات اور گفتگو کا حال کسی کو نہ بتانا اور اب خیال رکھنا کہ جس وقت وہ سفاک تمہارے گھر میں آئے تو فوراً مجھے اطلاع دینا....میں اسی وقت تمہارے ساتھ انصاف کروں گا اور اس سفاک کو اس بدکرداری کی سزا دوں گا“....

اس شخص نے کہا”اے بادشاہ! مجھ جیسے نادار شخص کے لئے یہ ناممکن ہے کہ جب چاہوں بلا کسی روک ٹوک کے آپ سے مل سکوں“....محمود نے فوراً دربانوں کو بلایا اور ان سے ان شخص کو متعارف کروا کر انہیں حکم دیا کہ جس وقت بھی یہ شخص ہمارے حضور میں آنا چاہے اسے بغیر کسی اطلاع اور روک ٹوک کے آنے دیا جائے....

دربانوں کو رخصت کرنے کے بعد سلطان محمود نے اس شخص کو قریب بلایا اور کہا....” اگر چہ اب میرے حکم کے مطابق یہ لوگ تمہیں روکنے کی جرات نہ کریں گے....لیکن پھر بھی احتیاطاً تمہیں یہ بتائے دیتا ہوں کہ اگر کبھی اتفاقاً یہ چوبدار میری عدیم الفرصتی یا آرام کا عذر کر کے تمہیں روک دیں تو تم فلاں جگہ سے چھپ کر چلے آنا اور آہستہ سے مجھے آواز دینا.... میں یہ آواز سنتے ہی تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا“....یہ کہ کر اس شخص کو رخصت کیا اور اس کی آمد کا انتظار کرنے لگا“....

دو راتیں سکون سے گزریں....تیسری رات سلطان محمود کا بھانجا اس کے گھر داخل ہوا اور حسب دستور اسے مار پیٹ کر باہر نکال دیا اور خود اس کی بیوی کے ساتھ عیش وعشرت میں مشغول ہو گیا....وہ شخص اسی وقت شاہی محل کی طرف دوڑا اور دربانوں سے کہا کہ بادشاہ کو اس

کی آمد کی اطلاع دی جائے.... دربانوں نے جواب دیا کہ بادشاہ اس وقت دیوان خانے کی بجائے اپنی حرم سرا میں ہے لہذا تمہیں وہاں جانے کی اجازت نہیں دی جا سکتی .... وہ شخص مایوس ہو کر پیچھے ہٹا اور اس جگہ پر پہنچا جس کے بارے میں سلطان محمود نے اسے بتا رکھا تھا.... اس نے آہستہ سے کہا.... ''اے بادشاہ اس وقت آپ کسی کام میں مشغول ہیں'' ؟

سلطان محمود نے جواب دیا.... ''ٹھہرو میں آتا ہوں'' تھوڑی دیر کے بعد محمود باہر آیا اور اس شخص کے ساتھ اس کے گھر پہنچا وہاں جا کر محمود نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اس کا بھانجا اس غریب شخص کی بیوی سے ہم آغوش ہو کر سویا ہوا ہے اور شمع اس کے پلنگ کے سرہانے جل رہی ہے.... محمود نے شمع بجھائی اور خنجر سے اس ظالم کا سر تن سے جدا کر دیا پھر اس مظلوم شخص سے کہا .... ''اے بندہ خدا ایک گھونٹ پانی اگر مل سکے تو فوراً لے آ تا کہ میں اپنی پیاس بجھاؤں'' ....

اس شخص نے فوراً پیالے میں پانی لا کر سلطان کی خدمت میں پیش کیا.... محمود نے پانی پیا اپنی جگہ سے اس نادار سے یوں مخاطب ہوا.... ''اے شخص اب تو اطمینان کے ساتھ آرام کر میں جاتا ہوں'' .... اور رخصت ہونے لگا لیکن اس شخص نے بادشاہ کا دامن پکڑ لیا اور کہا ''اے بادشاہ! تجھے اس خدا کی قسم ہے کہ جس نے تجھے اس عظیم الشان مرتبے پر سرفراز کیا ہے تو مجھے یہ بتا شمع گل کرنے اور سفاک کا سر تن سے جدا کرنے کے فوراً بعد پانی مانگنے اور پینے کی کیا وجہ ہے؟

سلطان محمود نے جواب دیا ''اے شخص میں نے تجھے ظالم سے نجات دلا دی اور اس کا سر اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں.... شمع کو میں نے اس لئے بجھایا کہ کہیں اس کی روشنی میں مجھے اپنے بھانجے کا چہرہ نہ نظر آ جائے اور میں اس پر رحم کھا کر انصاف نہ کر سکوں.... پانی مانگ کر پینے کی وجہ یہ تھی کہ جب تم نے مجھ سے اپنی روداد غم بیان کی تھی تو میں نے عہد کیا تھا کہ جب تک تمہارے ساتھ پورا پورا انصاف نہ ہوگا تب تک میں کھانا نہ کھاؤں گا اور نہ پانی پیوں گا'' ....

اگرچہ تاریخوں میں بادشاہوں کے عدل و انصاف کے بہت سے قصے لکھے ہیں لیکن ایسا قصہ کسی بادشاہ کے متعلق نہیں ملتا.... (واللہ اعلم بالصواب)

مولانا روم رحمہ اللہ کی اپنے شیخ سے ملاقات

شمس تبریزؒ مولانا عراقیؒ کے ہمعصر ہیں اور دونوں ایک بزرگ کے مرید ہیں ....

دونوں شیخ کی خدمت میں اپنے حالات بیان کیا کرتے تھے.... مولانا عراقیؒ بڑے شاعر تھے اپنے واردات نظم میں بیان کرتے تھے اور شمس تبریزؒ شاعر نہ تھے....

ایک روز شیخ نے کہا کہ شمس تبریز تم ایسی نظم بیان نہیں کرتے.... شمس تبریزؒ نے مغموم ہوکر فرمایا کہ حضرت مجھ کو ایسی نظم نہیں آتی' فرمایا کہ مغموم مت ہو تمہارے مریدین میں ایک ایسا شخص ہوگا کہ تمام علوم اولین و آخرین کے کھول دے گا.... چنانچہ جب اس بشارت کا وقت آیا اور حضرت شمس تبریزؒ کو الہام ہوا کہ جلال الدین کی جا کر تربیت کرو.... مولانا رومی بڑے عالم تھے علوم اور کتب کی خدمت میں رات دن مشغول رہتے تھے.... بیٹھے کتاب دیکھ رہے تھے کہ شمس تبریزؒ آئے اور بیٹھ گئے اور مولانا سے پوچھا کہ یہ تمہارے سامنے کیا ہے مولانا نے فرمایا کتابیں ہیں.... حضرت شمس تبریزؒ نے فرمایا کہ یہ تو علم قال ہی ہے کچھ علم حال بھی حاصل کرو اور یہ کہہ کر تمام کتابیں سامنے حوض تھا اس میں پھینک دیں.... یہ شور مچانے لگے انہوں نے سوکھی کتابیں حوض میں سے نکال کر دے دیں' آگ تو اسی وقت لگ گئی پھر شمس تبریزؒ غائب ہوگئے اور ان پر علوم کا دریا کھل گیا....

پھر ایک روز مولانا گھوڑے پر سوار ہوکر جا رہے تھے کہ شمس تبریزؒ نے آ کر باگ پکڑ لی اور پوچھا کہ مولانا ایک شخص تو یہ کہتا ہے: "**سبحانی ما اعظم شانی** اور ایک کہتا ہے **ماعرفناک حق معرفتک**" ان میں کون بڑھا ہوا ہے.... مولانا نے جواب دیا کہ دوسرے کی معرفت بڑھی ہوئی ہے اس لیے کہ اول کی معرفت تو ختم ہوکر رُک گئی اور دوسرے کی معرفت ترقی پذیر ہے.... (امثال عبرت)

چند علماء کی مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ سے ملاقات

حضرت شاہ سید احمد صاحب بریلویؒ جن کے ہمراہ مولانا اسماعیل شہیدؒ بھی تھے جب پشاور پہنچے ہیں تو وہاں کے علماء مولانا شہیدؒ کی شہرت سن کر امتحان کی غرض سے آئے' مولانا اس وقت ایک خستہ سا تہبند باندھے ہوئے گھوڑے کو کھترا کر رہے تھے ان سے پوچھا کہ مولانا کہاں ہیں؟

مولانا نے فرمایا کیا کام ہے انہوں نے کہا کہ تجھ کو اس سے کیا مطلب ہے' مولانا کا پتہ بتلاؤ.... مولانا نے فرمایا کہ تم بتلاؤ تو سہی کیا غرض ہے' کہنے لگے کہ ہم کو کچھ پوچھنا ہے' مولانا نے

فرمایا کہ مجھ سے ہی پوچھ لو....ان کو معلوم ہوگیا کہ یہی ہیں پھر جو کچھ جس فن میں پوچھا گھوڑے کو کھڑا کرتے ہوئے حل کر دیا....سب متعجب ہوئے کہ ہم باوجود اس کے کہ ہم کم علم ہیں ایسے قباء و عبا و عمامے باندھے ہوئے ہیں اور مولانا اتنے بڑے عالم اور اس حالت میں رہتے ہیں....

ایک نصرانی راہب کی حضرت ابراہیم بن خواص سے ملاقات

حضرت ابراہیم خواص ؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ جنگل میں جا رہا تھا راستہ میں ایک نصرانی راہب مجھے ملا جس کی کمر میں زنار (پٹکہ یا دھاگہ وغیرہ جو کفر کی علامت کے طور پر کافر باندھتے ہیں) بندھ رہا تھا اس نے میرے ساتھ رہنے کی خواہش ظاہر کی (کافر فقیر اکثر مسلمان فقراء کی خدمت میں رہتے چلے آئے ہیں) میں نے ساتھ لے لیا....سات دن تک ہم چلتے رہے (نہ کھانا نہ پینا) ساتویں دن اس نصرانی نے کہا اے محمدی کچھ اپنی فتوحات دکھاؤ (کئی دن ہو گئے کچھ کھایا نہیں) میں نے اللہ تعالیٰ شانہ سے دعا کی کہ یا اللہ اس کافر کے سامنے مجھے ذلیل نہ فرما....میں نے دیکھا کہ فوراً ایک خوان سامنے رکھا گیا جس میں روٹیاں....بھنا ہوا گوشت اور تروتازہ کھجوریں اور پانی کا لوٹا رکھا ہوا تھا ہم دونوں نے کھایا پانی پیا اور چل دیئے....سات دن تک چلتے رہے....ساتویں دن میں نے (اس خیال سے کہ وہ نصرانی پھر نہ کہہ دے) جلدی کر کے اس نصرانی سے کہا کہ اس مرتبہ تم کچھ دکھاؤ اب کے تمہارا نمبر ہے....وہ اپنی لکڑی پر سہارا لگا کر کھڑا ہو گیا اور دعا کرنے لگا جب ہی دو خوان جن میں ہر چیز اس سے دوگنی تھی جو میرے خوان پر تھی سامنے آ گئی....مجھے بڑی غیرت آئی میرا چہرہ فق ہو گیا اور میں حیرت میں رہ گیا اور میں نے رنج کی وجہ سے کھانے سے انکار کر دیا ....اس نصرانی نے مجھ پر کھانے کا اصرار کیا مگر میں عذر ہی کرتا رہا اس نے کہا کہ تم کھاؤ میں تم کو دو بشارتیں سناؤں گا....جن میں سے پہلی یہ ہے کہ "اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم" میں مسلمان ہو گیا ہوں اور یہ کہہ کر زنار توڑ کر پھینک دیا اور دوسری بشارت یہ ہے کہ میں نے جو کھانے کیلئے دعا کی تھی وہ یہی کہہ کر کی تھی کہ یا اللہ اس محمدی کا اگر تیرے یہاں کوئی مرتبہ ہے تو اس کے طفیل تو

ہمیں کھانا دے.... اس پر یہ کھانا ملا ہے اور اسی وجہ سے میں مسلمان ہوا.... اس کے بعد ہم دونوں نے کھانا کھایا پھر آگے چل دیئے آخر مکہ مکرمہ پہنچے حج کیا اور وہ نو مسلم مکہ ہی میں ٹھہر گیا وہیں اس کا انتقال ہوا.... غفر اللہ لہ.... (جواہر پارے جلد سوم)

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی بادشاہ وقت سے ملاقات

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کو امیروں سے لیکر غریبوں تک میں ہر دلعزیزی اور مقبولیت حاصل تھی.... اکبر کے عہد حکومت میں ارباب شیعہ کا بہت زور ہو گیا تھا.... جہانگیر کے تخت نشین ہونے کے بعد اس کی بیوی نور جہاں بیگم کی وجہ سے اس فرقہ کو اور بھی ترقی ہوئی اور رقص و بدعات کی رسمیں عام مسلمانوں میں جاری ہونے لگیں....

حضرت کو جب ان امور کی اطلاع ہوئی تو اس فتنہ کے مقابلہ کیلئے تیار ہو گئے اور فرمایا کہ جب تک میں اپنے نفس پر تکلیف نہ اٹھاؤں گا.... دین کی تجدید کما حقہ نہ ہوگی....

چنانچہ روداد افض میں آپ مکاتب و رسائل تحریر فرمانے لگے .... اس پر امراء دربار (جو اکثر شیعہ تھے) برافروختہ ہو گئے.... اسی اثنا میں حضرت مجدد نے ایک عریضہ اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں بھیجا تھا جس میں عروج مقامات کا ذکر سلوک تھا.... ظاہر ہے موقعہ پرست علماء اور امراء دربار کو اچھا موقعہ ہاتھ آیا اور شہنشاہ جہانگیر کے پاس شکایت کی اور اس کو اس حد تک آمادہ کر لیا کہ وہ آپ کو سخت سزا دے....

چنانچہ بادشاہ نے حکم دیا کہ حضرت مجدد کو ہماری خدمت میں پیش کیا جائے.... حضرت کو آگرہ لایا گیا.... بادشاہ نے حضرت مجدد سے پوچھا کہ کیا تم اپنے آپ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بہتر بتاتے ہو....

آپ نے فرمایا کہ جس طرح اہل سنت میں علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل جاننے والا اہل سنت سے نکل جاتا ہے.... اسی طرح فرقہ صوفیاء میں اگر کوئی شخص اپنے آپ کو کتے سے جو کہ مخلوقات میں سب سے پلید ہے بہتر سمجھے وہ بھی اس فرقہ سے نکل جاتا ہے اور وہ صوفی نہیں ہوتا چہ جائیکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

سے اپنے آپ کو افضل سمجھے ....الغرض آپ نے اپنے مکتوبات کے رموز پر روشنی ڈالتے ہوئے بادشاہ کو مطمئن کر دیا بادشاہ کے مطمئن ہونے کے بعد بھی بدباطن حاسد اور جاہ پرست علماء اور شیعہ امراء طرح طرح سے جہانگیر کو حضرت کے خلاف ابھارتے رہے....

ایک روز موقعہ پا کر بادشاہ سے کہا کہ شیخ احمد کے ہزاروں مرید ہیں اور لشکر سلطانی میں بھی ان کے بہت سے مرید ہیں اور معتقد ہیں ایسا نہ ہو کہ شیخ احمد بادشاہ سے بغاوت کر دیں اور تمام اس کا ساتھ دیں....لہٰذا اس فتنہ کا بندوبست کرنا چاہئے....شیخ احمد آپ کا بھی باغی ہے ....آپ کو آزمانے کی ترکیب یہ ہے کہ اس کو آپ کے روبرو بلایا جائے اور سجدہ تحیت کیلئے مجبور کیا جائے....اگر وہ سجدہ کرے تو بہتر ہے ورنہ باغی تصور کیا جائے....

بادشاہ نے ایسا ہی کیا....آپ نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور صاف صاف فرمایا کہ اللہ کے سوا کسی کو بھی کسی قسم کا سجدہ جائز نہیں آپ کا انکار کرنا تھا کہ حاسدوں اور معاندوں نے ایک شور برپا کر دیا اور اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے ....غرضیکہ بادشاہ جہانگیر کے حکم سے آپ کو قلعہ گوالیار میں قید کر دیا گیا....آپ نے قلعہ گوالیار میں مقید ہونے کے باوجود رشد وہدایت کا سلسلہ قید خانہ میں بھی جاری رکھا جس کے نتیجہ میں تمام غیر مسلم قیدی مسلمان ہو گئے اور حضرت کے ہاتھ پر بیعت سے مشرف ہوئے....

حضرت مجددؒ نے یہ اہتمام کر رکھا تھا کہ کوئی سنت انبیاء علیہم السلام بھی ہاتھ سے نہ جائے....تقدیر الٰہی نے آپ کو سنت حضرت یوسف علیہ السلام پر عمل کرنے کا موقعہ عطا کیا....

حضرت کے مقید ہو جانے کی وجہ سے اگرچہ افغانستان سے لیکر ہند تک آپ کے لاکھوں معتقدوں میں بادشاہ کے خلاف سخت جوش پیدا ہو گیا تھا لیکن ان کو صبر کی تلقین فرماتے رہے....

آپ کے مکاتیب اس پر شاہد ہیں کہ آپ کو قید خانہ میں دو سال ہوئے تھے کہ جہانگیرؒ کو پتہ چلا کہ اس نے علماء کے غلط مشورہ پر حضرت کے ساتھ ظلم اور ناانصافی کی وہ بے حد شرمندہ اور نادم ہوا اور نہایت اعزاز کے ساتھ قلعہ سے رہا کیا اور اپنے بلوانے پر معذرت چاہی....خود بھی مرید ہو گیا اور شہزادہ خرم (شاہجہان) کو بھی حضرت کا مرید کرایا....

آپ آٹھ سال تک جہانگیر کے ہمراہ رہے اور اس کی فوج میں اصلاح وتربیت کا کام

کیا جس سے ایک خاموش انقلاب برپا ہوگیا جس کے اثرات کماحقہ.... سلطان عالمگیر کے عہد حکومت میں ظاہر ہوئے.... (تذکرہ اولیائے پاک وہند)

عالمگیر رحمہ اللہ کی وزراء سے ملاقات

عالم گیر رحمہ اللہ تعالیٰ کے زمانے میں علماء اس قدر کس مپرسی میں مبتلا ہو گئے کہ انہیں کوئی پوچھنے والا نہیں تھا عالم گیر رحمہ اللہ چونکہ خود عالم تھے اہل علم کی عظمت کو جانتے تھے انہوں نے کوئی بیان وغیرہ اخبارات میں شائع نہیں کرایا کہ علماء کی قدر کرنی چاہئے....

بلکہ یہ تدبیر اختیار کی کہ جب نماز کا وقت آ گیا تو عالم گیر رحمہ اللہ نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ آج فلاں والی ملک جودکن کے نواب ہیں وہ ہمیں وضو کرائیں چنانچہ جودکن کے والی تھے انہوں نے سات سلام کئے کہ بڑی عزت افزائی ہوئی کہ بادشاہ سلامت نے مجھے حکم دیا کہ میں وضو کراؤں.... وہ سمجھے کہ اب کوئی جاگیر ملے گی بادشاہ بہت راضی ہے.... نواب صاحب فوراً پانی کا لوٹا بھر لائے اور آ کر وضو کرانا شروع کر دیا....

عالمگیر رحمہ اللہ نے پوچھا کہ وضو میں فرض کتنے ہیں؟

انہوں نے ساری عمر کبھی وضو کیا ہوتا تو انہیں خبر ہوتی.... اب وہ حیران! کیا جواب دیں.... پوچھا واجبات کتنے ہیں؟

کچھ پتہ نہیں.... پوچھا سنتیں کتنی ہیں؟

جواب ندارد.... عالمگیر رحمہ اللہ نے کہا بڑے افسوس کی بات ہے کہ لاکھوں کی رعیت کے اوپر تم حاکم ہو.... لاکھوں کی گردنوں پر حکومت کرتے ہو اور مسلم تمہارا نام ہے.... تمہیں یہ بھی پتہ نہیں کہ وضو میں فرض.... واجب.... سنتیں کتنی ہیں.... مجھے امید ہے کہ میں آئندہ ایسی صورت نہ دیکھوں.... دوسرے کے ساتھ یہ برتاؤ کیا کہ رمضان المبارک کے مہینہ میں ان سے کہا: آپ ہمارے ساتھ افطار کریں اس نے کہا جہاں پناہ یہ تو عزت افزائی ہے.... ورنہ فقیر کی ایسی کہاں قسمت کہ بادشاہ سلامت یاد کریں.... جب افطار کا وقت ہوا تو عالم گیر رحمہ اللہ نے ان سے کہا کہ مفسدات صوم جن سے روزہ فاسد ہوتا ہے کتنے ہیں؟

انہوں نے کبھی اتفاق سے روزہ ہی نہیں رکھا تھا.... انہیں پتہ ہی نہیں تھا کہ روزے کے مفسدات کیا ہیں.... اب دوسرے صاحب چپ ہیں.... کیا جواب دیں!!

عالم گیر رحمہ اللہ نے کہا بڑی شرم کی بات ہے کہ تم مسلمانوں کے امیر والی ملک اور نواب کہلاتے ہو.... ہزاروں آدمی تمہارے حکم پر چلتے ہیں.... تم مسلمان.... ریاست کے والی ہو اور تمہیں یہ بھی پتہ نہیں کہ روزہ فاسد کن کن چیزوں سے ہوتا ہے؟!

اسی طرح کسی سے زکوٰۃ کا مسئلہ پوچھا تو زکوٰۃ کا مسئلہ نہ آیا.... کسی سے حج وغیرہ کا غرض سارے فیل ہوئے اور عالم گیر رحمہ اللہ نے سب کو یہ کہا کہ آئندہ میں ایسا نہ دیکھوں....

بس جب یہاں سے امراء واپس ہوئے اب انہیں مسائل معلوم کرنے کی ضرورت پڑی تو علماء کی تلاش شروع ہوئی اب علماء نے ناز شروع کئے کسی نے کہا ہم پانچ سو روپے تنخواہ لیں گے انہوں نے کہا حضور! ہم ایک ہزار روپیہ تنخواہ دیں گے اس لئے کہ جاگیریں جانے کا اندیشہ تھا پھر بھی علماء نہ ملے تمام ملک کے اندر اہل علم حضرات کی تلاش شروع ہوئی جتنے علماء طلباء تھے سب ٹھکانے لگ گئے بڑی بڑی تنخواہیں جاری ہوگئیں اور ساتھ ہی یہ کہ جتنے امراء تھے انہیں مسائل معلوم ہو گئے اور دین پر انہوں نے عمل شروع کردیا.... (انمول موتی)

سلطان عالمگیر رحمہ اللہ کی ایک نواب سے ملاقات

سلطان عالمگیر نے نواب مکرم خان کو صوبہ پنجاب کا گورنر بنایا.... کچھ عرصے اس نے استعفیٰ دے دیا بادشاہ ان کے گھر گئے کہ نواب صاحب کیوں استعفیٰ دے دیا فرمایا دنیا سے بڑا لطف اٹھایا.... اب حکومت میں رہ کر اللہ پاک کو راضی کرنا مشکل بات ہے اورنگ زیب عالمگیر نے پوچھا کہ نواب صاحب آپ کی عمر کتنی ہے .... جواب میں فرمایا چار سال.... سلطان نے تعجب کیا اور فرمایا کہ یہ کیسی باتیں کر رہے ہیں میری عمر 80 کے قریب ہے آپ تو مجھ سے ایک دو سال بڑے بھی ہیں .... اس پر نواب صاحب نے وہ جواب دیا جو ہم سب کیلئے نصیحت آموز ہے.... فرمایا عمر تو میری زیادہ ہے لیکن جو عمر آخرت میں مجھے کام آسکتی ہے وہ چار سال کی عمر ہے.... اس لئے کہ جب سے خواجہ محمد معصوم کے ہاتھ پر توبہ کی ہے اور

اس کی خدمت میں میری عمر گزری ہے تو میری زندگی یہی چار سال کی ہے اور باقی زندگی تو گپ شپ اور فضولیات میں گزری ہے....(ہمارے حکمران)

فائدہ.... ہم خود سوچے کہ ہماری زندگی کس چیز میں گزر رہی ہے جس نے اسلامی مدرسوں میں.... تبلیغ میں اور اللہ کے دین کی فکر میں زندگی گزاری.... بس وہی کامیاب ہو گیا اور اس کی زندگی قیمتی بن گئی.... ایک حدیث میں آتا ہے کہ خوش قسمت وہ ہے من طال عمرہ و حسن عملہ جس کی عمر لمبی ہو اور عمل نیک ہو....(ترمذی شریف)

ملا جیون کی عالمگیر رحمہ اللہ سے ملاقات

ملا جیون اورنگزیب عالمگیر کے استاد تھے ایک دفعہ عالمگیر نے اسے نذرانے میں صرف دو آنے دیدیئے.... مولانا گھر لے آئے بیوی سے کہا کہ بادشاہ تو ویسے زیادہ نذرانہ دیتا تھا.... آج جو دو آنے دیئے ہیں.... اس میں کوئی راز ہے اسے سنبھال کر رکھو اور کوئی چیز اس سے خرید لو میرا خیال ہے کہ اس میں برکت ہو گی.... بیوی نے اس سے انڈے خریدے جس سے چوزے نکل گئے ایک انڈہ بھی خراب نہیں ہوا.... مرغیوں سے بکریاں لے لیں بکریوں سے گائیں خریدیں.... ان سے زمین خرید لی.... عالمگیر تک یہ رپورٹ پہنچ گئی کہ آپ کا استاد محترم لوگوں سے رشوتیں لے رہا ہے جبھی تو زمین خریدی ہے.... عالمگیر نے اپنے استاد محترم کو دعوت پر بلایا اور بڑے ادب سے پوچھا کہ استاد صاحب! سنا ہے آپ مالدار ہو گئے ہیں زمین خریدی ہے.... کہاں سے اتنے پیسے ملے؟

فرمایا یہ تو آپ کے وہ دو آنے جو آپ نے دیئے تھے.... یہ اس کی برکت ہے.... استاد نے فرمایا اب آپ کو بتلانا پڑے گا کہ یہ دو آنے بڑے برکت والے تھے.... کہاں سے آپ کو ملے تھے اورنگزیب نے نوکر کو بھیجا کہ فلاں ہندو مہاجن کو بلاؤ اور اس کو بتلاؤ کہ تین سالہ حساب کتاب والا کھاتہ بھی لیکر آؤ.... مہاجن نے تین سالہ کھاتہ (رجسٹر) اٹھا کر بادشاہ کی خدمت میں پہنچایا.... بادشاہ نے کہا فلاں تاریخ کا کھاتہ نکالو اس میں اخراجات کے سلسلے میں کیا لکھا ہے؟

اس نے کھولا تو یہ بات سامنے آگئی کہ فلاں تاریخ کو بارش ہوئی تھی کمرے کی چھت سے پانی آرہا تھا تو ایک مزدور کو بلایا سامنے ایک گلی میں مزدور کھڑا تھا رات کا ٹائم تھا اس سے

کمرے کی مرمت کرائی اور دو آنے مزدوری دیدی.... عالمگیر نے استاد محترم سے فرمایا کہ وہ مزدور آپ کا یہ شاگرد تھا.... میں نے اس ہندو کے گھر میں رات کے وقت دو آنے مزدوری پر کام کیا تھا اور وہی دو آنے آپ کو دیئے اس بات کے سنانے پر بادشاہ بھی رویا اور استاد محترم ملا احمد احمد جیون بھی رو پڑے.... یہ تھے عالمگیر بادشاہ جنہوں نے حکومت میں رہ کر قرآن مجید حفظ کیا اور پچاس سال تک ہندوستان میں دھوم دھام کی حکومت تھی.... (تذکرہ قاریان ہند)

سلطان عالمگیر رحمہ اللہ کی ایک بہروپئے سے ملاقات

اورنگزیب عالمگیر رحمہ اللہ کے پاس ایک بہروپیا آتا تھا.... وہ مختلف روپ بدل کر آتا تھا.... اورنگزیب ایک تجربہ کار شخص تھے جو اس طویل وعریض ملک پر حکومت کر رہے تھے.... اس کو پہچان لیتے.... وہ فوراً کہہ دیتے کہ تو فلاں ہے.... میں جانتا ہوں.... وہ ناکام رہتا.... پھر دوسرا بھیس بدل کر آتا پھر وہ تاڑ جاتے اور کہتے میں نے پہچان لیا تو فلاں کا بھیس بدل کر آیا ہے تو تو فلاں ہے.... بہروپیا عاجز آ گیا.... آخر میں کچھ دنوں تک خاموشی رہی.... ایک عرصہ تک وہ بادشاہ کے سامنے نہیں آیا.... سال دو سال کے بعد شہر میں یہ افواہ گرم ہوئی کہ کوئی بزرگ آئے ہوئے ہیں اور وہ فلاں پہاڑ کی چوٹی پر خلوت نشین ہیں.... چلہ کھینچے ہوئے ہیں.... بہت مشکل سے لوگوں سے ملتے ہیں.... کوئی بڑا خوش قسمت ہوتا ہے.... جس کا وہ سلام یا نذر قبول کرتے ہیں اور اس کو باریابی کا شرف بخشتے ہیں.... بالکل یکسو اور دنیا سے گوشہ گیر ہیں.... بادشاہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحریک کے مکتب کے پروردہ تھے اور ان کو اتباع سنت کا خاص اہتمام تھا.... وہ اتنی جلدی کسی کے معتقد ہونے والے نہیں تھے.... انہوں نے اس کا کوئی نوٹس نہیں لیا.... ان کے اراکین دربار نے کئی بار عرض کیا کہ کبھی جہاں پناہ بھی تشریف لے چلیں اور بزرگ کی زیارت کریں اور ان کی دعا لیں.... انہوں نے ٹال دیا دو چار مرتبہ کہنے کے بعد بادشاہ نے فرمایا کہ اچھا بھئی چلو کیا حرج ہے.... اگر خدا کا کوئی مخلص بندہ ہے اور خلوت گزیں ہے تو اس کی زیارت سے فائدہ ہی ہوگا.... بادشاہ تشریف لے گئے اور مؤدب ہو کر بیٹھ گئے اور دعا کی درخواست کی اور ہدیہ پیش کیا....

درویش نے لینے سے معذرت کی .... بادشاہ وہاں سے رخصت ہوئے تو درویش کھڑے ہوگئے اور آداب بجالائے .... فرشی سلام کیا اور کہا کہ جہاں پناہ! مجھے نہیں پہچان سکے .... میں وہی بہروپیا ہوں جو کئی بار آیا اور سرکار پر میری قلعی کھل گئی .... بادشاہ نے اقرار کیا .... کہا بھائی بات تو ٹھیک ہے .... میں اب نہیں پہچان سکا لیکن یہ بتاؤ کہ میں نے جب تمہیں اتنی بڑی رقم پیش کی جس کیلئے تم یہ سب کمالات دکھاتے تھے .... تو تم نے کیوں نہیں قبول کیا؟

اس نے کہا سرکار میں نے جس کا بھیس بدلا تھا ان کا یہ شیوہ نہیں .... جب میں ان کے نام پر بیٹھا اور میں نے ان کا کردار ادا کرنے کا بیڑہ اٹھایا تو پھر مجھے شرم آئی کہ میں جن کی نقل کر رہا ہوں .... ان کا یہ طرز نہیں کہ وہ بادشاہ کی رقم قبول کریں .... اس لئے میں نے نہیں قبول کیا ....

اس واقعہ سے دل و دماغ کو ایک چوٹ لگتی ہے کہ ایک بہروپیہ کہہ سکتا ہے تو پھر سنجیدہ لوگ .... صاحب دعوت انبیاء علیہم السلام کی دعوت قبول کر کے ان کا مزاج اختیار نہ کریں .... یہ بڑے ستم کی بات ہے .... ہم داعی و مبلغ ہوں .... یا دین کے ترجمان یا شارح .... ہمیں یہ بات پیش نظر رکھنی چاہئے کہ یہ دین اور دعوت ہم نے انبیاء علیہم السلام سے اخذ کی ہے اگر انبیاء علیہم السلام یہ دعوت لے کر نہ آتے تو ہم کو اس کی ہوا بھی نہ لگتی ....

حضرت حاتمؒ اور قاضی رَیؒ کی ملاقات

ابونعیم تحریر فرماتے ہیں .... ''بلخ سے حاتم رحمۃ اللہ علیہ حج کے ارادہ سے نکلے .... راستہ میں شہر رَے میں ٹھہرے ایک تاجر کے مہمان تھے .... تاجر نے ایک دن ان سے پوچھا کہ شہر کے ایک عالم بیمار ہیں میں ان کی عیادت کے لئے جا رہا ہوں .... حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ عالم ہیں تو میں بھی چلتا ہوں .... کیونکہ فقیہ کی عیادت کی بڑی فضیلت ہے بلکہ ..... **النظر الی الفقیہ عبادۃ** فقیہ کی طرف تو دیکھنا بھی عبادت ہے ....

اور اصل یہ رَے کے قاضی القضاۃ محمد بن مقاتل تھے اس زمانے میں بیمار ہو گئے تھے ....

جب تاجر کے ساتھ قاضی صاحب کے دروازے پر حاتم اصمؒ پہنچے تو دیکھا کہ دروازہ کیا ہے وہ تو بڑی عظیم الشان ڈیوڑھی کا آستانہ ہے .... حاتم رحمۃ اللہ علیہ سوچ میں پڑ گئے اور بولے

”باب عالم علیٰ ھذہ الحال ایک عالم کے دروازہ کا یہ حال؟

اتنے میں اندر سے طلبی آئی ڈیوڑھی میں داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ:

پھولوں کا چمن ایک طرف ہے فوارے سے پانی اچھل رہا ہے.... آگے ہر ہر کمرے کے سامنے پردے پڑے ہوئے ہیں.... لوگوں کا ایک مجمع ہے (یعنی نوکروں چاکروں کا)

حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ کی حیرت بڑھتی جارہی تھی آخر قاضی کے سامنے پہنچے دیکھا کہ:

ایک مکلّف گدا بچھا ہوا ہے اس پر قاضی صاحب آرام فرمارہے ہیں اور ان کے سرہانے قطار باندھے غلام کھڑے ہیں.... مہمانوں کو دیکھ کر قاضی صاحب اپنی مسند پر بیٹھ گئے اور حاتم اصمؒ سے بھی کہا کہ تشریف لائیے.... بیٹھئے.... لیکن وہ کھڑے ہی رہے.... جب قاضی صاحب نے بیٹھنے پر اصرار کیا اور ان کو دیکھا کہ انکار پر مصر ہیں تو حاتمؒ سے پوچھا کہ کیا آپ کسی ضرورت سے تشریف لائے ہیں؟

بولے ہاں! قاضی نے کہا تو فرمایئے کیا ضرورت ہے؟

حاتمؒ نے کہا کہ ایک مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہوں.... قاضی نے کہا پوچھئے.... بولے ذرا اطمینان کے ساتھ آپ بیٹھ جایئے.... غلام سامنے کھڑے تھے.... تکیے قاضی صاحب کی پیٹھ کے پیچھے رکھ دیئے گئے اور ان ہی سے ٹیک لگا کر وہ بیٹھ گئے انتظار کرنے لگے کہ حاتم رحمۃ اللہ علیہ کیا پوچھتے ہیں.... پھر یہ مکالمہ دونوں میں شروع ہوا....

حاتمؒ: آپ نے یہ علم کن لوگوں سے سیکھا ہے؟

قاضی: بڑے بڑے معتبر اساتذہ سے....

حاتمؒ: ان کے پاس علم کہاں سے آیا تھا؟

قاضی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ سے....

حاتمؒ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم.... ان کے پاس علم کہاں سے آیا تھا....

قاضی: جبرئیل علیہ السلام لائے تھے....

حاتمؒ: ہاں! تو ذرا یہ فرمایئے آپ کے پاس علم کا جو ذخیرہ ہے وہی ذخیرہ جسے اللہ سے جبرئیل نے پایا اور جبرئیل نے رسول اللہ کو پہنچایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ذخیرہ

صحابہؓ تک پہنچا...... اور صحابہؓ سے آپ کے بڑے بڑے معتبر اساتذہ تک پہنچا.... اس ذخیرے میں کہیں اس کی بھی اطلاع دی گئی ہے کہ جس کا گھر امیروں کے گھر کے مانند ہوگا اور جس کے پاس امیرانہ ٹھاٹ باٹ ہوگا اللہ کے نزدیک اسی کا مرتبہ سب سے زیادہ بلند ہوگا؟

قاضی: نہیں یہ تو میں نے نہیں سنا....

حاتمؒ: یہ نہیں سنا تو پھر کیا اس کا علم بھی آپ تک پہنچا ہے یا نہیں کہ دنیا سے رخ پھیر کر آخرت کی تعمیر میں جو زیادہ مشغول رہیں گے اور غربا و مساکین سے جو زیادہ محبت کریں گے اور آئندہ زندگی کی تیاری کرتے رہیں گے خدا کے نزدیک ان ہی کا رتبہ بلند ہوگا؟

اسی کے ساتھ حاتم اصمؒ کو جوش آیا اور اسی جوش میں فرمانے لگے....

''تم نے اپنے آپ کو کن لوگوں کی زندگی سے مطمئن کر رکھا ہے.... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ اور امت کے صالحین کی زندگی سے؟

یا فرعون اور نمرود کی زندگی میں تمہارے قلب نے اطمینان کو پایا ہے وہی فرعون وہی نمرود جس سے اینٹ اور چونے کی تعمیر کی ابتدا ہوئی....''

قاضی ابن مقاتل سن رہے تھے اور حاتمؒ فرماتے جاتے تھے کہ

''اے علماء سوء تم ہی جلیسوں کو ایک بیچارا غریب جاہل مسلمان دنیادار دیکھتا ہے اور کہتا ہے کہ جب عالم اس حال میں ہے تو پھر اپنے آپ کو میں اس سے زیادہ برے حال میں نہیں پاتا....

کہتے ہیں کہ بیچارے قاضی صاحب کے ہوش حاتم رحمۃ اللہ علیہ کی اس تقریر سے جاتے رہے، بجائے صحت کے بیماری میں اور اضافہ ہوگیا.... اسی حال میں چھوڑ کر حاتم رحمۃ اللہ علیہ ان کے گھر سے باہر نکل آئے....'' (حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۸۰)

''اہل رَی کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو انہوں نے حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ: حضور: قزوین کے طنافسی عیش پرستی میں ان سے کہیں آگے بڑھے ہوئے ہیں.... حضرت حاتمؒ طنافسی کے پاس پہنچے.... اور ایک ناواقف کی شکل میں قاضی طنافسی سے وضو کرنے کا طریقہ پوچھا.... انہوں نے بتلا دیا.... بولے کہ میں آپ کے سامنے وضو کر کے دکھاتا ہوں کوئی غلطی ہو جائے تو درست کر دیجئے گا.... یہ کہہ کر وضو کرنے لگے.... ابتداء میں

تو تین تین دفعہ ہر عضو کو دھویا جب ہاتھ دھونے کی باری آئی تو بجائے تین دفعہ کے چار دفعہ ہاتھوں کو دھویا.... طنافسی نے ٹوکا کہ تم نے غلطی کی .... بولے کیا غلطی ہوئی .... قاضی نے کہا کہ تین بار سے زیادہ دھونا پانی کو بیکار ضائع کرنا ہے اور شریعت میں اس کو بھی اسراف (فضول خرچی) قرار دیا گیا ہے .... تب حاتم نے سر اٹھایا ور کہنے لگے کہ سبحان اللہ قاضی صاحب میں غریب آدمی تو ایک چلو بہا کر اسراف کا مرتکب ٹھہریا گیا اور جناب والا نے یہ طمطراق جو اکٹھا کر رکھا ہے آخر یہ کیا ہے؟

قاضی طنافسی سمجھ گئے کہ حاتمؒ کا مطلب وضو کا طریقہ سیکھنا نہیں بلکہ انہیں متنبہ کرنا تھا.... چنانچہ ان پر اس کا اتنا اثر ہوا کہ گھر گئے تو چالیس دن تک باہر نہیں نکلے...." (جواہر پارے جلد دوم)

ایک دیہاتی کی بادشاہ سے ملاقات

ایک مرتبہ عرب میں قحط پڑا اور پانی تک بالکل خشک ہو گیا ایک بدوی تھا اول تو وہ یوں بھی معاش نہ رکھتا تھا پھر اس پر قحط کی وجہ سے اور بھی تنگی میں مبتلا ہو گیا.... اس کی بیوی نے کہا آخر گھر میں کب تک بیٹھو گے کہیں نکلو کچھ کماؤ.... اس نے کہا جب مجھ کو کوئی ہنر نہیں آتا تو کہاں جاؤں ....اور کہاں جاؤں گا...... بیوی نے کہا خلیفۂ بغداد کے پاس جاؤ اور حاجت پیش کرو.... غرض حاجت کے لئے کسی ہنر کی ضرورت نہیں.... اس نے کہا یہ ٹھیک ہے مگر خود خلیفہ کے پاس جانے کے لئے کچھ تحفہ چاہئے سو تحفہ کیا لے جاؤں.... کہنے لگی یہ گاؤں میں جو تالاب خشک ہو گیا ہے اور گڑھے میں کچھ پانی رہ گیا ہے بس اسی کا پانی لے جاؤ بھلا ایسا پانی خلیفہ کو کہاں نصیب.... وہ یہ سمجھتی تھی کہ بغداد میں بھی ہمارے گاؤں کی طرح نہ رہا ہوگا.... سچ کہا.... واقعی خلیفہ کو ایسا سڑا ہوا پانی کیوں ملنے لگا.... غرض وہ پانی اس نے گھڑے میں بھرا.... یہ سر پر رکھ کر سیدھا بغداد خلیفہ کی طرف روانہ ہوا جب وہاں پہنچا تو خلیفہ تک پہنچایا گیا.... سر پر سڑے ہوئے پانی کا گھڑا جسے بیوی نے خوب اچھی طرح بند بھی کر دیا تھا.... رکھا ہوا خلیفہ کے سامنے پہنچا اور جاتے ہی گھڑا تخت پر خلیفہ کے رکھ دیا.... خلیفہ نے پوچھا یہ کیا ہے کہنے لگا ھذا ماء الجنة .... یہ جنت کا پانی ہے .... خلیفہ نے حکم دیا کہ کھولو کھولا گیا تو سارا دربار سڑ گیا مگر خلیفہ ایسا کریم النفس تھا نا ک

بھوؤں بھی نہیں چڑھائی ....خلیفہ کی تہذیب کے اثر سے سارا دربار خاموش رہا.... خلیفہ نے خدمت گار کو حکم دیا کہ لے جاؤ اسے ہمارے خزانہ میں رکھو اور ان کا گھڑا خالی کر کے اشرفیوں سے بھر دو....اور ان کی خوب خاطر مدارات کرو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا....

جب رخصت کا وقت آیا حکم ہوا کہ واپسی میں انہیں دجلہ کے راستے سے ان کے گھر روانہ کرو....اشرفیوں سے گھڑا بھرا جانا "اُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِہِمْ حَسَنٰتٍ" کا تو مصداق تھا مگر اس نے جو دجلہ دیکھا اور اس کے پانی کی لہریں اور ٹھنڈی ہواؤں کا لطف نظر آیا پھر تو اس پر گھڑوں پانی پڑ گیا کہ جس کے قبضہ میں اتنا بڑا دریا ہے اس کے دربار میں میں نے یہ ہدیہ پیش کیا....'' (جواہر پارے جلد دوم)

بادشاہ وقت کی افلاطون سے ملاقات

ایک بار بادشاہ وقت افلاطون کے پاس آیا.... جب رخصت ہونے لگا تو افلاطون نے کہا کہ میں آپ کی دعوت کرنا چاہتا ہوں .... بادشاہ نے دل میں کہا کہ معلوم ہوتا ہے زیادہ دنوں تک تنہائی میں رہتے رہتے خبط ہو گیا ہے....

اس بناء پر بادشاہ نے عذر کیا افلاطون کو اس خیال کا ادراک تھا اس لئے افلاطون نے کہا تھا میں آپ کی دعوت کرنا چاہتا ہوں یہ سن کر بادشاہ نے دل میں تو یہی کہا کہ واقعی اس کے دماغ میں خلل معلوم ہوتا ہے اس کے پاس ضروری سامان تک نہیں یہ مجھے کھلائے گا کیا ....لیکن زبان سے یہ بات تو ادب کی وجہ سے کہہ نہ سکا کہ یہ عذر کیا کہ آپ کو فضول تکلیف ہو گی افلاطون نے کہا کہ نہیں مجھے کچھ تکلیف نہیں ہو گی میرا جی چاہتا ہے .... جب اصرار دیکھا تو بادشاہ نے دعوت منظور کر لی کہ اچھا آجاؤں گا اور ایک آدھ ہمراہی بھی میرے ساتھ ہو گا افلاطون نے کہا کہ نہیں مع لشکر اور وزراء امراء سب کی دعوت ہے .... غرض ایک ساتھ دس ہزار افراد کی دعوت کر دی اور لشکر معمولی نہیں خاص شاہی لشکر بادشاہ نے کہا خیر خبط تو ہے ہی یہ بھی سہی غرض تاریخ معین پر بادشاہ مع لشکر اور جملہ امراؤ امراء کے افلاطون کے پاس جانے کے لئے شہر سے باہر نکلا تو کئی میل پہلے سے دیکھا کہ چاروں طرف استقبال کا سامان

نہایت تزک واحتشام کے ساتھ کیا گیا ہے ہر شخص کے لئے اس کے درجہ کے موافق الگ الگ کمرہ موجود ہے اور دوطرفہ باغ لگے ہوئے ہیں رات کا وقت تھا ہزاروں قندیل جگہ جگہ ناچ رنگ نہریں یہ اور وہ ایک عجیب منظر پیش نظر تھا اب بادشاہ نہایت حیران کہ یا اللہ یہاں تو کبھی کوئی ایسا شہر تھا نہیں غرض ہر شخص کو مختلف کمروں میں اتارا گیا اور ہر جگہ نہایت اعلیٰ درجہ کا سامان فرش فروش جھاڑ فانوس.... افلاطون نے خود آ کر استقبال کیا کی اور بادشاہ کا شکریہ ادا کیا.... ایک بہت بڑا مکان تھا اس میں سب کو جمع کر کے کھانا کھلایا گیا کھانے ایسے لذیذ کہ عمر بھر کبھی نصیب نہ ہوئے تھے بادشاہ کو بڑی حیرت کہ معلوم نہیں اس شخص نے اس قدر جلد یہ انتظامات کہاں سے کئے بظاہر اس کے پاس کچھ جمع پونجی بھی نہیں معلوم ہوتی یہاں تک کہ جب سب کھا پی چکے تو عیش وطرف کا سامان ہوا ہر شخص کو ایک الگ کمرہ سونے کے لئے دیا گیا جو ہر قسم کے ساز و سامان سے آراستہ پیراستہ.... اندر گئے تو دیکھا کہ تمیم لطف اور تکمیل عیش کے لئے ایک ایک حسین عورت بھی ہر جگہ موجود ہے غرض سارے سامان عیش و طرب کے موجود تھے خیر وہ لوگ کوئی متقی پرہیز گار تو تھے نہیں.... اہل خانقاہ تھوڑا ہی تھے بلکہ خواہ مخواہ کے آدمی تھے.... یہ رنگ مہمانی کا دیکھ کر بڑے خوش ہوئے اور رات بھر خوب عیش اڑائے کیونکہ ایسی رات انہیں پھر کہاں نصیب ہوتی یہاں تک کہ سو گئے......

جب صبح آنکھ کھلی تو دیکھتے کیا ہیں کہ نہ باغ ہے بلکہ نرا راغ ہے نہ درخت ہیں بلکہ نرے کرخت ہیں یعنی بجائے درختوں کے دیکھ کر پتھر کھڑے ہوئے ہیں اور ایک ایک پولا جوتی سب کی بغل میں ہے اور پاجامہ خراب ہے یہ عورتیں تھیں بڑے شرمندہ ہوئے کہ لاحول ولاقوۃ یہ کیا قصہ ہے بادشاہ کی بھی یہی حالت تھی افلاطون نے بادشاہ سے کہا کہ تم نے دیکھا یہ ساری دنیا جس پر تمہیں اتنا ناز ہے ایک عالم خیال ہے اور حقیقت اس کی کچھ بھی نہیں .... اس قدر قوی تصرف تھا افلاطون کے خیال کا کہ بس اس نے یہ خیال جمالیا کہ ان سب کے متخیلہ میں یہ ساری چیزیں موجود ہوجائیں بس سب کو وہی نظر آنے لگیں جب وہ لوگ سو گئے اس نے اس خیال کو ہٹالیا پھر صبح اٹھ کر جو انہوں نے دیکھا تو کچھ بھی نہ تھا.... افلاطون مجاہدہ وریاضت بہت کئے ہوئے تھے.... اس لئے یہ قوت ان کے خیال میں پیدا

ہوگئی تھی یہ تصوف نہیں ہے تصرف ہے.... یہ اور چیز ہے وہ اور چیز ہے بس مزہ سب سرد ہو گیا افلاطون نے کہا کہ جیسے تمہیں ان چیزوں میں مزہ آتا ہے مجھے بالکل نہیں آتا کیونکہ مجھے ان کی حقیقت معلوم ہے۔ (خطبات حکیم الامت)

شیخ سعدی رحمہ اللہ کی ایک تاجر سے ملاقات

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''گلستان'' میں لکھتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ سفر کر رہا تھا.... سفر کے دوران میں نے ایک تاجر کے گھر میں قیام کیا.... اس تاجر نے ساری رات میرا دماغ چاٹا اور اپنی تجارت کے قصے مجھے سناتا رہا کہ فلاں جگہ میری یہ تجارت ہے.... ہندوستان میں فلاں کاروبار ہے.... ایران میں فلاں چیز کا کاروبار ہے.... خراسان میں فلاں چیز کا کاروبار ہے.... وغیرہ وغیرہ.... سارے قصے سنانے کے بعد آخر میں کہنے لگا کہ میری تمام آرزوئیں تو پوری ہوگئیں.... میری تجارت پروان چڑھ گئی.... البتہ اب مجھے ایک آخری سفر تجارت کیلئے کرنے کا ارادہ ہے.... آپ دعا کر دیجئے کہ میرا وہ سفر کامیاب ہو جائے تو اس کے بعد قناعت کی زندگی اختیار کرلوں گا اور بقیہ زندگی دکان پر بیٹھ کر گزار لوں گا....

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پوچھا کہ وہ آخری سفر کہاں کا ہے اس نے جواب دیا کہ میں یہاں سے فلاں سامان خرید کر چین جاؤں گا.... وہاں اس کو فروخت کروں گا.... پھر چین سے چینی شیشہ خرید کر روم لے جا کر فروخت کروں گا.... اس لئے کہ چینی شیشہ روم میں اچھے داموں میں فروخت ہوتا ہے.... پھر روم سے فلاں سامان لے کر اسکندریہ جاؤں گا اور وہاں اس کو فروخت کروں گا.... پھر اسکندریہ سے قالین ہندوستان لے جا کر فروخت کروں گا اور ہندوستان سے گلاس خرید کر حلب لے جا کر فروخت کروں گا وغیرہ وغیرہ.... اس طرح اس نے ساری دنیا کے طویل سفر کا منصوبہ پیش کیا اور کہا کہ دعا کرو کہ میرا یہ منصوبہ کسی طرح پورا ہو جائے تو اس کے بعد بقیہ زندگی قناعت کے ساتھ اپنی دکان پر گزار دوں گا.... یعنی یہ سب کچھ کرنے کے بعد بھی بقیہ زندگی دکان پر گزارے گا....

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ سب کچھ سننے کے بعد میں نے اس سے کہا کہ

آں شنیدہ ستی کہ در صحرائے غور　　رخت سالار افتادہ اسپ طور
گفت چشم تنگ دنیا دار را　　یا قناعت پر کند یا خاک گور

میں نے اس سے کہا کہ تم نے یہ قصہ سنا ہے کہ غور کے صحراء میں ایک بہت بڑے سوداگر کا سامان اس کے خچر سے گرا ہوا پڑا تھا.... اس کا خچر بھی مرا ہوا پڑا تھا اور خود وہ سوداگر بھی مرا ہوا پڑا تھا اور وہ سامان اپنی زبان حال سے یہ کہہ رہا تھا کہ دنیادار کی تنگ نگاہ کو یا قناعت پر کر سکتی ہے.... یا قبر کی مٹی پر کر سکتی ہے.... اس کی تنگ نگاہ کو تیسری کوئی چیز پر نہیں کر سکتی.... شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ جب یہ دنیا انسان کے اوپر مسلط ہو جاتی ہے تو اس کے دل میں دنیا کے سوا دوسرا خیال نہیں آتا .... یہ ہے حب دنیا جس سے منع کیا گیا ہے.... اگر یہ حب دنیا نہ ہو اور پھر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے مال دیدے اور اس مال کے ساتھ دل اٹکا ہوا نہ ہو اور وہ مال اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی میں رکاوٹ نہ بنے.... بلکہ وہ مال اللہ تعالیٰ کے احکام بجالانے میں صرف ہو.... تو پھر وہ مال دنیا نہیں ہے بلکہ وہ مال بھی آخرت کا سامان ہے.... لیکن اگر اس مال کے ذریعہ آخرت کے کاموں میں رکاوٹ پیدا ہو گئی تو وہ حب دنیا ہے جس سے روکا گیا ہے.... (اصلاحی خطبات ج ۱۲)

ابن خاقان کی معتصم باللہ سے ملاقات

معتصم باللہ بادشاہ کا ایک وزیر تھا جس کا نام خاقان تھا.... خاقان بیمار تھا بادشاہ عیادت کیلئے ان کے گھر گئے.... وزیر کا چھوٹا بیٹا تھا جس کا نام فتح بن خاقان تھا بلا کا ذہین تھا .... بادشاہ نے اس کا امتحان لیا.... اس سے پوچھا کہ بیٹے! آپ کا گھر اچھا ہے یا میرا؟

بڑا پیارا جواب دیا کہا! ہمارا گھر بادشاہ کے گھر کا مقابلہ کر سکتا ہے.... لیکن جب تک بادشاہ ہمارے گھر میں بیٹھا ہے تو پھر ہمارا گھر اچھا وہ بھی بادشاہ کی وجہ سے.... زینت المکان بالمکین.... بادشاہ نے داد دی.... بادشاہ نے اپنی انگوٹھی نکالی اور اپنی ہتھیلی پر رکھ دی اور پوچھا کہ بیٹے اس انگوٹھی سے جو یاقوت کی ہے آپ نے اس سے زیادہ قیمتی چیز دیکھی ہے؟

کہا بالکل دیکھی ہے جس ہتھیلی نے اس کو اٹھایا ہے وہ اس انگوٹھی سے زیادہ قیمتی ہے اس لئے کہ ہتھیلی بھی بادشاہ کی ہے.... بادشاہ نے بڑا انعام دیا.... (اذکیاء امت)

غیرت مند ملکہ کی ہلاکو خان سے ملاقات

جب ہلاکو خان بغداد میں داخل ہوا اور خلیفہ مستعصم باللہ قتل ہوا.... خلیفہ تلاوت میں مصروف تھا.... اس کے پاس اس کی نوجوان بیٹی بھی بیٹھی ہوئی تھی.... ایک تیر آیا اور بچی کو لگا وہ بیچاری فوت ہوگئی.... اس کا خون زمین پر اس انداز سے گرا کہ اس سے ایک تحریر نمودار ہوگئی کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر مصیبت نازل فرماتے ہیں تو لوگوں کی عقل ختم ہو جاتی ہے اور بے گناہ لوگ مارے جاتے ہیں.... ہلاکو خان کے پاس ملکہ کو لایا گیا ملکہ نے راستے میں فوج کی نگرانی میں لونڈی کے کان میں کوئی بات سنائی.... ملکہ مطمئن تھی.... جب اندر آئی تو ہلاکو خان سے کہا کہ سامنے خلیفہ کی تلوار ہے.... اس میں ایک خصوصیت ہے کہ جب تک خلیفہ اس سے وار نہ کرے یہ کسی کو زخم نہیں پہنچا سکتی ہے.... اگر آپ کو یقین نہ ہو تو اس کا تجربہ بھی آپ کے سامنے کیے دیتی ہوں.... ہلاکو خان تعجب کر رہا تھا اور اپنے شوق کا اظہار کیا ملکہ نے اس لونڈی کو اشارہ کیا اور اس نے ایک بھرپور وار ملکہ پر کر دیا جس سے اس مقدس خاتون کے دو ٹکڑے ہوگئے اور اس طرح اپنی جان دیکر اپنی عصمت بچائی.... ہلاکو خان کو اس ناکامی پر بڑا غصہ آیا لیکن اب کیا ہوسکتا تھا.... جان دیدی.... مگر کافر بادشاہ کا ہاتھ اپنے جسم کو نہیں لگوایا.... بادشاہ اس کے ساتھ شادی کرنا چاہتا تھا.... (طبقات الشافعیہ للسبکی)

ابو موسیٰ صالح کی ام الخیر سے ملاقات

''گیلان'' کے قصبے میں ایک خدا پرست ولی کامل ''حضرت ابو صالح موسیٰ'' رہتے تھے.... ایک دفعہ انہوں نے دیکھا کہ ندی میں ایک سیب بہتا ہوا آ رہا ہے.... چنانچہ انہوں نے اسے نکال کر کھا لیا.... فوراً خیال آیا کہ باغ کے مالک سے اجازت لئے بغیر مجھے سیب کھانے کا حق نہیں تھا.... سخت پریشان ہوئے.... باغ کے مالک ''حضرت عبداللہ صومعی'' کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معافی طلب ہوئے....

حضرت عبداللہ صومعی اس نوجوان کا زہد و اتقاد یکھ کر حیران رہ گئے.... ان کا حسب نسب دریافت کیا.... کچھ دیر تامل کیا.... اس کے بعد فرمایا ''میں اس وقت تک تمہیں معاف

نہیں کروں گا جب تک میری ایک شرط پوری نہ کرو....''

انہوں نے کہا ''میں آپ کی ہر خواہش پوری کرنے کے لئے تیار ہوں....''

حضرت عبداللہ صومعی نے فرمایا کہ میری بیٹی ''ام الخیر'' کو اپنی زوجیت میں قبول کرو لیکن یہ سمجھ لو کہ وہ گونگی.... بہری.... لولی.... لنگڑی اور اندھی ہے.... حضرت ابو موسیٰ یہ سن کر کچھ دیر کے لئے خاموش ہو گئے لیکن پھر خیال آیا کہ تمام عمر کا زہد و تقویٰ ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہے.... رزق حلال میں حرام کی آمیزش ہو گئی ہے.... یہ شرط مانے بغیر چارہ نہیں.... چنانچہ انہوں نے یہ رشتہ منظور کر لیا....

جب حضرت ابو موسیٰ صالح حجلہ عروسی میں پہنچے تو وہاں ایک پیکر حسن و جمال کو دیکھ کر توبہ استغفار کیا اور حضرت عبداللہ صومعی کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا ''آپ نے میرا عقد ایک اندھی.... لولی.... لنگڑی.... اپاہج دوشیزہ سے کیا تھا لیکن حجلہ عروسی میں تو کوئی نامحرم موجود ہے جو ان تمام خامیوں سے پاک ہے؟''

حضرت عبداللہ صومعی نے فرمایا.... عزیزم حجلہ عروسی میں جو موجود ہے وہی میری بیٹی ''ام الخیر فاطمہ'' ہے.... میں نے اس کو اندھی اس لئے کہا کہ آج تک اس کی نظر کسی نامحرم پر نہیں پڑی بہری اس لحاظ سے کہ آج تک کوئی بری بات اس نے نہیں سنی.... گونگی اس لحاظ سے کہ اس نے کبھی بری بات نہیں کی.... لولی اس لئے کہ اس نے کوئی خلاف شریعت کام نہیں کیا اور لنگڑی اس لئے کہ اس نے آج تک اللہ کے راستے کے علاوہ کسی اور راستے پر قدم نہیں رکھا.... انہی فرشتہ خصال والدین کے ہاں ''حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ محبوب سبحانی'' پیدا ہوئے.... (دیباچہ غنیۃ الطالبین)

حکیم سقراط کی بادشاہ وقت سے ملاقات

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں کہ سقراط ایک بہت بڑا حکیم تھا اور گویا ایک درجہ میں طب کا موجد سمجھا جاتا ہے اور رات دن پہاڑوں میں جڑی بوٹیوں کا امتحان کرتا تھا سارا دن گھومتے گھماتے ایک دن ایک دکان پر بیٹھا.... دن بھر کا تھکا ہوا تھا اس کی آنکھ لگ گئی پیر تو زمین پر رکھے ہوئے ہیں اور دکان کے تختہ پر بیٹھا

ہے اور نیند آ گئی بادشاہ وقت کی سواری نکل رہی تھی نقیب و چوبدار ہٹو بچو کہتے جارہے ہیں اور اس بیچارے کو کچھ خبر نہیں یہاں تک کہ بادشاہ کی سواری قریب آ گئی تو بادشاہ کو نا گوار گزرا کہ پبلک کا ایک آدمی اور پیر پھیلائے ہوئے بیٹھا ہے نہ بادشاہ کی تعظیم ہے نہ عظمت ہے بڑا بے ادب گستاخ ہے بادشاہ کو اتنا جذبہ آیا کہ سواری سے اتر کر اس کو ایک ٹھوکر ماری اب سقراط کی آنکھ کھلی اور آنکھ مل کے دیکھنے لگا بادشاہ نے کہا جانتا بھی ہے تو کہ میں کون ہوں؟

اس نے کہا جی ہاں میں یہی جاننے کی کوشش کر رہا ہوں کہ آپ کون ہیں اور اب تک اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ شاید آپ جنگل کے کوئی درندے معلوم ہوتے ہیں اس لئے کہ آپ نے ٹھوکر ماری ہے اور وہی ٹھوکر مار کر چلتے ہیں.... بادشاہ کو اور زیادہ نا گوار گزرا اس سے کہا کہ تو جانتا نہیں کہ میں بادشاہ وقت ہوں.... میرے ہاتھ میں اتنے خزانے ہیں.... اتنی فوجیں ہیں اتنے سپاہ ہیں اتنے قلعے ہیں اتنے شہر ہیں.... سقراط نے بڑی متانت سے کہا کہ بندۂ خدا تو نے اپنی بڑائی کے لئے فوجوں کو.... ہتھیاروں کو.... خزانوں کو.... روپے کو پیسے کو پیش کیا لیکن ان میں سے ایک چیز بھی تیرے اندر کی تو نہیں ہے.... سب باہر ہی باہر کی چیزیں ہیں تیرے اندر کیا کمال ہے جس کی وجہ سے تو دعویٰ کرے کہ تو با کمال ہے.... اس کا مطلب یہ ہے کہ روپے پیسے نے تجھے چھوڑ دیا بس تو ذلیل ہو گیا اب تیری عزت ختم ہو گئی تاج و تخت اتفاق سے پاس نہ ہو تو بس تو ذلیل ہو گیا.... فوجیں اگر کہیں رہ جائیں اور تو شکار میں آگے بڑھ جائے تو ذلیل ہو جائے اس لئے کہ فوج تو ہے ہی نہیں یہ کیا عزت ہوئی کہ اندر کچھ نہیں اور بیرونی چیزوں پر مدار کار رکھے ہوئے ہے.... تیرے اندر کی کیا چیز ہے نہ فوجیں تیرے اندر کی ہیں نہ تاج و تخت تیرے اندر کا ہے تو اگر اپنا کمال بتلاتا ہے اور بڑائی بتلاتا ہے تو اندر کا کمال پیش کر اگر تیرے اندر واقعی کوئی کمال ہے.... اب وہ بیچارہ بادشاہ بھی حیران ہوا کہ واقعی بات سچی ہے جواب دے نہ سکا حکیم سقراط نے کہا کہ اگر تجھے کمال دکھلانا ہے تو ایک لنگی باندھ اور کپڑے اتار اور میں بھی لنگی باندھتا ہوں اور کپڑے اتار کر اس دریا میں کودتے ہیں اور وہاں اپنے اپنے کمالات دکھلائیں گے.... اس وقت معلوم ہوگا کہ تو با کمال ہے یا میں با کمال ہوں تو گویا سقراط نے بتلایا کہ حقیقت میں کمال جس پر آدمی فخر کرے وہ اندرونی کمال ہے اندر تو

کمال نہ ہواور باہر کی چیزوں پر فخر کرے جو کہ ہمیشہ جدا ہونے والی چیزیں ہیں وہ جدا ہو گئیں تو بے کمال ہو گیا.... ذلیل ہو گیا یہ کیا کمال ہے؟ (خطبات طیب)

امام غزالی رحمہ اللہ سے نظام الملک کی ملاقات

ایک وزیر نظام الملک تھا جو کہ بہت دیندار تھا.... اس نے ارادہ کیا کہ میں دینی علم کا ایک مدرسہ بناؤں تا کہ تعلیم عام ہو.... چنانچہ اس نے لاکھوں روپیہ اپنی طرف سے خرچ کر کے ایک بہت بڑی عمارت بنائی اور شیخ تقی الدین ابن دقیقؒ کو جو وقت کے بہت بڑے محدث فقیہ اللہ والے اور عارف عالم تھے ان کو صدر مدرسہ بنایا اور بڑے بڑے علماء کو مدرس مقرر کیا.... غرض طلباء آنے لگے....

ایک دفعہ نظام الملک کے کانوں میں یہ خبر پہنچی کہ عام طور سے طلباء کی نیتیں فاسد ہیں اور وہ دینی علم کو دنیا کمانے کے لئے حاصل کر رہے ہیں جس کے بارے میں احادیث میں آیا ہے کہ وہ علم وبال ہے جس کو دنیا کے حصول کے لئے ذریعہ بنایا جائے تو اس نے ارادہ کر لیا کہ مدرسہ ختم کر دوں گا اس کے بعد اس نے خیال کیا کہ ہر ممکن ہے یہ خبریں غلط ہوں بہتر یہ ہے کہ خود بھی تحقیق کر لوں....

ایک دن اس نے عام لباس پہن کر مدرسہ میں گھومنا شروع کیا.... سینکڑوں طلباء مطالعہ اور تکرار میں مصروف تھے.... نظام الملک نے طلباء سے دریافت کرنا شروع کیا کہ تم علم کیوں حاصل کرتے ہو؟

ایک طالب علم کا کہنا تھا کہ میں اس لئے پڑھ رہا ہوں کہ میں وزارت کے عہدے پر پہنچ جاؤں.... دوسرے نے کہا قاضی کے عہدے کے لئے.... تیسرے نے کہا میرا مقصد شہرت حاصل کرنا ہے....

غرض عام طور پر طلباء نے جو مقاصد بیان کئے وہ فاسد ہی تھے یہ سن کر نظام الملک نے ارادہ کر لیا کہ اب میں مدرسہ ختم کر دوں گا.... میں لاکھوں روپے صرف کروں اور نیتیں فاسد ہوں تو علم بھی فاسد بن جائے گا جو فساد کا ذریعہ بن جائے گا پھر اچانک ایک طالب علم کو دیکھا کہ ایک ٹمٹماتے ہوئے چراغ کے سامنے مطالعہ میں مصروف ہے نظام الملک نے اس

سے پوچھا کہ تو کس لئے پڑھ رہا ہے؟

اس طالب علم نے نگاہ تک اٹھا کر نہیں دیکھا.... وزیر نے پھر کہا کہ بھائی ایک آدمی آپ کے پاس کھڑا ہے اور کچھ پوچھنا چاہتا ہے کہ تم کون ہو؟

اس پر اس طالب علم نے کہا کہ میں جو گھر بار چھوڑ کر آیا ہوں تو کتاب دیکھنے کے لئے آیا ہوں مجھے اتنی فرصت کہاں کہ میں آپ سے گفتگو کروں....

یہ سن کر نظام الملک کے دل میں اس کی بڑی عزت پیدا ہوئی اور کہا کہ میں آپ سے مختصر سوال کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ آپ اتنی محنت کیوں کر رہے ہیں؟

طالب علم نے جواب دیا کہ میں نے اپنے باپ اور خاندانی روایات سے یہ معلوم کیا ہے کہ ہمارا کوئی خالق اور رب ہے اور ظاہر بات ہے کہ اتنا بڑا محسن کوئی نہیں کہ جس نے زندگی بغیر کسی محنت اور قیمت کے عطا کر دی اور جس نے زندہ رہنے کے سامان مہیا کئے ہیں ہر آن اس کے احسانات ہیں اور وہ بے شمار ہیں اس لئے ہم پر شکر گزاری واجب ہے اور احسانات کا ماننا بھی ضروری ہے.... میں اس لئے پڑھ رہا ہوں تا کہ مجھے معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے احسان اور شکریہ کا حق کس طرح ادا کروں.... وزیر نے اس طالب علم کی پیٹھ پر محبت سے ہاتھ پھیرا اور کہا کہ میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ اس مدرسہ کو ختم کر دوں گا اس لئے کہ عام طور پر طلباء کے مقاصد غلط ہیں ایک آپ ہیں کہ جس سے دل خوش ہوا کہ آپ آخرت کے لئے پڑھ رہے ہیں دنیا کے لئے نہیں.... اس لئے اب میں مدرسہ کو جاری رکھوں گا اور لاکھوں روپیہ خرچ کروں گا....

یہ طالب علم امام غزالی تھے جن کے اخلاص کی وجہ سے ایک عالیشان مدرسہ ختم ہونے سے رک گیا.... اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اخلاص کی دولت سے مالا مال فرمائیں.... آمین (ماہنامہ "محاسن اسلام" ملتان)

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی نوجوانوں سے ملاقات

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ دریائے دجلہ کے کنار چہل قدمی کرتے ہوئے جا رہے تھے.... قریب سے دریا میں ایک کشتی گزری.... اس کشتی میں اوباش قسم کے نوجوان بیٹھے ہوئے تھے.... اور گاتے بجاتے ہوئے جا رہے تھے.... اور جب گانا بجانا ہو رہا ہو.... اور ہنسی مذاق کی محفل ہو.... اس موقع پر اگر کوئی مُلا پاس سے گزرے تو اس مُلا کا مذاق اڑانا

بھی تفریح کا ایک حصہ ہوتا ہے.... چنانچہ ان اوباش لوگوں نے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا مذاق اڑایا.... اور آپ پر کچھ فقرے کسے.... حضرت کے ساتھ ایک صاحب اور تھے.... انہوں نے یہ صورت حال دیکھ کر فرمایا کہ حضرت! آپ ان کے حق میں بد دعا فرمادیں.... کیونکہ یہ لوگ اتنے گستاخی ہیں کہ ایک طرف تو خود فسق وفجور اور گناہوں میں مبتلا ہیں.... اور دوسری طرف اللہ والوں کا مذاق اڑا رہے ہیں.... حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا اے اللہ.... آپ نے ان نوجوانوں کو جس طرح یہاں دنیا میں خوشیاں عطا فرمائی ہیں ان کے اعمال ایسے کردیجئے کہ وہاں آخرت میں بھی ان کو خوشیاں نصیب ہو...... دیکھئے: ان کی ذات سے نفرت نہیں فرمائی اس لئے کہ یہ تو میرے اللہ کی مخلوق ہے.... (اصلاحی خطبات ج ۸)

ہارون رشیدؒ کی ایک درویش سے ملاقات

بادشاہ ہارون رشید ایک مرتبہ شکار کی تلاش میں جنگل میں گھوم رہے تھے.... گھومتے گھومتے راستہ بھٹک گئے.... اور زادراہ ختم ہوگیا اور پیاس سے بے تاب ہوگئے.... چلتے چلتے ایک جھونپڑی نظر آئی وہاں پہنچے.... وہاں جاکر جھونپڑی والے سے کہا کہ ذرا پانی پلادو.... وہ کہیں سے پانی لایا.... اور ہارون رشید.... پینا چاہا تو اس شخص نے کہا: امیر المومنین.... ذرا ایک لمحے کے ٹھہر جائیے.... پہلے یہ بتائیں کہ یہ پانی جو اس وقت میں آپ کو دے رہا ہوں.... بالفرض یہ پانی نہ ملتا.... اور پیاس اتنی ہی شدید ہوتی جتنی اس وقت ہے.... تو بتائیے اس ایک گلاس پانی کی کیا قیمت لگاتے.... اور اس کے حاصل کرنے پر کتنی رقم خرچ کردیتے؟

ہارون رشید نے کہا کہ یہ پیاس تو ایسی چیز ہے کہ اگر انسان کو پانی نہ ملے تو اس کی وجہ سے بیتاب ہوجاتا ہے.... اور مرنے کے قریب ہوجاتا ہے.... اس لئے میں ایک گلاس پانی حاصل کرنے کی خاطر اپنی آدھی سلطنت دے دیتا.... اس کے بعد اس نے کہا کہ آپ اس پانی کو پی لیں.... ہارون رشید نے پانی پی لیا.... اس کے بعد اس شخص نے ہارون رشید سے کہا: امیر المومنین! ایک سوال کا اور جواب دے دیں.... انہوں نے پوچھا کیا سوال ہے؟

اس شخص نے کہا کہ ابھی آپ نے جو ایک گلاس پانی پیا ہے.... اگر یہ پانی آپ کے جسم کے اندر رہ جائے .... اور خارج نہ ہو .... پیشاب نہ آئے .... تو پھر آپ اس کو خارج کرنے کے لئے کیا کچھ خرچ کر دیں گے؟

ہارون رشید نے جواب دیا کہ یہ تو پہلی مصیبت سے بھی زیادہ بڑی مصیبت ہے کہ پانی اندر جا کر خارج نہ ہو.... اور پیشاب بند ہو جائے .... اس کو خارج کرنے کے لئے بھی آدھی سلطنت دے دیتا.... اس کے بعد اس شخص نے کہا کہ آپ کی پوری سلطنت کی قیمت صرف ایک گلاس پانی کا اندر لے جانا اور اس کو باہر لانا ہے...... اور یہ پانی پینے اور اس کو باہر نکالنے کی نعمت صبح سے شام تک کئی مرتبہ آپ کو حاصل ہوتی ہے.... کبھی آپ نے اس پر غور کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کتنی بڑی نعمت دے رکھی ہے....

اس لئے یہ جو کہا جا رہا ہے کہ بسم اللہ پڑھ کر پانی پیو.... اس سے اسی طرف سے متوجہ کیا جا رہا ہے کہ یہ پانی کا گلاس جو تم پی رہے ہو.... یہ اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے.... اور اس توجہ کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ اس پانی پینے کو تمہارے لئے عبادت بنا دیں گے.... (اصلاحی خطبات ج ۵)

مرید کی پیر سے عجیب ملاقات

مرید نے پیر سے خواب بیان کیا.... دیکھتا ہوں کہ میری انگلیاں پاخانہ میں بھری ہوئی ہیں اور آپ کی انگلیاں شہد میں.... پیر جی نے کہا ہاں ٹھیک تو ہے اس میں شک ہی کیا ہے ہم ایسے ہی ہیں اور تو ایسا ہی ہے.... مرید نے کہا کہ ابھی خواب پورا نہیں ہوا یہ بھی دیکھا کہ میں تمہاری انگلیاں چاٹ رہا ہوں اور تم میری انگلیاں چاٹ رہے ہو.... پیر بہت خفا ہوئے اس حکایت کا وہی حاصل ہے کہ مرید تو پیر سے دین حاصل کرنا چاہتا ہے کہ وہ مشابہ شہد کے ہے اور پیر مرید سے دنیا حاصل کرنا چاہتا ہے کہ وہ مشابہ پاخانہ کے ہے.... (امثال عبرت)

ایک شخص کی خواب میں شیطان سے ملاقات

ایک شخص کی عادت تھی کہ سوتے میں ہمیشہ پیشاب نکل جاتا تھا اس کی بیوی نے کہا یہ کیا حماقت ہے اس نے کہا کہ خواب میں شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ چلو سیر کو چلیں لیکن پیشاب

کرلو.....میں سمجھتا ہوں پاخانہ ہے پیشاب کو بیٹھ جاتا ہوں اور پیشاب نکل جاتا ہے.....اس کی بیوی نے کہا کہ آج شیطان سے کچھ روپیوں کی فرمائش کرنا اس نے کہا اچھا اگلے روز جب خواب میں پھر شیطان سے ملاقات ہوئی تو کہا کہ یار تم روز بستر پر پیشاب تو کرا دیتے ہو لیکن ہماری مدد کچھ نہیں کرتے.....شیطان نے کہا کسی چیز کی ضرورت ہے اس نے غریبی کی شکایت کی اس نے کہا آپ اگر پہلے سے ذکر کرتے تو اس کا ضرور خیال کیا جاتا.....شیطان نے اس کو ساتھ لے کر ایک بادشاہ کے یہاں جا کر نقب لگایا اور بہت توڑے روپیوں کے اس کی کمر پر لاد دیئے یہاں تک کہ پاخانہ خطا ہو گیا.....صبح کو جب آنکھ کھلی تو روپیہ ایک بھی ہاتھ نہ آیا لیکن بستر آلودہ تھا.....اس کی بیوی نے کہا یہ کیا ہوا سب قصہ بیان کیا' بی بی نے کہا ایسے روپیوں سے باز آئی آئندہ معاف رکھو پیشاب ہی کر لیا کرو.....یہی حال دنیا کی لذتوں اور مزوں کا ہے.....(امثال عبرت)

علماء کی سید احمد شہید سے ملاقات

یہاں سے تو وہ عالم چلے گئے اور سمجھے کہ مولانا تو چونکہ عالم ہیں ان سے تو ہم جیت نہ سکے چلو سید صاحبؒ کو دق کریں گے وہ پڑھے لکھے نہیں ہیں کیونکہ سید صاحب کافیہ تک پڑھے ہوئے تھے.....حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے یہاں پڑھنے کے لیے آئے تھے ایک روز مطالعہ دیکھ رہے تھے کتاب کے حروف نظر نہ آئے اور سب چیزیں تو نظر آ دیں لیکن کتاب کے حروف نظر نہ آ دیں.....شاہ صاحب نے اس پر مطلع ہو کر پڑھنا چھڑا دیا کہ تم پڑھنا چھوڑ دو تم اور کام کے لیے پیدا ہوئے ہو.....چنانچہ پڑھنا لکھنا چھڑا کر ان کو ذکر و شغل کی تعلیم کی.....

پس یہ علماء سید صاحب کی خدمت میں آئے.....ادھر کے علماء اکثر ایک فنی ہوتے ہیں کوئی معقول میں یکتا ہے کوئی صرف صرف جانتا ہے کوئی نحوی ہے غرض جمع ہو کر آئے اور مختلف سوالات شروع کیے.....اگر دینیات کے متعلق کوئی سوال کرتے تو سید صاحب داہنی طرف رُخ کر کے جواب دیتے تھے اور جو غیر دینیات کا ہوتا تھا معقول وغیرہ کا تو بائیں طرف رخ کر کے جواب دیتے تھے اور جواب بھی کیسا اہل علم کے طرز پر مریدین کو سخت حیرت ہوئی کہ سید صاحب کی زبان سے وہ الفاظ نکل رہے ہیں کہ کبھی عمر بھر بھی نہ سنے تھے

.....جب وہ مجلس ختم ہوئی تو بعض لوگوں نے پوچھا' فرمایا کہ جب یہ لوگ آئے تو میں نے حق تعالیٰ سے دعا کی کہ اللہ مجھ کو رسوانہ کیجئے..... حق تعالیٰ نے امام ابوحنیفہؒ اور شیخ بوعلیؒ کی روح کو حکم دیا کہ جواب میں اعانت کرو..... چنانچہ امام صاحب کی روح میرے داہنی طرف تھی اور شیخ کی بائیں طرف جو وہ کہتے تھے میں کہہ دیتا تھا..... (امثال عبرت)

جنید بغدادی رحمہ اللہ کی بادشاہ سے ملاقات

حضرت جنیدؒ کو ایک مرتبہ خلیفہ وقت نے کسی بات پر برہم ہو کر بلا بھیجا.... حضرت شبلیؒ ساتھ تھے جب روبرو ہوئے تو خلیفہ نے برا بھلا کہنا شروع کیا.... حضرت شبلیؒ چونکہ نوجوان تھے نیز ان کے پیر کو برا بھلا کہا جارہا تھا' آپ کو جوش آیا' قالین پر ایک شیر کی تصویر بنی ہوئی تھی آپ نے اس پر نظر ڈالی تو وہ شیر مجسم ہو کر خلیفہ کی طرف خشم آگیں نظر سے دیکھنے لگا' حضرت جنیدؒ کی جو اس پر نظر پڑی تو آپ نے حضرت شبلیؒ کو گھور کر دیکھا اور اس شیر کو تھپک دیا وہ مثل سابق شیر قالین ہو گیا ....تھوڑی دیر میں حضرت شبلیؒ نے اشارہ کیا اور پھر مجسم ہو کر سامنے ہوا اس مرتبہ خلیفہ وقت کی نگاہ اس پر پڑی' خوف کے مارے تھرا گیا اور دست بستہ اپنی جرأت کی معافی چاہی' حضرت جنیدؒ نے اس شیر کو مثل سابق کر دیا اور خلیفہ وقت سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ کچھ اندیشہ نہ کریں آپ کو کچھ گزند نہیں پہنچ سکتی' آپ خلیفہ وقت ہیں آپ کی اطاعت اور ادب ہم پر واجب ہے یہ لڑکا ہے آداب شاہی سے واقف نہیں ہے آپ کا جو دل چاہے کہئے.....(امثال عبرت)

حضرت خواجہ بہاؤ الدین زکریاؒ کی علماء سے ملاقات

حضرت خواجہ صاحب جب ملتان گئے تو وہاں کے علماء نے آپ کے پاس دودھ سے بھرا ہوا برتن بھیجا.....اس کا مطلب یہ تھا کہ جس طرح اس برتن میں مزید دودھ نہیں ٹھہر سکتا.....تو آپ بھی یہاں ملتان میں نہیں ٹھہر سکتے..... کسی دوسری جگہ رہائش اپنائیں.....آپ نے اسی برتن میں دودھ کے اوپر گلاب کا پھول رکھ دیا اور واپس ان کے پاس بھجوایا..... مطلب یہ تھا کہ دیکھیں برتن میں دودھ کے اوپر پھول پڑا ہے اور دودھ گرتا بھی نہیں تو آپ لوگ مجھے بوجھ مت سمجھیں میں انشاء اللہ آپ کے ساتھ پھول کی طرح زندگی گزاروں گا.....اور مجھ سے آپ

لوگوں کو فائدہ ہی فائدہ ملے گا.... میں پریشانی کا باعث آپ کے لئے کبھی نہیں بنوں گا.... حضرت خواجہ صاحب حج بیت اللہ سے واپس براستہ ٹانک آرہے تھے راستے میں معلوم ہوا کہ ملتان میں خانہ جنگی ہورہی ہے تو پیزو کے ساتھ اوپر سیدھے شیخ بدین پہاڑ پر چڑھ گئے.... وہاں ایک عرصہ تک عبادت کی اور پھر ملتان چلے گئے.... یہ شیخ بدین کا لفظ اصل میں شیخ بہاؤالدین تھا .... لوگوں نے اسے بگاڑا اور شیخ بدین بنایا.... ان لوگوں کی کیا شان تھی .... جہاں وہ ڈیرہ لگاتے سب کچھ ان کی طرف منسوب ہو جاتا.... حضرت خواجہ صاحب نے ایک دن مریدوں سے فرمایا کہ آپ میں کوئی ایسا بندہ بھی ہے جو ایک رکعت میں پورا قرآن مجید سنائے؟

سب خاموش ہو گئے.... حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا میرے پیچھے کھڑے ہو جاؤ پہلی رکعت میں چونتیس سپارے پڑھ لئے اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھی....

خدا رحمت کند این عاشقانِ پاک طینت را (حضرت خواجہ بہاؤالدینؒ کی شخصیت)

شیخ محمد بن عبدالباقی رحمہ اللہ کی اپنی اہلیہ سے عجیب ملاقات

محمد بن عبدالباقیؒ فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں خانہ کعبہ کا مجاور تھا.... اتفاقاً ایک دن یہ صورت پیش آئی.... کہ کھانے کے لئے میرے پاس چار دن سے کچھ بھی نہ تھا.... چار دن کی بھوک سے حالت بہت کمزور ہوگئی.... بس آب زم زم پر گزارہ کرتا تھا اسی حال میں ایک دن میں جا رہا تھا کہ سامنے ایک بٹوہ جو راستے میں پڑا تھا ملا اس کو اٹھایا یہ ریشم کا بٹوہ تھا اور ریشم کی ڈور سے بندھا ہوا تھا.... گھر لا کر جب میں نے اس کو کھولا تو دیکھا کہ موتیوں کا ایک خوبصورت ہار اس میں پڑا تھا.... ایسے خوبصورت موتی زندگی میں کبھی نہیں دیکھے تھے.... میں نے ہار کو بٹوہ میں واپس رکھ دیا اور گھر سے باہر نکلا.... سامنے دیکھا کہ ایک شخص پکار رہا تھا.... اس کے ہاتھ میں ایک رومال تھا.... جس میں کچھ بندھا ہوا تھا.... وہ کہہ رہا تھا کہ میرا بٹوہ جس میں موتیوں کا ہار تھا گم ہو گیا ہے.... جو صاحب اس کی اطلاع دے گا ایسے یہ پانچ اشرفیاں انعام میں دوں گا یہ دیکھ کر میں نے بڑے میاں کو بلایا.... گھر لے گیا.... ان سے نشانات پوچھے بتلانے پر وہ بٹوہ اس کے حوالے کیا.... وہ بڑا ممنون ہوا.... حسب وعدہ پانچ اشرفیاں مجھے دینے لگا.... اس وقت ایمانی غیرت نے لینا گوارہ نہ کیا.... میں نے شکریے کے ساتھ انعام واپس کیا اس نے کافی

اصرار کیا مگر میں نے انعام نہ لیا وہ چلا گیا.... حالانکہ مجھے کھانے تک کچھ بھی میسر نہ تھا....اور مجھے انعام کی ضرورت بھی تھی....لیکن ڈٹ گیا اور انعام واپس کیا....

شیخ کا بیان ہے.... کچھ عرصہ بعد میں بحری جہاز پر سوار ہو گیا.... کہ اچانک طوفانی ہوا نے جہاز کو اپنی گرفت میں لے لیا اور جہاز کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا.... مسافر سب ڈوب مرے.... صرف میں ایک اکیلا ایک تختے پر رہ گیا.... اور یوں وہ تختہ تیرتا ہوا ایک جزیرے کے ساحل تک پہنچ گیا.... اب یہیں سے اصل عبرت انگیز داستان شروع ہوتی ہے.... قدرت کی کارفرمائیوں پر تعجب ہوتا ہے.... شیخ محمد بن عبدالباقی رحمۃ اللہ علیہ نے دیانت وامانت کے حقوق ادا کر دیئے.... چاہتے تو اس ہار کو فقہی حیلوں سے جائز قرار دے سکتے.... ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کا عمل حق تعالیٰ نے بڑا پسند فرمایا.... اور اس کا معاوضہ دنیا میں بھی دینا چاہا.... کہتے ہیں کہ اس جزیرے میں لوگ آباد تھے.... تختے سے اتر کر ان ہی کے پاس چلے گئے.... معلوم ہوا کہ سب مسلمان ہیں.... ایک مسجد پر نظر پڑی وہیں جا کر ٹھہر گیا.... نمازی نماز کے لئے آئے تو مجھ سے حال دریافت کیا.... میں نے سمندر کے طوفان کا پورا واقعہ سنا دیا لوگ مجھ سے مانوس ہو گئے.... ان پر جب واضح ہوا کہ میں قرآن مجید پڑھا ہوا ہوں اور قرآن مجید پڑھا سکتا ہوں تو لوگ مجھ سے قرآن مجید پڑھنے کے لئے آنے لگے.... پھر جب انہیں معلوم ہوا کہ پڑھانے کے سوا قرآن پاک لکھ بھی سکتا ہوں تب تو وہ مجھ پر ٹوٹ پڑے.... بچے چھوٹے بڑے میرے پاس آنا شروع ہو گئے کوئی پڑھ رہا ہے کوئی لکھائی سیکھ رہا ہے.... خوب مجمع ہونے لگا.... لوگ مجھے مالی امداد سے بھی نوازتے تھے ان کی دلچسپیاں میرے ساتھ حد سے بڑھنے لگیں.... حتیٰ کہ میری شادی کا بندوبست کرنے لگے.... وہ سب میرے پاس آئے کہ ہمارے ہاں ایک مالدار آدمی کی بچی ہے.... باپ تو فوت ہو چکا ہے.... اس کی شادی کسی اچھے آدمی سے کرنا چاہتے ہیں تم سے بہتر شوہر اس عورت کے لئے کون ہو سکتا ہے؟

اس لئے اس کی شادی آپ کے ساتھ کراتے ہیں.... شیخ نے ان کی درخواست قبول کی اور شادی ہو گئی.... جب شادی کی پہلی رات شیخ اپنی دلہن کے پاس پہنچ گئے تو دلہن کے گلے میں وہ ہار دیکھا جسے شیخ نے مکہ معظمہ میں ایک بوڑھے شیخ کے حوالے کیا تھا.... شیخ نے دلہن سے کہا.... بڑا پیارا ہار تمہارے گلے میں ہے.... تو وہ لڑکی رو پڑی اور کہا کہ میرا والد ایک ارمان

لے کر دنیا سے چلا گیا انہوں نے بتایا تھا کہ یہ ہار مجھ سے گم ہوا تھا....ایک نوجوان کو ملا اور مجھے واپس کیا اس کو میں نے انعام بھی دیا مگر اس نے وہ انعام مجھے واپس کیا کہ میں نے ایک فرض پورا کیا ہے....اور آپ کو امانت واپس کی ہے....میں اس ثواب کو فروخت کرنا نہیں چاہتا....

اور میرے والد صاحب فرماتے تھے کہ میں اپنی بچی کا رشتہ اس نوجوان کو دوں گا اگر وہ مجھے مل گیا....جب بچی کو شیخ نے بتلایا کہ الحمدللہ تمہارے والد صاحب کا وہ ارمان پورا ہو گیا ہے وہ نوجوان میں ہی تھا وہ ہار مجھے ملا تھا....پھر تو بڑی خوش ہوگئی کہ الحمدللہ والد صاحب کا ارمان پورا ہو گیا ہے....وہ لڑکی والدین کی اکلوتی بچی تھی....شیخ سے شادی ہوئی....چند بچے ان سے میرے پیدا ہوئے پہلے میری بیوی انتقال کر گئی پھر بچے انتقال کر گئے....اب اس ہار کا میں اکیلا وارث بنا اور میرے قبضے میں آیا....پھر میں اس وطن سے اپنے علاقے میں واپس آیا....اس ہار کو ایک لاکھ اشرفیوں کے عوض میں نے فروخت کیا....شیخ اپنے شاگردوں سے فرمایا کرتے تھے کہ میرے پاس جو عظیم دولت تم دیکھتے ہو یہ اسی ایک لاکھ اشرفیوں سے حاصل ہوئی جو ہار کو بیچ کر مجھے رقم ملی تھی سچ کہا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ امانت و دیانت میں برکت ہی برکت ہے اور دنیا اور آخرت کی کامیابی اس میں ملتی ہے....(شذور جلد ۴)

اہل روم کی اہل چین سے ملاقات

مولانا رومی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا ہے کہ ایک دفعہ رومیوں اور چینیوں کے درمیان جھگڑا ہوا، رومیوں نے کہا کہ ہم اچھے صناع اور کاری گر ہیں۔ چینیوں نے کہا ہم ہیں، بادشاہ کے سامنے یہ مقدمہ پیش ہوا۔ بادشاہ نے کہا: تم دونوں اپنی صفائی دکھلاؤ! اس وقت دونوں صناعیوں کا موازنہ کر کے فیصلہ کیا جائے گا۔

اور اس کی صورت یہ تجویز کی گئی کہ بادشاہ نے ایک مکان بنوایا اور اس کے درمیان پردے کی ایک دیوار کھڑی کر دی۔ چینیوں سے کہا کہ نصف مکان میں تم اپنی کاری گری دکھلاؤ! اور رومیوں سے کہا کہ دوسرے نصف میں تم اپنی صناعی کا نمونہ پیش کرو! چینیوں نے تو دیوار پر پلاستر کر کے قسم قسم کے بیل بوٹے اور پھول پتے رنگ برنگ کے بنائے، اور اپنے حصے کے کمرے کو مختلف نقش و نگار اور رنگا رنگ بیل بوٹوں سے گل و گلزار بنا دیا۔ ادھر رومیوں نے دیوار پر پلاستر کر کے ایک بھی

پھول پتہ نہیں بنایا، اور نہ ہی کوئی ایک بھی رنگ لگایا بلکہ دیوار کے پلاستر کو صیقل کرنا شروع کر دیا، اور اتنا شفاف اور چمک دار کر دیا کہ اس میں آئینہ کی طرح صورت نظر آنے لگی۔

جب دونوں نے اپنی اپنی کاریگری اور صناعی ختم کر لی تو بادشاہ کو اطلاع دی۔ بادشاہ آیا اور حکم دیا کہ درمیان سے دیوار نکال دی جائے، جونہی دیوار بیچ میں سے ہٹی چینیوں کی وہ تمام نقاشی اور گلکاری رومیوں کی دیوار میں نظر آنے لگی، اور وہ تمام بیل بوٹے رومیوں کی دیوار میں منعکس ہو گئے جسے رومیوں نے صیقل کر کے آئینہ بنا دیا تھا۔ بادشاہ سخت حیران ہوا کہ کس کے حق میں فیصلہ دے، کیونکہ ایک ہی قسم کے نقش و نگار دونوں طرف نظر آ رہے تھے۔ آخر کار اس نے رومیوں کے حق میں فیصلہ دیا کہ ان کی صناعی اعلیٰ ہے۔ کیونکہ انہوں نے اپنی صناعی بھی دکھلائی اور ساتھ ہی چینیوں کی کاری گری بھی چھین لی۔

مولانا رومی نے اس قصے کو نقل کر کے آخر میں بطور نصیحت کے فرمایا ہے: اے عزیز! تو اپنے دل پر رومیوں کی صناعی جاری کر، یعنی اپنے قلب کو ریاضت و مجاہدہ سے مانجھ کر اتنا صاف کر لے کہ تجھے گھر بیٹھے ہی دنیا کے سارے نقش و نگار اپنے دل میں نظر آنے لگیں۔

یعنی تو اپنے دل سے ہر قسم کا مادی میل کچیل نکال پھینک، اور اسے علم الٰہی کی روشنی سے منور کر دے، تجھے دنیا و آخرت کے حقائق و معارف گھر بیٹھے ہی نظر آنے لگیں گے، ایسے قلب صافی پر بے استاد و کتاب براہ راست علوم خداوندی کا فیضان ہوتا ہے، اور وہ روشن سے روشن تر ہو جاتا ہے۔ (مثنوی شریف)

ایک بڑھیا کی بادشاہ سے ملاقات

سلجوقی سلطنت کا ایک بادشاہ سلطان ملک نامی ہوا ہے.... ایک دن اصفہان کے جنگل میں شکار کو نکلا ایک گاؤں سے گزر رہا تھا کہ شاہی آدمیوں کو بھوک لگی ایک غریب بڑھیا کی گائے بندھی ہوئی تھی جس کے دودھ سے بڑھیا کے تین بچے پلتے تھے.... انہوں نے اس کو ذبح کیا اور خوب کباب بنا کر کھائے.... بڑھیا چلائی مگر کسی نے پرواہ نہ کی.... دل میں کہنے لگی بادشاہ سے کیوں نہ فریاد کی جائے.... ایک روز خبر ملی بادشاہ نہر کے پل سے گزرے گا وہ وہاں جا کر کھڑی ہو گئی.... بادشاہ کی سواری وہاں پہنچی تو اس نے آگے بڑھ کر گھوڑی کی

لگام تھام لی کہنے لگی "بادشاہ سلامت میرا انصاف نہر کے پل پر کیجئے گا یا پل صراط پر؟
بادشاہ کے ہمراہی بڑھیا کی جرأت دیکھ کر حیران ہو گئے اور اس کو وہاں سے ہٹانا چاہا.... لیکن بادشاہ گھوڑے پر سے اتر پڑا کہنے لگا "پل صراط کی طاقت نہیں یہیں انصاف کروں گا"....

بڑھیا نے سارا ماجرا کہہ سنایا.... بادشاہ کو بہت افسوس ہوا جن لوگوں کا قصور تھا ان کو سزا دی اور بڑھیا کو ایک گائے کے عوض ستر گائیں عطا کیں.... بڑھیا بہت خوش ہوئی اور کہنے لگی "اے بادشاہ تو نے میرے ساتھ انصاف کیا خدا اس کا بدلہ تجھے دے گا".... انصاف دلانے والا بادشاہ خدا کی رحمت میں ہوتا ہے.... (تعمیر حیات)

ایک بچے کی سلطان عالمگیر سے ملاقات

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ نے اپنے ایک وعظ میں ایک بچے کا واقعہ نقل فرمایا ہے کہ ایک ریاست کے ہندو راجہ کا انتقال ہو گیا اس کی اولاد میں ایک نابالغ بچہ تھا جو اس کا نشین ہونا چاہئے تھا مرنے والے کے بھائی کو طمع ہوئی کہ ریاست مجھے ملنی چاہئے بچہ اس کو نہیں چلا سکتا.... وزراء ریاست کی خواہش تھی کہ یہ بچہ ہی اپنے باپ کی ریاست کا وارث بنے.... معاملہ بادشاہ وقت عالمگیرؒ کی خدمت میں پیش ہونا تھا.... وزراء اس بچہ کو لے کر دہلی پہنچے اور راستہ میں بچہ کو ممکنہ سوالات کے جوابات سکھاتے رہے کہ بادشاہ تم سے یہ سوالات کریں تو تم یوں کہنا.... جب وہ سب اپنی تعلیم ختم کر چکے اور دہلی پہنچے تو بچے نے وزراء سے کہا کہ یہ سوالات و جوابات تو آپ نے مجھے بتلا دیئے اور میں نے یاد کر لئے لیکن اگر بادشاہ نے ان کے علاوہ کوئی اور سوال کر لیا تو کیا ہوگا؟

وزراء نے کہا کہ ہمیں معلوم نہیں تھا کہ آپ اتنے عقل مند ہیں ورنہ راستہ میں ہم آپ سے کچھ بھی نہ کہتے.... بس اب ہمیں فکر نہیں جس کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے اس کو جواب بھی اللہ ہی سکھلائے گا.... پھر ہوا یہ کہ جب یہ لوگ دربار میں پہنچے تو دربار برخواست ہو چکا تھا.... عالمگیرؒ اپنے زنانہ مکان میں چلے گئے تھے.... اس بچہ کے پہنچنے کی اطلاع ملی تو اس کو اندر مکان ہی میں بلا لیا.... اس وقت عالمگیرؒ کے ایک حوض کے کنارہ پر تہبند باندھے ہوئے

نہانے کے لئے تیار تھے.... یہ بچہ حاضر ہوا تو ہنسی کے طور پر عالمگیرؒ نے بچہ کو دونوں بازو پکڑ کر حوض کی طرف اٹھایا اور کہا کہ ڈال دوں.... بچہ یہ سن کر ہنس پڑا.... بادشاہ نے اس کو نظرِ تادیب سے دیکھا تو بچہ بولا کہ مجھے ہنسی اس پر آ گئی کہ آپ کی ذات تو ایسی ہے کہ جس کی ایک انگلی پکڑ لیں اس کو کوئی دریا غرق نہیں کر سکتا.... میرے تو آپ دونوں بازو تھامے ہوئے ہیں میں کیسے ڈوب سکتا ہوں.... عالمگیرؒ نے اس کو گود میں اٹھا لیا اور ریاست اس کے نام لکھ دی....

ایک قیدی سے ملاقات

حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمہ اللہ کو بادشاہ وقت نے جیل بھیج دیا.... جیل میں حضرتؒ کا یہ معمول رہا تھا کہ جہاں جمعہ کا دن آیا تو صبح سے غسل کی تیاری کرتے تھے.... غسل کیا اور جیل میں جو بھی ان کے کپڑے تھے خود دھو کر صاف کر لیتے اور جب جمعہ کی اذان ہوتی تو جمعہ کی نماز کے لئے چلتے مگر جیل کا دروازہ بند ہے.... دروازہ کے قریب پہنچ کر واپس آتے اور آ کے ظہر کی نماز پڑھ لیتے.... ہر جمعہ کو حضرت شیخ کا یہی معمول تھا.... لوگوں نے عرض کیا جب آپ کو معلوم ہے کہ آپ باہر نکل نہیں سکتے آپ کی قید کی مدت ختم نہیں ہوئی تو آپ پر جمعہ واجب ہی نہیں پھر اس کی کیا ضرورت ہے کہ آپ جمعہ کی نیت سے کپڑے بدلیں اور پھر جمعہ کے قصد سے چلیں.... دروازہ پر پہنچیں.... تالے کو ہاتھ لگا کے واپس آئیں اور آ کر ظہر پڑھیں آپ پہلے ہی نماز ظہر کیوں نہیں پڑھ لیتے....؟

فرمایا: جمعہ کی ادائیگی میں جتنا میرے امکان اور قوت میں ہے اتنا تو کر دوں جیل کے دروازے تک آ جانا تو میری قوت میں تھا.... وہ میں نے کر لیا اب آگے میری قوت سے خارج ہے میں اللہ کے حوالے کر کے چلا آتا ہوں کہ یا اللہ آگے آپ کے ہاتھوں میں ہے یہ آپ کر دیں.... تو یہ صورت ہونی چاہئے کہ جتنی تدبیر بس میں ہو اتنی کر لینی چاہئے اس سے آگے اللہ پر چھوڑ دے کہ یہ آپ ہی کے قبضہ میں ہے آپ ہی کرنے والے ہیں....

کامیابی تو کام سے ہو گی نہ کہ حُسن کلام سے ہو گی
ذکر کے اہتمام سے ہو گی فکر کے التزام سے ہو گی

(حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمہ اللہ)

نہ غرض کسی سے نہ واسطہ
مجھے کام اپنے ہی کام سے
ترے ذکر سے، تری فکر سے
تری یاد سے، ترے نام سے

(جگر مرادآبادی)

یادگار ملاقاتیں

برصغیر پاک و ہند کے اہل علم و فضل
کی عوام و خواص سے ملاقاتیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جلال الدین قریشی رحمہ اللہ سے ایک شخص کی ملاقات

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ حضرت جلال الدین قریشی کی مجلس میں کسی شخص نے کیمیا کا ذکر کیا....شیخ نے از راہ حقارت فرمایا تف بر عمل کیمیا کہ کیمیا یعنی سونا بنانے کے عمل پر لعنت ہو....یہ کہتے ہوئے کچھ لعاب بھی منہ سے نکلا ار سامنے پیتل کے تھال پر جا پڑا....تھوک کا اس تھال پر گرنا تھا کہ وہ فوراً خالص سونا بن گیا....(اخبار لاخیار)

نہ لالچ دے سکیں ہرگز تجھے سکوں کی جھنکاریں
ترے دست توکل میں تھیں استغناء کی تلواریں

شیخ سماء الدین ملتانی رحمہ اللہ سے سلطان بہلول لودھی کی ملاقات

شیخ سماء الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ....ملتان سے بیانہ پھر دہلی آ کر مقیم ہو گئے....اس وقت دہلی کا بادشاہ بہلول لودھی تھا....وہ فقراء وصوفیا کا بڑا احترام کرتا تھا....اکثر فقراء کی خانقاہوں پر حاضری دیتا تھا اور ان سے عاجزی وانکساری سے پیش آتا تھا....

ایک دن سلطان شیخ سماء الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہوا ان سے بڑی عاجزی انکساری اور احترام سے پیش آیا اور عرض کیا ''کوئی سلطان درویشوں کے اعمال واحوال کی متابعت تو نہیں کر سکتا لیکن ان کی صحبت میں حاضر ہو کر اپنے معاش کی اصلاح اور قلب کی صفائی کر سکتا ہے....میں اس غرض سے حاضر ہوا ہوں کہ آپ مجھے کچھ نصیحتیں فرمائیں....

شیخ سماء الدینؒ نے ان کو بڑے بیباکانہ انداز سے اس طرح نصیحت فرمائی:

''تین آدمی اللہ کے انعام واکرام سے محروم رہیں گے .... ایک وہ بوڑھا جو اپنے بڑھاپے میں بھی گناہوں سے باز نہ آتا ہو.... دوسرے وہ جوان جو اپنی جوانی میں گناہ اس امید سے کرتا جاتا ہو کہ وہ اپنے بڑھاپے میں توبہ کرلے گا.... تیسرے وہ بادشاہ جس کی تمام دینی ودنیوی مرادیں پوری ہوتی رہیں پھر بھی وہ اپنی سلطنت کے چراغ کو ظلم کی آندھی سے بجھائے.... بوڑھے کو اس کے دل کی سیاہی کی وجہ سے سزا ملے گی.... جوان کو اس کے موت سے غافل ہوکر بڑھاپے کا انتظار کرنے کی وجہ سے اور ظالم بادشاہ کو اس لئے کہ اس نے دنیائے فانی کی خاطر عاقبت کی کچھ فکر نہ کی اور خوف الٰہی چھوڑ کر ظلم اور گناہ میں مبتلا رہا''....

سلطان آپ اپنے نفس کو گناہ اور جھوٹ سے باز رکھنا اور اس حقیقی منعم کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے میں اپنی زبان کو تر رکھنا اس لئے کہ شکر ادا کرنے سے نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے اور ناشکری کرنے سے شدید عذاب ہوتا ہے''.... ایسی صاف صاف اور حق باتیں سن کر سلطان بہلول لودھی زار وقطار رونے لگا.... (سیر العارفین)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کی جنات سے ملاقات

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی عامل نہ تھے.... مگر آپ کا اثر جنوں پر بھی تھا ایک جگہ اللہ بخش گنگوہی کا اثر تھا وہاں گھر والا حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو لے گیا .... اللہ بخش نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت آپ نے کیوں تکلیف فرمائی آپ اگر صرف کہلا کر بھیج دیتے تو میں عدول حکمی نہ کرتا ایسا ہی ایک اور واقعہ سہارنپور کا ہے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو لوگوں نے ایک مکان میں ٹھہرادیا اس میں جن کا بہت قوی اثر تھا حضرت کے ہمراہ حافظ محمد ضامن صاحب بھی تھے وہ جن اخیر شب میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور اعتقاد کا اظہار کیا اور اسی سے معلوم ہوا کہ اس جن کے خوف سے وہ مکان چھوڑ دیا گیا حضرت نے اس کو نصیحت فرمائی اور اس نے توبہ کی پھر حضرت نے حافظ ضامن صاحب سے ملنے کا مشورہ دیا اس نے کہا کہ آپ کے تو اخلاق سے جرات ہوئی مگر

حافظ ضامن صاحب کے جلال ہیبت سے ان سے ملنے کی ہمت نہیں ہوئی سو ایسی برکات کے واقعات تو اپنے بزرگوں کے بہت ہیں مگر عملیات وغیرہ سے کسی جن یا انسان کو مغلوب نہ فرماتے تھے یعنی عملیات کا شغل نہ تھا.... حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت کوئی ایسا عمل بھی ہے جس سے جن مسخر ہو جائے فرمایا ہے مگر ایک بات پوچھتا ہوں کہ تم بندہ بننے کو پیدا ہوئے ہو یا خدا بننے کو.... خدا معلوم کس دل سے یہ الفاظ حضرت نے فرمائے تھے سالہا سال کا شوق ایک منٹ میں ختم ہو گیا بلکہ خود اس فن سے درجہ انقباض کا قلب میں پیدا ہو گیا اس ہی لئے مین کہا کرتا ہوں کہ اللہ والوں کی صحبت اختیار کرو ان کی صحبت کیمیا کا اثر رکھتی ہے خاک کو کندن بنا دیتی ہے افسوس صحبت کی برکات لوگوں کو معلوم نہیں....

مولانا رفیع الدین رحمہ اللہ کی بواسطہ شیبی خاندان امام مہدی سے ملاقات

حضرت مولانا رفیع الدین صاحبؒ ہجرت فرما کر مکہ مکرمہ آئے .... وہیں ان کی وفات بھی ہوئی.... انہیں یہ حدیث معلوم تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شیبی خاندان کو بیت اللہ کی کنجیاں سپرد کی ہیں.... مکہ میں چاہے سارے خاندان (خدانخواستہ) اجڑ جائیں مگر شیبی کا خاندان قیامت تک کے لئے باقی رہے گا....

یہ ان کا ایمان تھا.... مولانا کو عجیب ترکیب سوجھی....

واقعی ان بزرگوں کو داد دینی چاہئے کہاں ذہن پہنچا....

مولانا نے ایک حمائل شریف اور ایک تلوار .... یہ دونوں لیں اور امام مہدی کے نام ایک خط لکھا کہ: ”فقیر رفیع الدین دیوبندی مکہ معظمہ میں حاضر ہے اور آپ جہاد کی ترتیب کر رہے ہیں.... مجاہدین آپ کے ساتھ ہیں جن کو وہ اجر ملے گا جو غزوہ بدر کے مجاہدین کو ملا تو رفیع الدین کی طرف سے یہ حمائل تو آپ کی ذات کے لئے ہدیہ ہے اور یہ تلوار کسی مجاہد کو دے دیجئے کہ وہ میری طرف سے جنگ میں شریک ہو جائے اور مجھے اجر مل جائے جو غزوۂ بدر کے مجاہدین کو ملا“

یہ خط لکھ کر تلوار اور حمائل شیبی کے سپرد کی جوان کے زمانہ میں شیبی تھا اور کہا کہ مہدیؑ کے ظہور تک یہ امانت ہے تم جب انتقال کرو تو جو تمہارا قائم مقام ہو اسے وصیت کر دینا اور یہ کہہ دینا کہ جب اس کا انتقال ہو تو وہ اپنی اولاد کو وصیت کرے کہ "رفیع الدین" کی یہ تلوار اور حمائل شریف خاندان میں چلتی رہے یہاں تک کہ امام مہدی کا ظہور ہو جائے تو جو اس زمانے میں شیبی ہو وہ میری طرف سے امام مہدی کو یہ دونوں ہدیئے پیش کر دے.... (خطبات حکیم الاسلام)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی ایک پادری سے ملاقات ومناظرہ

انگریزوں کے دور حکومت میں ایک مشہور عیسائی پادری دہلی آیا.... انگریز وائسرائے سے ملاقات کی.... اور کہا کہ میں کسی بڑے مسلمان عالم کے ساتھ مناظرہ کرنا چاہتا ہوں.... تو اسے بتلایا گیا کہ مسلمانوں کا بڑا عالم اور رہنما موجودہ دور میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ ہیں.... حضرت شاہ صاحبؒ نے مناظرے کی چیلنج قبول کر لی.... ایک تاریخ طے ہوگئی.... بڑی دنیا تماشے کے لئے موجود تھی عیسائی پادری نے شاہ صاحب پر تین اعتراضات کر لئے.... کہ ان کا جواب دو.... پہلا اعتراض یہ تھا کہ آپ مسلمان کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بعد کائنات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے.... تو کربلا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ حضرت سیدنا امام حسین جب دشمن کے درمیان پھنسے ہوئے تھے.... تو ان کے نانا جان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کیوں نہیں بچایا.... ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیوں نہیں کی؟

حضرت شاہ صاحب نے عقلی جواب دیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے فریاد کی.... کہ یارب العالمین میرے نواسے کو دشمنوں کے شر اور تکلیف سے بچادیں.... مگر اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ آپ اپنے نواسے کے بارے میں پریشان ہیں.... یہ لوگ بڑے ظالم ہیں.... خود میرا بیٹا حضرت عیسیٰ جب دشمنوں کے درمیان پھنسا ہوا تھا اور یہودی آپ کو پھانسی پر چڑھا رہے تھے تو وہ ہائے ابو ہائے کہہ رہے تھے کہ مجھے دشمن سے بچادیں وہ مجھے قتل کر رہے ہیں.... اللہ پاک نے فرمایا.... جب میں ان ظالموں سے اپنے اکلوتے بیٹے حضرت عیسیٰؑ کو نہ

بچاسکا اور آخر انہیں پھانسی پر چڑھایا گیا...تو آپ کے نواسے کو کیسے بچا سکتا ہوں.... یادر ہے کہ یہ جواب حضرت شاہ صاحب نے الزامی طور پر دیا.... کہ عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق حضرت عیسیٰؑ اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے....اور یہودیوں نے پھانسی پر چڑھایا...تو یہ اعتراض آپ پر خود آسکتا ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کیوں نہیں بچایا ....اس جواب پر پادری لاجواب ہو گیا.... یہ شاہ صاحب کی طرف سے عقلی جواب تھا... کہ یہ اعتراض تو اللہ تعالیٰ پر بھی آتا ہے....کہ بیٹے کو کیوں نہیں بچایا؟

پادری نے دوسرا اعتراض یہ کیا.... کہ ایک بڑے شہر میں ایک چوک ہے.... چوک میں ایک آدمی سو رہا ہے اور اس کے ساتھ ایک دوسرا آدمی بیٹھا ہوا ہے.... اب ایک مسافر وہاں پہنچا....اس کو راستے کا علم نہیں....اب وہ مسافر راستے کے بارے میں کس سے پوچھے گا جو سو رہا ہے....اس سے پوچھے گا یا جو جاگ رہا ہے؟

حضرت شاہ صاحب نے بڑا حکیمانہ جواب دیا....فرمایا مسافر کو تو راستے کا پتہ نہیں.... بلکہ جو بیٹھا ہوا ہے اسے بھی راستے کا علم نہیں....وہ دونوں سوئے ہوئے شخص کا انتظار کریں گے کہ جب یہ جاگ اٹھیں گے تو دونوں ان سے راستے کے بارے میں معلومات لیں گے.... پادری کا مطلب یہ تھا کہ آپ مسلمان کہہ رہے ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں اور حضرت عیسیٰؑ آسمانوں میں زندہ ہیں تو دین میں رہنمائی حضرت عیسیٰؑ سے لینی ہے نہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جو وفات پا چکے ہیں...تو شاہ صاحب سمجھ گئے....اور ایسا پیارا جواب دیا کہ عیسیٰ بھی خود رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر عمل کریں گے.... اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے رہنمائی لیں گے....اس جواب پر پادری بڑا شرمندہ اور لاجواب ہو گیا...تیسرا اعتراض پادری نے یہ کیا کہ میرے ہاتھ میں انجیل ہے آپ قرآن پاک لے آئیں اور دونوں کو آگ میں ڈالتے ہیں جو کتاب حق پر ہوگی وہ آگ میں محفوظ رہے گی.... اور جو حق پر نہیں ہوگی وہ جل جائے گی.... حضرت شاہ صاحب نے بڑا ایمان افروز جواب دیا فرمایا یہ تو کتابوں کی توہین ہے کہ آگ میں پھینکتے ہیں....آپ اپنی کتاب سینے سے لگائیں اور میں قرآن مجید کو سینے سے لگاتا ہوں اور آگ میں چھلانگ لگاتے ہیں جو بندہ حق پر ہوگا وہ

آگ میں نہیں جلے گا اصل میں پادری نے انجیل کتاب پر ایسا مصالحہ لگایا تھا جس پر آگ اثر نہیں کرتی تھی.... اس پر پادری مناظرہ ہار کر میدان سے بھاگ گیا.... (ملفوظات عزیزی)

شاہ ابوسعید رحمہ اللہ کی اپنے شیخ سے ملاقات

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جو مشائخ چشتیہ میں بہت اونچا مقام رکھتے تھے.... ان کے پوتے ہیں شاہ ابوسعید صاحبؒ.... شاہ ابوسعید صاحب کا ابتدائی زمانہ بہت آزادی کا تھا نہ علم سیکھنے کی طرف توجہ نہ اعمال کی اصلاح کی طرف خیال.... جوانی کا زمانہ تھا.... ایک دن گنگوہ میں کسی گلی سے گزر رہے تھے بھنگن نے غلاظت کا ٹوکرہ پھینکا.... اور سارا گردہ ان کے کپڑوں کو لگا تو ناراض ہو گئے اور کہا حرام زادی! تجھے شرم نہیں آتی.... یہ بھنگن بوڑھی تھی .... اس نے حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کا زمانہ پایا تھا.... تو اس نے پیارا جواب دیا کہ کیوں کیا دادا جان کی علمی میراث تمہارے پاس ہے جو اتنے فخر سے بولتا ہے؟

بس وہ دن تھا گھر واپس آئے والدہ سے کہا کہ اب میں گنگوہ اس وقت تک واپس نہیں آؤں گا جب تک دادا جان کی میراث نہ سنبھال لوں پوچھا کہ دادا جان کے خلفاء میں سے کون کون زندہ ہیں؟

پتہ چلا کہ بڑے خلفاء میں سے شیخ نظام الدین بلخیؒ ہیں اور وہاں بلخ میں مخلوق خدا کی خدمت کر رہے ہیں شیخ نظام الدینؒ کو اطلاع دی کہ میں آ رہا ہوں.... حضرت شیخ نظام الدینؒ نے آپ کا پرتپاک استقبال فرمایا کہ میرے مرشد شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے پوتے آ رہے ہیں.... صبح شام دعوتیں اور بڑے پیمانے پر مہمان نوازیاں ہو رہی ہیں ایک دن حضرت شیخ نظام الدینؒ نے پوچھا کہ صاحبزادے صاحب! خیر تو ہے ہندوستان سے یہاں بلخ میں اتنے دور سے کیسے آئے ہیں؟

کوئی خاص ضرورت تھی فرمایا دادا جان کی میراث لینے آیا ہوں.... شیخ نے کہا کہ اچھا بس یہی غرض ہے؟

کہا جی ہاں! اب حضرت نظام الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ بگڑ گئے.... فرمایا اٹھو اور جوتیوں کی جگہ پر بیٹھ جاؤ.... ادب اور عزت و احترام سب کچھ ختم ہوا.... اور بیعت کر کے تزکیہ نفس کے لئے کچھ اعمال بتلائے خدمت یہ سپرد کی کہ مسجد سے باہر بیٹھ کر استنجا کے لئے ڈھیلے

توڑیں.... تاکہ نمازیوں کو تکلیف نہ ہو.... اور ڈھیلا بھی جسم کے ساتھ رگڑ کر ہموار بنایا کریں پورا ایک سال اسی کسمپرسی کی حالت میں گزرا کہ کوئی پوچھنے والا نہیں جب ایک سال گزر گیا تو شیخ نظام الدینؒ نے امتحان لینا چاہا.... کہ کس حد تک اس کے نفس کی اصلاح ہوئی ہے.... اور کیا نفسانیت ختم ہو گئی ہے یا نہیں.... للّٰہیت پیدا ہوئی ہے یا نہیں؟

تو شیخ نے بھنگن کو حکم دیا کہ کوڑے اور غلاظت کا ٹوکرہ لا کر صاحبزادے کے قریب ڈال دے.... تاکہ تھوڑا سا گردہ صاحبزادے کے اوپر بھی پڑ جائے اور جو کچھ وہ کہے وہ ہمیں بتلا دیں.... بھنگن نے جا کر ٹوکرہ زور سے اس کے سامنے ڈال دیا.... جب گردہ صاحبزادے کے اوپر پڑا تو اس نے آنکھیں لال پیلی کر کے کہا کہ بے حیا کہیں کے گنگوہ ہوتا تو تجھے بتلاتا .... بھنگن نے آ کر شیخ سے عرض کیا کہ ابھی تک وراثت نہیں ملی.... ابھی نفسانیت اور بڑاپن موجود ہے.... اگلے دن حکم ہوا کہ استنجا کے ڈھیلے توڑنا تو پہلے کی طرح اب بھی ہے.... مگر نمازیوں کے لئے جوتیاں بھی سیدھی کر کے سامنے رکھنی ہیں.... اور ان کی حفاظت بھی کرنی ہے.... ایک سال تک یہ خدمت کرتے رہے.... حضرت شیخ نے بھنگن سے فرمایا کہ اب اس مرتبہ صاحبزادے کے اوپر کوڑہ ڈالنا ہے.... اس نے سارا ٹوکرہ جا کر اوپر ڈال دیا.... تو صاحبزادے نے کہا.... ارے بی بی! کیوں اس کوڑے کو مجھ پر ڈال دیا یہ کوڑہ مجھ سے زیادہ افضل ہے.... میرے اوپر ڈال کر تم نے اس کوڑے کو بھی عیب لگایا.... میں ناپاک آدمی ہوں یہ کوڑہ میرے اوپر گرنے سے ناپاک ہو گیا.... بھنگن نے حضرت شیخ سے کہا کہ اب دادا کی میراث مل چکی ہے اس کے بعد اگلے دن شیخ نے حکم دیا کہ ہم شکار کے لئے جائیں گے.... صاحبزادے سے فرمایا تم ہمارے ساتھ چلو.... شیخ گھوڑے پر سوار ہو گئے اور حکم دیا کہ تم رکاب تھام کے چلو.... جب صاحبزادے صاحب بلخ آ رہے تھے.... تو شیخ نظام الدینؒ نے رکاب تھامی تھی اور اب حالت یہ ہے کہ گرتے پڑتے شیخ کے ساتھ دوڑتے چلے جا رہے ہیں لہولہان ہو گئے.... پیروں میں زخم آئے ہیں مگر کیا مجال کہ گھوڑے کی رکاب سے الگ ہو جائیں.... شام کو واپس پہنچے تو صاحبزادے کو حکم دیا کہ غسل کرو.... غسل کیا کپڑے بدلوائے اور بھرے مجمع میں شیخ نظام الدینؒ نے خرقۂ خلافت عنایت فرمایا اور کہا کہ اب تجھے مبارک ہو اب تجھے دادا

جان کی میراث نصیب ہوئی تو ریاضت اور مجاہدے اس لئے ہوتے ہیں کہ بڑائی اور تکبر نکل جائے....(خطبات حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ)

مٹادو اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے　　　　کہ دانہ خاک میں مل کر گل وگلزار بنتا ہے

شاہ اہل اللہ کی ایک جن صحابی سے ملاقات

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے بھائی شاہ اہل اللہ تھے.....وہ فرماتے ہیں کہ میں رات کے وقت کمرے میں مطالعہ کر رہا تھا.....سامنے ایک سانپ کو میں نے دیکھا تو اسے مار دیا...اگلی رات کو دو بندے آئے کہ حضرت ایک فیصلے کے لئے ہمارے ساتھ چلے جائیں.....وہ مجھے جنگل لے گئے.....وہاں بڑی مخلوق بیٹھی تھی.....میں سمجھ گیا کہ انسانوں کی مجلس نہیں بلکہ جنات کی مجلس ہے.....ایک شخص مدعی بن کر کھڑا ہوگیا....اور کہا کہ قاضی صاحب! اس انسان نے میرے بھائی کو مارا ہے.....مجھے اپنا حق چاہئے.....شاہ اہل اللہ صاحب کھڑے ہوگئے کہ میں نے آج تک کسی کو نہیں مارا ہے.....مدعی نے کہا کہ تمہارے گھر میں جو سانپ آیا تھا وہ میرا جن بھائی تھا..... حضرت شاہ اہل اللہ نے کہا کہ میں نے ابوداؤد شریف میں ایک حدیث پڑھی ہے کہ جس نے اپنی شکل تبدیل کی.....اور خطرناک شکل میں وہ مارا جائے تو اس کا خون معاف ہے.....میں نے اسے سانپ سمجھ کر مارا تھا.....نہ کہ جن سمجھ کر.....اس پر جنات کے قاضی صاحب نے فیصلہ شاہ اہل اللہ کے حق میں دیا.....قاضی صاحب نے کہا کہ یہ حدیث میں نے اپنے کانوں سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی.....پھر اسے باعزت طور پر بری کر دیا.....چلتے چلتے حضرت شاہ اہل اللہ صاحب نے جنات کے قاضی صاحب سے فرمایا.....کہ آپ چونکہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی بھی ہیں اور انہیں دیکھا بھی ہے.....تو یہ حدیث جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے سنی ہے مجھے سنا دیں.....تاکہ آپ میرے استاد بن جائیں.....(در کامل)

شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ سے ایک شخص کی ملاقات

حکیم الامت حضرت تھانوی تحریر فرماتے ہیں: ”شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وعظ میں ایک شخص کو دیکھا جس کا پائجامہ ٹخنوں سے نیچے تھا.....آپ نے بعد وعظ اس سے کہا ذرا ٹھہر

جایئے مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے.... خلوت میں بٹھا کر یوں فرمایا کہ بھائی میرے اندر ایک عیب ہے کہ میرا پائجامہ ٹخنوں سے نیچے ڈھلک جاتا ہے اور حدیث میں یہ یہ وعیدیں آئی ہیں اور آپ اپنا پائجامہ دکھلانے کے لئے کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ خوب غور سے دیکھنا کہ کیا واقعی میرا خیال صحیح ہے یا محض وہم ہے.... اس شخص نے شاہ صاحب کے پاؤں پکڑ لیے اور کہا کہ حضرت آپ کے اندر تو یہ عیب کیوں ہوتا البتہ میرے اندر ہے مگر اس طریق سے آج تک مجھے کسی نے سمجھایا نہیں تھا اب میں تائب ہوتا ہوں ان شاء اللہ آئندہ ایسا نہ کروں گا....'' (حکایات اولیاء ص ۴۷)

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ سے ایک نواب کی ملاقات

ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ رام پور تشریف لے گئے.... نواب کلب علی خاں کا زمانہ تھا.... نواب صاحب نے بلوا بھیجا کہ:

''آپ کو تکلیف تو ہوگی لیکن مجھے زیارت کا بے حد اشتیاق ہے''

مولانا نے اول تہذیب کا جواب کہلا بھیجا کہ: ''میں ایک کاشتکار کا بیٹا ہوں.... آداب دربار سے ناواقف ہوں کوئی بات آداب دربار کے خلاف ہوگی تو یہ نازیبا سا ہے''

نواب صاحب نے کہلا بھیجا کہ: ''آپ کے لئے سب آداب معاف ہیں''

پھر مولانا رحمہ اللہ نے کہلا بھیجا کہ: ''وہ جواب تو تہذیب کا تھا.... اب ضابطہ کا جواب دینا پڑا.... آپ فرماتے ہیں کہ مجھے ملاقات کا اشتیاق ہے.... سبحان اللہ اشتیاق تو ہو آپ کو اور حاضر ہوں میں یہ عجیب بے جوڑ بات ہے.... پھر نواب صاحب کی ہمت نہ بلانے کی ہوئی نہ خود حاضر ہونے کی.... (حسن العزیز)

حضرت رائے پوری رحمہ اللہ سے ایک عیسائی کی ملاقات

ایک مرتبہ کسی دعوت میں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری رحمہ اللہ کا تعارف ایک ایسے اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص سے کرایا گیا جو کسی اونچے مسلمان خاندان سے تعلق رکھتا تھا اور عیسائی ہو گیا تھا.... اس زمانہ میں عیسائیت کی تبلیغ کا بڑا زور تھا.... اور عیسائی مشنریوں کے اثر اور مشن اسکولوں میں تعلیم پانے کی وجہ سے بہت سے خاندانی مسلمان عیسائیت قبول کر رہے

تھے....اس عیسائی نے آپ سے بھی مذہبی گفتگو شروع کردی اور آپ کو عیسائیت کی دعوت دینے لگا....آپ نے فرمایا کہ: ''تم لوگوں کا کچھ اعتبار نہیں تم نے ہم سے چار سو بیس کیا ہے ہمارے باپ دادا غیر مسلم تھے....تمہارے بزرگوں کی تبلیغ وتلقین سے انہوں نے اسلام قبول کرلیا...اب جب ہم مسلمان ہوگئے....تو تم ہم کو چھوڑ کر کہیں اور چلے گئے اب بھی تمہارا کیا اعتبار ہے، ہم تمہارے پیچھے چلیں گے....تو تم ہم کو چھوڑ کر پھر کہیں اور چلے جاؤ گے'' یہ سن کر وہ شخص بہت خفیف ہوا اور کہا ہم آپ سے پھر کبھی نہیں کہیں گے....(سوانح حضرت مولانا عبدالقادر)

حضرت گنج مرادآبادی رحمہ اللہ سے انگریز افسر کی ملاقات

ایک مرتبہ الٰہ آباد سے ہائی کورٹ کا افسر اس تحقیق کے لئے آیا تھا....کہ حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمہ اللہ کے پاس مجمع ہر ملک کے لوگوں کا اس قدر کیوں رہتا ہے....کیونکہ اسی زمانہ میں حیدرآباد دکن سے نواب خورشید جاہ بھی حضرت کے پاس آئے تھے....حضرت نے تحقیقاتی افسر سے فرمایا کہ: ''توبہ کے لئے لوگ آتے ہیں....ہم ان کے گواہ ہوجاتے ہیں تم بھی شرک سے توبہ کرو....ہم گواہ ہوجائیں گے''

پھر وہ انگریز بہت خوش ہوا اور کہا کہ:

''آپ کے خرچ خانقاہ کے لئے اگر فرمائیے تو ملکہ کے پاس لکھوں''

آپ نے فرمایا کہ: ''کیا ضرورت ہے ہمارے پاس خدا کے فضل سے دو جوڑے کپڑے اور دو لوٹے مٹی کے اور دو گھڑے موجود ہیں مجھے کیا ضرورت ہے''

وہ انگریز رخصت ہوگیا....اسی طرح ایک اور حاکم نے بھی عرض کیا تھا کہ:

''اگر آپ فرمائیں تو آپ کی خانقاہ کے لئے گورنمنٹ سے کچھ مقرر کرادیں''

آپ نے فرمایا کہ: ''میں تمہاری گورنمنٹ کا روپیہ لے کر کیا کروں گا....خدا کے فضل سے ایک رسی کی بنی ہوئی چارپائی....اور دو لوٹے مٹی کے اور دو گھڑے مٹی کے موجود ہیں اور بعض مرید ہمارے باجرہ لے آتے ہیں....اس کی روٹی ہوجاتی ہے....بی بی صاحبہ کچھ ساگ یا دال پکادیتی ہیں اس سے لگا کر کھالیتے ہیں'' (تذکرہ فضل رحمٰن)

ایک پیر کی علامہ کشمیری رحمہ اللہ سے ملاقات

حضرت علامہ انور شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں کشمیر سے دیوبند کیلئے چلا.... راستہ کی کافی مسافت گھوڑے پر سوار ہو کر طے کرنی پڑتی تھی... راستہ میں ایک صاحب کا ساتھ ہو گیا یہ پنجاب کے ایک مشہور پیر صاحب کے مرید تھے اور انہی کے پاس جا رہے تھے یہ مجھ سے اپنے ان پیر صاحب کا اور ان کے کمالات اور کرامات کا تذکرہ راستہ بھر کرتے رہے... ان کی خواہش اور ترغیب یہ تھی کہ میں بھی ان پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوں اور اتفاق سے وہ مقام میرے راستہ میں بھی پڑتا تھا... میں نے بھی ارادہ کر لیا جب ہم دونوں پیر صاحب کی خانقاہ پر پہنچے تو ان صاحب نے مجھ سے کہا کہ نئے آدمیوں کو اندر حاضر ہونے کیلئے اجازت کی ضرورت ہوتی ہے... اس لئے میں پہلے جا کر آپ کے لئے اجازت لے لوں چنانچہ وہ اندر تشریف لے گئے .... ان بزرگ نے اطلاع پا کر خود اپنے صاحبزادے کو مجھے لینے کیلئے بھیجا اور اکرام سے پیش آئے .... خود ایک تخت پر بیٹھے ہوئے تھے .... باقی سب مریدین وطالبین نیچے فرش پر تھے.... مگر مجھے اصرار سے اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا کچھ باتیں ہوئیں اس کے بعد اپنے مریدین کی طرف متوجہ ہو گئے اور اپنے طریقہ پر ان پر توجہ ڈالنی شروع کی اور اس کے اثر سے وہ بے ہوش ہو کر لوٹنے اور تڑپنے لگے.... میں یہ سب دیکھتا رہا پھر میں نے کہا کہ

میرا جی چاہتا ہے کہ اگر مجھ پر بھی یہ حالت طاری ہو سکے .... تو مجھ پر آپ توجہ فرمائیں .... انہوں نے توجہ دینی شروع کی اور میں اللہ تعالیٰ کے ایک اسم کا مراقبہ کر کے بیٹھ گیا .... بے چاروں نے بہت زور لگایا اور بہت محنت کی لیکن مجھ پر کچھ اثر نہیں ہوا .... کچھ دیر کے بعد انہوں نے خود ہی فرمایا کہ .... ''آپ پر اثر نہیں پڑ سکتا'' ....

یہ واقعہ نقل کر کے ایک غیر معمولی جوش کے ساتھ فرمایا

''کچھ نہیں ہے لوگوں کو متاثر کرنے کیلئے ایک کرشمہ ہے .... اور کچھ مشکل بھی نہیں معمولی مشق سے ہر ایک کو حاصل ہو سکتا ہے .... ان باتوں کا خدا رسیدگی سے کوئی تعلق نہیں ....

پھر اسی سلسلہ میں اور اسی جوش کی حالت میں فرمایا اگر کوئی چاہے .... اور استعداد ہو تو ان شاء اللہ تین دن میں یہ بات پیدا ہو سکتی ہے کہ ... قلب سے اللہ اللہ کی آواز سنائی دینے لگے .... لیکن یہ کچھ نہیں اصل چیز تو بس احسانی کیفیت اور شریعت وسنت پر استقامت ہے .... (حیات انور)

حکیم الامت رحمہ اللہ کی ایک نومسلم سے ملاقات

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمتہ اللہ علیہ ایک مرتبہ کالپی تشریف لے گئے وہاں ایک شخص نہایت صاف ستھرا اجلے کپڑے پہنے ہوئے تھا.... جامع مسجد میں نماز کو آیا اس کے گاؤں والوں سے معلوم ہوا کہ یہ پہلے بھنگی تھا اب مسلمان ہوگیا ہے لیکن وہاں کے چوہدری ساتھ کھلانا پلانا تو درکنار اس کے ہاتھ کا برتن بھی نہیں لیتے.... وہاں جلسہ تھا اس میں وہ بھی موجود تھا اور وہاں کے رئیس بھی جمع تھے.... بعض لوگوں نے حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے خواہش کی کہ آپ اس موقع پر ان لوگوں کو سمجھا دیں کہ ایسا پرہیز نہ کیا کریں.... اس کی سخت دل شکنی ہے.... حضرت نے دل میں سوچا کہ نرے سمجھانے سے کچھ کام نہ نکلے گا سمجھانے سے تو اس وقت ہاں ہاں کہہ دیں گے پھر بعد کو کون پرواہ کرتا ہے.... حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ایک بدھنے میں پانی منگوایا جب پانی آگیا.... تو حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اس نومسلم سے فرمایا کہ ٹونٹی سے منہ لگا کر پانی پیو پھر بدھنا.... اس کے ہاتھ سے لے کر خود بھی ٹونٹی ہی سے منہ لگا کر اس کے بچے ہوئے پانی میں سے پیا.... پھر آپ نے سب سے فرمایا کہ.... سب لوگ پانی پئیں اور اس وقت سوامان لینے کے کسی سے کوئی عذر نہ بن پڑا.... سب نے جیسے تیسے پانی پیا اور پھر حضرت نے فرمایا کہ دیکھو بھائی اب اس سے پرہیز نہ کرنا کہنے لگے.... اجی بس اب منہ ہی کیا رہا پرہیز کرنے کا آپ کی ترکیب ہی ایسی ہے کہ ہمارا سارا دھرم ہی لے لیا.... اب آپ اطمینان رکھیں اب ہم انسے اپنے ساتھ کھلائیں پلائیں گے.... اس سے پرہیز ہی کیا رہ گیا جب اس کا جھوٹا پانی ہی آپ نے پلوا دیا....

فائدہ: یہ توحید ہی کی برکت ہے کہ ایک شخص بھنگی ہے.... یا چمار ہے وہ مسلمان ہوگیا تو آج تمام مسلمان اس کو اپنا بھائی سمجھتے ہیں اور اس کو اپنے ساتھ بٹھلا کر کھلاتے ہیں.... ورنہ ساری قومیں ایسے شخص کو اپنے سے گھٹیا اور ذلیل سمجھتی ہیں (رمضان)

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی ایک مخالف سے ملاقات

مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ کا قیام دہلی میں تھا حضرت

کے خدام میں سے چند مخصوص تلامذہ ساتھ تھے.... حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ دوسرے شاگرد مولانا احمد حسن امروہی رحمہ اللہ اور حاجی امیر شاہ خان صاحب مرحوم.... مولانا احمد حسن صاحب رحمہ اللہ نے اپنے ہمجولیوں میں بیٹھ کر فرمایا کہ

بھائی لال کنویں کی مسجد کے جو امام ہیں.... ان کی قرأت بہت اچھی ہے کل صبح کی نماز ان کے پیچھے پڑھ لیں....

شیخ الہند رحمہ اللہ نے غصہ میں آ کر فرمایا کہ تمہیں شرم نہیں آتی بے غیرت وہ تو ہمارے حضرت کی تکفیر کرتا ہے ہم اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے....

اور بڑا سخت لہجہ اختیار کیا.... یہ جملے حضرت مولانا نانوتوی رحمہ اللہ کے کان میں پہنچے تو اگلے دن حضرت ان سب شاگردوں کو لے کر اسی مسجد میں پہنچے اور اس امام کے پیچھے جا کر نماز پڑھی.... سلام پھیرا تو چونکہ یہ اجنبی تھے.... نمازیوں نے دیکھا کہ ہیں تو علماء صورت تو پوچھا کون ہیں؟ معلوم ہوا کہ یہ تو مولانا محمد قاسم ہیں اور وہ ان کے شاگر مولانا محمود الحسن رحمہ اللہ اور یہ مولانا احمد حسن محدث امروہی رحمہ اللہ ان کے تلمیذ ہیں....

امام صاحب کو سخت حیرت ہوئی کہ میں تو رات دن انہیں کافر کہتا ہوں.... اور یہ نماز کے لئے میرے پیچھے آ گئے.... تو امام صاحب نے خود بڑھ کر مصافحہ کیا اور کہا کہ حضرت میں آپ کی تکفیر کرتا تھا اور میں آج شرمندہ ہوں آپ نے میرے پیچھے نماز پڑھی حالانکہ میں آپ کو کافر کہتا رہا....

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ.... ''کوئی بات نہیں میرے دل میں آپ کے اس جذبہ کی قدر ہے''.... اور زیادہ عزت دل میں بڑھ گئی ہے.... کیوں؟

اس واسطے کہ آپ کو جو روایت پہنچی ہے کہ میں توہین رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرتا ہوں تو آپ کی غیرت ایمانی کا یہی تقاضا تھا.... ہاں البتہ شکایت اس کی ہے کہ روایت کی تحقیق کرنی چاہئے تھی.... تو میں یہ عرض کرنے آیا ہوں کہ یہ خبر غلط ہے.... اور میں اس شخص کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں.... جو ادنیٰ درجہ میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرے اور اگر آپ کو یقین نہ آئے تو آپ کے ہاتھ پر ابھی اسلام قبول کرتا ہوں....

اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا عبده و رسوله

اب امام بے چارہ قدموں میں گر پڑا اچھا جاتا ہے.....

ف: بات صرف یہ تھی کہ ان حضرات کے دلوں میں تواضع باللہ اور ادب مع اللہ اس درجہ رچا ہوا تھا کہ نفسانیت کا شائبہ نہ رہا تھا.... استہزاء اور تمسخر تو بجائے خود ہے بے قدری بھی اپنے معاندوں کی نہیں کرتے تھے.... (الحق)

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی اپنے شیخ سے ملاقات

قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ کی خدمت میں صرف چالیس روز رہے اور اکتالیسویں دن .....جب آپ وطن کو روانہ ہوئے.... تو مرشد صاحب نے کامیابی کا پروانہ آپ کو عطاء فرمادیا اور بیعت لینے کی اجازت دے دی تھی.... اس چلہ میں آپ کا امتحان لیا گیا اور کسوٹی پر کس کر آپ کے قلب کو پرکھ لیا گیا تھا.... کہ اس میں کبر ونخوت کا کوئی شائبہ تو باقی نہیں رہا.... حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ خود فرماتے تھے کہ تھانہ بھون میں مجھ کو رہتے ہوئے چند روز گذرے .... تو میری غیرت نے اعلیٰ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ پر کھانے کا بار ڈالنا گوارہ نہیں کیا.... آخر میں نے سوچ کر کہ دوسری جگہ انتظام کرنا دشوار بھی ہے اور ناگوار بھی رخصت چاہی.... حضرت نے اجازت نہ دی اور فرمایا کہ ابھی چند روز ٹھہرو.... میں خاموش ہوگیا قیام کا قصد تو کرلیا.... مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی فکر ہوا کہ کھانے کا انتظام کسی دوسری جگہ کرنا چاہئے.... تھوڑی دیر کے بعد جب اعلیٰ حضرت (حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ) مکان تشریف لے جانے لگے.... تو میرے وسوسہ پر مطلع ہوکر فرمانے لگے....

''میاں رشید احمد کھانے کی فکر مت کرنا ہمارے ساتھ کھائیو''

دوپہر کا کھانا مکان سے آیا تو ایک پیالہ میں کوفتے تھے.... نہایت لذیذ اور دوسرے پیالہ میں معمولی سالن تھا.... اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے مجھے دستر خوان پر بٹھا لیا مگر کوفتوں کا پیالہ مجھ سے علیحدہ ہی اپنی طرف رکھا.... اور معمولی سالن کا پیالہ میرے قریب سرکا دیا میں اپنے حضرت کے ساتھ کھانا کھانے لگا.... اتنے میں حضرت حافظ ضامن صاحب شہید رحمہ اللہ تشریف

لائے کوفتوں کا پیالہ مجھ سے دور رکھا ہوا دیکھ کر اعلیٰ حضرت (حاجی صاحب) سے فرمایا....

''بھائی رشید احمد کو اتنی دور ہاتھ بڑھانے میں تکلیف ہوتی ہے....اس پیالہ کو ادھر کیوں نہیں رکھ لیتے''

اعلیٰ حضرت (حاجی صاحب رحمہ اللہ) نے بے ساختہ جواب دیا

اتنا بھی غنیمت ہے کہ اپنے ساتھ کھلا رہاں ہوں.....جی تو یوں چاہتا تھا کہ چوڑھوں.... چماروں کی طرح الگ ہاتھ پر روٹی رکھ دیتا....

اس فقرہ پر اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے میرے چہرہ پر نظر ڈالی کہ کچھ تغیر تو نہیں آیا....مگر الحمد للہ میرے قلب پر بھی اس کا کچھ اثر نہ تھا میں سمجھتا تھا....کہ حقیقت میں جو کچھ حضرت فرما رہے ہیں بالکل سچ ہے....اور اس دربار سے روٹی ہی ملنا کیا تھوڑی نعمت ہے جس طرح بھی ملے بندہ نوازی ہے....اس کے بعد حضرت نے پھر کبھی میرا امتحان نہیں لیا....(امداد المشتاق)

چند خواتین کی حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ سے ملاقات

حضرت مفتی محمد حسن صاحب امرتسری رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں ....ایک دفعہ دو عورتیں بے پردگی کی حالت میں ایک مسئلہ دریافت کرنے کی غرض سے حاضر ہوئیں .... حضرت نے صاحبزادہ صاحب کے ذریعہ کہلوایا کہ پردہ کر کے آئیں ....انہوں نے جواباً کہہ دیا کہ ہمارے پاس ایسی کوئی چیز نہیں جس سے پردہ کیا جا سکے....پھر حضرت نے خود ہی اپنے چہرہ مبارک پر رومال ڈال لیا اور فرمایا کہ ان سے کہو کہ آ جائیں....جب آ کر بیٹھ گئیں تو حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جو کچھ پوچھنا ہو پوچھ لو....ایک نے کہا کہ:....

''یہ میرے ساتھ میری چھوٹی ہمشیرہ ہے اس کا شوہر نہ تو اسے آباد کرتا ہے....اور نہ ہی اس کو چھوڑتا ہے اور اس کو تنگ رکھتا ہے....اس کے چھٹکارے کی شرعاً کیا صورت ہے''

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا:....

''اس سے چھٹکارے کی صرف ایک ہی صورت ہے....اور وہ طلاق ہے تم اس سے کسی طرح طلاق حاصل کر لو....بس اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں''

مکرر دریافت کرنے پر کہ رہائی کی کوئی صورت نکالی جائے....حضرت نے ارشاد فرمایا:....

''میں مسئلہ بتاتا ہوں....بناتا نہیں....اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں''

جب وہ اُٹھ کر چلی گئیں تو حضرت نے اس وقت تک اپنے چہرہ سے رومال نہیں اُتارا جب تک کہ سیڑھیوں میں اُن عورتوں کے اُترنے کی آواز کو نہ سن لیا.... پھر فرمایا:....

دیکھو ان کا ظاہر تو ایسا ہے.... جو قابل نفرت ہے مگر اُن کے دل میں دین کی محبت و عظمت ہے.... اگر دین سے محبت و تعلق نہ ہوتا تو میرے پاس مسئلہ پوچھنے نہ آتیں.... (تذکرہ حسن)

ریلوے گارڈ کی حکیم الامت رحمہ اللہ سے ملاقات

ایک مرتبہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ سہارنپور سے کانپور تشریف لے جارہے تھے.... حضرت کے ساتھ کچھ پونڈے بھی تھے.... انہیں تلوا کر محصول دینا چاہا.... جو لوگ رخصت کرنے آئے تھے.... انہوں نے تو منع کیا ہی مگر خود اسٹیشن والوں نے بھی کہا کہ:....

''آپ لے جائیں محصول کی ضرورت نہیں.... ہم گارڈ سے کہدیں گے کوئی روک ٹوک نہ کرے گا''

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے پوچھا کہ یہ گارڈ کہاں تک جائے گا.... جواب ملا غازی آباد تک حضرت حکیم الامت نے دریافت فرمایا کہ آگے کیا ہوگا.... جواب ملا کہ آگے وہ گارڈ دوسرے گارڈ سے کہدے گا.... حضرت نے پھر پوچھا کہ آگے کیا ہوگا

انہوں نے جواب دیا کہ:.... ''بس آگے کانپور آجائے گا اور سفر ختم ہو جائے گا''

حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:.... ''نہیں اس سے آگے آخرت ہوگی.... اور وہاں جانا پڑے گا تو وہاں کی روک ٹوک اور پکڑ دھکڑ سے کیا.... گارڈ صاحب بچائیں گے؟''

اس پر سب چپ ہو گئے اور اسٹیشن ماسٹر پر اس کا بڑا اثر ہوا اور محصول لے لیا گیا.... غرض آخرت اُن عقلمندوں کو یاد نہ آئی.... (مواعظ اشرفیہ)

حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ کی ایک نوجوان سے ملاقات

شاہ عبدالقادر دہلوی رحمتہ اللہ علیہ وضو فرما رہے تھے.... اُن کے سامنے ایک نوجوان پٹھان بھی وضو کر رہا تھا.... اس نوجوان کے پاؤں خشک رہ گئے شاہ صاحب نے حکمت عملی سے کام لیا اور فرمایا:.... ''بھائی! میں بوڑھا ہوں میری نظر کمزور ہے مہربانی فرما کر میرے پاؤں دیکھو کہ کہیں خشک تو نہیں رہ گئے.... حدیث میں اس بارے میں سخت وعید آئی ہے''

جب نوجوان نے اپنے پاؤں دیکھے تو وہ خشک تھے اس نے کہا کہ:.... ''اے شیخ! خدا آپ پر رحمت کی بارش برسائے.... آپ نے مجھے اچھے وعظ اور اچھی نصیحت سے غلطی بتلائی''

اور اس نے فوراً اپنی اصلاح کر لی.... (فلسفہ نماز و تبلیغ)

ایک پہلوان کی حضرت مظفر حسین کاندھلوی رحمہ اللہ سے ملاقات

مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ نے دیکھا.... کہ ایک پہلوان مسجد میں آیا اور غسل کرنا چاہتا تھا مؤذن نے اس کو ڈانٹا اور کہا کہ:....

''نہ نماز کے نہ روزے کے مسجد میں نہانے کے لئے آجاتے ہیں''

مولانا کاندھلوی رحمہ اللہ نے مؤذن کو روکا.... اور خود اس کے نہانے کے لئے پانی پھیرنے لگے اور اس سے فرمایا:....

''ماشاء اللہ تم تو بڑے پہلوان معلوم ہوتے ہو.... ویسے تو بہت زور کرتے ہو ذرا نفس کے معاملہ میں بھی تو زور کیا کرو.... نفس کو دبایا کرو اور ہمت کر کے نماز پڑھا کرو پہلوانی تو یہ ہے''

اتنا سننا تھا کہ وہ شخص شرم سے پانی پانی ہو گیا.... اور اس نرم گفتگو کا اس پر اتنا اثر ہوا کہ وہ اسی وقت سے نماز کا پابند ہو گیا.... (وعظ اوج قنوج)

حضرت لاہوری رحمہ اللہ سے وزیر اعلیٰ کی ملاقات

مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے پنجاب کے وزیر اعلیٰ نے عرض کیا کہ:....

''حضرت میرے گاؤں میں.... آپ ایک ہفتہ قیام فرمائیں تاکہ آپکے فیضان صحبت سے لوگوں کو نفع ہو''

حضرت نے فرمایا: ''ٹھیک ہے.... لیکن اس شرط پر کہ میرے کھانے وغیرہ کا انتظام آپ کے ذمہ نہیں ہوگا!''

وزیر اعلیٰ سمجھے ''شاید حضرت!.... میری مشتبہ آمدنی کی وجہ سے انکار فرما رہے ہیں''

لہٰذا انہوں نے عرض کیا:....

''حضرت! آپ کے کھانے کا انتظام کسی تقویٰ شعار گھرانے میں کر دیا جائے گا''

حضرت لاہوری رحمہ اللہ نے فرمایا:..."میرا مطلب وہ نہیں ہے جو تم سمجھے....میرا مطلب یہ ہے کہ میرے کھانے وغیرہ کے معاملات سے تمہیں کوئی سروکار نہیں ہوگا...شرط منظور کرو تو چلوں گا"

چار و ناچار ماننا پڑا....تب حضرت تشریف لے گئے اور فرماتے تھے کہ:....

"میں نے بھنے ہوئے چنے کچھ ساتھ لے لئے تھے جب سب لوگ سو جاتے تو مٹھی بھر چنے نکال کر کھالیتا....ہفتہ بھر یہی معمول رہا....(ماہنامہ الرشید)

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ سے لالہ جی کی ملاقات

مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ سے دیانند سرستی نے ایک دفعہ سوال کیا کہ:...." مسلمان کہتے ہیں....کہ لوح محفوظ میں اول خلقت سے قیامت تک تمام واقعات لکھے ہوئے ہیں....اور واقعات تو لاتعداد و لاتحصی ہیں تو وہ کتاب بہت ہی بڑی ہوگی پھر وہ رکھی کہاں جاتی ہوگی"....حضرت مولانا نے اس کا جلدی جواب نہیں دیا....بلکہ ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے کہ لالہ جی آپ کی کتنی عمر ہے....اس نے کہا ستر برس کی مثلاً پوچھا کہ کہاں کہاں تعلیم حاصل کی ہے کیا کیا پڑھا ہے....اور آپ کو اپنے بچپن کے واقعات بھی یاد ہیں....اُس نے بیان کیا کہ میں نے پہلے وہاں تعلیم حاصل کی پھر وہاں اور میں نے اتنی کتابیں دیکھیں....اور اتنی کتابیں پڑھیں اور میں نے اتنے سال سیاحت کی مولانا نے پوچھا کہ....یہ سب واقعات آپ کو یاد ہیں کہاں اور بچپن کے واقعات بھی بہت یاد ہیں....اور جوانی کے اور سیر و سیاحت و تعلیم وغیرہ کے واقعات تو گویا اس وقت میرے سامنے ہیں....غرض اس نے اپنے حافظہ کی بہت تعریف کی مولانا نے پوچھا کہ یہ سب واقعات آپ کو محفوظ ہیں....اس نے بڑے دعوے سے کہا جی ہاں بجنسہ سب محفوظ ہیں....اب مولانا نے فرمایا کہ لالہ جی اس ذرا سے دماغ میں جو ایک بالشت سے بھی کم ہے....ستر برس کے واقعات اور کتابوں کے مضامین اور لوگوں کی باہمی تقریریں اور ابحاث کس طرح سما گئے....اس پر وہ خاموش ہوا مولانا نے فرمایا کہ لوح محفوظ کی نظیر تو خود آپ کے اندر موجود ہے...."آپ کا دماغ" پھر حیرت ہے کہ آپ لوح محفوظ پر یہ سوال کرتے ہیں....کہ وہ کہاں رکھی جاتی ہوگی....آپ کے کبھی اپنے دماغ پر شبہ نہ

ہوا.... کہ اس ذرا سے دماغ میں اس قدر بے شمار واقعات ومضامین کس طرح محفوظ رہتے ہیں
.... پھر بعض انسانوں کی عمریں ہزار ہزار سال کی ہوئی ہیں اور اُن کے حافظے ہم سے زیادہ قوی
تھے .... اُن کے دماغ میں ہزار سال کے واقعات اور ہزاروں آدمیوں کی صورتیں کیونکر محفوظ
رہتی تھیں.... تو یہ کیا ضرور ہے کہ جس چیز میں لاکھ دو لاکھ برس کے واقعات لکھے جائیں.... وہ
طولاً و عرضاً بھی اتنی بڑی ہو کہ آسمانوں میں نہ سما سکے.... خدا تعالیٰ کو قدرت ہے کہ تھوڑے
سے جسم میں جتنے چاہے واقعات محفوظ کر دیں.... چنانچہ ایک نظیر اس کی انسان میں موجود ہے
.... اب تو دیانند.... مولانا کا منہ تکنے لگا.... (وعظ نور النور)

امیر شریعت رحمہ اللہ کی علامہ بنوری رحمہ اللہ سے ملاقات

مولانا محمد یٰسین صاحب فرماتے ہیں.... کہ ایک دفعہ مولانا محمد یوسف صاحب بنوری
رحمہ اللہ.... حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی تیمارداری کے لئے ملتان تشریف
لے گئے.... شاہ صاحب اُٹھے اور معانقہ کے بعد دونوں ہاتھوں سے چہرہ تھام لیا مولانا
بنوری رحمہ اللہ صاحب نے سمجھا کہ شاید پہچان رہے ہیں فرمایا.... یوسف بنوری ہوں....
یوسف بنوری.... شاہ صاحب رحمہ اللہ چہرہ کو ٹک ٹک دیکھے جا رہے تھے سن کر فرمایا:....

''مجھے تو انور شاہ کا چہرہ معلوم ہوتا ہے'' اور اس کے بعد زار و قطار رونے لگے''....

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی ایک عالم سے ملاقات

مولانا محمود حسن صاحب شیخ الہند رحمہ اللہ ایک مرتبہ مراد آباد تشریف لے گئے.... تو وہاں
کے لوگوں نے وعظ کہنے کیلئے اصرار کیا.... مولانا نے عذر کیا کہ مجھے عادت نہیں ہے.... مگر
لوگ نہ مانے تو اصرار پر وعظ کیلئے کھڑے ہو گئے.... اور حدیث ''**فقیہ واحد اشد علی
الشیطان من الف عابد**'' پڑھی اور اس کا ترجمہ یہ کیا کہ:....

''ایک عالم شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے''

مجمع میں ایک مشہور عالم موجود تھے.... انہوں نے کھڑے ہو کر کہا کہ:....

''یہ ترجمہ غلط ہے.... اور جس کو ترجمہ بھی صحیح کرنا نہ آوے اس کو وعظ کہنا جائز نہیں''

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ فوراً بیٹھ گئے اور فرمایا کہ:.... ''میں تو پہلے ہی کہتا تھا.... کہ مجھے وعظ کی لیاقت نہیں ہے.... مگر ان لوگوں نے نہیں مانا خیر اب میرے پاس عذر کی دلیل بھی ہوگئی.... یعنی آپ کی شہادت''

چنانچہ وعظ تو پہلے ہی مرحلہ پر ختم فرمادیا.... اس کے بعد ان عالم صاحب سے بطرز استفادہ پوچھا کہ:.... ''غلطی کیا ہے؟ تا کہ آئندہ بچوں''

انہوں نے فرمایا کہ:.... اشد کا ترجمہ اثقل (زیادہ بھاری) نہیں.... بلکہ اضر (زیادہ نقصان دہ) کا آتا ہے....

مولانا شیخ الہند رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:.... ''حدیث وحی میں ہے یا تینی مثل صلصلة الجرس وھو اشد علی (کبھی مجھ پر وحی گھنٹیوں کی آواز کی طرح آتی ہے.... اور وہ مجھ پر سب سے زیادہ بھاری ہوتی ہے) کہا یہاں بھی اضر (زیادہ نقصان دہ) کے معنی ہیں؟

اس پر وہ صاحب دم بخود رہ گئے.... (ارواح ثلثہ)

ایک فلسفی عالم کی شیخ الہند رحمہ اللہ سے ملاقات

معینیہ اجمیر کے معروف عالم حضرت مولانا محمد معین الدین صاحب معقولات کے مسلم عالم تھے.... انہوں نے شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ کی شہرت سن رکھی تھی.... ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوا تو ایک مرتبہ دیوبند تشریف لائے.... اور حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے مکان پر پہنچ گئے.... گرمی کا موسم تھا.... وہاں ایک صاحب سے ملاقات ہوئی.... جو صرف بنیان اور تہبند پہنے ہوئے تھے.... مولانا معین الدین صاحب رحمہ اللہ نے اُن سے اپنا تعارف کرایا اور کہا کہ:....

مجھے حضرت مولانا محمود حسن صاحب سے ملنا ہے....

وہ صاحب بڑے تپاک سے مولانا اجمیری کو اندر لے گئے.... آرام سے بٹھایا اور کہا کہ:.... ''ابھی ملاقات ہوجاتی ہے''

مولانا اجمیری منتظر رہے.... اتنے میں وہ شربت لے آئے اور مولانا کو پلایا اس کے بعد مولانا اجمیری نے کہا کہ:....

''حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمہ اللہ کو اطلاع دیجئے''

ان صاحب نے فرمایا:.... آپ بے فکر رہیں اور آرام سے تشریف رکھیں....

تھوڑی دیر بعد وہ صاحب کھانا لے آئے.... اور کھانے پر اصرار کیا.... مولانا اجمیری نے کہا کہ:.... ''میں مولانا محمود حسن صاحب سے ملنے آیا ہوں.... آپ انہیں اطلاع کر دیں''

اُن صاحب نے فرمایا:....

''اُنھیں اطلاع ہوگئی ہے آپ کھانا تناول فرمائیں ابھی ملاقات ہو جاتی ہے''

مولانا اجمیری رحمہ اللہ نے کھانا کھالیا تو ان صاحب نے انہیں پنکھا جھلنا شروع کر دیا.... جب دیر گذر گئی تو مولانا اجمیری رحمہ اللہ برہم ہو گئے اور فرمایا کہ:....

آپ میرا وقت ضائع کر رہے ہیں.... میں مولانا سے ملنے آیا تھا اور اتنی دیر ہو چکی ہے ابھی تک آپ نے ملاقات نہیں کرائی اس پر وہ صاحب بولے کہ:....

دراصل بات یہ ہے کہ یہاں مولانا تو کوئی نہیں.... البتہ محمود خاکسار ہی کا نام ہے....

مولانا معین الدین صاحب یہ سنکر ہکا بکا رہ گئے.... اور پتہ چل گیا کہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کیا چیز ہیں.... (ماہنامہ الرشید)

علامہ کشمیری رحمہ اللہ سے مفتی اعظم رحمہ اللہ کی ملاقات

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمتہ اللہ علیہ جب دارالعلوم دیو بند میں ملاحسن کا درس دیا کرتے تھے.... ایک روز اس کی عبارت پر کچھ شبہ ہوا جو حل نہیں ہو رہا تھا.... مفتی صاحب نے سوچا کہ.... حضرت علامہ انور شاہ صاحب رحمہ اللہ سے اس کے بارے میں استفسار کرنا چاہئے.... چنانچہ مفتی صاحب رحمہ اللہ کتاب لیکر ان کی تلاش میں نکلے وہ اپنی جگہ پر نہیں تھے اور جب وہ اپنی جگہ پر نہ ہوں.... تو ان کا کتب خانہ میں ہونا متعین تھا.... مفتی صاحب کتب خانہ میں پہنچے.... تو حضرت شاہ صاحب کتب خانے کی بالائی گیلری میں بیٹھے مطالعہ میں مشغول تھے.... مفتی صاحب ابھی پہنچے ہی تھے کہ حضرت شاہ صاحب نے دیکھ لیا.... اور اوپر ہی سے آنے کی وجہ پوچھی مفتی صاحب نے عرض کیا کہ:....

''ملا حسن کے ایک مقام پر کچھ اشکال ہے....وہ سمجھنا تھا''

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے وہیں....سے بیٹھے بیٹھے فرمایا: عبارت پڑھیے

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے عبارت پڑھنی شروع کی....تو بیچ ہی میں روک کر فرمایا:....

اچھا! یہاں آپ کو یہ شبہ ہوا ہوگا....

اور پھر بعینہ وہی اشکال دہرا دیا جو مفتی صاحب رحمہ اللہ کے دل میں تھا.... مفتی صاحب رحمہ اللہ نے تصدیق کی کہ واقعی یہی شبہ ہے....اس پر انہوں نے اس کے جواب میں وہیں سے ایسی تقریر فرمائی کی تمام اشکال دور ہو گئے....

اب ظاہر ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ عرصہ دراز سے حدیث کی تدریس میں مصروف تھے....اور منطق کی کتابوں سے واسطہ تقریباً ختم ہو گیا تھا....لیکن اس کے باوجود یہ حافظہ اور یہ استحضار کرشمہ قدرت نہیں تو اور کیا ہے؟ (ماہنامہ الرشید)

حافظ فضل حق کی چوروں سے ملاقات

''حافظ فضل حق صاحب خزانچی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور مرحوم کا تکیہ کلام ''اللہ کے فضل سے'' تھا....ہر بات میں یہی جملہ ارشاد فرماتے....اور اسی عادت کا اثر ان کے صاحبزادے حافظ زندہ حسن صاحب مرحوم میں بھی تھا....وہ بھی ہر بات میں ''اللہ کا فضل'' فرمایا کرتے تھے....بہر حال ایک مرتبہ حافظ صاحب نے حضرت مولانا محمد مظہر صاحب سے عرض کیا.... حضرت جی رات تو اللہ کے فضل سے اللہ کا غضب ہی ہو گیا تھا....حضرت نے ہنس کر فرمایا بھائی حافظ جی رات اللہ کے فضل سے کیا غضب ہو گئے تھے؟

عرض کیا کہ حضرت! میں سو رہا تھا....گھر میں چور گھس گئے اور تالہ توڑنے لگے میری آنکھ کھل گئی میں نے پوچھا تم چور ہو؟

انہوں نے کہا کہ.... ہاں! میں نے کہا کہ میرا سارا روپیہ اسی کوٹھڑی میں ہے اور بہت سارا ہے (کیونکہ مشہور رئیس ہونے کے ساتھ ساتھ مدرسہ....مظاہر علوم کے خزانچی بھی تھے) مگر اللہ کے فضل سے تم اس کو لے نہیں سکتے اور دیکھو یہ تالہ جو اس کو لگ رہا ہے چھ پیسے

کا ہے....مگر تمہارے باوا سے بھی نہ ٹوٹے گا....اس واسطے کہ مولوی جی (یعنی حضرت مولا نا محمد مظہر صاحب) نے بتلایا تھا....کہ جس مال کی زکوٰۃ دے دیجائے وہ اللہ کی حفاظت میں آجاتا ہے....اور میں اس کی خوب زکوٰۃ دے چکا حضرت جی! یہ کہہ کر میں تو سو گیا....جب تہجد کے واسطے اٹھا تو وہ سب تالہ جھنجھوڑ رہے تھے مگر وہ ذرا بھی نہ ٹوٹا....اور اللہ کے فضل سے صبح ہوتے ہی بھاگ گئے....(تاریخ مظاہر)

مولانا مظفر حسین کاندھلوی رحمہ اللہ سے ایک مسافر کی ملاقات

حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے....کہ راستہ میں ایک بوڑھا ملا جو بوجھ لئے ہوئے جا رہا تھا....مولانا مظفر حسین صاحب نے جب یہ حال دیکھا تو....آپ نے اس سے وہ بوجھ لے لیا اور جہاں وہ لے جانا چاہتا تھا وہاں پہنچا دیا....اس بوڑھے نے پوچھا:....''جی! تم کہاں رہتے ہو''

اُنھوں نے کہا:....''بھائی! میں کاندھلہ میں رہتا ہوں''

اُس نے کہا:....''وہاں مولوی مظفر حسین بڑے ولی ہیں اور ایسے ہیں ویسے ہیں''

اُس نے کہا:....''واہ میاں تم ایسے بزرگ کو ایسا کہو''

مولوی صاحب نے کہا:....''میں ٹھیک کہتا ہوں''

وہ بوڑھا ان کے سر ہو گیا....اتنے میں ایک اور شخص آ گیا جو مولوی صاحب کو جانتا تھا اس نے بوڑھے سے کہا:....''بھلے مانس!....مولوی مظفر حسین یہی تو ہیں''

اس پر وہ بوڑھا ان سے لپٹ کر رونے لگا مولوی صاحب بھی اس کے ساتھ رونے لگے....

طریقت بجز خدمت خلق نیست   بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

(اکابر کا تقویٰ)

شیخ الہند رحمہ اللہ کی اہلیہ نانوتوی رحمہ اللہ سے ملاقات

شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب رحمہ اللہ سفر حج کے لئے تشریف لے جا رہے تھے....اور وہاں سے گرفتار ہو کر مالٹا آ گئے تھے....اس وقت کی بات ہے کہ حضرت مولانا شیخ

الہند اپنے استاذ محترم بانی دارالعلوم دیو بند مولانا محمد قاسم نانوتوی کے مکان پر تشریف لائے ....اہلیہ محترمہ حضرت مولانا نانوتوی رحمہ اللہ کی خدمت میں عرض کیا کہ:....

اماں جی! میں نے آپ کی کوئی خدمت نہیں کی....بہت شرمندہ ہوں....اب سفر میں جارہا ہوں ذرا اپنا جوتا دے دیجئے....انہوں نے پس پردہ سے جوتا آگے بڑھادیا....حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے اس کو اپنے سر پر رکھا اور روتے رہے کہ میری کوتاہیوں کو معاف کر دیجئے....(اکابر کا تقویٰ)

علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ سے عیسائی مناظر کی ملاقات

جس زمانے میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمتہ اللہ علیہ کانپور میں زیر درس تھے.... ایک پادری اور اس کی بیوی تازہ وارد کانپور ہوئے....اور اس نے ایک عام جلسے کا اعلان کیا کہ اس جلسے میں دین مسیحی کی فضیلت جملہ ادیان پر ثابت کی جائے گی....اور مسلمانوں کو عیسائی بنایا جائے گا....مولانا ظفر احمد صاحب رحمہ اللہ چند طلبہ کے ساتھ جلسے میں پہنچ گئے اور اس سے چند سوالات کئے....جن میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ:....

''اصلی انجیل تو آپ کے پاس ہے نہیں....صرف تراجم ہیں اور مترجموں کا حال معلوم نہیں....نہ ان کی سوانح حیات موجود....نہ سلسلہ اسناد موجود....تو یہ کیسے یقین کیا جائے کہ یہ تراجم صحیح ہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیم وہی تھی....جو اناجیل میں درج ہے....پھر یہ گورکھ دھندا بھی عجیب ہے....کہ خدا تین بھی ہیں اور ایک بھی ہے''

اس پر پادری نے کہا اس کا جواب کل دیا جائے گا....جس جاہل مسلمان کو عیسائی بنانا طے ہوا تھا....اس نے پادری کا جواب سن کر کہا:....

''پھر میں بھی آج عیسائی نہیں ہوؤں گا....جب ان سوالوں کا جواب دے لوگے اور میرا دل تمہارے جوابوں کو مان لے گا تب عیسائی ہوؤں گا''

اس پر طلبہ نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور پادری بہت خفیف ہوا....(انوار النظر فی اثار الظفر)

قاری عبدالرحمٰن رحمہ اللہ کی ایک نومسلم سے ملاقات

حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی قدس سرہ کے ہاتھ پر ایک حلال خور

(بھنگی) نے اسلام قبول کیا.... آپ نے اس کا اسلامی نام عبداللہ رکھ دیا تھا.... یہ شخص اسلام لانے کے بعد بھی پاک صاف اور اجلا نہیں رہتا تھا.... اس لئے محلے کے شرفاء اس کی میلی کچیلی حالت سے گھن کھا کر مسجد کے (وضو کے) لوٹے چھپا دیا کرتے.... تا کہ یہ شخص انہیں ہاتھ نہ لگا سکے.... حضرت قاری صاحب نے یہ بات محسوس کر کے ایک دن سب محلے والوں کی موجودگی میں عبداللہ کو بلایا اور فرمایا: ''میاں! عبداللہ ذرا مجھے پانی پلانا''

وہ انگلیاں ڈبوتا ہوا ایک پیالہ بھر لایا....

فرمایا: ''یہ تو زیادہ ہے.... اس میں سے کچھ تم پی لو.... باقی مجھے دے دو''

وہ بے تامل پی گیا اور اس سے بچا ہوا آپ نے پی لیا.... اگرچہ آپ نے زبان سے کسی سے کچھ نہ فرمایا.... مگر طرز عمل دیکھ کر سب حاضرین اور اہل محلہ نے ندامت اور شرم سے گردنیں جھکا لیں.... (سات ستارے)

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ سے تحصیلدار کی ملاقات

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی اسیر مالٹا رحمۃ اللہ علیہ.... سے ایک تحصیلدار ملاقات کے لئے دیوبند پہنچا.... اور غسل کے واسطے ایک مسجد میں پہنچا.... وہاں اسے عام وضع قطع کے ایک بزرگ نظر آئے.... تحصیلدار نے انہیں مسجد کا خادم سمجھ کر کہا:.... ''بڑے میاں ! حمام میں پانی کا انتظام کرو.... اور جب میں نہا چکوں.... تو مجھے حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے دولت خانے تک لے جانا میں تمہیں معقول معاوضہ دوں گا''

بزرگ نے غسل خانہ میں پانی ڈالا.... تحصیلدار صاحب نے غسل کیا.... اور نئے کپڑے پہن کر روانہ ہوئے اور بزرگ سے کہا:.... ''اب میں آگے آگے چلتا ہوں.... تم مجھے شیخ الہند رحمہ اللہ تک پہنچا کر اپنا انعام وصول کرو''

بزرگ اس کو لیکر باہر نکلے.... اور متوقع خدشہ کے تحت دریافت فرمایا کہ:.... ''ہاں بھائی! آپ کس سے ملنا چاہتے ہیں''

تحصیلدار نے قدرے غصہ سے کہا کہ آپ کو پہلے نہیں بتایا گیا کہ میں.... شیخ الہند رحمہ اللہ کے ہاں شرف باریابی کی غرض سے آیا ہوں....

بزرگ مذکور نے بڑی سنجیدگی سے فرمایا کہ:.... ''بھائی! مجھے بھی کچھ لوگ شیخ الہند کہتے ہیں''
اس نے تعجب سے پوچھا.... شیخ الہند مولانا محمود حسن؟
آپ (شیخ الہند) نے مسکرا کر فرمایا.... ''جی ہاں''
تحصیلدار فوراً پاؤں پر گر کر زار و قطار رونے لگا.... اور کہنے لگا:....
''حضرت! آپ نے مجھے پہلے کیوں نہ بتایا.... میری تو عاقبت برباد ہوگئی''
مگر آپ اس کو برابر تسلی دیتے رہے کہ نہیں.... بھائی نہیں ایسی کوئی بات نہیں اگر آپ کی نظر میں میرے لئے حسن ظن ہے.... تو پھر بھی سید القوم خادمھم یہ بزرگ خود حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ تھے.... (ہفت وار ترجمان اسلام)

امیر شریعت رحمہ اللہ سے خاکروب کی ملاقات

پٹیالہ شہر میں جلسہ تھا.... حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ جلسہ سے خطاب کرنے وہاں پہنچے.... جلسہ ایک بڑی عمارت کی چھت پر تھا.... اس کی سیڑھیاں بہت بڑی تھیں.... شاہ جی رحمہ اللہ جلسہ گاہ میں جانے کے لئے سیڑھیاں عبور کر رہے تھے.... دیکھا تو ایک نوجوان ہاتھ میں جھاڑو لئے ہوئے سیڑھیوں سے نیچے اتر رہا ہے شاہ جی رحمہ اللہ نے دریافت فرمایا:.... ''برخوردار! کون ہو؟''
نوجوان نے جواب دیا:.... ''جی! ہم صفائی والے....'
شاہ جی رحمہ اللہ نے اسے پکڑ کر گلے لگالیا.... اور اس کے دل پر ہاتھ رکھ کر کہا:.... ''ذرا یہاں کی بھی صفائی کرتے جاؤ''
حضرت امیر شریعت اس کے بعد جلسہ گاہ میں پہنچ گئے.... تقریباً آدھ گھنٹے بعد مولانا عبدالجبار ابوہری نے آتے ہی کہا:.... ''شاہ جی!.... اسے کیا کر آئے ہو؟''
شاہ جی رحمہ اللہ نے حیرت سے پوچھا ''بھائی کس کو؟''
فرمایا.... ''صفائی والے کو'' شاہ جی رحمہ اللہ نے کہا:.... ''کچھ بھی نہیں''
مولانا عبدالجبار صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا:.... ''حضرت! وہ تو سڑک پر تڑپ رہا ہے.... اور بہت بے قرار و مضطرب نظر آتا ہے اور کہتا ہے کہ شاہ جی سے کہو کہ وہ مجھے فوراً

مسلمان کریں....اور خود میرے دل کی صفائی کر دیں''

چنانچہ شاہ جی رحمہ اللہ کے فرمان کے مطابق وہ اس جلسہ میں لایا گیا....اور مشرف بہ اسلام ہو گیا تو شاہ جی کو دعائیں دیتے ہوئے کہنے لگا:...''آپ نے مجھے گلے سے کیا لگایا کہ میرا دل روشن ہو گیا ....اور میں دولت اسلام حاصل کرنے کے لئے بے تاب ہو گیا''....(ہفت روزہ ترجمان اسلام)

مفتی اعظم رحمہ اللہ سے ایک مسافر کی ملاقات

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نوراللہ مرقدہ کا واقعہ ہے....کہ سردیوں کی ایک رات میں حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ بذریعہ ریل گاڑی تھانہ بھون کے اسٹیشن پر اترے....قصبہ اسٹیشن سے کافی دور تھا....درمیان میں کھیت اور غیر آباد زمینیں تھیں....بجلی بھی نہیں تھی رات کے وقت قلی یا سواری ملنا ناممکن تھا....چند مسافر ہوتے جو اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جاتے گاڑی حسب معمول رکی اور روانہ ہو گئی....اسٹیشن پر ہو کا عالم تھا....جنگل اور اندھیری رات....اسٹیشن سے قیام گاہ تک آمد و رفت عموماً پیدل ہوتی تھی....حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تنہا تھے سامان بھی ساتھ نہ تھا....اچانک آواز آئی ''قلی'' ''قلی'' یہ آواز بار بار آ رہی تھی.... اب اس میں گھبراہٹ بھی شامل ہو گئی تھی....کوئی صاحب مع اہل وعیال اسی گاڑی سے اترے....قلی ہوتو ملے وہاں ایسا قلی نہ تھا....جو آبادی تک سامان پہنچا دے....یہ مفتی صاحب رحمہ اللہ کے ایک واقف کار تھے....اور عقیدت مندانہ ملتے تھے....مفتی صاحب رحمہ اللہ سے اپنا بوجھ اٹھوانے پر ہرگز راضی نہ ہوتے یا عمر بھر ندامت کے بوجھ میں دبے رہتے....

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ....میں نے جلدی سے سر پر رومال لپیٹ کر اوپر سے چادر ڈالی ....اور مزدورانہ ہیئت تیزی سے پہنچ کر کہا :....'' سامان رکھواؤ کہاں جانا ہے''؟

انہوں نے مختصر پتہ بتا کر سر پر سامان لادنا شروع کر دیا.... پہلا بکس ہی اتنا بھاری تھا کہ مفتی صاحب رحمہ اللہ نے کبھی نہ اٹھایا تھا....اس پر دوسرا بکس رکھا....تیسرا عدد اور مفتی صاحب رحمہ اللہ کی بغل میں تھمانا چاہتے تھے....مفتی صاحب رحمہ اللہ نے دونوں ہاتھوں سے بمشکل ان بکسوں کو سنبھالتے ہوئے کہا کہ:....

''حضور میں کمزور آدمی ہوں۔۔۔زیادہ نہیں اُٹھا سکتا.... یہ (تیسرا عدد) آپ سنبھال لیں''
یہ مختصر قافلہ روانہ ہوا بوجھ سے پاؤں ڈگمگا رہے تھے.... مگر حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی اس کمزوری کو ٹارچ (بیٹری) نے چھپا لیا تھا.... جو انہوں نے راستہ دکھا رہی تھی اور مفتی صاحب کی طرف متوجہ ہونے کا موقع نہ دیتی تھی.... ان کی قیام گاہ پر سامان اتارا وہ یہ کہہ کر ذرا اندر گئے ....کہ ''ابھی آ کر پیسے دیتے ہیں.... 'حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ وہاں سے غائب ہو گئے....
اگلے دن وہ صاحب خانقاہ میں حسب سابق بڑی تعظیم سے ملے.... مگر انہیں کیا معلوم وہ ایک ''قلی'' سے مل رہے ہیں.... (البلاغ فقیہ اعظم)

حکیم الامت رحمہ اللہ کی نواب ڈھاکہ سے ملاقات

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کو ایک کانفرنس کے سلسلہ میں ڈھاکہ مدعو کیا گیا.... آپ نے شرح صدر نہ ہونے کی بناء پر عذر فرما دیا....
لیکن نواب سلیم اللہ صاحب ڈھاکہ اور علمائے دیوبند کے اصرار پر آپ نے کچھ شرطوں کے ساتھ جانا منظور فرما لیا.... ایک مرتبہ اس سے پہلے بھی نواب سلیم اللہ صاحب کی دعوت پر آپ تشریف لے جا چکے تھے....
اصرار پر آپ نے سفر کا ارادہ تو کر لیا لیکن فراست سے آپ محسوس فرما رہے تھے.... کہ سفر کا پورا ہونا مشکل ہے.... اس لئے آپ نے وہ سفر اپنے ذاتی خرچ سے کیا.... کلکتہ پہنچے تو نواب صاحب نے اپنے ایک عزیز کے ذریعہ وہاں طعام وقیام کا شایان شان انتظام کرایا.... اور ان عزیز نے حضرت والا سے ملاقات بھی کی .... باتوں باتوں میں نواب سلیم اللہ صاحب کے یہ عزیز جو خود بھی بہت بڑے رئیس تھے .... حضرت سے کہنے لگے کہ آپ کے انکار کے بعد آپ کی تشریف آوری سے نواب صاحب کو بہت بڑی مسرت ہوئی ہے ....فرماتے تھے کہ آپ کی شرطیں بڑی سخت ہیں.... جن کو قبول نہیں کر سکتے.... جیسے ایک تو یہی کہ کوئی ہدیہ پیش نہ کیا جائے....
حضرت نے فرمایا:.... ''کہ نہ دینے کی شرط کیا مشکل ہے.... دینا تو دشوار ہو سکتا ہے''
رئیس نے عرض کیا'' صاحب.... جس سے محبت ہوتی ہے.... اس کو تو ہدیئے دینے کے

لئے جی چاہتا ہی ہے.... یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اپنے محبوب کی خدمت نہ کی جائے''

حضرت نے جواب دیا:.... ''یہ ضروری ہے کہ محبوب کو اپنے گھر ہی بلا کر ہدیہ دیا جائے ....اگر ایسا ہی شوق ہے تو اس کے گھر جا کر یا بھیج کر بھی تو ہدیہ دیا جا سکتا ہے''

رئیس ہونا اور بات ہے اور سلیقہ سے گفتگو کرنا اور بات ہے....اس منتظم کو بات کرنا نہ آئی اور نخوت سے کہا:....''معاف فرمائیے....پیاسہ کنویں کے پاس آتا ہے....کنواں پیاسے کے پاس نہیں جاتا''

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کو یہ کلمات سن کر بہت رنج ہوا....مگر اپنی ناگواری کو ظاہر نہیں کیا....اور نہایت تہذیب سے اس رئیس کو مخاطب کیا....''آپ کا خیال یہ ہے کہ آپ حضرات کنواں ہیں....اور ہم پیاسے اور ہمارے دماغ میں یہ سمایا ہوا ہے....کہ ہم لوگ کنواں ہیں اور آپ پیاسے اور اس کی ہمارے پاس دلیل بھی ہے....اس لئے کہ ضرورت کی دو چیزیں ہیں....دین اور دنیا ان میں سے ہماری حاجت کی ایک چیز ہمارے پاس ہے....(یعنی دین) فرق اتنا ہے کہ ہماری حاجت کو جو چیز آپ کے پاس ہے....(یعنی دنیا) اللہ تعالیٰ نے بقدر ضرورت ہمیں بھی دے رکھی ہے....لیکن آپ کی حاجت کی جو چیز ہمارے پاس ہے) (یعنی دین) وہ آپ کے پاس بقدر ضرورت بھی نہیں....آپ ہمارے محتاج ہوئے یا ہم آپ کے ....آپ پیاسے اور ہم کنواں ہوئے.... یا ہم پیاسے اور آپ کنواں ہوئے''؟

وہ رئیس شرمندہ ہو کر بغلیں جھانکنے لگا....اور حضرت والا نے وہیں سے قطع سفر کا ارادہ کر لیا....اور واپس تشریف لے آئے....(تربیت السالک)

امیر شریعت رحمہ اللہ سے ایک پولیس افسر کی ملاقات

ایک سفر میں ایک ذمہ دار پولیس افسر نے حضرت امیر شریعت سید عطا اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ سے سوال کیا:....

''شاہ جی! اجازت ہو....تو ایک بات پوچھوں' ہاں بیٹا! کیوں نہیں''

دوسری جماعتوں کے سیاسی اور مذہبی رہنما آئے....دن مختلف شہروں میں آتے رہتے ہیں ....مگر حکومت کی طرف سے ہمیں کوئی ایسی ہدایت نہیں ملتی....کہ ہم ان کو واچ (نگرانی) کریں ....لیکن جیسے ہی آپ کسی شہر میں پہنچتے ہیں....ایک دم سے تاریں ملنے لگتی ہیں....یہ کیوں؟

آپ نے برجستہ کہا:...." بھائی! جب کوئی ہیجڑا گھر میں آجائے....تو کوئی عورت اس سے پردہ نہیں کرتی....مگر جیسے ہی کوئی مرد آجائے....تو تمام گھر میں پردہ پردہ کا شور مچ جاتا ہے"

اس پر متعلقہ افسر اپنا سامنہ لیکر رہ گیا" (حیات امیر شریعت)

حضرت ہزاروی رحمہ اللہ کے والد ماجد کی ایک انسپکٹر سے ملاقات

حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمتہ اللہ علیہ....کے والد پرائمری اسکول جاگیر گیدر پور میں جونیئر اسکول ٹیچر تھے....انہوں نے اپنے بیٹے کو بھی اپنے ہی اسکول میں داخل کرلیا ....پرائمری پاس کرنے کے بعد مولانا غلام غوث صاحب وظیفہ کے امتحان میں شریک ہوئے....اور صوبہ بھر میں اول رہے....اور میرٹ اسکالرشپ حاصل کیا....اس کے بعد مڈل کا امتحان بھی نمایاں حیثیت سے پاس کیا....

آپ کے والد صاحب نے آپ کی ذہانت کو دیکھ کر (اپنے خالص دینی مزاج کی بناء پر) ارادہ کیا کہ آپ کو علوم دینیہ کی تحصیل کے لئے کسی (اچھی دینی درسگاہ میں بھیجیں....اس وقت کے انسپکٹر مدارس صوبہ سرحد جناب مرزا علی محمد خاں جو کہ مولانا غلام غوث کے والد صاحب کے دوستوں میں سے تھے)

جب اس کا علم ہوا تو آپ کے والد صاحب کے پاس گئے اور انہیں آمادہ کرنے لگے کہ آپ کا بیٹا بہت ذہین ہے اسے عصری تعلیم دلائیں: آپ کے والد صاحب نہ مانے لیکن انہوں نے بھی پیچھا نہ چھوڑا اور مسلسل اصرار کرتے رہے....حتیٰ کہ ایک مرحلے پر آپ کے والد صاحب آمادہ ہوگئے اور فرمایا انشاء اللہ پڑھاؤں گا جواباً انسپکٹر صاحب نے کہا:....

ان شاء اللہ وغیرہ کچھ نہیں ضرور (انگریزی پڑھانی ہے)

موصوف کے اس طرز انتخاب نے آپ کے والد صاحب کی رائے کو بدل دیا.... انہوں نے فرمایا:....

جس تعلیم میں "ان شاء اللہ" کی کچھ اہمیت نہیں وہ تعلیم کسی کام کی نہیں....

چنانچہ اس کے فوراً بعد (۱۹۱۴ء میں) آپ کو دارالعلوم دیوبند بھیج دیا گیا....(بروایت گل رحمٰن)

رئیس الاحرار کی شیخ الحدیث رحمہ اللہ سے ملاقات

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ نے تحریر فرمایا کہ:....

رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی مرحوم اور اس ناکارہ کا طالب علمی کا دور تقریباً ایک ہے.... وہ دیوبند میں پڑھتے تھے میں سہارنپور میں وہ مجھے ابن فلاں کی حیثیت سے جانتے تھے اور میں انہیں ایک لیڈر کی حیثیت سے جانتا تھا اور ایک دوسرے سے تقریباً نفرت تھی.... وہ ہمیشہ مجھے دیکھ کر یوں کہتے تھے کہ ایسے بیکار آدمیوں کا وجود زمین پر بوجھ ہے اور چونکہ وہ جری.... لسان تھے اس لئے جو منہ میں آتا کہہ دیتے اور میں اپنے ضعف و جمود کی وجہ سے زبانی تو کچھ نکیر نہ کرتا مگر دل میں یہ سوچتا کہ اس شخص کا مدرسہ میں رہنا ناجائز ہے جس کو پڑھنا نہیں لیڈری کرنا ہے وہ طالب علمی کا کیوں نام بدنام کرے.... مدرسہ کی روٹیاں کیوں کھائے.... کسی اخبار میں جا کر نوکری کرے.... وہ مرحوم فارغ ہو کر اپنے لیڈرانہ مشاغل میں لگ گئے.... عرصہ تک ملاقات بھی نہ ہوئی.... اس کے بعد ان کی زندگی نے کچھ پلٹا کھایا اور رائے پور کی حاضری شروع ہوئی.... حضرت اقدس رائے پور جانے والے پہلا سوال یہ کیا کرتے تھے کہ شیخ الحدیث سے مل کر آئے یا نہیں؟

اس مجبوری کو ہر رائے پوری قدس سرہ کا یہ عام دستور اور قاعدہ کلیہ سب ہی کو معلوم ہے کہ وہ ہر رائے پور جانے والے کے لئے نفی میں جواب دینے کی شرم کی وجہ سے دل چاہے یا نہ چاہے مل کر جانا پڑتا ہے تو اس کے علاوہ چونکہ اس زمانہ میں حضرت نور اللہ مرقدہ کے اسفار بھی بہت کثرت سے رہتے تھے اس ناکارہ کو حضرت رحمہ اللہ کے اسفار کے حال ہر وقت معلوم رہتا تھا اس لئے بھی لوگ مجبور تھے کہ وہ یہاں آ کر معلوم کر لیں کہ حضرت رائے پور ہیں یا کہیں سفر میں ہیں؟

ان دو مجبوریوں کی وجہ سے مولانا مرحوم جب بھی رائے پور جاتے ایک دو منٹ کے لئے آنا ضروری تھا مرحوم بھی سمجھتے یہ ضابطہ پری ہے اور میں بھی سمجھتا....

ایک دفعہ اس دستور کے موافق مولانا نصیر نے اوپر جا کر کہا کہ مولانا حبیب الرحمٰن صرف ایک منٹ کو مصافحہ کرنا چاہئے ہیں.... سامان لاری پر رکھا ہے میں نے کہا بلا لو.... میں بھی یہ سمجھ رہا تھا کہ صرف مصافحہ ہی ہے وہ اوپر تشریف لائے اور مصافحہ سے بھی پہلے کھڑے کھڑے یوں کہا:....

''ایک بات بہت ضروری پوچھنی ہے جواب اس وقت نہیں چاہئے سوچ رکھئے گا کل کورائے پور سے واپسی میں اس کا جواب لوں گا اور اس پر گفتگو کرنے کے لئے کچھ ٹھہروں گا'' یہ تصوف کیا بلا ہے؟

چونکہ مرحوم نے یہی لفظ کہے تھے اس واسطے لکھ دیئے.... میں نے کھڑے ہوتے ہوئے مصافحہ کرتے ہوئے کہا کہ ''تصحیح نیت ہے اس کے سوا کچھ نہیں'' کہنے لگے میں تو دلی سے سوچتا آرہا تھا کہ تو اگر یوں کہے گا تو میں یوں کہوں گا میں نے بہت سی تعبیرات اور اس پر بہت سے اشکالات سوچ رکھے تھے تو نے تو ایک ہی لفظ میں نمٹا دیا میں نے کہا اب تو رائے پور میں اس پر اشکالات سوچتے لائیو!

اگلے دن آئے فرمایا.... اس پر تو کوئی اشکال سمجھ میں نہیں آتا میں نے کہا حقیقت یہی ہے کہ ذکر و شغل مجاہدات وغیرہ سب اس کے پیدا کرنے کے لئے ہیں اور تعلق مع اللہ نسبت انوار وغیرہ سب اس کے ثمرات ہیں....

فرمانے لگے کہ آج پہلا دن ہے کہ میرے دل میں تیرے سے کچھ اُنس پیدا ہوا آج تک تو وحشت ہی تھی.... (ولی کامل)

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی مشہور فلسفی سے ملاقات

ہندوستان کے مشہور فلسفی و منطقی عالم مولانا عبدالوہاب صاحب جو مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی کے براہ راست شاگرد اور ریاست حیدرآباد کی حدود میں جن کی درسگاہ منطق و فلسفہ کی کم از کم ہندوستان میں مرکزی درسگاہ تھی سنا ہے کہ طلبہ ان سے منطق و فلسفہ پڑھنے کے لئے دور دور سے سفر کر کے پہنچتے.... خود دارالعلوم دیوبند کے مشہور منطقی عالم مولانا سہول صاحب بھاگلپوری نے ان مولانا عبدالوہاب سے پڑھنے کیلئے ''بہار'' سے حیدرآباد تک کا سفر پیدل طے کیا تھا.... مولانا عبدالوہاب کو منطق و فلسفہ نے اس درجہ غلط کر رکھا تھا کہ خود کو اپنی زبان سے ''مولانا عبدالوہاب'' کہتے تھے اور اپنے مقابل میں بڑے سے بڑے عالم و فاضل کو ایک طفل مکتب سے زیادہ نہ سمجھتے تھے یہی مولانا عبدالوہاب صاحب ایک مرتبہ حیدرآباد سے دیوبند تشریف لائے اور دارالعلوم کی مشہور عمارت ''نودرہ'' کے سامنے اپنا سامان رکھوا کر گذرنے

والے طلبہ سے دریافت کیا کہ ”مولوی محمودالحسن کہاں ہیں“ عقید تمند طلبہ پر یہ انداز گفتگو بڑا گراں گذرلیکن کیونکہ ایک نووارد مہمان کی شکل وصورت میں تھے اس لئے برداشت کیا گیا....

تم ہی کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے.... بہر حال جواب دیا گیا کہ ”مکان پر تشریف رکھتے ہیں“ یہ سنکر حسب عادت بولے ”جاؤ! ان سے کہہ دو کہ مولانا عبدالوہاب تشریف لائے ہیں“ کسی طالب علم نے حاضر ہوکر حضرت شیخ الہند رحمتہ اللہ علیہ سے یہی سب کچھ عرض کردیا.... سن کر ایک ہلکے سے تبسم کے ساتھ فرمایا کہ ”ہاں بھائی جاؤ وہ بڑے آدمی ہیں پورے اعزاز واکرام سے مدرسہ کے مہمان خانے میں ان کو ٹھہرادو“

شام ہوئی تو حضرت والا خود ہی مٹی کے چند برتنوں میں کھانا لیکر تشریف لائے مولانا عبدالوہاب صاحب چارپائی پر بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے رہے اور حضرت شیخ الہند رحمتہ اللہ علیہ دیر تک نیچے بیٹھے ہوئے گفتگو فرماتے رہے....

دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ اس تمام گفتگو میں حضرت شیخ الہند کا انداز بالکل طالب علمانہ تھا مولانا عبدالوہاب ہمہ دانی کے زعم میں بہت کچھ کہہ ڈالتے اور ادھر ایک خفیف سی مسکراہٹ اور ”جی ہاں“ ”بے شک“ کے سوا اور کچھ نہیں.... عشاء کا وقت قریب تھا.... مولانا شیخ الہند رحمتہ اللہ علیہ اپنے مکان پر تشریف لے گئے اور مولانا عبدالوہاب صاحب نے طلبہ سے ترمذی شریف کے درس کا وقت دریافت کر کے مہمان خانہ میں آرام کیا صبح ہوئی تو مولانا عبدالوہاب وقت سے پہلے حضرت شیخ الہند رحمتہ اللہ علیہ کی درسگاہ میں موجود تھے حضرت کا درس کے لئے تشریف آوری کا معینہ وقت ہو چکا تھا اور آج خلاف معمول تشریف لانے میں غیر معمولی تاخیر ہو رہی تھی مولانا عبدالوہاب بار بار طلبہ سے دریافت کرتے کہ ”ابھی تک آئے نہیں؟“

اور نفی میں جواب پانے کے بعد خود ہی کہتے ”آج نہیں آئیں گے“ آج تو ان کو کوئی ضروری کام پیش آگیا ہوگا (مطلب یہ تھا کہ درس میں میری شرکت کی.... اطلاع نے مولانا کو مرعوب کردیا اب وہ آکر درس دیں یہ ہمت نہیں کر سکتے) طلبہ بھی مولانا عبدالوہاب صاحب کے اس چبھتے ہوئے کلمہ اور حضرت شیخ الہند رحمتہ اللہ علیہ کی غیر معمولی تاخیر پر بہت پیچ وتاب کھا رہے تھے کہ اتنے میں دیکھا سامنے سے حضرت والا کھادی کا لمبا کُرتہ

جس میں دوایک پیوند بھی تھے معمولی کھدر کا پائجامہ سر پر دو پلی ٹوپی ایک ہاتھ میں پان کی ڈبیہ اور دوسرے ہاتھ میں عصاء لئے چلے آ رہے ہیں....

حضرت مولانا عزاز علی صاحب رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہ جب درسگاہ میں تشریف لائے تو مولانا عبدالوہاب صاحب نے ایک تیز نگاہ خاص اس مقصد سے ڈالی کہ مولانا مرعوب ہو جائیں لیکن درسگاہ سے باہر یہ انتہائی منکسر المزاج اور خاکسارانہ طور پر پیش آنے والا شخص درسگاہ میں قدم رکھتے ہی غضبناک اور جری شیر بن جاتا تھا.... درس شروع ہوا تو مولانا عبدالوہاب نے گردن اُٹھا کر نہایت کرخت و بلند آواز میں کہا ''مولانا طحاوی نے تو اس موقعے پر یہ کہا ہے'' حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لب ولہجہ کی اس شدت کے ساتھ جواباً ارشاد فرمایا ''مولانا یہ فرمایئے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کیا فرماتے ہیں میں طحاوی کا مقلد نہیں بلکہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید کرتا ہوں''

سنا ہے کہ اس مختصر سے ردوبدل کے سوا سننے والوں نے تو کچھ اور نہ سنا لیکن دیکھا گیا ہے کہ مولانا عبدالوہاب کی تنی ہوئی گردن اس کے بعد آہستہ آہستہ جھکنا شروع ہوئی اور پھر آخر وقت تک سر اٹھا کر نہ دیکھا بلکہ ایک محویت واستغراق کے ساتھ خاموشی سے سنتے رہے....

درس ختم ہو گیا اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ تیز قدم اٹھاتے ہوئے درسگاہ سے باہر تشریف لے گئے اور مولانا عبدالوہاب صاحب طلبہ کے ہجوم میں چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے کہ ''واللہ! حدیث پڑھانے کا اس شخص کو حق ہے'' اور یہی مولانا عبدالوہاب ایک معمولی طالب علم کی طرح حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ سے استفادہ کر رہے تھے.... (تذکرہ اعزاز)

شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ سے ایک ملحد کی ملاقات

کلکتہ میں ایک ملحد نے حضرت مولانا محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ سے کہا کہ غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ڈاڑھی رکھنا خلاف فطرت ہے کیونکہ اگر فطرت کے موافق ہوتی تو ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے وقت بھی ہوتی....

مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اگر خلاف

فطرت ہونے کی یہی وجہ ہے تو دانت بھی تو خلاف فطرت ہیں ان کو بھی توڑ ڈالو کیونکہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے وقت دانت بھی نہ تھے.... (امثال عبرت)

مولانا محمد یعقوب دہلوی سے ایک چور کی ملاقات

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کے نواسے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب دہلوی مہاجر مکی رحمہ اللہ کا واقعہ ہے کہ ایک بار آپ بازار میں کچھ خریدنے تشریف لے گئے کوئی چیز خریدی اور تھیلی میں سے دام نکال کر دوکاندار کو دیئے ایک بدوی نے دیکھا اور جب آپ چلے آپ کے پیچھے ہولیا جب آپ اپنے مکان کے قریب گلی میں پہنچے وہ بدوی آپ کے ہاتھ سے تھیلی اچک اور وہ جا یہ جا آپ نے اس کا کوئی تعاقب نہیں کیا اپنے گھر میں داخل ہو کر زنجیر لگالی اب بدوی جو گلی سے نکلنا چاہتا ہے تو رستہ نہیں ملتا لوٹ پھر کر پھر وہاں ہی پہنچ جاتا ہے جہاں سے چلا تھا بہت پریشان ہوا آخر سمجھا کہ یہ شیخ کا مال لینے کے سبب سے ہے دروازہ پر آ کر پکارا یا شیخ! یا شیخ! اب شیخ بولتے نہیں پھر اس نے گلی سے نکلنا چاہا مگر راستہ بند پھر شیخ کو پکارا جواب ندارد آخر اس نے غل مچانا شروع کیا کہ لوگو دوڑو مجھ کو مار دیا محلّہ کے لوگ آئے اور پوچھا بدوی نے کہا اس گھر میں کون رہتا ہے اس نے مجھ پر ظلم کیا ہے لوگوں نے اس کو ڈانٹا کہ اس میں تو ایک بڑے بزرگ رہتے ہیں اس نے کہا کہ انہیں باہر بلاؤ تب میں بتلاؤں لوگوں نے منت سماجت کر کے حضرت کو بلایا حضرت تشریف لائے بدوی نے کہا انہوں نے مجھ پر یہ ظلم کیا ہے کہ:....

’’میں نے ان کی تھیلی چھینی تھی اب مجھ کو راستہ نہیں ملتا اب میں تھیلی واپس کرنا چاہتا ہوں تو یہ بولتے نہیں ان سے کہو کہ اپنی تھیلی لے لیں اور میری جان چھوڑیں‘‘

لوگوں نے حضرت سے عرض کیا کہ تھیلی لے لیجئے آپ نے فرمایا:.... ’’میں تھیلی لے نہیں سکتا جب اس نے تھیلی چھینی تھی اسی وقت مجھ کو یہ خیال ہوا کہ افسوس یہ شخص اس غضب سے دوزخ میں جاویگا میری طبیعت نے اس کو گوارہ نہ کیا کہ میرے سبب سے میرا ایک بھائی مسلمان دوزخ میں جاوے اس لئے میں نے یہ اس کو ہبہ کر دیا تھا اب ہبہ سے رجوع نہیں کرتا‘‘

علامہ کشمیری رحمہ اللہ سے علامہ اقبال کی ملاقات

شیخ الاسلام علامہ انور شاہ کاشمیری رحمتہ اللہ علیہ بلند پایہ محدث اور علوم و معارف کا خزینہ تھے.... عربی علم و ادب کے علاوہ آپ قدیم فارسی کے بھی بہت بڑے ماہر تھے....

علامہ اقبال مرحوم نے جب ایران کا سفر کیا تو وہاں زرتشتی مذہب کے پیروکاروں نے ان سے اپنی قدیم کتاب ''پاژند'' کے سلیس فارسی ترجمہ کی درخواست کی علامہ اقبال نے جواباً کہا کہ:.... ''اس کا ترجمہ مجھ سے تو ممکن نہیں.... البتہ میرے ملک میں ایک ہستی ایسی ہے جو اس کام کو بحسن و خوبی انجام دے سکتی ہے''

زرتشتیوں نے ایک لاکھ ایرانی سکے کی پیش کش کی.... حضرت علامہ اقبال رحمہ اللہ نے ہندوستان واپس لوٹ کر حضرت علامہ انور شاہ صاحب رحمہ اللہ سے ذکر کیا حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ سابق صدر المدرسین دار العلوم دیوبند نے جواب دیا:....

''لاکھ روپے کے بدلے میں .... میں کفر کی اشاعت کیوں کروں .... انور شاہ اسلام کے لئے پیدا ہوا ہے اشاعت کفر کے لئے نہیں''

امیر شریعت رحمہ اللہ سے ڈپٹی کمشنر کی ملاقات

ملتان کے ڈپٹی کمشنر مختار مسعود نے اپنے ایک قریبی دوست کی وساطت سے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ سے ملنے کی خواہش کی اس کے امیر شریعت سے بھی گہرے مراسم تھے اس بھروسے پر متعلقہ شخص نے ڈپٹی کمشنر سے وعدہ کر لیا کہ وہ امیر شریعت کو کسی دن ان کے پاس لے آئے گا چنانچہ امیر شریعت رحمہ اللہ سے ڈپٹی کمشنر کی خواہش کا اظہار کیا تو فرمایا کہ:.... ''کسی دن چلیں گے''

آخر اتوار کا دن مقرر ہوا.... امیر شریعت رحمہ اللہ حسب وعدہ ڈپٹی کمشنر کی کوٹھی پر پہنچے.... مسٹر مختار مسعود بڑے خوش ہوئے اور امیر شریعت کی آمد پر اپنے کمرے کو خاص انداز سے آراستہ کیا ہوا تھا امیر شریعت رحمہ اللہ جیسے ہی کار سے اترے ڈپٹی کمشنر پذیرائی کے لئے آگے بڑھے کمرے میں بیٹھتے ہی ہمہ اقسام مشروبات لائے گئے....

امیر شریعت رحمہ اللہ نے فرمایا:.....

"بھائی! میرے لئے تو سادہ اور ٹھنڈا پانی منگوا دو..... بڑی مہربانی ہوگی"

ڈپٹی کمشنر نے باصرار کہا:....."یہ سارا کچھ بھی تو سادہ ہے"

اس پر امیر شریعت رحمہ اللہ نے کہا:....."اس سادگی پر مجھے غالب کا یہ شعر یاد آ گیا

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا　　لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

منیر مشروبات سے سجا رکھی ہے.... ساغر و مینا کا سا سماں باندھ لیا ہے اور ابھی یہ سارا کچھ سادہ ہے...."سبحان اللہ!"

کچھ ادھر اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد فرمایا:....."آپ کا حکم نامہ ملا تو سوچا.... چلو اسی بہانے اپنا ایک کام ہی کرتا آؤں"

اس فقرے سے ڈپٹی کمشنر کو گمان ہوا کہ شاہ جی رحمہ اللہ کوئی ذاتی کام کی بات کہنا چاہتے ہیں چنانچہ بڑی بے تابی سے ڈی سی نے کہا:....."فرمایئے"

امیر شریعت رحمہ اللہ نے چند کاغذات نکال کر ان کے سامنے رکھے اور فرمایا

"سارے مغربی پاکستان میں تحفظ ختم نبوت کے دفاتر حکومت نے واگزار کر دیئے ہیں لیکن ملتان کا دفتر ہنوز سر بمہر ہے.... اگر یہ دفتر آپ کھولنے کی اجازت دیدیں تو میں ممنون ہونگا....

اس کے جواب میں ڈی سی نے کہا:....."شاہ جی! یہ کام تو صوبائی حکومت کی پالیسی سے تعلق رکھتا ہے البتہ میرے بس میں تو یہ ہے کہ میں آپ کو چھ سات مربعے اراضی دے سکتا ہوں اور اس میں ٹیوب ویل کا انتظام بھی کرا سکتا ہوں"

اس بات پر امیر شریعت رحمہ اللہ مسکرائے اور فرمایا... مختار صاحب! میں اپنی ذات کیلئے حاضر نہیں ہوا.... باقی رہے آپ کے مربعے اور اس کی پیشکش تو اس کے لئے شکریہ!"

یہ کہا اور وہاں سے چلے آئے....(حیات امیر شریعت)

نواب حیدر آباد دکن کی حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے ملاقات

حکیم الامت رحمہ اللہ کا امراء سے استغناء کا یہ عالم تھا کہ جہاں حیدر آباد دکن جانے والے اکثر علماء و مشائخ والی دکن کی خدمت میں باریابی اور وظیفہ کی آواز لے کر جاتے

تھے ....وہاں حضرت کو ملنے سے بھی عار تھا.... جس کی تفصیل خود حضرت کی زبانی لطف دے گی.... فرماتے تھے کہ ''اہل علم کے لئے یہ بات بہت ہی ناپسندیدہ ہے کہ وہ امراء سے خلط کریں.... اس لیے کہ غرباء کو جو مصلح سے نفع ہوتا ہے امراء سے وہ بھی ضائع ہو جاتا ہے اس طرح قلوب پر مصلح کا وہ اثر نہیں رہتا مجھ کو حیدر آباد دکن میں ایک دوست نے مدعو کیا دیوبند کے بعض احباب خاص اہل علم نے مشورہ دیا کہ وہاں نواب صاحب سے ملاقات ضروری ہے میں نے کسی کو کوئی جواب نہ دیا.... وہاں پہنچ کر سات ہی روز گزرے تھے کہ فلاں نواز جنگ کا ایک پرچہ آیا جس میں لکھا تھا کہ عرصہ سے مجھ کو زیارت کا اشتیاق تھا مگر بدقسمتی سے تھانہ بھون کی حاضری نہ ہوئی .... برائے زیارت حاضر ہونا چاہتا ہوں فلاں فلاں وقت اپنے فرائض منصبی سے فرصت ملتی ہے....''

یہ فلاں نواز جنگ صاحب اس وقت نواب کی ناک کے بال اور ارکان سلطنت میں سے تھے آپ نے انہیں لکھا:....

''بے حد مسرت ہوئی کہ آپ کے دل میں دین اور اہل دین کی نسبت وعظمت ہے ....مگر نیچے کی سطر پڑھ کر افسوس کی بھی کوئی حد نہ رہی کہ اس میں فہم سے کام نہ لیا گیا جس کے ملنے کو زیارت سے تعبیر کیا گیا اس کو تو اپنے اوقات فرصت بتلا کر پابند کیا گیا اور خود آزاد رہے یہ کون سی فہم وتہذیب کی بات ہے....''

اس پر نواز جنگ صاحب نے اپنی بدفہمی کی معافی مانگی اور لکھا کہ حضرت والا ہی اپنی ملاقات کے اوقات تحریر فرمادیں حضرت نے اس پر ایک اور سبق دے دیا کہ:....

''اب بھی پورے فہم سے کام نہیں لیا گیا.... مردہ بدست زندہ کی طرح مہمان میزبان کے ہاتھ میں ہوتا ہے.... اس لئے سفر میں اوقات کا ضبط ہونا غیر ضروری ہے.... آپ ساتھ رہیں جس وقت مجھ کو فارغ دیکھیں.... ملاقات کرلیں....''

اس پر انہوں نے لکھا کہ بدفہمی پر بدفہمی ہوتی چلی جارہی ہے .... میں نہ اب اپنے اوقات کو ظاہر کرتا ہوں نہ حضرت سے معلوم کرتا ہوں .... جس وقت فرصت ہوگی حاضر خدمت ہو کر زیارت سے مشرف ہو جاؤں گا اگر فرصت نہ ہوئی تو لوٹ آؤں گا جب حضرت

نے دیکھا کہ سبق کارگر ہوا ہے تو پھر انہیں دلجوئی کے طور پر لکھا:.....

"اب پورے فہم سے کام لیا گیا ہے جس سے اس قدر مسرت ہوئی کہ پہلے آپ کا میری زیارت کو جی چاہ رہا تھا اب میرا آپ کی زیارت کو جی چاہنے لگا.... اگر فرصت ہو تو آپ تشریف لے آئیں ورنہ مجھ کو اجازت فرمایئے میں خود حاضر ہو جاؤں گا...."

اس افہام و تفہیم کی غرض آپ نے مجلس میں یہ بیان فرمائی کہ:.....

"میرا طرز عمل اس لئے تھا کہ یہ دنیا کے جس قدر بڑے لوگ ہیں اہل دین کو بے وقوف سمجھتے ہیں ان کو یہ دکھلانا تھا کہ اہل علم و دین کی یہ شان ہے کہ پہلے تو تذلیل سے بچنا مقصود تھا.... مگر جب وہ اپنی کوتاہی تسلیم کر چکے تو اب کھینچنا تکبر تھا اللہ کا شکر ہے کہ دونوں سے محفوظ رکھا".....

غرضیکہ وہ صاحب خود آئے اہل مجلس میں بعضوں نے دور سے دیکھ کر کہا کہ فلاں صاحب آرہے ہیں.... حضرت ڈاک لکھ رہے تھے برابر لکھتے رہے جس وقت انہوں نے پہنچ کر السلام علیکم کہا تب حضرت مخاطب ہوئے فرماتے ہیں کہ:.....

"میں نے سلام کا جواب دیا اور کھڑے ہو کر مصافحہ کیا.... بیچارے بہت ہی مہذب تھے .... دوزانو ہو کر سامنے بیٹھ گئے میں نے اپنے برابر جگہ دے کر کہا بھی کہ اس طرف آ جایئے اس پر کہا کہ مجھ کو یہیں آرام ملے گا.... کچھ دیر بعد میرے سوال پر نواب صاحب کی بیدار مغزی اور انتظام سلطنت کے واقعات بیان کرتے رہے.... اس کے بعد کہا کہ اگر نواب صاحب سے ملاقات ہو جائے تو بہت مناسب ہے....

میں نے پوچھا کہ یہ خواہش آپ کی ہے.... یا نواب صاحب کی.... کچھ سکوت کے بعد کہا میری خواہش ہے میں نے سوال کیا کہ جس وقت آپ نے ملاقات کے مناسب و نامناسب ہونے پر غور فرمایا ہوگا.... اس پر بھی ضرور غور فرمایا ہوگا کہ ملاقات سے نفع کس کا ہے؟

کہا نواب صاحب کا.... میں نے کہا کہ نفع نواب صاحب کا اور ملاقات کی ترغیب مجھ کو دی جا رہی ہے.... طالب کو مطلوب اور مطلوب کو طالب بنایا جا رہا ہے.... اس پر کوئی جواب نہ دیا.... اب میں خود اس کے متعلق عرض کرتا ہوں کہ اس صورت میں کہ میں خود ملاقات کو جاؤں مضرت ہی مضرت ہے.... نفع کچھ نہیں.... اگر ملاقات کو گیا تو وہ مطلوب اور میں طالب ہوں گا

....تو اس صورت میں ان کو مجھ سے کوئی نفع نہ ہوگا.... ہاں ان سے مجھ کو نفع ہو سکتا ہے....اس لئے کہ جو چیز ان کے پاس ہے وہ مجھے ملے گی یعنی دنیا....وہ بقدر ضرورت بحمد اللہ میرے پاس بھی ہے اور جو میرے پاس ہے وہ بقدر ضرورت بھی ان کے پاس نہیں یعنی دین اور اگر میں گیا بھی اور جو ان کے پاس ہے (یعنی دنیا منصب وظیفہ وغیرہ) وہ مل بھی گئی تو اس صورت میں ایک خاص ضرر بھی ہے اگر قبول کرتا ہوں تو اپنے مسلک کے خلاف اگر قبول نہیں کرتا تو آداب شاہی کے خلاف کیونکہ قبول نہ کرنے میں ان کی سبکی اور اہانت ہوگی اور چونکہ میں اس وقت ان کے حدود میں ہوں اس کی پاداش میں (خراج وغیرہ) جو چاہیں میرے لئے تجویز کر سکتے ہیں تو نواب صاحب کو کوئی نفع نہ ہوگا....اور میرا نقصان ہوگا....

یہ امر بھی شان سلاطین کے خلاف ہے کہ وہ اپنی رعایا کے مدعو کئے ہوئے شخص سے ملاقات کریں اس میں کم فہم لوگ ان کو تنگدلی کی طرف منسوب کریں گے جس میں ان کی اہانت ہے کہ کیا خود نہیں مدعو کر سکتے تھے....خلاصہ یہ کہ خیر اس میں ہے کہ نہ میں ان کے پاس جاؤں اور نہ وہ میرے پاس آئیں اگر ان کا جی چاہے تو تھانہ سے مجھ کو بلا لیں میں خاص شرائط طے کر کے آ جاؤں گا کچھ عذر نہ ہوگا....''

یہ سن کر نواب جنگ کی آنکھیں کھل گئیں اور کہا کہ:....

''ان چیزوں پر تو ہم لوگوں کی نظر بھی نہیں پہنچ سکتی....''

اسی لئے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ:....

''امراء سے علماء کا خلط کرنا (ملنا جلنا) اس میں امراء کا کوئی (معتد بہ) نفع نہیں.... بلکہ اہل علم اور غرباء کے دین کا نقصان ہوتا ہے....اس لئے میں اس کو ناپسند کرتا ہوں....''

(حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات)

ایک نواب کی حکیم الامت رحمہ اللہ سے ملاقات

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک خاندانی....مقتدر....ذی وجاہت رئیس اور نواب نے مبلغ دوسو روپیہ مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون کی امداد کے لئے بھیجے....جو بلا کسی چندہ کے توکلاً علی اللہ حضرت کی سرپرستی اور نگرانی میں خاص خانقاہ کے

اندر قائم تھا.... اس عطیہ کے ساتھ انہوں نے تشریف آوری کی درخواست بھی بھیج دی.... حضرت نے یہ لکھ کر روپے واپس کر دیئے کہ:

''اگر اس رقم کے ساتھ بلانے کی درخواست نہ ہوتی تو مدرسہ کے لئے روپیہ لے لیا جاتا .... اب اس اقتران سے یہ احتمال پیدا ہوتا ہے کہ شاید مجھ کو متاثر کرنے کے لئے یہ رقم بھیجی گئی ہو .... آپ کی یہ غرض نہ سہی.... لیکن میرے اوپر تو طبعی طور پر اس کا یہی اثر ہوگا کہ میں آزادی کے ساتھ اپنے آنے کے متعلق رائے نہ قائم کر سکوں گا.... کیونکہ انکار کرتے ہوئے شرم آئے گی....''

نواب صاحب بھی بڑے فہمیدہ اور جہاں دیدہ تھے فوراً سمجھ گئے کہ عطیہ اور درخواست اکٹھی نہ بھیجنی تھی فوراً معذرت نامہ لکھا کہ:

''آپ کے متنبہ کرنے سے اب یہ معلوم ہوا کہ واقع یہ مجھ سے سخت بدتہذیبی ہوئی .... میں اب اپنی درخواست تشریف آوری واپس لیتا ہوں اور روپیہ مکرر ارسال خدمت کرتا ہوں.... براہ کرم مدرسہ کے لئے قبول فرما لیا جاوے....''

حضرت نے پھر بخوشی قبول فرماتے ہوئے نواب صاحب کو لکھا:

''ابھی تک تو آپ میری ملاقات کے مشتاق تھے .... اور اب آپ کی تہذیب اور شرافت نے خود مجھ کو آپ کی ملاقات کا مشتاق بنا دیا ہے....''

کچھ مدت کے بعد نواب صاحب نے پھر تشریف آوری کے لئے درخواست بھیجی حضرت بخوشی اس شرط پر تشریف لے گئے کہ کسی قسم کا ہدیہ پیش نہ کیا جائے گا....

(حکیم الامتؒ کے حیرت انگیز واقعات)

علماء کی خواتین سے رقت آمیز ملاقات

مولانا عبدالقادر آزاد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم علماء کی ایک جماعت کے ساتھ سرہند شریف گئے ہوئے تھے.... حضرت مجدد الف ثانی کی زیارت پر جب وہاں گئے.... تو ایک جگہ کنوئیں پر کچھ عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں .... ہم نے ان سے پینے کیلئے پانی مانگا.... انہوں نے پوچھا کہ کہاں سے آ رہے ہو.... ہم نے کہا کہ لاہور سے .... ان عورتوں نے ہمیں بہت برا بھلا سنایا.... ہم خاموش کھڑے تھے کہ عورتوں کو کیا جواب دیں گے.... ان میں سے ایک نے کہا کہ

آپ یہ نہ سمجھیں کہ ہم کوئی ہندو عورتیں ہیں اور آپ کو باتیں سنا رہی ہیں.... ہم یہ ساری پانچ چھ عورتیں مسلمان ہیں اور تقسیم ملک کے وقت ہندوؤں اور سکھوں نے زبردستی شادیاں کر لیں.... ہم میں سے ہر عورت کے پانچ اور چھ چھ بچے ہیں اور ہم سے سکھ اور ہندو پیدا ہو رہے ہیں.... لیکن ہم ابھی تک اسلام پر قائم ہیں نماز بھی پڑھتی ہیں اور تلاوت بھی کرتی ہیں اور یہی سوچتے ہیں کہ ابھی پاکستان کے مسلمان بھائی آئیں گے اور ہمیں ان کافروں کی قید سے نکالیں گے.... مگر تم نے آپس میں لڑ کر آدھا پاکستان تو ادھر دیا اور جو آدھا رہتا ہے اس کو بھی لڑ لڑ کر ختم کرنے پر اترے ہوئے ہو.... ہم نے جب ان عورتوں کی یہ باتیں سن لیں.... تو رونا آ گیا کہ یہ ہے اسلام کیلئے قربانی.... سکھوں اور ہندوؤں کے نکاح میں ہیں.... بچے ان سے سکھ اور ہندو پیدا ہو رہے ہیں.... مگر ہیں وہ مسلمان اور اسلام پر قائم ہیں.... (درنایاب)

حکیم الامت رحمہ اللہ سے علی میاں رحمہ اللہ کی ملاقات

اگست ۱۹۳۸ء میں مولانا لکھنؤ تشریف لائے اپنے قدیم مسترشد اور مجاز صحبت مولوی محمد حسن کاکوروی (مالک انوار المطابع اور نبیرہ مولانا محسن کاکوروی) کے مکان پر قیام فرمایا.... علاج شفاء الملک حکیم عبدالحمید (جھوائی ٹولہ) لکھنؤ کا تھا.... قیام پورے چالیس دن رہا.... وہ مدت جس کو یوں بھی سلوک و تربیت اور خانقاہوں کے نظام سے خاص مناسبت ہے.... ظہر اور عصر کے درمیان مخصوص لوگوں کو حاضری کی اجازت تھی....

ضابطہ یہ تھا کہ یا تو مولانا ذاتی طور پر آنے والوں سے واقف ہوں یا حاضرین مجلس میں سے کوئی معتبر آدمی اس سے واقف ہو.... تا کہ کوئی نامناسب اور اذیت پہنچانے والی بات پیش نہ آئے.... مولانا کی اس غیر متوقع آمد کی خبر تمام احتیاطوں کے باوجود بجلی کی طرح تمام اطراف واکناف بالخصوص مشرقی اضلاع میں پہنچ گئی.... جو مدت دراز سے آپ کی آمد سے محروم و مایوس تھے.... خاص ضوابط و شرائط کے ساتھ اہل تعلق کو آنے کی اجازت دی گئی اور خلفاء و مسترشدین کلکتہ سے.... امرتسر و لاہور تک کے مختلف وقتوں میں حاضر ہوتے رہے.... عمائد شہر کی بھی ایک تعداد زیارت سے مشرف اور مجالس سے مستفید ہوئی.... ان میں علماء فرنگی محل.... اساتذہ

دارالعلوم ندوۃ العلماء اور شہر کے دینی ذوق رکھنے والے رؤساء وعمائد بھی تھے .... مولانا عصر کی نماز مسجد خواص میں جو آپ کی تشریف آوری اور روزانہ کی مجالس کی وجہ سے حقیقی معنی میں مجلس خواص بن گئی تھی .... ادا فرماتے تھے .... نماز کے بعد مسجد کے شمال مغربی گوشہ میں مجلس ہوتی .... مولانا خطوط کے جوابات بھی دیتے رہتے اور لوگوں سے مخاطب بھی ہوتے ....

اس مجلس میں سلوک وتصوف کے نکات .... اصلاحی وعلمی تحقیقات اور بزرگوں کے حالات وواقعات ارشاد فرماتے .... بزرگوں کے واقعات بیان کرتے وقت خاص کیف واثر محسوس ہوتا .... اس وقت چیدہ چیدہ لوگ ہوتے اور مولانا کو بھی بڑا انبساط وانشراح ہوتا .... بھائی صاحب مرحوم اس مجلس میں نیز عصر سے پیشتر کی مجلس میں جو قیام گاہ پر ہوتی بڑی پابندی سے شرکت کرتے .... ایسا معلوم ہوتا کہ کوئی طالب علم مدرسہ میں حاضری کی پابندی کر رہا ہے .... مولانا بھی خصوصی شفقت والتفات فرماتے .... علاج کے بارے میں بھی کبھی کبھی مشورہ میں شریک کرتے .... یہ ناچیز بھی تقریباً روزانہ ہی بھائی صاحب کے ساتھ حاضری دیتا .... اس عاجز کی طرف مولانا کی خصوصی توجہ کا ایک محرک یہ پیدا ہوا کہ اسی زمانہ میں "القول المنثور" کی طباعت ہو رہی تھی .... جو اصلاً مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے لیکن اس میں مولانا کی تحقیقات واضافے بھی ہیں .... مولانا کو اس کی طباعت واشاعت کا بڑا اہتمام تھا .... اس میں بکثرت طویل عربی کی عبارتیں بھی آئی ہیں .... خدا وصل صاحب بلگرامی کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے اس کی تصحیح کا کام میرے سپرد کر دیا ....

مجھے اس میں جہاں اشکال ومراجعت کی ضرورت پیش آتی عصر کے پیشتر کی مجلس میں مولانا کے سامنے پیش کرتا اور مولانا اس کو حل فرما دیتے اس دوران قیام میں ۱۵ ستمبر ۱۹۳۸ء کو اچانک بھائی صاحب سے ان کے مکان پر آنے کی خواہش کا اظہار فرمایا .... اس سے زیادہ عزت ومسرت کی بات کیا ہو سکتی تھی .... مولانا رفقاء وخدام کی ایک مختصر جماعت کے ساتھ مکان پر تشریف لائے .... دیر تک سرفراز فرمایا حضرت حاجی صاحب اور بزرگوں کے حالات کا سلسلہ وہاں بھی شروع ہو گیا .... تین برس کے بعد دوبارہ اگست ۱۹۴۱ء میں پھر لکھنؤ تشریف آوری ہوئی .... اس مرتبہ بھی ایک مہینہ سے کچھ زیادہ قیام رہا .... تقریباً وہی معمولات ونظام الاوقات رہا .... اس طرح پھر ان روح پرور اور پرکیف مجالس میں شرکت اور استفادہ کا موقع ملا ....

علی میاں کی تھانہ بھون میں حاضری اور ملاقات

بالآخر وہ دن بھی آگیا کہ تھانہ بھون میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی اور جس جگہ کے قصے آنے جانے والوں سے برسوں سے سننے میں آرہے تھے.... اس کو بچشم خود دیکھنے کا اتفاق ہوا کہتے ہیں کہ پھول شاخ گل پر اور چمن کے اندر ہی اپنی صحیح شکل وصورت میں نظر آتا ہے.... غالباً ۱۹۴۲ء اور مئی یا جون کا مہینہ تھا.... اتنا یاد ہے کہ خوب گرمی تھی اور لو چل رہی تھی میں مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ کی ہمرکابی میں چھوٹی لائن پر سفر کر رہا تھا.... جو شاہدرہ سے سہارنپور تک جاتی تھی اور جس میں وہ سب مقامات وقصبات پڑتے تھے.... جن سے بزرگان دیوبند کی تاریخ وابستہ ہے.... یعنی کاندھلہ.... تھانہ بھون.... نانوتہ اور رام پور مینہاران اچھی طرح یاد نہیں کہ پہلے سے قصد تھا یا اثنائے سفر میں یہ خیال ہوا کہ تھانہ بھون بھی حاضری دی جائے.... نظام کچھ ایسا تھا کہ کاندھلہ مولانا کے ساتھ قیام کر کے جوان کا وطن تھا.... رام پور مینہاران جانا تھا.... تھانہ بھون.... کاندھلہ اور رام پور کے درمیان واقع ہے.... میں نے مولانا سے اجازت لی کہ میں ایک روز پیشتر کاندھلہ سے روانہ ہو جاؤں اور چوبیس گھنٹے تھانہ بھون قیام کر کے اسی گاڑی پر سوار ہو جاؤں جس سے مولانا رام پور تشریف لے جائیں گے.... مولانا خود تھانہ بھون کے عقیدت مندوں میں تھے اور مولانا تھانویؒ کو اپنے مشائخ کی صف ہی میں سمجھتے تھے.... یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور بڑی بشاشت ومسرت کے ساتھ اجازت دی....

تھانہ بھون کے ایک صاحب تعلق تھانہ بھون جارہے تھے میں نے اپنی آمد کی اطلاع کا خط لکھ کر ان کے حوالہ کرنا چاہا کہ وہ خود پیش کر دیں.... انہوں نے کہا کہ یہ ضابطہ کے خلاف ہے.... میں نے عرض کیا کہ آپ اس کو پوسٹ بکس میں ڈال دیں.... انہوں نے اس کو منظور کیا.... میں ایک روز کاندھلہ ٹھہر کر تھانہ بھون روانہ ہوا.... ٹھیک دوپہر کو گاڑی تھانہ بھون پہنچی تھی.... خانقاہ امدادیہ کا اسٹیشن سے کچھ زیادہ فاصلہ نہیں.... میں ایک حمال کو ساتھ لے کر پیدل خانقاہ پہنچ گیا.... تھانہ بھون کے قواعد وضوابط اور آداب کے متعلق اتنا سن رکھا تھا اور دار وگیر اور احتساب کے واقعات بھی اتنے کان میں پڑ چکے تھے کہ ڈرتے ڈرتے خانقاہ میں قدم رکھا.... ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک طالب علم مدرسہ میں داخل ہو رہا ہے.... گرمی اور

دوپہر کی وجہ سے وہاں سناٹا تھا.... مقیمین خانقاہ اپنے اپنے حجروں میں آرام کررہے تھے.... میں ایک طرف سامان رکھ کر بیٹھ گیا....

کچھ دیر کے بعد ظہر کی اذان ہوئی.... مولانا تشریف لائے.... وضوفرمایا.... میں نے اس وقت اپنا تعارف مناسب نہیں سمجھا.... ظہر کی نماز کے بعد مسجد کی اس سہ دری میں جو جانب جنوب واقع ہے اور مولانا کی نشست گاہ رہتی تھی.... مجلس شروع ہوئی.... چیدہ چیدہ حضرات اور خواص تھے.... جن میں خواجہ عزیزالحسن صاحب مجذوب کو میں پہچانتا تھا.... میں بھی حاضر ہوا اور کنارے بیٹھ گیا.... سہ دری میں قدم رکھتے ہی میری نظر اس ڈیسک پر پڑی جو مولانا کے سامنے تھی اور جس پر خطوط اور لکھنے پڑھنے کا سامان رکھا ہوا تھا.... انہی کاغذات میں اور سامان میں سیرت سید احمد شہید جس کو چھپے ہوئے تین سال سے زائد ہو چکے تھے.... سامنے رکھی تھی.... معلوم نہیں مولانا نے میری دل جوئی اور مجھے مانوس کرنے کیلئے اس کو اسی دن نکالا تھا.... یا وہ عام طور پر اسی جگہ رکھی رہتی تھی.... اس کو دیکھ کر مجھے ایسا محسوس ہوا گویا ایک نہایت عزیز دوست میرے تعارف اور تقریب کیلئے موجود ہے.... اس کی موجودگی سے اجنبیت کے احساس میں بڑی کمی ہوئی....

مولانا خطوط کے جواب دینے میں مصروف تھے.... چند منٹ کے بعد خواجہ صاحب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا خواجہ صاحب! ڈاکٹر عبدالعلی صاحب کے بھائی آنے والے تھے آئے نہیں؟ اب میں نے خاموش رہنا نامناسب سمجھا.... آگے بڑھا اور عرض کیا کہ میں حاضر ہوں.... فرمایا کہ آپ نے بتایا نہیں.... آیئے مصافحہ کیلئے ہاتھ بڑھا دیا.... میں نے عرض کیا حضرت کے حرج کے خیال سے عرض نہیں کیا فرمایا کہ اس سے بڑھ کر کیا حرج ہوتا کہ مجھے آپ کی آمد کا علم نہ ہوتا.... خجلت ہوتی.... ندامت ہوتی.... افسوس ہوتا.... مکرر کئی لفظ فرمائے.... سب سے زیادہ حیرت کی بات یہ فرمائی کہ میں نے تو آج آپ کی وجہ سے خطوط کا بہت سا کام پہلے کر لیا تھا تا کہ آپ سے اطمینان سے باتیں کرنے کا موقع ملے.... یہ گویا حضرت کی طرف سے انتہائی رعایت اور اعزاز تھا.... جو اس نوعمر وگمنام آنے والے کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا.... پھر مزاج پرسی کے بعد بڑی شفقت سے فرمایا کہ کوئی اور رفیق تو ساتھ نہیں؟ کھانے میں کیا معمول ہے.... کوئی پرہیز تو نہیں.... اس سے اندازہ ہوا کہ حضرت

اپنا ہی مہمان رکھیں گے.... یہ بھی عام روایات اور تجربات کے خلاف تھا اور مہمان کے ساتھ بڑی خصوصیت وشفقت.... میرے عرض کرنے پر کہ کوئی پرہیز نہیں ہے.... معذرت فرمائی کہ میں آج کل طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے ساتھ نہیں کھا سکوں گا.... اس کا کچھ خیال نہ فرمائیں.... پھر فرمایا کہ قیام کتنا رہے گا.... میں نے عرض کیا کہ اگلے روز دوپہر کو جانا ہے.... فرمایا بس اتنا مختصر قیام پھر فرمایا کہ میں اپنے دوستوں سے زیادہ قیام کیلئے اصرار نہیں کرتا کہ گرانی کا باعث نہ ہو اور شاید جو حضرات اتنا وقت بھی دیتے ہیں.... ان کو آنے میں پس و پیش ہو اس کے بعد مجلسی گفتگو شروع ہوگئی.... زیادہ تر واقعات خاندان ولی اللّٰہی اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب اور شاہ اسماعیل صاحب کے تھے....

رات کھانا حضرت کے دولت خانہ سے آیا.... کھانے میں اہتمام اور تنوع تھا.... صبح نماز فجر کے بعد خواجہ صاحب حضرت کا پیغام لائے کہ فلاں وقت میری خصوصیت کا ہے.... جس میں مخصوص احباب کو شرکت کی اجازت ہے لیکن اگر ضرورت ہو تو میں تو اس سے بھی الگ وقت دے سکتا ہوں.... میں نے عرض کیا کہ مجھے کوئی خصوصی بات عرض کرنی نہیں ہے .... زیارت واستفادہ کیلئے حاضر ہوا ہوں.... اسی خصوصی مجلس میں حاضر ہو جاؤں گا.... تقریباً چاشت کے وقت حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا.... دو ہی چار حضرات تھے.... ان میں خواجہ عزیز الحسن صاحب مجھے یاد ہیں.... حضرت نے خواجہ صاحب سے فرمایا کہ خواجہ صاحب میرا جال لے آیئے.... خواجہ صاحب تعمیل ارشاد میں اٹھ تو گئے مگر سمجھے نہیں.... آپ نے فرمایا خواجہ صاحب سمجھے کہ میرا جال کیا ہے.... خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت نہیں.... فرمایا کہ تسبیح.... یہی ہم لوگوں کا جال ہے.... جس سے ہم لوگوں کو پھانستے ہیں....

مجلس میں اول سے آخر تک بڑا انبساط رہا.... خشونت تو الگ رہی کسی درجہ کی خشکی اور یبوست بھی کہیں آس پاس نہ تھی.... خندہ جبینی.... شگفتہ بیانی.... زندہ دلی اور نکتہ سنجی مجلس کو باغ و بہار بنا دیتی تھی.... تھانہ بھون کے متعلق جو تصور قائم ہوا تھا.... معلوم ہوا کہ اس میں جہاں تک مولانا کی ذات کا تعلق ہے.... مبالغہ اور غلط فہمی کو دخل ہے.... ضوابط ضرور تھے.... مگر استثناءات بھی بکثرت طالبین اور زیر تربیت اشخاص کیلئے احتساب اور مواخذہ تھا.... مگر

زائرین اور کبھی کبھی کے آنے والوں کیلئے نیز ان لوگوں کیلئے جن کا تعلق مستقل اصلاح وتربیت کا نہیں تھا.... شفقت ورعایت یہ بھی اندازہ ہوا کہ خانقاہ کا سارا ماحول حضرت کے مزاج ومذاق اور حضرت کی جامعیت اور حکمت کے سوفی صدی مطابق نہیں تھا اور وہ مولانا کی پوری نمائندگی اور اپنے زبان حال سے ترجمانی نہیں کرتا تھا اور شاید اس شہرت عام میں جو تھانہ بھون کی داروگیر اور رعب وجلال کے متعلق ملک میں پھیلی ہوئی تھی .... ان ضابطہ پرستوں کی بے لچک پابندیوں کو بہت دخل تھا.... اپنا ہی تجربہ لکھتا ہوں کہ مولانا کی مجلس سے فارغ ہونے کے بعد گاڑی کے جانے میں بہت دیر تھی.... خالی اور بیکار بیٹھنے کی عادت نہیں طالب علمی کا پرانا مرض خانقاہ میں شمالی حصہ میں ایک مدرسہ بھی تھا.... ایک عالم کوئی کتاب پڑھا رہے تھے.... میں بھی جا کر ایک طرف بیٹھ گیا.... مدرس صاحب نے ایک طالب علم کو اشارہ کیا دیوار پر ایک تختی آویزاں تھی جس پر لکھا تھا کہ جس وقت کوئی استاد سبق پڑھا رہا ہو تو باہر کے آئے ہوئے کوئی صاحب وہاں نہ بیٹھیں .... وہ تختی لائے اور مجھے دکھائی میں شرمندہ ہو کر اٹھ گیا.... اسی طرح میں نے ایک صاحب سے پوچھا کہ کتب خانہ کس وقت کھلے گا.... انہوں نے بجائے خود جواب دینے کے کہا کہ تختی پر اوقات لکھے ہوئے ہیں.... پڑھ لیجئے .... غالباً یہی لفظی پابندی اور ضابطہ پرستی بہت سے اجنبی لوگوں کیلئے وحشت کا سبب بنتی تھی لیکن اس کے برعکس مولانا ان ضوابط پر حاکم تھے .... محکوم نہ تھے .... واضع تھے مقلد نہ تھے .... وہ جہاں چاہتے اور جس کے لئے چاہتے ضابطہ کو بالکل بالائے طاق رکھ دیتے اور اسی کو اس وقت کا ضابطہ سمجھتے.... (پرانے چراغ)

حکیم الامت رحمہ اللہ کی گنج مراد آبادی رحمہ اللہ سے ملاقات

حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مجھ کو دو مرتبہ حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا ہے.... یقین کے ساتھ تو ماہ وسنہ یاد نہیں ہیں لیکن گمان غالب سے کہتا ہوں کہ اول مرتبہ جب حاضر ہوا ہوں تو ۱۳۰۱ھ تھا اور مہینہ بھی غالباً ربیع الثانی یا جمادی الاولیٰ تھا کیونکہ مجھے اتنا یاد ہے کہ یہ حاضری تعلق ملازمت کانپور کے کچھ بعد تھی اور تعلق کانپور کا زمانہ آخر صفر تھا جو قرب میلاد کا زمانہ تھا اور اکثر

لوگ میلاد کے مسئلے مسائل دریافت کیا کرتے تھے.... نیا نیا مدرس ہو کر کانپور گیا تھا.... بعض وجوہ سے دو مہینے کے بعد ملازمت چھوڑ دی اور تھانہ بھون واپسی کا ارادہ کیا.... گو بعد کو مدرسہ جامع العلوم کی بنیاد پڑ گئی اور مجھے رکنا پڑا.... اسی زمانہ میں جبکہ کانپور کو چھوڑنے کا قصد کر لیا تھا.... یہ خیال ہوا کہ حضرت مولانا کی زیارت کا شرف بھی حاصل کرتا جاؤں.... کیونکہ معلوم نہیں پھر اس طرف آنے کا کبھی اتفاق ہو یا نہ ہو.... چنانچہ ایک طالب علم مہدی حسن تھے جو قرآن شریف پڑھا کرتے تھے.... ان کو ہمراہ لیکر مراد آباد کے قصد سے روانہ ہوا....

خدا خدا کر کے پہنچے.... عشا کی نماز ہو چکی تھی.... مولانا مسجد سے حجرہ میں تشریف لے جا چکے تھے.... خادم کے ذریعہ سے اطلاع کرائی گئی.... حضرت نے بلا لیا اور میں نے رفیق کو اسباب کے پاس چھوڑا اور خود اسی خادم کے ہمراہ حاضر ہو گیا.... اتنا یاد ہے کہ وہاں ایک جانب تخت بچھا ہوا تھا.... جس کے پاس ایک بوریا بھی بچھا ہوا تھا اور حضرت مولانا ایک دوسری جانب چارپائی پر تشریف فرما تھے.... میں سامنے جا کر کھڑا ہو گیا اور سلام عرض کیا جواب دینے کے بعد اپنے مخصوص لہجہ میں بہت تیزی سے ایک ساتھ تین سوال کیے....

کون ہو؟.... کہاں سے آئے ہو؟.... کیوں آئے ہو؟

حضرت مولانا کا لہجہ طبعی طور پر سادہ تھا.... مزاج میں سادگی بہت تھی.... عرفی تکلف کے پابند نہ تھے.... صاف طبیعت تھے.... گفتگو میں لہجہ ذرا تیز ہوتا تھا.... خصوص اس کے ساتھ جو معتقد ہو کر جائے.... جیسے میں گیا تھا اور وہاں تو اکثر لوگ معتقدانہ ہی حاضر ہوتے تھے.... ایسا لہجہ تھا کہ اگر کوئی اجنبی شخص دیکھے تو یہ گمان کرے کہ مولانا غصہ فرما رہے ہیں حالانکہ یہ بات نہ تھی.... جس کو دو چار بار حاضری کا اتفاق ہو جاتا تھا وہ تو اچھی طرح سمجھ لیتا تھا کہ حضرت کا لہجہ ہی ایسا ہے.... لطف وعنایت کی گفتگو میں بھی اکثر لہجہ کی یہی کیفیت ہوتی تھی....

غرض مولانا نے تیز لہجہ میں یہ تین سوال ایک ساتھ کیے.... کون ہو؟.... کہاں سے ہو؟.... کیوں آئے ہو؟.... میں نے بھی ادب کے ساتھ ان تینوں سوالوں کے جواب میں عرض کیا.... کہ میں ایک طالب علم ہوں.... کانپور سے آیا ہوں.... زیارت کو حاضر ہوا ہوں.... یہ سن کر اور تیز ہوئے اور فرمایا بڑے آئے زیارت والے.... ارے یہ کوئی وقت ہے زیارت کا....

ایسے وقت کسی کی زیارت کو آیا کرتے ہیں.... آدمی کو چاہئے کہ ذرا سویرے آئے.... دوسرا کچھ روٹی وغیرہ کا انتظام تو کر سکے.... اب بتلاؤ تمہارے لئے کھانا کہاں سے لاؤں.... تمہیں خدا کا خوف نہ آیا.... تم کو زمین نہ نگل گئی.... اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میں نے جو اپنے دل کو دیکھا تو مطلق کسی قسم کی کوئی شکایت یا رنج نہ پایا.... بلکہ اس سے زیادہ بھی کہہ لیتے تب بھی ذرا نا گوار نہ ہوتا.... کیونکہ خاص عقیدت کے ساتھ حاضر ہوا تھا اور عقیدت کا خاصہ یہی ہے گو میرے پاس عذر تھا.... لیکن میں نے اس وقت کچھ عرض کرنا خلاف ادب سمجھا.... یہ ایک تنبیہ تھی.... سو میں کیا اس کا جواب دیتا.... چپ کھڑا تھا.... تھوڑی دیر بعد فرمایا .... تمہارے پاس کچھ پیسے ہیں.... میں نے عرض کیا.... جی ہاں! ہیں.... فرمایا اچھا جاؤ اور بازار سے کچھ لے کر کھالو اور صبح چلے جاؤ.... میں نے عرض کیا.... بہت اچھا.... اس ارشاد کے بعد خادم سے کہا انہیں لے جا کر فلاں مکان میں ٹھہرادو....

چنانچہ ہم لوگ ساتھ ہو لئے اور اس نے لے جا کر ایک جگہ دکھادی.... ایسا خیال ہے کہ وہ ایک عام جگہ تھی.... محفوظ جگہ نہ تھی.... سہ دری سی تھی.... خیر مع سواری اور رفیق کے وہاں چلا گیا اور سامان اتارنے لگا.... یہی ارادہ تھا کہ بازار سے لے کر کچھ کھاپی لیں گے اور حسب الحکم صبح کو رخصت ہو جائیں گے لیکن تھوڑی ہی دیر میں ایک خادم آیا اور کہا کہ مولانا نے یاد فرمایا ہے میں نے دل میں کہا کہ کچھ اور یاد آیا ہوگا لیکن میں نے دل میں کہا کہ بھائی سننے کو تو ہم آتے ہی ہیں.... میں ساتھ ہو لیا اور جا کر سامنے کھڑا ہو گیا فرمایا بیٹھ جاؤ مگر لہجہ اب بھی ویسا ہی تھا.... حالانکہ اس وقت لطف اور شفقت موجود تھی.... جیسا کہ بعد کے برتاؤ سے معلوم ہوگا.... کچھ لہجہ ہی ایسا تھا.... وجہ یہ ہے کہ طبیعت میں سادگی تھی.... تصنع اور تکلف نہ تھا.... میں یہ ارشاد سن کر تخت کے پاس جو چٹائی بچھی ہوئی تھی.... اس پر بیٹھ گیا.... فرمایا اجی یہاں آجاؤ.... تخت پر بیٹھو.... حسب ارشاد اٹھ کر تخت پر بیٹھ گیا....

پھر خادم سے فرمایا کہ ان کیلئے ہماری بیٹی کے ہاں سے کھانا لاؤ.... چنانچہ خادم اسی وقت جا کر کھانا لایا.... ایک پیالہ میں سالن تھا.... غالباً ارہر کی دال تھی اور اسی پر روٹیاں رکھی ہوئی تھیں.... جب خادم نے کھانا میرے سامنے لا کر رکھا تو مولانا نے دیکھ لیا.... حالانکہ

چراغ کی روشنی بھی کم تھی اور میں بھی کسی قدر فاصلہ پر تھا.... نظر حضرت کی اس عمر میں بہت اچھی تھی.... کھانا دیکھ کر خادم سے فرمایا بد تمیز.... یوں کھانا لایا کرتے ہیں مہمان کے واسطے.... ارے روٹی الگ طباق میں لاتا.... سالن علیحدہ برتن میں لاتا.... یہ کون سا طریقہ ہے کہ پیالہ پر روٹیاں رکھ کر لے آیا.... خادم نے عرض کیا کہ میں نے طباق ڈھونڈا ملا نہیں.... فرمایا جھوٹ بولتا ہے.... ارے فلانے طاق میں رکھا نہیں ہے.... یہ غالباً کشف سے فرمایا.... مولانا کو کشف بہت ہوتا تھا.... خادم یہ سن کر دوڑا ہوا گیا اور طباق لے آیا.... ورنہ سب روٹیاں ہاتھ میں لے کر کھانا پڑتیں.... جب میں نے کھانا شروع کیا تو فرمایا کیا کھانا ہے؟

میں نے عرض کیا.... حضرت ارہر کی دال ہے اور روٹی ہے.... فرمایا سبحان اللہ! یہ تو بڑی نعمت ہے.... تم تو لکھے پڑھے آدمی ہو.... تم نے مولوی محمد یعقوب سے پڑھا ہے.... مولانا کو کشف ہوا.... پھر فرمایا.... بہت اچھے آدمی تھے.... یہ گویا مولانا نے بہت بڑی تعریف کی.... کیونکہ مولانا مبالغہ تعریف میں نہ کرتے تھے.... اتنا فرمانا کہ بہت اچھے آدمی تھے.... بہت بڑی تعریف ہے.... اس سے حضرت مولانا کا تعلق حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب سے بھی ثابت ہوگیا.... غرض فرمایا کہ تم تو لکھے پڑھے آدمی ہو.... تم کو معلوم ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی کیا حالت تھی.... ایک ایک چھوہارا کھا کر جہاد کرتے تھے اور دن بھر لڑتے تھے.... جب حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا تذکرہ پڑھا تو جوش میں آکر کھڑے ہوگئے.... عادت یہ تھی کہ بزرگان دین کے تذکرہ کے وقت جوش میں آجایا کرتے تھے.... غرض جوش میں کھڑے ہوگئے اور پاس آکر میرے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھ لیا اور دیر تک حضرات صحابہؓ کا تذکرہ کرتے رہے.... میں کھانا کھاتا رہا.... ایسا خیال پڑتا ہے کہ ایک آدھ شعر بھی پڑھا....

پھر اس کے بعد فرمایا کہ بیر کھاؤ گے.... میں نے عرض کیا کہ حضرت کا تبرک ہے فرمایا ابھی تبرک و برک کو چھوڑو یہ بتاؤ کہ بیر کھانے سے تمہارے پیٹ میں درد تو نہیں ہو جاتا.... میں نے عرض کیا حضرت نہیں.... پھر وہاں سے چلے اور ایک برتا ہوا بدھنا اٹھا کر لے آئے جس میں پیوندی بڑے بڑے بیر تھے اور لا کر میرے سامنے الٹا کر دیا اور کہا کھاؤ.... پھر بطور مزاح کے فرمایا کہ کبھی دل میں کہتے آپ ہی کھا لئے مہمان کی بات بھی نہ پوچھی.... جب میں کھانے

سے فارغ ہوگیا تو فرمایا اچھا جاؤ.... عشا پڑھ کے سو رہنا.... اب صبح کو ملاقات ہوگی.... پھر مولانا اس وقت تشریف لے گئے.... خبر نہیں کہاں حجرے میں یا مکان کے اندر.... پھر میں نے نماز پڑھی اور جائے قیام پر چلا گیا اور سو رہا.... صبح کی نماز مولانا کے پیچھے پڑھی مولانا نے اسفار میں نماز پڑھی تھی اور خود امامت فرمائی.... چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھیں.... پھر ہم لوگوں کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئے.... یہاں تک کہ آفتاب اچھا اونچا ہوگیا.... میرے سامنے مولانا نے نوافل نہیں پڑھے.... پھر اٹھ کر ایک صاحب کی طرف متوجہ ہوئے جو سامنے کھڑے تھے.... وضع سے کوئی رئیس معلوم ہوتے تھے.... مگر ثقہ صورت.... داڑھی بھی نیچی.... چوغہ بھی اور پائچے بھی ٹخنے سے اوپر.... سردیوں میں اکثر لباس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ رئیس ہے یا معمولی حیثیت کا شخص.... بہر حال مولانا نے ان کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا ''تم کب جاؤ گے'' .... انہوں نے کہا جمعہ کی نماز پڑھ کر جاؤں گا.... فرمایا یہاں جمعہ پڑھ کر کیا ہوگا؟

انہوں نے کہا تو میں جمعہ اور کہاں پڑھوں گا وہ بھی کوئی بے تکلف اور پرانے آنے جانے والے معلوم ہوتے تھے.... مولانا نے فرمایا ہمیں کیا خبر کہاں پڑھو گے؟

ہم کوئی ٹھیکہ دار ہیں تمہارے جمعہ کے لوگوں کو شرم نہیں آتی منہ پر داڑھی لگا کر پرائے ٹکڑوں پر پڑتے ہیں.... وہ بھی بہت ہی بے تکلف تھے.... انہوں نے کہا میں تو نہیں جاتا.... یہ سن کر حضرت ان کا شانہ پکڑے ہوئے اور زور لگائے ہوئے لے چلے اور فرمایا نکلو یہاں سے غرض وہ شخص تو چلے گئے.... خبر نہیں قصبہ سے بھی چلے گئے یا نہیں.... میں نے دل میں کہا کہ اب شاید میرا نمبر ہو.... چنانچہ میں نے عرض کیا کہ حضرت میں جاتا ہوں.... فرمایا بہت اچھا.... میں چلا تو مولانا بھی ساتھ ساتھ چلے میں سمجھا اتفاقاً اپنی کسی ضرورت سے اسی جانب تشریف لے جا رہے ہیں.... یہ گمان نہ تھا نہ اپنے کو اہل سمجھتا تھا کہ مشایعت کیلئے ساتھ ہیں.... مگر بعد کو معلوم ہوا کہ یہی غرض تھی کیونکہ راستہ میں مہمانوں کے ٹھہرنے کا جو مکان آتا حضرت دریافت فرماتے کیا یہاں ٹھہرے ہو.... حتیٰ کہ وہ سہ دری آ گئی جس میں میرا قیام تھا.... میں وہاں رک گیا تو مولانا بھی وہاں ٹھہر گئے اور فرمایا سواری منگاؤ اور سامان لاؤ.... میں نے رخصتی مصافحہ کیا اور عرض کیا کہ حضرت میرے لئے دعا کیجئے.... فرمایا ہم نے

تمہارے لئے دعا کی ہے.... پھر میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھ کو کچھ پڑھنے کو بتلا دیجئے.... فرمایا.... ''قل ھو اللہ شریف اور سبحان اللہ وبحمدہ دو دو سو بار پڑھ لیا کرو اوروں سے بھی سنا کہ حضرت مولانا طالبین کو اکثر یہ پڑھنے کو بتایا کرتے تھے کیونکہ حدیث شریف میں ان چیزوں کی بڑی فضیلت آئی ہے.... اس کے بعد میں مع اپنے رفیق کے وہاں سے چلا آیا.... چونکہ میں مسافر تھا.... جمعہ میرے ذمہ تھا ہی نہیں اس لئے فوت کا افسوس بھی نہیں ہوا.... وہاں سے آجانے کے بعد ہی مدرسہ جامع العلوم کی بنیاد پڑ گئی اور مجھ کو کانپور میں باصرار روک لیا گیا .... ورنہ پہلے تو یہ خیال تھا کہ اب کانپور چھوڑ رہا ہوں حضرت سے مل آنا چاہئے.... ممکن ہے پھر نہ حاضری ہو.... غرض میرا کانپور میں قیام ہو گیا....

مولانا منظور نعمانی رحمہ اللہ کی حکیم الامت سے ملاقات

مولانا منظور نعمانی رحمہ اللہ اپنی خود نوشت سوانح حیات میں لکھتے ہیں:

یہ عاجز حضرت کی وفات (۱۶ رجب ۶۲ھ ۱۹ جولائی ۴۳ء) سے غالباً دو ڈھائی مہینے پہلے زیارت اور عیادت ہی کی نیت سے تھانہ بھون حاضر ہوا.... ان دنوں حضرت خانقاہ کسی وقت بھی تشریف نہیں لاتے تھے اور تشریف نہیں لا سکتے تھے.... دولت کدہ کے قریب ہی ایک مکان کی بیرونی نشست گاہ میں ظہر کے بعد کچھ وقت کیلئے تشریف لاتے تھے.... اور مجلس ہوتی تھی.... یہ مکان حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب کا تھا (جو حضرت حکیم الامت کے عاشق اور محبوب خلیفہ تھے اور انہوں نے کچھ عرصہ پہلے سے تھانہ بھون ہی میں رہائش اختیار کر لی تھی)

یہ عاجز ظہر سے کچھ پہلے پہنچا تھا.... خانقاہ کی مسجد میں ظہر پڑھ کر وہیں حاضر ہو گیا.... جو حضرات مجھ سے پہلے پہنچ چکے تھے.... وہ وہاں کے ضابطے کے مطابق بیٹھ گئے تھے.... حضرت ابھی تشریف نہیں لائے تھے.... میں بھی پیچھے ایک طرف بیٹھ گیا اور بالا ارادہ اس طرح بیٹھا کہ جو جاننے پہچاننے والے حضرات مجلس میں تھے ان کو بھی میری حاضری کی خبر نہیں ہوئی.... اس وقت میں نے کسی وجہ سے یہی مناسب سمجھا تھا.... میرے پہنچنے کے چند ہی منٹ بعد خواجہ صاحب نے کھڑے ہو کر اعلان فرمایا کہ حضرت تشریف لانے والے ہیں کوئی صاحب کھڑے نہ ہوں اور مصافحہ کی کوشش نہ فرمائیں.... حضرت خود ہی حاضرین مجلس

کوسلام کریں گے ....آپ حضرات جواب دے دیں ....اگر خود حضرت کسی صاحب سے کچھ دریافت فرمائیں تو وہ جواب دے دیں....

خواجہ صاحب یہ اعلان کر کے بیٹھ گئے اور حضرت فوراً ہی تشریف لے آئے ....ایک ہاتھ میں عصا تھا جس کے سہارے چل کر آ رہے تھے اور صاف محسوس ہو رہا تھا کہ شدت ضعف کی وجہ سے بہت مشقت سے چل رہے ہیں ....دوسرے ہاتھ میں ٹین کا ایک گول اور لمبا سا ڈبہ تھا جس میں خطوط رہتے تھے ....مجلس میں داخل ہوتے ہی فرمایا السلام علیکم حاضرین نے جواب عرض کیا ایک چوکی بچھی ہوئی تھی اس پر تکیہ بھی لگا ہوا تھا....حضرت اس پر خود ہی بیٹھ گئے میں نے دیکھا کہ شدت ضعف کی وجہ سے بہت مشقت اور تکلیف سے بیٹھ سکے.... غالباً کسی کو اس کی اجازت نہ تھی کہ بیٹھنے میں سہارا دے یہ اصول اور معمول تھا کہ جہاں تک ممکن ہو اپنے لئے کوئی زحمت کسی کو نہ دی جائے اور حتی الوسع ذاتی خدمت نہ لی جائے....

ڈاک کا ڈبہ کھول کر خطوط نکالے جو خاصی تعداد میں تھے ....ایسا اندازہ ہوا کہ حضرت ان خطوط کو (جو اسی دن کے آئے ہوئے ہوں گے)....ملاحظہ فرما چکے ہیں جن خطوں کے مضامین کا ذکر کرنا حاضرین کیلئے مفید ہو سکتا تھا اُن کا اور اکثر ان کے جواب کا بھی مجلس میں ذکر فرمایا....علالت کے اس آخری دور میں شدت ضعف کی وجہ سے ساری ڈاک کا جواب حضرت خود تحریر نہیں فرماتے تھے کسی خصوصیت اور اہمیت کی وجہ سے جس خط کا جواب خود ہی لکھنا ضروری سمجھتے تھے وہ تو خود ہی تحریر فرماتے تھے باقی ڈاک خواجہ صاحب کے سپرد فرمادی جاتی تھی اور جواب سے متعلق اشارات فرمادیتے تھے ....اس دن بھی ڈاک کا خاصا حصہ خواجہ صاحب کے سپرد فرمایا....سب حاضرین خاموشی سے حضرت کے ارشادات صرف سنتے رہے....سوائے خواجہ صاحب کے غالباً کسی نے کوئی بات نہیں کی....

حضرت کے ضعف کی حالت دیکھ کر میں نے طے کر لیا کہ بس اس خاموش زیارت ہی پر قناعت کروں گا اور حضرت کو اپنی حاضری کی بھی اطلاع نہیں دوں گا....کیونکہ میرا خیال تھا کہ اگر اطلاع دوں تو حضرت از راہ شفقت وعنایت گفتگو فرمائیں گے اور اس سے خواہ مخواہ مشقت اور تعب میں اضافہ ہی ہوگا....

ان دونوں میں غالباً ایک گھنٹہ اس مجلس کا معمول تھا.... جب مقررہ وقت پورا ہوگیا تو خواجہ صاحب پھر کھڑے ہوئے اور اعلان فرمایا کہ اب حضرت تشریف لے جائیں گے..... کوئی صاحب نہ تو کھڑے ہوں نہ مصافحہ فرمائیں.... البتہ جو صاحبان آج ہی باہر سے تشریف لائے ہیں وہ اپنا نام بتلا دیں اور یہ کہ کہاں سے تشریف لائے ہیں.... تین چار حضرات میرے علاوہ اور بھی اس روز زیارت کیلئے مختلف مقامات سے تشریف لائے تھے.... انہوں نے اپنا نام اور مقام بتلا دیا سب سے آخر میں میں نے بھی عرض کیا کہ محمد منظور بھی بریلی سے حاضر ہوا ہے.... (اس زمانہ میں میرا قیام بریلی تھا اور الفرقان بھی وہیں سے نکلتا تھا)

حضرت نے بڑے ہی خاص انداز میں ارشاد فرمایا مولانا آپ نے آج غضب کر دیا.... آپ تشریف رکھتے تھے اور نہ آپ نے مجھے بتایا اور نہ کسی اور نے بتلایا میں برابر اپنے اندر ایک خاص قسم کی کشش کی کیفیت محسوس کر رہا تھا اور سمجھ نہیں رہا تھا کہ کیا بات ہے اب معلوم ہوا کہ آپ تشریف رکھتے ہیں.... مولانا قواعد وضوابط تو ہوتے ہیں لیکن ان میں استثناءات بھی تو ہوتے ہیں....

اسی سلسلہ میں ارشاد فرمایا یہ بھی ایک سنت ہے کہ آدمی مجمع میں اس طرح بیٹھے کہ پہچانا نہ جائے.... بعض دفعہ حضور کی خدمت میں باہر سے آنے والے حضرات کو پوچھنا پڑتا تھا کہ **"من محمد فیکم ؟**

یا ایکم محمد" (آپ لوگوں میں محمد کون ہیں) ایک دفعہ ایک آنے والے نے پوچھا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے فرمایا **"ھذا لابیض المتکئی"** یہ گورے رنگ والے جو ٹیک لگائے بیٹھے ہیں.... پھر حدیث کے لفظ متکئی کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ بعض لوگ متکئی کا ترجمہ کر دیتے ہیں تکیہ لگائے ہوئے.... میرے خیال میں یہ ٹھیک نہیں ہے اگر وہ مراد ہوتا تو اس کیلئے متوسدا کا لفظ زیادہ بہتر تھا.... متکئی کا صحیح ترجمہ ہے.... دیوار وغیرہ کسی چیز سے ٹیک لگائے ہوئے (اسی سلسلہ میں فرمایا) ایک دوسری حدیث میں ہے.... **لا اکل متکئا** مطلب یہ ہے کہ میں کھانے کے وقت کسی چیز سے ٹیک لگا کر نہیں بیٹھتا.... یہ کھانے کے ادب کے خلاف ہے .... کھانے کیلئے اللہ کے عاجز بندے اور فقیر کی طرح بیٹھنا چاہئے.... حدیث شریف میں ہے

"اکل کما یاکل العبد" یعنی میں ایسے کھاتا ہوں جیسے غلام کھاتا ہے....کھانا کھاتے وقت یہ دھیان ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے کھلا رہے ہیں اور میں ان کے خوان پر کھا رہا ہوں اس لئے پوری عاجزی اور ادب کیساتھ بیٹھنا چاہئے....

پھر قریباً آدھ گھنٹہ اور تشریف فرما رہے اور برابر ارشادات اور ملفوظات سے نوازتے رہے اور یہ سیہ کار خصوصیت کے ساتھ مخاطب رہا....

حضرت کے تشریف لے جانے کے بعد خواجہ صاحب نے بھی شکایت فرمائی کہ آپ ایسے چرکے اور چھپ کے بیٹھے کہ ہم میں سے کسی نے نہیں دیکھا اور نہ پہچانا....حاضرین میں متعدد حضرات نے دعائیں دیتے ہوئے فرمایا کہ تمہاری وجہ سے آج مجلس بہت طویل ہوگئی اور اتنے ارشادات وملفوظات کا سننا نصیب ہوگیا....(تحدیث نعمت)

حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی پولیس افسر سے ملاقات

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جو دارالعلوم دیوبند کے بانی تھے ....۱۸۵۷ء کے جہاد آزادی کے موقع پر ان کی گرفتاری کے وارنٹ نکلے ہوئے تھے....اس وقت یہ عالم تھا کہ چوراہوں پر پھانسیوں کے تختے لٹکے ہوئے تھے....اور جب کسی کے بارے میں پتہ چلتا کہ یہ جہاد میں شریک ہے....اس کو فوراً پکڑ کر چوراہے پر پھانسی دے دی جاتی تھی....اس حالت میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ دیوبند میں چھتے کی مسجد میں تشریف فرما تھے....آپ بالکل سادہ رہتے تھے....اور عام طور پر آپ تہبند اور معمولی کرتا پہنے رہتے تھے....دیکھنے میں پتہ نہیں چلتا تھا کہ آپ اتنے بڑے علامہ ہوں گے ....ایک دن آپ کو گرفتار کرنے کے لئے پولیس مسجد کے اندر پہنچ گئی....اندر جا کر دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا.... پولیس والوں کے ذہن میں یہ تھا کہ مولانا محمد قاسم صاحب بہت بڑے علامہ ہوں گے....اور آپ جبہ اور پگڑی پہنے ہوئے شان وشوکت کے ساتھ بیٹھے ہوں گے....لیکن اندر مسجد میں دیکھا کہ ایک آدمی لنگی اور معمولی کرتا پہنے ہوئے ہے.... پولیس والے یہ سمجھے کہ یہ مسجد کا کوئی خادم ہے....ان سے پوچھا کہ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کہاں ہیں؟

اب اگر یہ جواب دیتے ہیں کہ میں ہی ہوں تو پکڑے جاتے ہیں اور اگر کوئی اور بات

کہتے ہیں تو جھوٹ ہو جاتا ہے.... آپ نے یہ کہا کہ جس جگہ پر کھڑے تھے اس جگہ سے ذرا سا پیچھے ہٹ گئے اور پھر کہا کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے تو یہیں تھے.... یہ جواب دیا.... آپ دیکھیں کہ ایسے وقت میں جبکہ پھانسی دیئے جانے کا خطرہ آنکھوں کے سامنے ہے.... اور موت آنکھوں کے سامنے رقص کر رہی ہے.... اس وقت بھی صریح جھوٹ زبان سے نہیں نکالا.... اسی کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے بچا لیا اور اس پولیس کے دل میں یہ بات آ گئی کہ ہو سکتا ہے کہ تھوڑی دیر پہلے یہاں ہوں گے اور اب کہیں نکل گئے.... بہر حال.... جھوٹ ایسی چیز ہے کہ ایک مؤمن تختہ دار پر بھی اس کو کبھی گوارہ نہیں کرتا.... (اصلاحی خطبات ج ۱۰)

ایک نوجوان کی شیخ الاسلام سے ملاقات

شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں دار العلوم میں اپنے دفتر میں بیٹھا ہوا تھا.... اس وقت ایک نوجوان میرے پاس آیا.... اس نوجوان میں سر سے لے کر پاؤں تک ظاہری اعتبار سے اسلامی وضع قطع کی کوئی بات نظر نہیں آ رہی تھی.... مغربی لباس میں ملبوس تھا.... اس کی ظاہری شکل دیکھ کر بالکل اس کا پتہ نہیں چل رہا تھا کہ اس کے اندر بھی دینداری کی کوئی بات موجود ہوگی.... میرے پاس آ کر کہنے لگا کہ میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھنے آیا ہوں.... میں نے کہا کہ کیا مسئلہ ہے؟

وہ کہنے لگا کہ مسئلہ یہ ہے کہ میں ''اکچوری'' ''ماہر شماریات'' (Actuary) ہوں.... (انشورنس کمپنیوں میں جو حسابات وغیرہ لگائے جاتے ہیں کہ کتنا ''پریمیم'' ہونا چاہئے اور انشورنس کی کتنی رقم ہونی چاہئے.... اس قسم کے حسابات کے لئے ''اکچوری'' رکھا جاتا ہے.... اس زمانے میں پاکستان بھر میں کہیں بھی یہ علم نہیں پڑھایا جاتا تھا.... پھر اس نوجوان نے کہا کہ میں نے یہ علم حاصل کرنے کے لئے ''انگلینڈ'' کا سفر کیا اور وہاں سے یہ حاصل کر کے آیا ہوں (اس وقت پورے پاکستان میں اس فن کو جاننے والے دو تین سے زیادہ نہیں تھے.... اور جو شخص ''ماہر شماریات'' بن جاتا ہے وہ انشورنس کمپنی کے علاوہ کسی اور جگہ پر کام کرنے کے قابل نہیں رہتا.... بہر حال.... اس نوجوان نے کہا کہ) اور میں نے یہاں آ کر ایک انشورنس کمپنی میں ملازمت کر لی.... اور چونکہ پاکستان بھر میں اس کے ماہر بہت کم تھے.... اس لئے ان کی مانگ بھی بہت

تھی ....اوران کی تنخواہ اور سہولتیں بھی بہت زیادہ تھیں....اس لئے میری تنخواہ اور سہولتیں بھی بہت زیادہ ہیں....لہٰذا میں نے یہ ملازمت اختیار کرلی....جب یہ سب کچھ ہوگیا.... تعلیم حاصل کرلی ....ملازمت اختیار کرلی....تو اب مجھے کسی نے بتایا کہ یہ انشورنس کا کام حرام ہے....جائز نہیں.... اب میں آپ سے اس کی تصدیق کرنے آیا ہوں کہ واقعتہً یہ حرام ہے یا حلال ہے؟

میں نے اس سے کہا کہ اس وقت انشورنس کی جتنی صورتیں رائج ہیں....ان میں کسی میں سود ہے.... کسی میں جوا ہے....اس لئے وہ سب حرام ہیں....اور اس وجہ سے انشورنس کمپنی میں ملازمت بھی جائز نہیں....البتہ ہمارے بزرگ یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی بینک میں یا انشورنس کمپنی میں ملازم ہو....تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنے لئے دوسرا حلال اور جائز ذریعہ معاش تلاش کرے....اور اہتمام اور کوشش کے ساتھ اس طرح تلاش کرے جیسے ایک بے روزگار تلاش کرتا ہے....اور جب اس کو دوسرا حلال ذریعہ آمدنی مل جائے....تو اس وقت اس حرام ذریعہ کو چھوڑ دے....یہ بات ہمارے بزرگ اس لئے فرماتے ہیں کہ کچھ پتہ نہیں کہ کس کے حالات کیسے ہوں....اب اگر کوئی شخص فوراً اس حرام ذریعہ کو چھوڑ دے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی پریشانی میں مبتلا ہو جائے....پھر شیطان آکر اس کو یہ بہکا دے کہ دیکھو تم دین پر عمل کرنے چلے تھے تو اس کے نتیجے میں تم پر یہ مصیبت آ گئی....اس لئے ہمارے بزرگ فرماتے ہیں کہ اس حرام ملازمت کو فوراً مت چھوڑو....بلکہ دوسری جگہ ملازمت تلاش کرو.... جب حلال روزگار مل جائے تو اس وقت اس کو چھوڑ دینا....

میرا یہ جواب سن کر وہ نوجوان مجھ سے کہنے لگا کہ مولانا صاحب! میں آپ سے یہ مشورہ لینے نہیں آیا کہ ملازمت چھوڑوں یا نہ چھوڑوں؟

میں آپ سے صرف یہ پوچھنے آیا ہوں کہ یہ کام حلال ہے یا حرام ہے؟

میں نے اس سے کہا کہ حلال اور حرام ہونے کے بارے میں بھی میں نے تمہیں بتادیا ....اور ساتھ میں بزرگوں سے جو بات سنی تھی....وہ بھی آپ کو بتادی....اس نوجوان نے کہا کہ آپ مجھے اس کا مشورہ نہ دیں کہ میں ملازمت چھوڑوں یا نہ چھوڑوں....بس! آپ مجھے صاف اور دوٹوک لفظوں میں بتادیں کہ یہ ملازمت حلال ہے یا نہیں؟

میں نے کہا حرام ہے.... اس نوجوان نے کہا کہ یہ بتائیں کہ اس کو "اللہ" نے حرام کیا ہے یا آپ نے حرام کیا ہے؟

میں نے کہا کہ اللہ نے حرام کیا ہے.... اس نوجوان نے کہا جس اللہ نے اس کو حرام کیا ہے وہ مجھے رزق سے محروم نہیں کرے گا.... لہٰذا اب میں یہاں سے اس دفتر میں واپس نہیں جاؤں گا.... جب اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے تو وہ ایسا نہیں کرے گا کہ مجھ پر رزق کے دروازے بند کردے.... لہٰذا میں آج ہی سے اس کو چھوڑتا ہوں.... (اصلاحی خطبات ج ۱۰)

خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی حکیم ضیاء الرحمٰن سے ملاقات

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اولیاء اللہ میں اونچا مقام رکھتے ہیں.... ان کے زمانے میں ایک بڑے عالم اور فقیہ مولانا حکیم ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے.... حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت "صوفی" کے مشہور تھے اور یہ بڑے عالم "مفتی اور فقیہ" کی حیثیت سے مشہور تھے.... اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ "سماع" کو جائز کہتے تھے.... بہت سے صوفیاء کے یہاں سماع کا رواج تھا.... "سماع" کا مطلب ہے کہ موسیقی کے آلات کے بغیر حمد و نعت وغیرہ کے عمدہ مضامین کے اشعار ترنم سے یا بغیر ترنم کے محض خوش آواز سے کسی کا پڑھنا اور دوسروں کا اسے خوش عقیدگی اور محبت سے سننا بعض صوفیاء اس کی اجازت دیتے تھے اور بہت سے فقہاء اور مفتی حضرات اس سماع کو بھی جائز نہیں کہتے تھے بلکہ "بدعت" قرار دیتے تھے.... چنانچہ ان کے زمانے کے مولانا حکیم الدین ضیاء صاحب نے بھی "سماع" کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا تھا اور حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ "سماع" سنتے تھے....

جب مولانا حکیم ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ ان کی عیادت اور مزاج پرسی کے لئے تشریف لے گئے.... اور یہ اطلاع کرائی کہ جا کر حکیم ضیاء الدین صاحب سے عرض کیا جائے کہ نظام الدین مزاج پرسی کے لئے حاضر ہوا ہے.... اندر سے حکیم ضیاء الدین صاحب نے جواب بھجوایا کہ ان کو باہر روک دیں میں مرنے کے وقت کسی بدعتی کی صورت دیکھنا نہیں چاہتا.... خواجہ نظام الدین اولیاء

رحمۃ اللہ علیہ نے جواب بھجوایا کہ ان سے عرض کردو کہ بدعتی.... بدعت سے توبہ کر کے حاضر ہوا ہے.... اسی وقت مولانا حکیم ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پگڑی بھیجی کہ اسے بچھا کر خواجہ صاحب اس کے اوپر قدم رکھتے ہوئے آئیں اور جوتے سے قدم رکھیں.... ننگے پاؤں نہ آئیں.... خواجہ صاحب نے پگڑی کو اٹھا کر سر پر رکھی کہ یہ میرے لئے دستار فضیلت ہے.... اسی شان سے اندر تشریف لے گئے.... آ کر مصافحہ کیا اور بیٹھ گئے اور حکیم ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف متوجہ ہوئے.... پھر خواجہ صاحب کی موجودگی میں حکیم ضیاء الدین کی وفات کا وقت آ گیا.... خواجہ صاحب نے فرمایا کہ الحمدللہ.... حکیم ضیاء الدین صاحب کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالیا ہے کہ ترقی مدارج کے ساتھ ان کا انتقال ہوا.... آپ نے دیکھا کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے یہ حالت تھی کہ صورت دیکھنا گوارہ نہیں تھی.... لیکن تھوڑی دیر کے بعد یہ فرمایا کہ میری پگڑی پر پاؤں رکھ کر اندر تشریف لائیں.... (اصلاحی خطبات ج ۸)

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے نوجوان کی ملاقات

قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک دیہاتی آدمی آیا.... اس نے دماغ میں یہی بسا ہوا تھا کہ مولوی اگر تعویذ گنڈا نہیں جانتا تو وہ بالکل جاہل ہے.... اس کو کچھ نہیں آتا.... چنانچہ آپ کو بڑا عالم سمجھ کر آپ کے پاس آیا.... اور کہا کہ مجھے تعویذ دیدو.... مولانا نے فرمایا کہ مجھے تو تعویذ آتا نہیں.... اس نے کہا کہ اجی نہیں مجھے دے دو.... حضرت نے فرمایا کہ مجھے آتا نہیں کیا دے دوں؟

لیکن وہ پیچھے پڑ گیا کہ مجھے تعویذ دے دو.... حضرت فرماتے ہیں کہ مجھے تو کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا لکھوں.... تو میں نے اس تعویذ میں لکھ دیا کہ "یا اللہ یہ مانتا نہیں.... میں جانتا نہیں.... آپ اپنے فضل وکرم سے اس کا کام کر دیجئے" یہ لکھ کر میں نے اس کو دے دیا کہ یہ لٹکا لے.... اس نے لٹکالیا.... اللہ تعالیٰ نے اسی کے ذریعہ اسکا کام بنا دیا.... (اصلاحی خطبات ج ۱۵)

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات

حضرت سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ جن کے علم وفضل کا طوطی بول رہا تھا اور ڈنکا بج

رہا تھا.... وہ خود اپنا واقعہ سناتے ہیں کہ جب میں نے ''سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' چھ جلدوں میں مکمل کرلی.... تو بار بار دل میں یہ خلش ہوتی تھی کہ جس ذات گرامی کی یہ سیرت لکھی ہے ان کی سیرت کا کوئی عکس یا کوئی جھلک میری زندگی میں بھی آئی یا نہیں؟

اگر نہیں آئی تو کس طرح آئے؟

اس مقصد کے لئے کسی اللہ والے کی تلاش ہوئی .... اور یہ سن رکھا تھا کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ تھانہ بھون کی خانقاہ میں مقیم ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کا فیض پھیلایا ہے.... چنانچہ ایک مرتبہ تھانہ بھون جانے کا ارادہ کرلیا.... سفر کر کے تھانہ بھون پہنچ گئے اور حضرت والا سے اصلاحی تعلق قائم کیا اور کئی روز وہاں مقیم رہے .... جب واپس رخصت ہونے لگے تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت: کوئی نصیحت فرمادیجئے .... حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس وقت مجھے خیال آیا کہ میں اتنے بڑے علامہ کو کیا نصیحت کروں؟

علم وفضل کے اعتبار سے پوری دنیا میں ان کی شہرت ہے.... چنانچہ مین نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی یا اللہ! میرے دل میں ایسی بات ڈال دیجئے جو ان کے حق میں بھی فائدہ مند ہو اور میرے حق میں بھی فائدہ مند ہو...... اس کے بعد حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''بھائی ہمارے طریق میں تو اول و آخر اپنے آپ کو مٹا دینا ہے....''

حضرت سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ الفاظ کہتے وقت اپنا ہاتھ سینے کی طرف لے جا کر نیچے کی طرف ایسا جھٹکا دیا کہ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میرے دل پر جھٹکہ لگ گیا......

ہمارے حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد حضرت سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آپ کو ایسا مٹایا کہ اس کی نظیر ملنی مشکل ہے.... ایک دن دیکھا کہ خانقاہ کے باہر حضرت سلیمان ندوی مجلس میں آنے والوں کے جوتے سیدھے کر رہے ہیں.... یہ تواضع اور فنائیت اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں پیدا کردی.... اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے بعد خوشبو پھوٹی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو کہاں سے کہاں پہنچادیا.... (اصلاحی خطبات ج ۵)

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کی سید میاں اصغر حسین رحمہ اللہ سے ملاقات

مولانا محمد تقی عثمانی فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے دارالعلوم دیوبند میں ایک استاد تھے.... حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو ''حضرت میاں صاحب'' کے نام سے مشہور تھے.... بڑے عجیب وغریب بزرگ تھے.... ان کی باتیں سن کر صحابہ کرام کے زمانے کی یاد تازہ ہو جاتی ہے.... حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ان کی خدمت میں گیا.... تو انہوں نے فرمایا کہ کھانے کا وقت ہے.... آؤ کھانا کھالو میں ان کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھ گیا.... جب کھانے سے فارغ ہوئے تو میں نے دسترخوان کو لپیٹنا شروع کیا.... تا کہ میں جا کر دسترخوان جھاڑ دوں.... تو حضرت میاں صاحب نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا: کیا کر رہے ہو؟

میں نے کہا کہ حضرت دسترخوان جھاڑنے جارہا ہوں.... حضرت میاں صاحب نے پوچھا کہ دسترخوان جھاڑنا آتا ہے؟

میں نے کہا کہ حضرت.... دسترخوان جھاڑنا کونسا فن یا علم ہے.... جس کے لئے باقاعدہ تعلیم کی ضرورت ہو.... باہر جا کر جھاڑ دوں گا.... حضرت میاں صاحب نے فرمایا کہ اسی لئے تو میں نے تم سے پوچھا تھا کہ دسترخوان جھاڑنا آتا ہے یا نہیں؟

معلوم ہوا کہ تمہیں دسترخوان جھاڑنا نہیں آتا.... میں نے کہا پھر آپ سکھا دیں.... فرمایا کہ ہاں دسترخوان جھاڑنا بھی ایک فن ہے....

پھر آپ نے اس دسترخوان کو دوبارہ کھولا اور اس دسترخوان پر جو بوٹیاں یا بوٹیوں کے ذرات تھے.... ان کو ایک طرف کیا.... اور ہڈیوں کو جن پر کچھ گوشت وغیرہ لگا ہوا تھا.... ان کو ایک طرف کیا.... اور روٹی کے ٹکڑوں کو ایک طرف کیا.... اور روٹی کے جو چھوٹے چھوٹے ذرات تھے.... ان کو ایک طرف جمع کیا.... پھر مجھ سے فرمایا کہ دیکھو.... یہ چار چیزیں ہیں اور میرے یہاں ان چاروں چیزوں کی علیحدہ علیحدہ جگہ مقرر ہے.... یہ جو بوٹیاں ہیں ان کی

فلاں جگہ ہے.... بلی کو معلوم ہے کہ کھانے کے بعد اس جگہ بوٹیاں رکھی جاتی ہیں.... وہ آ کر ان کو کھالیتی ہے.... اور ان ہڈیوں کے لئے فلاں جگہ مقرر ہے.... محلے کے کتوں کو وہ جگہ معلوم ہے.... وہ آ کر ان کو کھالیتے ہیں.... اور یہ جو روٹیوں کے ٹکڑے ہیں ان کو میں اس دیوار پر رکھتا ہوں.... یہاں پرندے.... چیل.... کوے آتے ہیں.... اور وہ ان کو اٹھا کر کھالیتے ہیں.... اور یہ جو روٹی کے چھوٹے چھوٹے ذرات ہیں.... تو میرے گھر میں چونٹیوں کا بل ہے.... ان کو اس بل کے پاس رکھ دیتا ہوں.... وہ چونٹیاں اس کو کھالیتی ہیں.... پھر فرمایا کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کا رزق ہے.... اس کا کوئی حصہ ضائع نہیں جانا چاہئے.... حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اس دن ہمیں معلوم ہوا کہ دستر خوان جھاڑنا بھی ایک فن ہے اور اس کو بھی سیکھنے کی ضرورت ہے.... (اصلاحی خطبات ج ۵)

مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مفتی اعظم سے ملاقات

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں کہ ہمارے ایک بزرگ گزرے ہیں.... حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی قدس اللہ سرہ...... اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے.... آمین...... میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے بہت گہرے دوستوں میں سے تھے.... لاہور میں قیام تھا.... ایک مرتبہ کراچی تشریف لائے تو دار العلوم کورنگی میں حضرت والد صاحبؒ سے ملنے کے لئے بھی تشریف لائے.... چونکہ اللہ والے بزرگ تھے.... اور والد صاحب کے بہت مخلص دوست تھے.... اس لئے ان کی ملاقات سے والد صاحب بہت خوش ہوئے.... صبح دس بجے کے قریب دار العلوم پہنچے تھے.... والد صاحب نے ان سے پوچھا کہ کہاں قیام ہے؟

فرمایا کہ آگرہ کالونی میں ایک صاحب کے یہاں قیام ہے.... کب واپس تشریف لے جائیں گے؟

فرمایا کل ان شاء اللہ واپس لاہور روانہ ہو جاؤں گا.... بہر حال.... کچھ دیر بات چیت اور ملاقات کے بعد جب واپس جانے لگے تو والد صاحب نے ان سے فرمایا کہ: بھائی مولوی ادریس.... تم اتنے دنوں کے بعد یہاں آئے ہو.... میرا دل چاہتا ہے کہ تمہاری دعوت کروں .... لیکن میں یہ سوچ رہا ہوں کہ تمہارا قیام آگرہ تاج کالونی میں ہے.... اور میں یہاں کورنگی میں رہتا ہوں.... اب اگر میں آپ سے یہ کہوں کہ فلاں وقت میرے یہاں آ کر کھانا کھائیں

....تب تو آپ کو میں مصیبت میں ڈال دوں گا.... اس لئے کل آپ کو واپس جانا ہے.... کام بہت سے ہوں گے.... اس لئے دل اس بات کو گوارہ نہیں کرتا کہ آپ کو دوبارہ یہاں آنے کی تکلیف دوں.... لیکن یہ بھی مجھے گوارہ نہیں کہ آپ تشریف لائیں.... اور بغیر دعوت کے آپ کو روانہ کر دوں...... اس لئے میری طرف سے دعوت کے بدلے یہ سو روپے ہدیہ رکھ لیں ....

مولانا محمد ادریس صاحبؒ نے وہ سو روپے کا نوٹ اپنے سر پر رکھ لیا اور فرمایا کہ یہ تو آپ نے مجھے بہت بڑی نعمت عطا فرما دی.... آپ کی دعوت کا شرف بھی حاصل ہو گیا.... اور کوئی تکلیف بھی اٹھانی نہیں پڑی.... اور پھر اجازت لے کر روانہ ہو گئے.... (اصلاحی خطبات ج ۵)

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ سے ایک انگریز کی ملاقات

حضرت عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں کچھ عرصہ پہلے ایک دن میں مغرب کی نماز پڑھ کر گھر میں بیٹھا ہوا تھا تو باہر سے کوئی صاحب ملنے کے لئے آئے.... کارڈ بھیجا تو دیکھا کہ اس کارڈ پر لکھا ہوا تھا کہ یہ ساری دنیا میں ایک مشہور ادارہ ہے جس کا نام ایمنسٹی انٹرنیشنل ہے.... جو سارے انسانی بنیادی حقوق کے تحفظ کا علمبردار ہے.... اس ادارے کے ایک ڈائریکٹر پیرس سے پاکستان آئے ہیں.... اور وہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں.... میں نے اندر بلا لیا.... پہلے سے کوئی اپائنٹ منٹ نہیں تھی.... کوئی پہلے سے وقت نہیں لیا تھا.... اچانک آ گئے اور پاکستان کی وزارت خارجہ کے ایک ذمہ دار افسر بھی ان کے ساتھ تھے...... آپ کو یہ معلوم ہے کہ ایمنسٹی انٹرنیشنل وہ ادارہ ہے جس کو انسانی حقوق کے تحفظ کے لئے اور آزادی تقریر و تحریر کے لئے علمبردار ادارہ کہا جاتا ہے اور پاکستان میں جو بعض شرعی قوانین نافذ ہوئے یا مثلاً قادیانیوں کے سلسلے میں پابندیاں عائد کی گئیں تو ایمنسٹی انٹرنیشنل کی طرف سے اس پر اعتراضات و احتجاجات کا سلسلہ رہا......

بہر حال یہ صاحب تشریف لائے تو انہوں نے آ کر مجھ سے کہا کہ میں آپ سے اس لئے ملنا چاہتا ہوں کہ میرے ادارے نے مجھے اس بات پر مقرر کیا ہے کہ میں آزادی تحریر و تقریر اور انسانی حقوق کے سلسلے میں ساؤتھ ایسٹ ایشیاء کے ممالک کی رائے عامہ کا سروے کروں.... یعنی یہ معلوم کروں کہ جنوب مشرقی ایشیا کے مسلمان انسانی حقوق.... آزادی تحریر و تقریر اور آزادی اظہار رائے کے بارے میں کیا خیالات رکھتے ہیں اور وہ کس حد تک اس معاملہ میں ہم

سے تعاون کرنے پر آمادہ ہیں.... اس کا سروے کرنے کے لئے میں پیرس سے آیا ہوں اور اس سلسلے میں آپ سے انٹرویو کرنا چاہتا ہوں .... ساتھ ہی انہوں نے معذرت بھی کی کہ چونکہ میرے پاس وقت کم تھا اس لئے میں پہلے سے وقت نہیں لے سکا.... لیکن میں چاہتا ہوں کہ میرے چند سوالات کا آپ جواب دیں تا کہ اس کی بنیاد پر اپنی رپورٹ مرتب کرسکوں....

میں نے ان صاحب سے پوچھا کہ آپ کب تشریف لائے؟

کہا کہ میں کل ہی پہنچا ہوں.... میں نے کہا کہ آئندہ کیا پروگرام ہے؟

فرمانے لگے کہ کل مجھے اسلام آباد جانا ہے.... میں نے کہا اس کے بعد؟

کہا کہ اسلام آباد ایک یا دو دن ٹھہر کر پھر میں دہلی جاؤں گا.... میں نے کہا وہاں کتنے دن قیام فرمائیں گے؟

کہا دو دن.... میں نے کہا پھر اس کے بعد؟

کہا کہ اس کے بعد مجھے ملائیشیا جانا ہے.... تو میں نے کہا کل آپ کراچی تشریف لائے اور آج شام کو اس وقت میرے پاس تشریف لائے.... کل صبح آپ اسلام آباد چلے جائیں گے.... آج کا دن آپ نے کراچی میں گزارا.... تو آپ نے کیا کراچی کی رائے عامہ کا سروے کرلیا؟

تو اس سوال پر وہ بہت سٹپٹائے.... کہنے لگے اتنی دیر میں واقعی پورا سروے تو نہیں ہوسکتا تھا.... لیکن اس مدت کے اندر میں نے کافی لوگوں سے ملاقات کی اور تھوڑا بہت اندازہ مجھے ہوگیا ہے.... تو میں نے کہا آپ نے کتنے لوگوں سے ملاقات کی؟

کہا کہ پانچ افراد سے میں ملاقات کرچکا ہوں.... چھٹے آپ ہیں.... میں نے کہا چھ افراد سے ملاقات کرنے کے بعد آپ نے کراچی کا سروے کرلیا.... اب اس کے بعد کل اسلام آباد تشریف لے جائیں گے اور وہاں ایک دن قیام فرمائیں گے .... چھ آدمیوں سے وہاں آپ کی ملاقات ہوگی.... چھ آدمیوں سے ملاقات کے بعد اسلام آباد کی رائے عامہ کا سروے ہوجائے گا .... اس کے بعد دو دن دہلی تشریف لے جائیں گے.... دو دن دہلی کے اندر کچھ لوگوں سے ملاقات کریں گے تو وہاں کا سروے آپ کا ہوجائے گا.... تو یہ بتایئے کہ یہ سروے کا کیا طریقہ ہے؟

تو وہ کہنے لگے آپ کی بات معقول ہے.... واقعتاً جتنا وقت مجھے دینا چاہئے تھا اتنا میں

دے نہیں پارہا.... مگر میں کیا کروں کہ میرے پاس وقت کم تھا.... میں نے کہا معاف فرمائیے .... اگر وقت کم تھا تو کس ڈاکٹر نے آپ کو مشورہ دیا تھا کہ آپ سروے کریں؟

اس لئے کہ اگر سروے کرنا تھا تو پھر ایسے آدمی کو کرنا چاہئے جس کے پاس وقت ہو .... جو لوگوں کے پاس جا کر مل سکے .... لوگوں سے بات کر سکے .... اگر وقت کم تھا تو پھر سروے کی ذمہ داری لینے کی ضرورت کیا تھی؟

تو کہنے لگے کہ بات تو آپ کی ٹھیک ہے.... لیکن بس ہمیں اتنا ہی وقت دیا گیا تھا.... اس لئے میں مجبور تھا.... میں نے کہا معاف فرمائیے مجھے آپ کے ایسے سروے کی سنجیدگی پر شک ہے.... میں اس سروے کو سنجیدہ نہیں سمجھتا.... لہٰذا میں اس سروے کے اندر کوئی پارٹی بننے کے لئے تیار نہیں ہوں اور نہ آپ کے کسی سوال کا جواب دینے کے لئے تیار ہوں اس لئے کہ آپ پانچ چھ آدمیوں سے گفتگو کرنے کے بعد یہ رپورٹ دیں گے کہ وہاں پر رائے عامہ یہ ہے.... اس رپورٹ کی کیا قدر و قیمت ہو سکتی ہے؟

لہٰذا میں آپ کے کسی سوال کا جواب نہیں دے سکتا.... وہ بہت سٹپٹائے اور کہا کہ آپ کی بات ویسے ٹیکنیکلی صحیح ہے.... لیکن یہ کہ میں چونکہ آپ کے پاس ایک بات پوچھنے کے لئے آیا ہوں تو میرے کچھ سوالوں کے جواب آپ ضرور دے دیں.... میں نے کہا نہیں.... میں آپ کے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا.... جب تک مجھے اس بات کا یقین نہ ہو جائے کہ آپ کا سروے واقعتاً علمی نوعیت کا ہے اور سنجیدہ ہے.... اس وقت تک میں اس کے اندر کوئی پارٹی بننے کے لئے تیار نہیں ہوں.... آپ مجھے معاف فرمائیں.... میرے مہمان ہیں.... میں آپ کی خاطر تواضع جو کر سکتا ہوں وہ کروں گا.... باقی کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا....

میں نے کہا کہ اگر میری بات میں کوئی غیر معقولیت ہے تو مجھے سمجھا دیجئے کہ میرا موقف غلط ہے اور فلاں بنیاد پر غلط ہے.... کہنے لگے بات تو آپ کی معقول ہے.... لیکن میں آپ سے ویسے برادرانہ طور پر یہ چاہتا ہوں کہ آپ کچھ جواب دیں.... میں نے کہا کہ میں جواب نہیں دوں گا.... البتہ آپ مجھے اجازت دیں تو میں اپ سے کچھ سوال کرنا چاہتا ہوں .... کہنے لگے سوال تو میں کرنے کے لئے آیا تھا لیکن آپ میرے سوال کا جواب نہیں دینا

چاہتے تو ٹھیک آپ سوال کرلیں.... آپ کیا سوال کرنا چاہتے ہیں؟

میں نے کہا میں آپ سے اجازت طلب کر رہا ہوں.... اگر آپ اجازت دیں گے تو سوال کرلوں گا اگر اجازت نہیں دیں گے تو میں بھی سوال نہیں کروں گا اور ہم دونوں کی ملاقات ہوگئی بات ختم ہوگئی.... کہنے لگے نہیں آپ سوال کر لیجئے.... تو میں نے کہا میں سوال آپ سے یہ کرنا چاہتا ہوں کہ آپ آزادی اظہار رائے اور انسانی حقوق کا علم لے کر چلے ہیں تو میں ایک بات آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ آزادی اظہار رائے جس کی آپ تبلیغ کرنا چاہتے ہیں اور کرر ہے ہیں یہ آزادی اظہار رائے **Absulute** یعنی مطلق.... اس پر کوئی قید کوئی پابندی کوئی شرط عائد نہیں ہوتی یا یہ کہ آزادی اظہار رائے پر کچھ قیود و شرائط بھی عائد ہونی چاہئیں؟

کہنے لگے میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا؟

تو میں نے کہا مطلب تو الفاظ سے واضح ہے.... میں یہ آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ جس آزادی اظہار رائے کی تبلیغ کرنا چاہتے ہیں.... تو کیا وہ ایسی ہے کہ جس شخص کی جو رائے ہو اس کو برملا اظہار کرے.... اس کی برملا تبلیغ کرے.... برملا اس کی طرف دعوت دے اور اس پر کوئی روک ٹوک کوئی پابندی عائد نہ ہو.... یہ مقصود ہے؟

اگر یہ مقصود ہے تو فرمایئے کہ ایک شخص یہ کہتا ہے کہ میری رائے یہ ہے کہ یہ دولت مند افراد نے بہت پیسے کمالئے اور غریب لوگ بھوکے مر رہے ہیں.... لہٰذا ان دولت مندوں کے گھروں پر ڈاکہ ڈال کر اور ان کی دکانوں کو لوٹ کر غریبوں کو پیسہ پہنچانا چاہئے.... اگر کوئی شخص دیانتدارانہ یہ رائے رکھتا اور اس کی تبلیغ کرے اور اس کا اظہار کرے.... لوگوں کو دعوت دے کہ آپ آیئے اور میرے ساتھ شامل ہو جایئے اور یہ جتنے دولت مند لوگ ہیں .... روزانہ ان پر ڈاکہ ڈالا کریں گے.... ان کا مال لوٹ کر غریبوں میں تقسیم کیا کریں گے.... تو آپ ایسی اظہار رائے کی آزادی کے حامی ہوں گے یا نہیں؟

اور اس کی اجازت دیں گے یا نہیں؟

کہنے لگے اس کی اجازت نہیں دی جائے گی کہ لوگوں کا مال لوٹ کر دوسروں میں تقسیم کر دیا جائے.... تو میں نے کہا یہی میرا مطلب تھا کہ اگر اس کی اجازت نہیں دی جائے گی تو اس کا معنی یہ

ہے کہ آزادی اظہارِ رائے اتنی (Absolute) اتنی مطلق نہیں ہے کہ اس پر کوئی قید کوئی شرط کوئی پابندی عائد نہ کی جاسکے.... کچھ نہ کچھ قید شرط لگانی پڑے گی.... کہنے لگے ہاں کچھ نہ کچھ تو لگانی پڑے گی.... تو میں نے کہا مجھے یہ بتایئے کہ وہ قید و شرط کس بنیاد پر لگائی جائے گی اور کون لگائے گا؟

کس بنیاد پر یہ طے کیا جائے کہ فلاں قسم کی رائے کا اظہار کرنا تو جائز ہے اور فلاں قسم کی رائے کا اظہار کرنا جائز نہیں ہے؟

فلاں قسم کی تبلیغ جائز ہے اور فلاں قسم کی تبلیغ جائز نہیں ہے؟

اس کا تعین کون کرے گا اور کس بنیاد پر کرے گا... اس سلسلے میں آپ کے ادارے نے کوئی علمی سروے کیا ہو اور علمی تحقیق کی ہو تو میں اس کو جاننا چاہتا ہوں.... کہنے لگے کہ اس نقطہ نظر پر اس سے پہلے ہم نے غور نہیں کیا... تو میں نے عرض کیا کہ دیکھئے! آپ اتنے بڑے مشن کو لے کر چلے ہیں.... پوری انسانیت کو آزادی اظہارِ رائے دلانے کے لئے... ان کو حقوق دلانے کے لئے چلے ہیں... لیکن آپ نے بنیادی سوال نہیں سوچا کہ آخر آزادی اظہارِ رائے کس بنیاد پر طے ہونی چاہئے؟

کیا اصول ہونے چاہئیں؟.... کیا شرطیں اور کیا قیود ہونی چاہئیں؟

تو کہنے لگے اچھا آپ ہی بتا دیجئے.... تو میں نے کہا میں تو پہلے عرض کر چکا ہوں کہ میں کسی سوال کا جواب دینے بیٹھا ہی نہیں.... میں تو آپ سے پوچھ رہا ہوں کہ آپ مجھے بتایئے کہ کیا قیود و شرائط ہونی چاہئیں اور کیا نہیں.... میں نے تو آپ سے سوال کیا ہے کہ آپ کے نقطہ نظر سے اور آپ کے ادارے کے نقطہ نظر سے اس کا کیا جواب ہونا چاہئے....

کہنے لگے میرے علم میں ابھی تک ایسا فارمولا نہیں ہے.... ایک فارمولا ذہن میں آتا ہے کہ ایسی آزادی اظہارِ رائے جس میں وائی لنس ہو.... جس میں دوسرے کے ساتھ تشدد ہو تو ایسی آزادی اظہارِ رائے نہیں ہونی چاہئے.... میں نے کہا یہ تو آپ کے ذہن میں آیا کہ وائی لنس کی پابندی ہونی چاہئے.... کسی اور کے ذہن میں کوئی اور بات بھی آسکتی ہے کہ فلاں قسم کی پابندی بھی ہونی چاہئے.... یہ کون طے کرے گا اور کس بنیاد پر طے کرے گا کہ کس قسم کی اظہارِ رائے کی کھلی چھٹی ہونی چاہئے کس قسم کی نہیں؟

اس کا کوئی فارمولا اور کوئی معیار ہونا چاہئے.... کہنے لگے آپ سے گفتگو کے بعد یہ اہم

سوال میرے ذہن میں آیا ہے اور میں اپنے ذمہ داروں تک اس کو پہنچاؤں گا اور اس کے بعد اس پر اگر کوئی لٹریچر ملا تو آپ کو بھیجوں گا.... تو میں نے کہا ان شاء اللہ میں منتظر رہوں گا کہ اگر آپ اس کے اوپر کوئی لٹریچر بھیج سکیں اور اس کا کوئی فلسفہ بتا سکیں تو میں ایک طالب علم کی حیثیت میں اس کا مشتاق ہوں.... جب وہ چلنے لگے.... تو وقت میں نے ان سے کہا کہ میں سنجیدگی سے آپ سے کہہ رہا ہوں.... یہ بات مذاق کی نہیں ہے.... سنجیدگی سے چاہتا ہوں کہ اس مسئلے پر غور کیا جائے.... اس کے بارے میں آپ اپنا نقطۂ نظر بھیجیں.... لیکن ایک بات میں آپ کو بتا دوں کہ جتنے آپ کے نظریات اور فلسفے ہیں.... ان سب کو مدنظر رکھ لیجئے.... کوئی ایسا متفقہ فارمولا آپ پیش کر نہیں سکیں گے.... جس پر ساری دنیا متفق ہو جائے کہ فلاں بنیاد پر اظہار رائے کی آزادی ہونی چاہئے اور فلاں بنیاد پر نہیں ہونی چاہئے.... تو یہ میں آپ کو بتا دیتا ہوں اور اگر پیش کر سکیں تو میں منتظر ہوں.... آج ڈیڑھ سال ہو گیا ہے کوئی جواب نہیں آیا....

حقیقت یہ ہے کہ یہ مجمل نعرے.... کہ صاحب! ہیومن رائٹس ہونے چاہئیں.... آزادی اظہار رائے ہونی چاہئے.... تحریر و تقریر کی آزادی ہونی چاہئے.... ان کی ایسی کوئی بنیاد جس پر ساری دنیا متفق ہو سکے یہ کسی کے پاس نہیں ہے اور نہ ہو سکتی ہے.... کیوں؟

اس واسطے کہ جو کوئی بھی یہ بنیادیں طے کرے گا وہ اپنی سوچ اور اپنی عقل کی بنیاد پر کرے گا.... اور کبھی دو انسانوں کی عقل یکساں نہیں ہوتیں.... دو گروہوں کی عقلیں یکساں نہیں ہوتیں.... دو زمانوں کی عقلیں یکساں نہیں ہوتیں.... لہٰذا ان کے درمیان اختلاف رہا ہے.... رہے گا اور اس اختلاف کو ختم کرنے کا کوئی راستہ نہیں.... وجہ اس کی یہ ہے کہ انسانی عقل اپنی ایک لمیٹیشن (Limitation) رکھتی ہے.... اس کی حدود ہیں.... اس سے آگے وہ تجاوز نہیں کر پاتی.... محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پوری انسانیت کے لئے سب سے بڑا احسان عظیم یہ ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام معاملات کو طے کرنے کی جو بنیاد فراہم کی ہے وہ یہ ہے کہ وہ ذات جس نے اس پوری کائنات کو پیدا کیا.... وہ ذات جس نے انسانوں کو پیدا کیا.... اسی سے پوچھو کہ کون سے انسانی حقوق قابل تحفظ ہیں اور کون سے انسانی حقوق قابل تحفظ نہیں؟

وہی بتا سکتا ہے.... اس کے سوا کوئی نہیں بتا سکتا.... (اصلاحی خطبات ج ۴)

جنات کی شاہ عبدالقدوس سے ملاقات

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شاہ محمد غوث گوالیری نے جنات کو تابع کیا تھا ایک بار ان کو حکم دیا کہ شاہ عبدالقدوس صاحب قدس سرہ گنگوہی کو یا اس سلسلہ کے اور کوئی بزرگ تھے ان کو یہاں لے آؤ جنات پہنچے.... حضرت شیخ مشغول تھے.... جنات پر ہیبت طاری ہوگئی.... شیخ نے دفعۃً دیکھا تو کچھ اشخاص نہایت قوی ہیکل کھڑے ہیں دریافت فرمایا کہ کون؟ عرض کیا ہم جنات ہیں پوچھا کیسے آئے عرض کیا کہ شاہ محمد غوث گوالیری نے بھیجا ہے وہ زیارت کے مشتاق ہیں اگر ارشاد ہو تو بہت آرام سے حضرت کو وہاں پہنچادیں.... فرمایا کہ ان کو ہی لے آؤ وہ جنات واپس گئے اور شاہ محمد غوث گوالیری کو لے کر چلے انہوں نے کہا بھی کہ تم تو میرے حکم بردار ہو کہنے لگے کہ اوروں کے مقابلہ میں باقی شیخ کے مقابلہ میں ہم ان کے حکم بردار ہیں غرض ان کو لیکر گنگوہ حاضر ہوگئے شیخ نے بہت ملامت کی کہ یہ کیا واہیات مشغلہ ہے انہوں نے اسی مجلس میں توبہ کی اور حضرت شیخ سے بیعت ہوئے.... ہمارے حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک جولاہہ آیا کہ میری لڑکی پر اللہ بخش کا خلل ہے آپ چلئے فرمایا کہ میں عامل نہیں ہوں اس نے بہت اصرار کیا آپ تشریف لے گئے اس نے سلام کیا اور حضرت کی تشریف آوری پر شرمندگی ظاہر کی اور عرض کیا کہ اگر صرف اپنا نام لکھ کر بھیج دیتے تو میں چلا جاتا اور یہ بھی وعدہ کیا کہ آپ کے سلسلہ والوں کو کبھی نہ ستاؤں گا.... (ملفوظات حکیم الامت)

مولانا مظفر حسین کاندھلوی رحمہ اللہ سے ڈاکوؤں کی ملاقات

حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلویؒ جس زمانہ میں سفر کی سہولتیں بہت کم تھیں.... سفر عموماً پیادہ پایا چھکڑوں.... بہلیوں میں ہوا کرتے تھے اور راستے غیر محفوظ اور پرخطر تھے.... اس وقت مولانا کسی ضرورت سے اپنے سب اہل خاندان کے ساتھ کاندھلہ سے گنگوہ کے لئے روانہ ہوئے اور اس وقت کاندھلہ سے گنگوہ جانے کے لئے وہ راستہ زیادہ موزوں سمجھا جاتا تھا جو موضع گڑھی پختہ سے ہو کر جاتا تھا.... مولانا کا قافلہ گڑھی پختہ سے نکل کر گنگوہ کے

راستہ میں تھا کہ اچانک اس قافلہ کو ڈاکوؤں نے گھیر لیا.... مولانا نے جب دیکھا کہ ہم ڈاکوؤں کے نرغہ میں آ گئے ہیں اور ڈاکو حملہ کرنے.... مارنے لوٹنے کے لئے آ رہے ہیں تو حضرت مولانا گاڑی سے اتر کر ڈاکوؤں کے سردار کے پاس گئے اور اس سے فرمایا کہ اپنا کام کرنے سے پہلے میری ایک بات سن لو.... سردار نے کہا: ''کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟

مولانا نے فرمایا ''میں چاہتا ہوں کہ تمہارے ساتھ ایک معاملہ کرلوں.... ڈاکوؤں کے سردار نے اس کی تفصیل پوچھی تو مولانا نے کہا: معاملہ اس طرح کرلو کہ تم ہماری عورتوں کو مت چھیڑنا ہاتھ بھی نہ لگانا اور ہم اپنے پاس کوئی زیور.... روپیہ پیسہ اور قیمتی سامان نہیں رکھیں گے.... سب تمہیں دے دیں گے.... (ڈاکوؤں کے لئے ہدایت واصلاح کا وقت آ چکا تھا) انہوں نے مولانا کی یہ فرمائش قبول کرلی.... اب ڈاکوؤں کا گروہ ایک طرف بیٹھ گیا.... مولانا اپنی گاریوں (بہلیوں یا چھکڑے) کے پاس آئے اور سب عورتوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جس کے پاس جو زیور اور قیمتی سامان ہو وہ دے دو.... عورتوں.... بچیوں نے اپنے اپنے زیورات اتارنے اور پیسے وغیرہ نکالنے شروع کر دیئے....... مولانا کھڑے ہوئے اس کی نگرانی فرماتے رہے.... جب سب زیورات وغیرہ جمع ہو گئے تو مولانا ان سب کو ایک کپڑے میں باندھ کر ڈاکوؤں کے گروہ کے پاس لائے اور کہا: ''بھائی! دیکھو.... میں سب سامان لے آیا ہوں....'' یہ کہہ کر گٹھری ان کے حوالہ کر دی اور ڈاکوؤں کی اس بات کے لئے تحسین فرمائی کہ انہوں نے اپنی بات کو نبھایا اور کسی عورت کو دیکھا تک نہیں.... ڈاکو وہ سامان لے کر خوش ہو گئے اور مولانا کا قافلہ اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گیا....

مولانا کا قافلہ کچھ ہی دور چلا تھا کہ مولانا کے ساتھ جانے والی عورتوں میں کچھ کھسر پھسر شروع ہوئی.... حضرت مولانا نے اس کو محسوس کرلیا اور پوچھا کیا بات ہے؟

عورتوں نے کہا.... کچھ نہیں.... مگر جب مولانا نے سختی سے معلوم کیا تو بتایا کہ وہ فلاں یہ کہہ رہی ہے کہ میری ہنسلی (گلے میں پہننے کا ایک زیور جو خاصا بھاری اور قیمتی ہوتا ہے) بچ گئی.... میں نے کپڑوں کے نیچے چھپالی تھی.... مولانا نے یہ سنا تو فوراً سواری روکنے کی ہدایت کی.... گاڑی سے اتر کر مولانا ان خاتون کے پاس آئے اور فرمایا: ''بی بی! یہ تو وعدہ

خلافی ہے.... چونکہ ہم ڈاکوؤں سے وعدہ اور معاہدہ کر چکے ہیں اس لئے یہ زیور ان کا ہو چکا ہے.... لاؤ.... مجھے دو.... میں ڈاکوؤں کو دے کر آؤں گا....'' اس خاتون نے وہ زیور اتار کر مولانا کے حوالے کر دیا.... مولانا گاڑی سے اتر کر واپس گئے اور وہاں پہنچے جہاں ڈاکوؤں کا گروہ پڑا ہوا تھا.... ڈاکو مولانا کو واپس آتا ہوا دیکھ کر یہ سمجھے کہ شاید بڑے میاں (مولانا) کے معاون مددگار آ گئے ہیں اور یہ مقابلہ کے لئے آئے ہیں.... اس خیال سے ڈاکو ہتھیار اٹھانے لگے.... تو مولانا نے فرمایا.... میں لڑنے کے لئے نہیں آیا میں تو ایک بات کہنے اور تمہاری ایک امانت تمہیں لوٹانے کے لئے آیا ہوں....

مولانا یہ فرمانے کے بعد ڈاکوؤں کے سردار کے پاس پہنچے اور اس سے مخاطب ہو کر فرمایا ....''بھائی! میں تمہارے سے معافی مانگنے اور تمہاری ایک امانت واپس کرنے آیا ہوں.... تم اپنے وعدہ اور بات کے سچے نکلے ہم نہ نکلے یہ ایک زیور ہے جو ایک بچی نے اپنے کپڑوں میں چھپا لیا تھا مگر کیونکہ تمہارے سے وعدہ ہو چکا تھا اس لئے اب یہ ہمارا نہیں رہا.... تمہارا ہے.... میں یہی دینے کے لئے آیا تھا.... یہ زیور سنبھالو اور اس بچی کی غلطی کو معاف کر دو....''

ڈاکوؤں کا سردار مولانا کی بات سن کر بولا....''تم مولوی مظفر حسین کاندھلوی تو نہیں ہو.... اس علاقہ میں تو وہی ایک ایسے سچے آدمی ہیں....'' مولانا نے فرمایا....''ہاں بھائی.... مظفر حسین میرا ہی نام ہے.... ڈاکوؤں کا سردار یہ سنتے ہی مولانا کے قدموں میں گر گیا اور ڈاکوؤں کے پورے گروہ میں گریہ وبکا اور آہ وزاری شروع ہو گئی اور اسی وقت سب ڈاکوؤں نے اپنے اس کام اور تمام گناہوں سے توبہ کی.... مولانا سے بیعت ہو گئے اور مولانا کے قافلہ سے لیا ہوا ایک ایک سامان واپس کر دیا اور عہد کیا کہ ہم نے آج تک جن لوگوں کا سامان لوٹا ہے یا کسی قسم کی تکلیف پہنچائی ہے ان کو تلاش کر کے ان کا سب سامان واپس کریں گے یا ان سے معافی مانگیں گے...... کسی نے سچا کہا ہے:

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کرسکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

(جواہر پارے)

امیر شریعت اور حکیم الامت تھانویؒ کی یادگار ملاقات

بعض لوگوں نے شاہ جی سے عرض کیا کہ حضرت مدنی اور حضرت تھانویؒ میں سیاسی اختلاف ہے اور آپ کا تعلق حضرت مدنی سے ہے یہاں کے لوگ تو دونوں کو سگے بھائی سمجھتے ہیں لیکن شاید آپ کی سوچ اس سے کچھ مختلف ہے! شاہ جی رحمہ اللہ بے ساختہ بولے **لاحول ولا قوۃ الا باللہ** میرے تو وہم وگمان میں بھی یہ بات نہیں .... ''اب شاہ جی نے اصاغر کے ذہنوں میں اکابر کے تعلقات کے بارے میں سوءِ ظن کا یہ کیسا بہترین علاج کیا.... شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خادم سے فرمایا کہ ''حضرت کی خدمت میں ہدیہ پیش کرنے کے لئے دس سیر مٹھائی لاؤ....''

میں نے عرض کیا کہ ''یہ خیال رکھئے کہ حضرت ہدیہ قبول نہیں فرماتے'' شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے وفورِ خلوص میں داڑھی پر ہاتھ پھیرا اور کہا کہ میں قبول کروا کے چھوڑوں گا.... بہرکیف شاہ جی اپنی قیام گاہ تشریف لے گئے اور میں مدرسہ لوٹ آیا.... نظارہ ملاقات کے اشتیاق نے ڈھنگ سے سونے بھی نہ دیا.... اور میں صبح کی گاڑی سے تھانہ بھون پہنچ گیا....

کچھ ہی دیر بعد بارہ بجے کی گاڑی سے شاہ جی تشریف لے آئے .... قلی سامان اٹھائے ہوئے ساتھ تھا.... منزل پر پہنچ کر شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے چونی دی وہ کہنے لگا ''میری اجرت دو آنہ ہے'' شاہ جی نے کہا تم چونی رکھ لو وہ کہنے لگا نہیں میں دو آنے ہی لوں گا'' اور پھر بازار سے چونی بھنا کر لایا اور دو آنے لے کر چلا گیا.... واہ قلی کیا تھا ایک غیرت کا پیکر تھا....

اب شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ میں داخل ہوئے .... حضرت حوض پر ہی قیام فرما تھے .... مصافحہ وسلام کے بعد حضرت نے حسب عادت پوچھا کون ہو؟

کہاں سے آئے ہو؟

عرض کی عطاء اللہ نام ہے .... اس وقت سہارن پور سے آ رہا ہوں ایک عرصہ سے حضرت کی زیارت کا اشتیاق تھا.... الحمدللہ آج اللہ تعالیٰ نے دیرینہ آرزو پوری فرمادی....

فرمایا ''مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب؟

''عرض کی ''لوگ یوں کہہ دیتے ہیں'' فرمایا اپنے منہ سے کہو'' عرض کی ''حضرت میں اپنے منہ سے کیسے کہہ سکتا ہوں'' حضرت کے ہاں تو قدم قدم پر اصلاح جاری رہتی تھی....

فرمایا تعریفاً کہنا تو جائز نہیں لیکن تعارفاً کہنے میں تو کوئی حرج نہیں....''

بہرکیف دونوں حضرات تشریف فرما ہوئے ....مزاج پرسی کے بعد شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی ''حضرت! یہ گھیور بطور ہدیہ لایا ہوں....'' فرمایا ''میں پہلی ملاقات میں ہدیہ نہیں لیا کرتا....'' عرض کیا ''میرے والد صاحب نے مجھے وصیت کی تھی کہ جب بھی کسی بزرگ کے پاس جاؤ تو کچھ نہ کچھ ہدیہ لے کر جاؤ اس لئے قبول فرمالیجئے'' فرمایا ''میرے ابا کی وصیت یہ ہے کہ پہلی ملاقات میں کسی سے ہدیہ قبول نہ کرنا....آپ کو اپنے ابا کی وصیت کا احترام ہے تو مجھے اپنے ابا کی وصیت کا پاس ہے....الغرض کچھ دیر اسی طرح اصرار وانکار ہوتا رہا پھر حضرت نے فرمایا ''میں اب گھر جاتا ہوں اور آپ کے لئے کھانا بھیجتا ہوں کھانا کھایئے آرام کیجئے اور ان کا جواب سوچ رکھئے ان شاء اللہ ظہر کے بعد ملاقات ہوگی....

ظہر کے بعد مجلس عام میں حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی نوازشیں اور شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ کی کیفیت کا منظر دیدنی تھا....شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے پوری محفل کو کشتِ زعفران بنادیا ....ہدیہ قبول کرنے کے سلسلہ میں پھر اصرار وانکار ہوا....آخر حضرت نے فرمایا کہ میں آپ کو اس کا جواب بتلاتا ہوں....آپ والد صاحب کا حوالہ مت دیجئے بلکہ یوں کہئے کہ ''میں عطاء اللہ شاہ تمہیں حکم دیتا ہوں کہ ہدیہ قبول کرلو....'' پھر میں رکھ لوں گا اور یہ تصور کروں گا کہ'.....عالم تھے آل نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے....اس لئے ان کا حکم ٹال نہ سکا....شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے پھر اپنے منہ سے یہ نہ کہا بلکہ یوں عرض کی کہ حضرت....جب آپ نے کہہ ہی دیا ہے تو اب قبول فرمالیجئے....خیر ہدیہ قبول ہوا اور اگلے روز شاہ جی واپس سہارن پور تشریف لے گئے....

حضرت شیخ الہند کی حضرت نانوتوی رحمہ اللہ سے ملاقات

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے والد ماجد جب مرض وفات میں مبتلا ہوئے تو قیام ان کے جانثار شاگرد حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ المعروف شیخ الہند کے مکان پر تھا....اسی دوران جبکہ دستوں کا مرض تھا ایک دفعہ دست چارپائی پر خطا ہوگیا اس وقت حضرت نانوتوی بھی نہ تھے حضرت شیخ الہندؒ موجود تھے ....اور نجاست اٹھانے کے لئے کوئی چیز نہ تھی اسی لمحہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے بے تکلف ساری

نجاست اپنے ہاتھوں اور ہتھیلیوں میں لے لی اور سمیٹنی شروع کر دی اسی وقت حضرت نانوتوی پہنچ گئے اور دیکھا کہ حضرت شیخ الہند کے دونوں ہاتھ نجاست سے آلودہ ہیں اور اسے سمیٹ سمیٹ کر بار بار باہر جاتے ہیں اور پھینک آتے ہیں اس پر حضرت نانوتوی بہت متاثر ہوئے.... اور وہیں کھڑے کھڑے جس طرح ان کے ہاتھ مصروف دیکھے اپنے ہاتھ دعا کیلئے اٹھائے اور عرض کیا کہ اے خداوند محمود کے ہاتھوں کی لاج رکھ لے.... دل سے نکلی ہوئی دعا نے اثر کر دکھایا اور وہی محمود حسن ہند کے شیخ اور عالمگیر شخصیت بنے.... جن کی فراست و جوان مردی اور جوش جہاد کے چرچے ہند اور بیرون ہند میں تھے اور ان کی تفسیر عثمانی کو اللہ پاک نے عالمی قبولیت سے نوازا....

ریلوے افسر کی حکیم الامت رحمہ اللہ سے ملاقات

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ سہارنپور سے کانپور جارہے تھے کہ جب ریل میں سوار ہونے کے لئے اسٹیشن پہنچے تو محسوس کیا کہ ان کے ساتھ سامان اس مقررہ حد سے زیادہ ہے جو ایک مسافر کو بک کرائے بغیر اپنے ساتھ لے جانے کی اجازت ہوتی ہے چنانچہ وہ اس کھڑکی پر پہنچے جہاں سامان کا وزن کر کے زائد سامان کا کرایہ وصول کیا جاتا ہے تاکہ سامان بک کرا سکیں کھڑکی پر ریلوے کا جو اہلکار موجود تھا وہ غیر مسلم ہونے کے باوجود حضرت مولانا کو جانتا تھا اور ان کی بڑی عزت کرتا تھا جب حضرت نے سامان بک کرنے کی فرمائش کی تو اس نے کہا کہ مولانا! رہنے دیجئے آپ سے سامان کا کیا کرایہ وصول کیا جائے؟

آپ کو سامان بک کرانے کی ضرورت نہیں میں ابھی گارڈ سے کہہ دیتا ہوں وہ آپ کو زائد سامان کی وجہ سے کچھ نہیں کہے گا مولانا نے فرمایا: یہ گارڈ میرے ساتھ کہاں تک جائے گا ....ریلوے افسر نے جواب دیا غازی آباد تک. مولانا نے پوچھا پھر غازی آباد کے بعد کیا ہوگا؟

اس نے کہا یہ گارڈ دوسرے گارڈ سے کہہ دے گا.... مولاناؒ نے پوچھا وہ دوسرا گارڈ کہاں تک جائے گا؟

افسر نے کہا وہ کانپور تک آپ کے ساتھ جائے گا.... مولانا نے پوچھا پھر کانپور کے بعد کیا ہوگا؟

افسر نے کہا کہ کانپور کے بعد کیا ہوتا ہے؟

وہاں تو آپ کا سفر ختم ہو جائے گا حضرت نے فرمایا نہیں میرا سفر تو بہت لمبا ہے کانپور پر ختم نہیں ہوگا اس لمبے سفر کی انتہا تو آخرت میں ہوگی یہ بتایئے کہ جب اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھے گا کہ اپنا سامان تم کرایہ دیئے بغیر کیوں اور کس طرح لے گئے تو یہ گارڈ صاحبان میری کیا مدد کر سکیں گے؟

پھر مولانا نے ان کو سمجھایا کہ یہ ریل آپ کی یا گارڈ صاحب کی ملکیت نہیں ہے اور جہاں تک مجھے معلوم ہے ریلوے کے محکمے کی طرف سے آپ کو یا گارڈ صاحب کو یہ اختیار بھی نہیں دیا گیا کہ وہ جس مسافر کو چاہیں ٹکٹ کے بغیر یا اس کے سامان کو کرائے کے بغیر ریل میں سوار کر دیا کریں لہٰذا اگر میں آپ کی رعایت سے فائدہ اٹھا کر بغیر کرائے کے سامان لے بھی جاؤں تو یہ میرے دین کے لحاظ سے چوری میں داخل ہوگا اور مجھے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے اس گناہ کا جواب دینا پڑے گا.... آپ کی یہ رعایت مجھے بہت مہنگی پڑے گی لہٰذا براہ کرم مجھ سے پورا پورا کرایہ وصول کر لیجئے.... ریلوے کا وہ اہل کار مولانا کو دیکھتا رہ گیا لیکن پھر اس نے تسلیم کیا کہ بات آپ ہی کی درست ہے....

بوڑھی عورت کی مفتی اعظم رحمہ اللہ سے ملاقات

مفتی اعظم محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قیام پاکستان سے پہلے دیوبند میں ایک دن فجر کی نماز کے لئے گھر سے نکلا ہندوؤں کی بستی سے گزر امسجد جانے لگا تو راستہ میں ایک کنویں کے پاس ایک بوڑھی عورت کو دیکھا جو پانی بھر کر لا رہی تھی اور پانی کے بوجھ سے بمشکل چل رہی تھی.... اس عورت نے تھک کر گھڑا زمین پر رکھا اور سانس لینے لگی مجھے اس پر ترس آیا میں نے کہا اماں لاؤ میں تمہارا گھڑا اٹھا دیتا ہوں.... میں نے جب اٹھایا تو اس کا وزن بہت زیادہ تھا میں نے اتنا وزن شاید پہلے کبھی نہیں اٹھایا تھا... خیر وہ عورت مجھے راستہ بتاتی ایک قریبی محلے میں پہنچ کر ایک کچے پکے مکان کے پاس جا کر رکی.... یہ اس کا گھر تھا اسنے کہا کہ بس بیٹا یہیں رکھ دو.... میں واپس آنے لگا تو اس نے زور زور سے مجھے دعائیں دینا شروع کر دیں میں نے سوچا سودا سستا ہے چنانچہ اگلے دن میں نماز سے ذرا پہلے نکل گیا جب کنوئیں پر پہنچا تو اسنے پانی نکالنے کے لئے ڈول کنویں میں ڈالا ہوا تھا میں نے کہا اماں

تم ہٹ جاؤ میں کنویں سے پانی نکال دیتا ہوں.... چنانچہ میں نے ڈول بھرا اور سر پر رکھ کر اس کے گھر پہنچا دیا.... اس بوڑھی عورت نے راستہ میں بھی دعائیں دیں اور گھر پہنچ کر بھی .... پھر میں نے روزانہ کا معمول بنالیا.... جب تک وہ بوڑھی عورت زندہ رہی الحمد اللہ میرا یہی معمول رہا.... یہ راز میرے اور اس بڑھیا کے درمیان تھا کسی اور کو اسکا علم نہیں تھا....

ایک شخص کی قلی سے ملاقات

مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تھانہ بھون کا اسٹیشن بہت چھوٹا سا تھا.... جہاں نہ بجلی نہ قلی.... سردیوں کی ایک رات میں دیوبند سے تھانہ بھون گیا.... گاڑی مجھے اتار کر روانہ ہوگئی.... اسی سناٹے میں مجھے ایک آواز سنائی دی.... قلی.... قلی.... قلی میں سمجھ گیا کوئی نووارد ہیں اسی دوران مجھے کچھ سائے نظر آئے جن میں ایک مرد اور چند خواتین تھیں جو سامان کی وجہ سے پریشان دکھائی دے رہے تھے.... میں نے سوچا اگر اسی حالت میں جا کر ان کا سامان اٹھاؤں گا تو پہچان لیں گے اور سامان نہیں اٹھانے دیں گے.... جب انہوں نے پھر قلی قلی کہا تو میں نے چادر منہ پر لپیٹی اور قلی کے بھیس میں پاس جا کر کہا قلی آ گیا ہے وہ خوش ہوئے اور ایک بھاری صندوق میرے سر پر رکھ دیا.... اتنا بھاری صندوق میں نے کبھی سر پر نہیں اٹھایا تھا.... وہ دوسرا صندوق بھی رکھنے لگے لیکن میں نے ان سے کہا میں کمزور ہوں سر پر ایک ہی صندوق رکھ سکتا ہوں چنانچہ کچھ سامان ہاتھ میں پکڑ لیا اور باقی انہوں نے خود ہی اٹھالیا میں اپنی ٹارچ جلا کر ان کے آگے چلنے لگا.... آخر کار ان کی منزل پر پہنچا کے میں چپکے سے غائب ہو گیا.... اگلے دن ان ہی صاحب سے خانقاہ میں ملاقات ہوئی وہ میرے ساتھ عرصہ دراز سے محبت رکھتے تھے لیکن آج تک انہیں یہ معلوم نہ ہوسکا کہ وہ قلی کون تھا جو پیسے لئے بغیر چلا گیا....

حکیم الامت رحمہ اللہ سے ایک سکھ کی ملاقات

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنا ہی واقعہ بیان فرماتے تھے کہ میں ایک دفعہ اعظم گڑھ گیا.... اس ضلع میں اسٹیشن سے چار میل چھوٹا سا گاؤں تھا.... وہاں کے لوگوں نے مجھے بلایا.... وہاں سے جب فارغ ہوا تو ریل رات کو گیارہ بجے جاتی تھی.... سردی کا زمانہ تھا

لوگوں نے کہا کہ سردی ہے اندھیری رات ہوگی بارشیں ہو رہی ہوں گی اس لئے رات کو جانے میں تکلیف ہوگی مناسب ہے کہ عصر کے وقت اسٹیشن پہنچا دیا جائے رات کو ٹرین آئے گی تو سوار ہو جائیں گے..... تو حضرت کو سوار کر کے اسٹیشن لائے جو بہت چھوٹا سا تھا .....نہ ویٹنگ روم.....نہ مسافر خانہ.....دفتر کا ایک ہی کمرہ تھا اور اسی سے ملا ہوا مال گودام تھا بوریاں وغیرہ وہاں بھرتے تھے.....اسٹیشن ماسٹر تھا تو ہندو مگر بھلا آدمی تھا.....اس نے دو چار بوریاں ہٹائی اور مصلے کی جگہ بنائی کچھ آرام کی جگہ ہوگئی حضرتؒ سے کہا کہ "آپ آرام سے بیٹھیں" فرماتے تھے جب مغرب کا وقت ہوا تو میں نے نماز پڑھی اس کے بعد سنتیں اور اس کے بعد نفلوں کی نیت باندھ لی.....وہ اسٹیشن ماسٹر ایک لیمپ لے کر آیا تا کہ روشنی ہو جائے .....حضرتؒ فرماتے تھے کہ مجھے فوراً یہ خطرہ ہوا کہ مال گودام کے لئے گورنمنٹ نے کوئی لیمپ رکھا نہیں ہے محض ریلوے کا لیمپ میری وجہ سے لایا ہوگا تو میں گویا غاصب ٹھہرا میرے لئے حق نہیں کہ اسے استعمال کروں نماز میں ایک بے چینی شروع ہوگئی کہ اے اللہ تو نے ہمیشہ مجھے مشتبہ چیزوں سے بچایا ہے..... یہ مشتبہ چیز آ رہی ہے جس کا مجھے حق نہیں اس لئے تو ہی بچانے والا ہے..... فرماتے تھے کہ بمشکل میں نے دو رکعتیں ختم کیں اور اس نے لیمپ رکھا نہیں بلکہ لئے ہوئے کھڑا ہے جب میں نے سلام پھیرا تو اس نے آگے بڑھ کر کہا کہ میں یہ لیمپ لے کر آیا ہوں اور یہ اسٹیشن کا نہیں میرا ذاتی ہے.....لایا اس لئے کہ اندھیرے کی تکلیف نہ ہو..... فرماتے تھے کہ میں نے اتنی دعائیں کیں اس کے حق میں کہ اس کو میری اتنی رعایت ہے.....اس لئے اس نے خود محسوس کیا کہ مجھے حق نہیں تو اپنے گھر سے لایا.....تو طبیعت میں جب سلامتی ہو تو کافر کی بھی تو قدرت رہنمائی کرتی ہے بشرطیکہ مذہب کا جذبہ موجود ہو اخلاقی قدریں اس کے اندر ہوں..... (از خطبات حکیم الاسلام)

حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ سے ایک ملاقات

جناب ظفر اللہ بیگ صاحب لیکچرار جامع اسلامیہ..... اسلام آباد نے بتایا کہ ایک دفعہ حضرت مجاہد ملتؒ نے ان کے گاؤں پیرو (ضلع جھنگ) میں ایک جلسہ سے خطاب کرنے

تشریف لانا تھا.... ان کے والد مولانا احمد یار صاحب (فاضل دیوبند) نے ملازم کو گھوڑی دے کر بھیجا کہ آپؒ کو ریلوے اسٹیشن سے لے کر آئے.... ملازم نے ریل گاڑی کی ایک ایک سواری کو بغور دیکھا اس کا اندازہ تھا کہ مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ امیر مجلس تحفظ ختم نبوت رواجی قسم کے امیر ہوں گے.... عالمانہ قیمتی لباس.... محبوبانہ وضع قطع.... خطیبانہ چال ڈھال.... بھاری بھرکم شخصیت جن کے ساتھ ایک ملازم نما طالب علم ہوگا جو ان کا بریف کیس اٹھائے آتا ہوگا.... خوبصورت رنگدار قیمتی عینک انہوں نے لگا رکھی ہوگی ان کے جسم سے تازہ تازہ چھڑکے ہوئے پاؤڈر کی خوشبو آ رہی ہوگی جو انہوں نے گاڑی سے اترنے سے ذرا پہلے گاڑی کے حمام میں جا کر چھڑکا ہوگا اور وہ دور ہی سے گھوڑی والے ملازم پر برسنا شروع کر دیں گے کہ انہیں اس تک پہنچنے میں زحمت اٹھانا پڑی.... وہ خود انہیں لینے اندر اسٹیشن تک کیوں نہیں آیا.... سواری والے ملازم کو جب کوئی ایسی مافوق البشر شخصیت نظر نہ آئی تو وہ پریشان کھڑا رہا.... مولاناؒ نے علامات سے پہچان لیا کہ وہ لینے تو انہیں ہی آیا ہے مگر اس سے یہ کہا جائے کہ آپؒ ہی مولانا محمد علی جالندھریؒ ہیں تو مانے گا نہیں اگرچہ آپ اس پر سچی قسم بھی کھائیں.... کیونکہ کئی روز کے مسلسل تبلیغی سفر کی بدولت آپؒ کے پاس ایک ہی کپڑوں کا جوڑا تھا جو میلا ہو چکا تھا بلکہ کرتہ تو پھٹ کر بوسیدہ ہو چکا تھا....

آپؒ اس کے قریب گئے سلام کیا اور فرمایا: "بھائی تم کہاں سے آئے ہو.... کسے لینے آئے ہو؟

"اس نے کہا "مولانا محمد علی جالندھریؒ کو لینے آیا ہوں.... انہوں نے ہمارے گاؤں پیرو میں تقریر کرنی ہے.... آپؒ نے کہا "دیکھو مولانا تو آئے نہیں.... تم مجھے لے چلو.... تمہیں ثواب ملے گا.... میں نے بھی تقریر سننے تمہارے گاؤں جانا ہے...." وہ کبھی آپؒ کے من موہنے چہرہ کو دیکھتا کبھی آپؒ کی فقیرانہ وضع قطع کو....

آخر کار وہ آمادہ ہو گیا مگر خود زین والے حصہ پر اور آپ کو پیچھے گھوڑی کی ننگی پیٹھ پر بٹھا لیا.... جب گاؤں پہنچے تو واقفین حال اسے مارنے تک آئے "ظالم تم نے مولانا کو پیچھے کیوں بٹھایا ہوا ہے؟

"اب تو اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی مگر اسے اعتبار نہیں آتا تھا اور وہ بار بار

کہہ رہا تھا ’’ مجھے تو آپ نے مولانا محمد علی جالندھریؒ کو لانے بھیجا تھا بھلا مولانا ایسے...... آپؒ نے فرمایا ’’بھائی اس کا قصور نہیں .... قصور تو میرا ہی ہے .... میں نے اسے اپنا نام ہی نہیں بتایا تھا.... یہ تو اس کا احسان ہے جو مجھے اجنبی سمجھ کر بھی اپنے ساتھ لایا....‘‘

ایک خطیب سے ملاقات

حاجی احسان الحق میرٹھی سابق ناظم مدرسہ امداد الاسلام میرٹھ راوی ہیں کہ مدرسہ کی انتظامیہ کے تحت سیرت النبی کے جلسہ کی تجویز ہوئی.... لاہور دفتر میں خط لکھا کہ آپ ایک اچھا مقرر جسے سیرت پر مکمل عبور ہو.... بھیج کر ممنون فرمائیں.... جواب آیا تاریخ مقررہ پر مولانا فلاں گاڑی پر پہنچ جائیں گے.... تاریخ مقررہ پر ہم لوگ اسٹیشن پر گئے خیال یہ تھا کہ مولانا قدر آور شخصیت.... جبہ پوش.... بارعب آدمی ہوں گے.... گاڑی آئی تو ہمارا خیالی بزرگ کوئی سامنے نہ آیا مسافر تقریباً سب جا چکے.... اچانک ایک آدمی پر نظر پڑی دو پلی ٹوپی.... میلا سا کرتہ.... تہبند باندھے پست قامت یوں معلوم ہوتا جیسے پنجاب کا کوئی دیہاتی ہو.... ہم نے سلام کے بعد پوچھا جناب آپ کہاں سے تشریف لائے.... فرمایا لاہور سے حاضر ہوا ہوں.... حاجی صاحب فرماتے ہیں ہم نے محض اخلاقاً کہا آیئے تشریف لایئے ہم نے ہی آپ کو تکلیف دی ہے لیکن ہم سخت پریشان کہ احرار والوں نے ہمارے ساتھ زیادتی کی جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اور یو.... پی کا شہر ایک دیہاتی آدمی کیا کرے گا پھر وضع قطع کے لحاظ سے بارعب شخصیت ہوتی تو شاید کچھ بات بن جاتی ہم سخت پریشان ہوئے باہمی تنہائی میں مشورہ کے لئے بیٹھے کہ کوئی عذر کر کے مولوی صاحب کو واپسی کا ٹکٹ لے کر دے دیا جائے اور جلسہ ملتوی کر دیں یہ اس سے اچھا ہے کہ سٹیج پر توہین ہو لیکن بعض دوستوں کی رائے ہوئی کہ ظاہری حالت کو چھوڑیئے لاہور سے ایک ذمہ دار جماعت جس کا ہندوستان میں مقررین کے لحاظ سے طوطی بولتا ہے.... ایک ناسمجھ کو کیسے یو.... پی میں بھیجتی .... اب جو ہو سو ہو.... جلسہ ملتوی نہ کیا جائے.... کھانا کھایا باتیں بھی مولوی صاحب سے کرتے رہے لیکن ہمارے دل پریشان.... بہر حال جلسہ گاہ میں پہنچے.... تلاوت و نظم کے بعد مولانا کا نام سامنے آیا.... خطبہ پڑھا تو ایک دفعہ پھر سابقہ پریشانی کہ یہ شخص تو خطبہ بھی کسی

سلیقہ سے نہیں پڑھ سکتا ہم باہمی کھسر پھسر کر رہے تھے .... پانچ منٹ بمشکل گزرے ہوں گے کہ پورا مجمع خطیب کے قبضہ میں تھا ہماری پریشانی آناً فاناً کافور ہوگئی.... پھر کیا تھا قرآن وحدیث.... تاریخی واقعات اور خداداد بلکہ الہامی بیان سن کر لوگ عش عش کر رہے ہیں.... اڑھائی گھنٹے خطیب صاحب نے تقریر فرمائی ہم اپنی سابقہ غلطی پر اندر ہی اندر نادم ہوتے رہے بلکہ اپنی بیوقوفی پر پریشان...... عوام کا یہ تاثر تھا کہ خطیب صاحب نے سیرت بیان کر کے حق ادا کر دیا.... ایسے علوم اور یہ انداز بیان یہ مولانا پر محض اللہ کا کرم ہے.... اختتام جلسہ پر اعلان کیا گیا کہ مولانا کی کل بھی اسی جگہ تقریر ہوگی لیکن مولانا نے فرمایا میں ایک جماعت کے ساتھ منسلک ہوں جماعت کا حکم ایک دن کا تھا جو پورا ہو گیا.... اب دوسری جگہ جانا ہوگا لیکن ہم نے عوام کو یقین دلایا کہ ہم لاہور میں رابطہ کر کے اجازت حاصل کر لیں گے.... لوگ مصر تھے کہ کل تقریر ضرور ہو.... اسی وقت ڈبل چارج برداشت کر کے واپسی تار لاہور دیا اور بڑی لجاجت سے اجازت لی.... اگلے روز کل سے کہیں زیادہ پبلک تھی اور مولانا کا بیان ایک تاریخی تھا انتظامیہ کا کہنا تھا کہ اگر ہمارے اختیار میں ہوتا تو ایک مہینہ مولانا کی تقاریر کرواتے تاکہ سیرت کے مفہوم سے لوگ آشنا ہو جاتے.... اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ میدان خطابت میں ان کا مقام کیا تھا اور ہر موضوع کا وہ کس طرح حق ادا کرتے تھے.... یہ مبارک شخصیت حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ کی تھی....

حکیم الاسلام رحمہ اللہ سے ایک منکر حدیث کی ملاقات

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں ایک دفعہ سفر میں ایک اپ ٹو ڈیٹ قسم کے آدمی سے ملا.... اس قدر نیاز مندی سے پیش آئے اور اتنی خدمت کی کہ میرے دل میں قدر ہوئی وہ تھے اصل میں منکرِ حدیث.... ان کا مقصد یہ تھا کہ مجھے انکارِ حدیث (کی بحث وتمحیص) کے اوپر لائیں.... اس لئے خدمت کو انہوں نے پیش خیمہ بنایا اخیر میں انہوں نے اپنا مقصد ظاہر کیا احادیث پر کچھ اعتراضات کرنے شروع کئے کہ وہ قابل اعتبار نہیں.... ایک تاریخ کا درجہ رکھتی ہیں....

''میں نے کہا.... آپ کسی چیز کو مانتے بھی ہیں؟

کہنے لگے قرآن...... میں نے کہا: قرآن کا قرآن ہونا آپ کو کیسے معلوم ہوا؟

کیا آپ پر وحی آ گئی تھی کہ یہ قرآن ہے.... کیسے پتہ چلا؟

کہنے لگے اللہ کے رسول کے ارشادات سے...... میں نے کہا.... وہ ارشاد ہی تو حدیث ہے.... تو قرآن کا قرآن ہونا تو حدیث پر موقوف ہے.... حدیث کا آپ انکار کر دیں گے تو کون سی شرط ہے قرآن کے قرآن ہونے کی؟

کیسے آپ انکار کرتے ہیں؟

تو وہ چپ ہو گئے.... کہنے لگے کہ دل سے تو حدیث کا انکار واقعی مشکل ہے.... باقی حدیثیں ایسی بھی ہیں کہ بعض قابل اعتبار نہیں...... تو میں نے کہا کہ جنس کو تو آپ نے مان لیا آپ مصر کیوں ہیں کہ حدیث کی قسمیں ہیں...... میں نے کہا جہاں تک حدیث کی قسمیں ہیں محدثین نے خود ان کی صراحت کی ہے...... کہ ہر حدیث کا ایک درجہ نہیں ہے....

جو حدیث متواتر ہے اور تواتر سے ثابت ہے وہ مورث یقین ہے اس کا انکار ایسا ہی ہے جیسے قرآن کا انکار.... قرآن کی ایک آیت کا آدمی انکار کر دے تو اسلام سے خارج ہو جاتا ہے حدیث متواتر کے انکار سے بھی دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا....

دوسرے درجہ کی حدیث.... حدیث مشہورہ ہے وہ اگر مورثِ یقین نہیں تو ظن غالب کی مورث تو ہے ہی.... ظن غالب تو پیدا ہو گا اور ظن غالب پر ہزاروں احکام کا مدار ہے تو وہ بھی حجت ہو گی....

تیسرا درجہ خبر واحد کا ہے وہ اگر ظن غالب نہیں تو مطلق ظن تو پیدا کرتی ہے اور ظن سے انکار نہیں کیا جا سکتا...... بہت سے احکام ظن اور گمان پر مبنی ہیں کہ آدمی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا .... جیسے وضو میں پیروں کا دھونا ضروری ہے اور ذرا بھی خشک رہ جائے وضو نہیں ہو گا لیکن آپ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ ایڑی دھل گئی ہے یا نہیں؟

آپ دیکھ ہی نہیں سکتے.... ظن غالب ہی تو ہوتا ہے کہ پیر دھل گیا.... اس ظن غالب پر شریعت بھی حکم دیتی ہے کہ ہاں دھل گیا.... وضو ہو گیا...... تو بہت سے احکام کا مدار ظن پر بھی ہوتا ہے.... تو حدیث اگر ظن ہی پیدا کر دے وہ بھی حجت کی شان رکھتی ہے آپ کا گمان جب فعل کے جائز ہونے پر حجت بن جاتا ہے تو حدیث اگر ظن ہی پیدا کرے تو وہ کیوں حجت نہیں بنے گی؟

تو میں نے کہا یہ تو خود محدثین نے تصریح کر دی ہے کہ ہر حدیث ایک درجے کی نہیں ہے تو جنس حدیث کو آپ نے مان لیا.... اقسام حدیث قابل اعتراض ہیں تو خود محدثین ہی تقسیم کرتے ہیں.... اب آپ کو اعتراض کیا ہے؟

کہنے لگے اب تو کچھ اعتراض نہیں.... میں نے کہا اب حدیث کا انکار نہیں کرو گے؟

کہنے لگے نہیں اب نہیں کروں گا.... تو لاہور آتے آتے ان کا خیال درست ہو گیا....''

(از خطبات حکیم الاسلام)

حکیم الامت رحمہ اللہ سے شاہ جی کی ملاقات

سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے .... شاہ صاحب نے قادیان میں ''ختم نبوت'' کے مبلغین کی خدمات کا تذکرہ کیا تو حضرت تھانویؒ نے پوچھا.... ''ختم نبوت'' کے شعبہ میں شمولیت کے لئے رکنیت کا چندہ کیا ہے؟

حضرت شاہ صاحب نے عرض کیا: سالانہ ایک روپیہ....''

اس پر حضرت تھانویؒ نے پچیس روپے عنایت فرمائے اور فرمایا: ''یہ میری طرف سے شعبہ ''ختم نبوت'' میں شمولیت کے لئے پچیس سال کی رکنیت کا چندہ ہے اگر اس عرصہ میں فوت ہو گیا تو ختم نبوت کے رضا کاروں میں میرا نام بھی شمار ہو گا....'' اللہ کی شان کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ اسی عرصے میں فوت ہو گئے.... زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ سے گورنر کی ملاقات

سردار عبدالرب نشتر کی عقیدت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے خلیفہ ارشد حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری رحمہ اللہ سے وابستہ تھی.... جو ان کے عہد گورنری میں جامعہ اشرفیہ کے مہتمم تھے.... سردار نشتر اگرچہ اپنے وقت کے گورنر تھے لیکن جب انہیں علم ہوا کہ مفتی صاحب میو ہسپتال میں ٹانگ سُن کرائے بغیر کٹوا رہے ہیں تو بے چین ہو گئے گورنری کے حفاظتی تقاضوں کو بالائے طاق رکھ کر اکیلے ہسپتال پہنچ کر سب کو ششدر کر دیا وہ اپنے وقت کے گورنر تھے لیکن وہ دربار اشرفیہ کے اس سفیر کے ہاں بلا کھٹکے جانے کی جرات

نہ کرتے تھے بلکہ جامعہ اشرفیہ کے طالب علم کے ہاتھ مفتی صاحب کو کہلا بھیجتے تھے کہ نشتر حاضری کی اجازت چاہتا ہے اور جب تک اجازت حاضری نہ ملتی دروازہ پر کھڑے رہتے میں نے وہ آمر دیکھے ہیں جو اقتدار کے نشہ میں ہر وقت خودنمائی میں مصروف رہتے تھے میں نے نشتر جیسا وہ گورنر بھی دیکھا کہ جب وہ مفتی صاحب کی مجلس میں پہنچتا ہے تو چپکے سے پیچھے بیٹھ جاتا ہے مفتی صاحب اس وقت سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ بیان فرما رہے تھے ....کہ نشتر صاحب احسان قریشی صابری سے کوئی بات پوچھنے لگے تو اس گدائے دربار رسالت نے اپنے وقت کے گورنر کو اس کی دید وشنید میں ذرا سخت آواز سے کہا....

''سردار صاحب یہ فقیر کی مجلس علم وعرفان ہے.... یہاں دنیا کی باتیں نہ کیجئے.... مانا کہ احسان قریشی ایک سرکاری ملازم ہے اور آپ کے ماتحت ہے مگر جو تفصیلات آپ اس سے پوچھنا چاہتے ہیں اس کو باہر لے جا کر دریافت کر لیں یہاں صرف قال اللہ وقال الرسول کی باتیں سکیھئے گا....فقیر کی اس مجلس میں شاہ وگدا برابر ہیں''

اس واقعہ کے کوئی چھ ماہ بعد ایک اتوار کو پھر احسان قریشی حضرت مفتی صاحب کی مجلس میں نیلا گنبد پہنچتے ہیں....شفاء الملک حکیم محمد حسن قریشی پاس بیٹھے ہیں....مفتی صاحب کے صاحبزادے مولانا قاری محمد عبید اللہ مجلس کو حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے ملفوظات سنا رہے ہیں کہ ایک طالب علم آ کر اطلاع دیتا ہے کہ گورنر پنجاب سردار عبدالرب نشتر نیچے آئے ہوئے ہیں اور اوپر آنے کی اجازت چاہتے ہیں مفتی صاحب نے فرمایا کہ سردار صاحب کو آنے دو....سردار نشتر جب اوپر تشریف لائے تو احسان قریشی صابری پرنسپل کمرشل کالج سیالکوٹ ان کے استقبال کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے....شفاء الملک حکیم محمد حسین قریشی نے بھی اٹھ کر سردار صاحب کو ملنا چاہا مگر مفتی صاحب کے سامنے وہ یہ جرأت نہ کر سکے اور تمام حاضرین مجلس بھی گورنر کا استقبال کئے بغیر جامد وساکت رہے ''مفتی صاحب نے گورنر کے سامنے احسان قریشی کو ڈانٹا اور سختی سے کہا کہ:....

''تم کیوں اٹھے ہو جب تمام حاضرین مجلس بیٹھے ہوئے ہیں میں بھی بیٹھا ہوا ہوں تو تمہارا اٹھنا ادب کے خلاف ہے....آئندہ سے محتاط رہو....یہ فقیر کی مجلس ہے اس مجلس میں شاہ

وگدا برابر ہیں....سردار صاحب گورنر ہیں اور تم ایک مدرس ہو....اس مجلس میں تم دونوں برابر ہو احسان قریشی نے معافی چاہی تو مفتی صاحب نے اس کے جواب میں حدیث سنائی...."

"کہ شاباش ہے اس امیر پر جو فقیر کے دروازے پر چل کر جائے......وہ بہترین امیر ہوگا......افسوس ہے اس فقیر پر جو امیر کے دروازے پر جائے....

سردار صاحب کے ماتھے پر یہ کلمۂ حق سن کر تیوڑی نہیں آئی بلکہ جب مجلس ختم ہوئی تو گورنر صاحب واپسی کے وقت حضرت مفتی صاحب سے مصافحہ کرتے ہیں....مفتی صاحب کے ہاتھ چومتے ہیں اور آنسوؤں کی لڑیاں پروتے ہوئے الٹے پاؤں باادب واپس چلے جاتے ہیں....یہ ہیبت حق تھی....کہاں سردار صاحب کی وہ مونچھ جس کے ہلنے سے بھارت کے مرد آہن کا دل خوف کھانے لگتا تھا اور کہاں یہ ایک مردِ حق کا دربار جس میں گورنر آتے ہوئے سرنگوں ہو جاتے تھے....جب تک یہ مردان حق رہے پاکستان سالم و یکتا رہا اور جب انہوں نے پیٹھ پھیر لی تو پاکستان دو ٹکڑے ہو گیا....(از چند نا قابل فراموش شخصیات)

علامہ عثمانی رحمہ اللہ سے ایک غریب آدمی کی ملاقات

ملتان تشریف آوری کے دوران ایک جلسہ کے اختتام کے بعد جب علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ واپس ہونے لگے تو اچانک سامنے ایک شخص عبدالستار نامی آ گیا اور اس نے آپ کو دیرینہ وعدہ یاد دلایا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ جب ملتان آؤں گا تو تمہارے پاس ضرور چائے نوش کروں گا آپ کے چند ہمراہیوں نے انہیں یہ دعوت ٹالنے کے لئے کہا کیونکہ وہ بیچارہ ایک مسکین سا آدمی تھا جسے کوئی خاطر میں نہ لا رہا تھا....حضرت نے فرمایا کہ میں نے وعدہ کیا تھا....اس لئے میں اس کی دل شکنی کرنا نہیں چاہتا....وہاں سے وہ اس کے ساتھ موٹر میں روانہ ہو پڑے میں ساتھ تھا....اس غریب....مسکین سے جو کچھ ہو سکا اسے آپ نے بڑی محبت سے نوش فرمایا اور واپسی پر مجھ سے فرمانے لگے کہ ہمارے جانے سے ہمارا کچھ نقصان نہیں ہوا مگر اس کا جو دل خوش ہوا ہے اس کا یہ لوگ اندازہ نہیں لگا سکتے یہ ان کے علم و فضل کی ایک معمولی سی جھلک تھی جو اتنا بھی برداشت نہ کر سکے کہ جسے محض غربت و مسکینی اور پھٹے پرانے کپڑوں کی وجہ سے بنظرِ حقارت دیکھا جا رہا ہے اس کی دل شکنی کی جائے....

مفتی اعظم مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ سے ایک یادگار ملاقات

تحریک پاکستان کے عظیم رہنما مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ کے فرزندار جمند مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہ

مورخہ ۳۰ اگست ۲۰۰۴ء بروز سوموار مسلم کمرشل بینک کی اسلامی اصولوں پر مبنی غیر سودی بینکاری کی برانچ کی افتتاح کے سلسلہ میں ملتان تشریف لائے .... اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حضرت سے ملاقات کی اجازت کے بعد ہوٹل میں حاضری ہوئی .... حضرت نے حسب عادت خندہ پیشانی سے معانقہ فرمایا اور مختلف موضوع پر بلا تکلف اپنی قیمتی آراء کا اظہار فرمایا....

دوران گفتگو اکابر کے تذکرہ پر ایک واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ صدر ایوب کے زمانہ میں سفر کا اتفاق ہوا.... بڑے بڑے اکابرین جن میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحب.... حضرت مولانا ادریس کاندھلوی صاحب اور حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہم اللہ جیسے حضرات موجود تھے.... دوران سفر ہندوستان کے ایک مقامی عالم نے جواہر لال نہرو (جو اس وقت ہندوستان کے وزیر اعظم تھے) کے فضائل اور پاکستان کے صدر ایوب کے رذائل گنوانے شروع کر دیئے جب وہ خاموش ہوئے تو حضرت مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ گویا ہوئے اور فرمایا.... ’’مولانا آپ نے مزید کچھ کہنا ہے.... انہوں نے نفی میں جواب دیا تو حضرت کاندھلوی رحمہ اللہ نے فرمایا یہ آپ کے جذبات ہیں لیکن قرآن کا فیصلہ یہ ہے کہ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ (مومن مشرک سے بہتر ہے اگر چہ وہ مشرک تمہیں اچھا لگے) اَعْجَبَكُمْ کے تلفظ کے ساتھ اپنی انگلی سے ان کی طرف اشارہ فرمایا.... حضرت کے اس برجستہ مدلل جواب پر وہ مولوی صاحب جو مسلمان صدر مملکت کے مقابلہ میں مشرک وزیر اعظم کے گن گا رہے تھے انگشت بدنداں رہ گئے....

اس وقت ملک کے طول و عرض میں جو بچیوں کی دینی تعلیمی کے مدارس کی کثرت ہے

اور اقامتی ہوسٹل میں جو جو چیزیں محل نظر ہیں ان پر اظہار رائے کرتے ہوئے حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ بچیوں کی دینی تعلیم کے لئے جو مروجہ اقامتی ادارے ہیں تاریخ اسلام میں کہیں ان کی نظیر نہیں ملتی بلکہ بچیاں اپنے والد.... بھائی.... شوہر یا محلہ کی کسی عالمہ سے دینی تعلیم حاصل کرتی تھیں جس میں کوئی شرعی قباحت نہیں تھی اسی کی برکت تھی کہ تاریخ اسلام میں جہاں بڑی بڑی عابدات وزاہدات کا تذکرہ ملتا ہے وہیں علم وفضل کے اعتبار سے عظیم مفسرات.... محدثات.... فقیہات.... عالمات وفاضلات اور ادیبات وشاعرات کے تذکرہ پر بھی تاریخ کے اوراق گواہ ہیں اور قیام پاکستان سے قبل تک یونہی انفرادی طور پر بچیاں دینی تعلیم حاصل کرتی تھیں لیکن قیام پاکستان کے بعد جب بڑے پیانہ پر آبادی کا تبادلہ ہوا اور پچھلی محلہ داریاں ختم ہوگئیں تو گھروں میں بچیوں کی دینی تعلیم کا سلسلہ ختم ہوگیا اور اس طرح بچیوں کی دینی تعلیم کا یہ فقدان تقریباً ۳۵ سال جاری رہا تو مجبوراً علماء کرام نے بچیوں کی دینی تعلیم کے لئے غیر اقامتی مدارس کا سلسلہ شروع فرمایا....

دوران گفتگو حضرت نے مزید فرمایا کہ آج بھی جو جگہ جگہ بچیوں کے لئے ایسے اقامتی ادارے کھولے جارہے ہیں ان کے مفاسد اہل بصیرت سے مخفی نہیں اور اقامتی اداروں کی تو اب وہ ضرورت نہیں رہی.... اس لئے ان مدارس کی حوصلہ افزائی نہیں ہونی چاہئے اور بچیوں کے اقامتی مدارس بند ہونے چاہئیں.... اس سلسلہ میں وفاق المدارس العربیہ کے ہاں یہ مسئلہ زیر غور ہے کہ آیا بچیوں کے درس نظامی کے لئے غیر اقامتی مدارس کی بھی اب ضرورت ہے یا نہیں.... اقامتی ادارے تو دور کی بات ہے....

اس لئے بچیوں کے یہ دینی اقامتی مدارس کو اب رفتہ رفتہ بند کر دینا مناسب ہے اور اس بارہ میں ہمارے اکابرین بالخصوص حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کی تعلیمات اور اصول بڑے پیانے پر ہمارے لئے مشعل راہ ہیں....

علامہ کشمیری رحمہ اللہ سے ظفر علی خان کی ملاقات

جس زمانہ میں سود کے جائز اور ناجائز ہونے کی بحث زور وشور پر تھی.... حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کو پنجاب کے سفر میں لاہور قیام کرنا ہوا.... لاہور کے علماء وزعماء آپ کی

خدمت میں جمع ہو گئے جن میں مولانا ظفر علی خان بھی تھے.... موصوف بھی اسی گروہ سے تعلق رکھتے جو سود خوری کو مسلمانوں کے لئے سود مند سمجھتا.... انہوں نے اس نیت سے کہ حضرت شاہ صاحب سے کوئی جواز حاصل کر لیا جائے سوال کیا تو حضرت نے ڈیڑھ دو گھنٹہ سود کی حرمت اس کی ہلاکت و بلاء انگیزیوں پر سیر حاصل گفتگو کی جو ظفر علی خان کے مقصد کے بالکل خلاف پڑی انہوں نے اسلوب بدل کر پھر سوال کیا تو حضرت شاہ صاحب نے اپنے خصوصی انداز میں فرمایا کہ ''بھائی ہم مسئلہ کشف (واضح) کر چکے اب جس کو جہنم میں جانا ہو چلا جائے لیکن ہماری گردنوں کو پل نہ بنائے....'' یہ مختصر جملہ سود کی ان مضرتوں پر خوب پھیلا ہوا ہے جس کا سلسلہ دنیائے دروں سے چل کر جہنم تک دراز ہے.... (حیات کشمیری)

شیخ طنطاوی کی علامہ بنوری رحمہ اللہ سے ملاقات

جب علامہ بنوری رحمہ اللہ پہلی بار حجاز اور مصر و شام کے سفر پر تشریف لے گئے تو وہاں ان کی ملاقات علامہ جوہر طنطاوی مرحوم سے ہو گئی.... جن کی ''تفسیر الجواہر'' اپنی نوعیت کی منفرد تفسیر ہے.... علامہ طنطاوی سے حضرت بنوریؒ کا تعارف ہوا تو انہوں نے مولانا سے پوچھا کہ کیا آپ نے میری تفسیر کا مطالعہ کیا ہے؟

مولاناؒ نے فرمایا کہ ''ہاں! اتنا مطالعہ کیا ہے کہ اس کی بنیاد پر کتاب کے بارے میں رائے قائم کر سکتا ہوں.... علامہ طنطاوی نے رائے پوچھی.... تو مولاناؒ نے فرمایا'' آپ کی کتاب اس لحاظ سے تو علماء کے لئے احسان عظیم ہے کہ اس میں سائنس کی بے شمار معلومات عربی زبان میں جمع ہو گئی ہیں.... سائنس کی کتابیں چونکہ عموماً انگریزی زبان میں ہوتی ہیں اس لئے عموماً علمائے دین ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے لیکن جہاں تک تفسیر قرآن کا تعلق ہے اس سلسلے میں آپ کے طرز فکر سے مجھے اختلاف ہے آپ کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ عصر حاضر کے سائنس دانوں کے نظریات کو کسی نہ کسی طرح قرآن کریم سے ثابت کر دیا جائے اور اس غرض کے لئے آپ بسا اوقات تفسیر کے مسلمہ اصولوں کی خلاف ورزی سے بھی دریغ نہیں کرتے حالانکہ سوچنے کی بات یہ ہے کہ سائنس کے نظریات آئے دن بدلتے رہتے ہیں

آج آپ جس نظریئے کو قرآن سے ثابت کرنا چاہتے ہیں ہوسکتا ہے کہ کل وہ خود سائنس دانوں کے نزدیک غلط ثابت ہو جائے کیا اس صورت میں آپ کی تفسیر کو پڑھنے والا شخص یہ نہ سمجھ بیٹھے گا کہ قرآن کریم کی بات ''معاذ اللہ'' غلط ہوگئی! مولانا نے یہ بات ایسے مؤثر اور دلنشین انداز میں بیان فرمائی کہ علامہ طنطاوی مرحوم بڑے متاثر ہوئے اور فرمایا ''مولانا! آپ کوئی ہندوستانی عالم نہیں ہیں بلکہ آپ کوئی فرشتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے میری اصلاح کے لئے نازل کیا ہے....'' (نقوش رفتگاں)

حضرت مولانا شاہ عبدالغفور عباسی مہاجر مدنی رحمہ اللہ سے ایک ملاقات

احقر مرتب عرض کرتا ہے کہ عرصہ تیس سال قبل والد محترم حضرت الحاج عبدالقیوم مہاجر مدنی مدظلہم کی معیت میں کراچی جانا ہوا.... حضرت والد اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغفور عباسی صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ کی خدمت اقدس میں لے گئے....

کم سنی کا زمانہ تھا اس وقت گیارہ پارے یاد کر لئے تھے.... حضرت کی مجلس.... ذکر مراقبہ سے معطر عجیب روحانی فضا تھی کسی پر نشاط و سرور کی کیفیت تھی تو کوئی وجد و سرور میں اور عشق الٰہی میں سرشار تھا....

حضرت والد صاحب مجھے حضرت کے پاس لے گئے اور عرض کی کہ یہ آپ کو تلاوت سنائے گا آپ اس کے لئے دعا فرمائیں.... میں نے تلاوت سنائی بقول حضرت والد صاحب تمہاری تلاوت کے دوران حضرت نے تم پر خصوصی توجہ فرمائی.... تلاوت کے بعد خوب خوب دعاؤں سے نوازا....

والد محترم کو اپنے شیخ سے کس قدر تعلق و محبت تھا اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ والد صاحب نے حضرت کے پاکستان میں قیام کے دوران بھی خوب خوب خدمت کی اور حضرت کے مدینہ منورہ مستقل قیام کے دوران بھی مسلسل دو ماہ تک شب و روز خدمت میں مصروف رہے جس کا اظہار حضرت مدنی علیہ الرحمتہ نے ایک دن یوں فرمایا کہ

''عبدالقیوم خدمت تو بہت لوگوں نے کی لیکن تمہاری خدمت کو ہم نہیں بھولیں گے....''

اسی خدمت کی برکت تھی کہ اللہ پاک نے حضرت والد محترم سے دینی دستر خوان.... تعمیر انسانیت جیسی ضخیم کتابوں کی تالیف کا کام لیا اور گلدستہ تفاسیر جیسی اہم تفسیری دستاویز کی ترتیب کا سہرا بھی حضرت والد صاحب کے سر پر سجا....

ایک مہمان کی حضرت عباسی رحمہ اللہ سے ملاقات

حضرت مولانا شاہ عبدالغفور عباسی رحمہ اللہ کے آخری ایام کا ایک واقعہ ان کے خادم خاص سید حشمت علی صاحب مدظلہ.... یوں تحریر کرتے ہیں....ایک رات مدینہ منورہ میں ایک عمارت کی چوتھی منزل کی چھت پر حضرت والا حسب عادت آرام فرما رہے تھے....ڈیڑھ دو بجے کے قریب گھنٹی بجی تو ہم دونوں جاگ گئے....فرمایا ''دیکھ لیں....شاید کوئی مہمان ہے؟

''سید حشمت صاحب لکھتے ہیں میں کڑھتے دل کے ساتھ اترا....کنڈی کھولی تو ایک نووارد شخص کھڑا تھا.... پوچھنے پر اپنا نام بتایا اور کہنے لگا ''شیخ کے یہاں قیام کرنا ہے'' میں نے شیخ کو اطلاع کی.... پہچانتے نہیں تھے لیکن فرمایا ''اوپر بلالیں'' آدھی رات بے آرام کرنے والے مہمان سے اس طرح خندہ پیشانی سے ملے کہ پیشانی پر ایک بل تک نہ تھا.... شفقت سے پوچھا ''آپ مجھے کیسے جانتے ہیں''؟

انہوں نے کسی آدمی کا حوالہ دیا....لطف یہ کہ حضرت ان صاحب سے بھی واقف نہ تھے لیکن فرمانے لگے ''بہت اچھا کیا.... یہاں آ گئے....'' کھانے کا پوچھا تو فرشتہ صفت بھولے مہمان نے سچ سچ بتا دیا کہ ''جی نہیں....کھانا تو نہیں کھایا....'' حضرت کمزوری اور بیماری کی اسی حالت میں دوسری چھت پر گئے....بچوں کو جگایا اور مہمان کے لئے کھانا تیار کرنے کا کہا....گھر والے مہمان کے عادی تھے....تھوڑی ہی دیر میں گرم کھانا آ گیا....مہمان کو اپنے سامنے کھانا کھلایا پھر حشمت صاحب سے کہا کہ ''ان کے لئے فلاں کمرے میں بستر کا انتظام کر دیں....''

وہ مہمان کو سلا کر آئے تو شیخ مہمان پر ترس کھا کر فرما رہے تھے کہ ''گھر تلاش کرتے ہوئے معلوم نہیں بیچارے کو کتنی تکلیف ہوئی ہوگی....اللہ کرے اسے نیند آ جائے....''

آسمان تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے

سبحان اللہ کیسے لوگ تھے اللہ پاک ہمیں بھی ان حضرات کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں آمین

حضرت مدنی رحمہ اللہ کی اپنے مرید سے ملاقات

پروفیسر مولانا عبدالباری صاحب ندوی مرحوم (سابق صدر عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد دکن) مولانا عبدالماجد صاحب دریا آبادی ہی کے ساتھ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے تھے.... آپ کے نام ایک خط ہماری خصوصی توجہ کا مستحق ہے.... خط کا پس منظر خود خط سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ حضرت مدنی رحمتہ اللہ علیہ نے مولانا عبدالباری سے کچھ قرض اپنا مکان بنوانے کے سلسلے میں لیا تھا اس قرض کو واپسی میں دیر ہوئی اور قسط وار ادائیگی ہو سکی .... کسی درمیانی خط کے ساتھ حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے غالباً کچھ زیادہ معذرت فرمائی کہ ادائیگی میں بہت تاخیر ہو رہی ہے مولانا عبدالباری صاحب نے اس ادائیگی (ڈرافٹ) وصول کر کے جو خط لکھا اس میں رقم کے اس بیمے کو اپنی "نالائقی کا بیمہ" قرار دیا.... یعنی حضرت کی معذرت سے شرمندگی محسوس کی.... حضرت مدنی رحمتہ اللہ علیہ اسکے جواب میں لکھتے ہیں....

"میرے محترم! آپ ان نقود کے ارسال پر خفگی کا اظہار فرماتے ہیں اور اس بیمے کو اپنی نالائقی کا بیمہ قرار دیتے ہیں کیا تعجب کی بات نہیں ہے کیا آپ نے یہ دستگیری اس وقت نہیں فرمائی تھی جبکہ مجھ کو شدید حاجت تھی.... دیواریں مکان کی چھت تک بلند ہو گئی تھیں اور برسات کا زمانہ آ گیا تھا.... روپیہ ختم ہو چکا تھا.... خوف تھا کہ اگر چھت نہ ڈالی گئی تو دیواریں گر جائیں گی .... آپ نے ایسی ضرورت کے وقت میں دست اعانت دراز فرمایا.... **فجزا کم اللہ خیر الجزاء** .... پھر جبکہ میں نے کچھ عرصے کے بعد قرضہ کی ادائیگی کے ارادہ کو ظاہر کیا تو آپ نے فرمایا کہ جب تک تو مردانہ مکان سے فارغ نہ ہو جائے تب تک اسکی فکر نہ کرنا چنانچہ سال گزشتہ میں مردانہ حصہ سے بھی فارغ ہو گیا.... اس مدت کو کئی سال گزر گئے.... آپ نے اس تمام مدت میں کبھی اشارۃً یا کنایۃً بھی تقاضا نہیں فرمایا.... کیا یہ دوسرا احسان عظیم الشان احسان نہیں ہے آپ کے معاملات میں کسی قسم کا ادنیٰ درجے کا تغیر نہیں پایا گیا.... حالانکہ **القرض مقراض المحبة** (قرض محبت کے لئے قینچی ہے) مشہور مقولہ ہے.... کیا مجھ کو کسی طرح درست تھا یا ہے کہ ایسے عظیم الشان انعامات کو فراموش کر سکوں .... کیا میرے لئے نہایت شرمندگی کی بات نہیں ہے کہ میں نے اس قرض کے ادا کرنے میں سالہا سال کی مدت لگا دی

.... بیشک میں اپنی ناداری اور مصاریف تعمیر کی بناء پر عاجز تھا.... مگر مجھ کوئی النفس مجوبیت (تنگدلی) ضرور تھی اور ہے.... مہینہ دومہینہ نہیں سال نہیں.... سالہا سال یعنی تقریباً دس سال یا زیادہ گزر چکے ہیں پھر اس پر طرہ یہ ہوا کہ اس وقت جبکہ میں حجاز جا رہا تھا اور جبکہ بتقاضائے وقت وحال لازم تھا کہ میں پوری رقم ادا کرتا کیونکہ موت وحیات کا معاملہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا.... چاہئے یہ تھا کہ میں بالکل بری الذمہ ہوکر جاتا اور پوری رقم آپ کی خدمت میں بھیجتا مگر میں نے خواہ بجبوری یا بغیر مجبوری تین سو کی رقم بھیجی اور باقی کے متعلق توکل الی اللہ کیا.... کہ وہ کریم کارساز اس کی کوئی صورت کر دے گا.... مگر تعجب ہے کہ آپ اس پر بھی ایسے الفاظ تحریر فرماتے ہیں آپ کو چاہئے تھا کہ سرزنش فرماتے کہ ایک تو اتنی مدت کے بعد قرضہ ادا کرتا ہے اور پھر وہ بھی پورا نہیں.... تجھ کو شرم آنی چاہئے مگر بجائے میری سرزنش کے آپ خود اپنے کو ملامت کرتے ہیں.... بہرحال میں آپ کے ان عظیم الشان احسانات کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور مجوب (نادم) ہوں کہ اس قدر دیر کیوں ہوئی اور ان شاء اللہ باقی ماندہ رقم بھی جلد ادا کرنے کی کوشش کروں گا اور امیدوار ہوں کہ گزشتہ تاخیرات کو بنظر عفو دیکھیں گے اور اگر آئندہ بھی تاخیر ہو تو اس پر بھی وسعت قلب اور عفو کو کام میں لائیں گے....'' (ماہنامہ الفرقان)

ایک نوعمر عاشق رسول سے
علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی ملاقات

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اس زمانہ میں حج کے بعد مدینہ منورہ گیا ہم لوگوں نے کھانا کھانے کے بعد دستر خوان کو لے کر ایک ڈھیر پر جھاڑ دیا تاکہ روٹی کے بچے ٹکڑوں اور ہڈیوں کو جانور کھا جائیں....

تھوڑی دیر کے بعد جب میں اپنے کمرے سے باہر نکلا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ایک خوبصورت نو سال کا بچہ ان ٹکڑوں کو چن چن کر کھا رہا ہے مجھے سخت افسوس ہوا.... بچے کو ساتھ لے کر قیام گاہ میں آیا اور اسے پیٹ بھر کے کھانا کھلایا کیونکہ میں ایسی ہستی کے شہر میں تھا جو غریبوں کا والی اور غلاموں کا مولیٰ تھا.... میرے اس برتاؤ کو دیکھ کر بچہ بے حد متاثر ہوا میں نے چلتے وقت اس سے کہا کہ بیٹے تمہارے والد کیا کرتے ہیں؟

اس نے کہا میں یتیم ہوں.... میں نے کہا بیٹے میرے ساتھ ہندوستان چلو گے؟

وہاں میں تم کو اچھے اچھے کھانے کھلاؤں گا.... عمدہ عمدہ کپڑے پہناؤں گا.... اپنے مدرسے میں تعلیم دوں گا.... جب تم عالم فاضل ہو جاؤ گے تو میں خود تم کو یہاں لے کر آؤں گا اور تمہیں تمہاری والدہ کے سپرد کر دوں گا.... تم جاؤ اپنی والدہ سے اجازت لے کر آؤ.... لڑکا بہت خوش ہوا اور اچھلتا کودتا اپنی والدہ کے پاس واپس گیا.... وہ بیچاری بیوہ دوسرے بچوں کے اخراجات سے پہلے ہی پریشان تھی اس نے فوراً اجازت دے دی.... بچہ فوراً آیا اور مولانا کو بتایا کہ میں آپ کے ساتھ جاؤں گا.... میری ماں نے اجازت دے دی ہے پھر پوچھنے لگا کہ آپ کے شہر میں چنے ملتے ہیں؟

مولانا عثمانیؒ نے بتایا یہ ساری چیزیں وافر مقدار میں تمہیں ملیں گی.... مولانا کا بیان ہے کہ میری انگلی پکڑے پکڑے مسجد نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں وہ میرے ساتھ آیا اور ٹھٹک کر رہ گیا.... سرکاری دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کو دیکھا اور مسجد کے دروازے کو.... اور پوچھا کیا کہ بابا یہ دروازہ اور روضہ بھی وہاں ملے گا؟

میں نے اس سے کہا کہ بیٹا اگر یہ وہاں مل جاتا تو میں یہاں کیوں آتا.... لڑکے کے چہرے کا رنگ بدل گیا.... میری انگلی چھوڑ دی بابا تم جاؤ.... اگر یہ نہیں ملے گا تو میں ہرگز ہرگز اس دروازے کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گا.... بھوکا رہوں گا.... پیاسا رہوں گا.... اس دروازہ کو دیکھ کر میں اپنی بھوک اور پیاس بجھاتا رہوں گا.... جس طرح آج تک بجھاتا رہا ہوں.... یہ کہہ کر بچہ رونے لگا اور اس کے عشق کو دیکھ کر میں بھی رونے لگ گیا....

یہ حقیقت ہے جینا وہی جینا ہو گا   جب میرے پیش نظر حسن مدینہ ہو گا
آنکھ جب روضۂ اقدس کی جھلک دیکھے گی   یا خدا! کیسا مبارک وہ مہینہ ہو گا
میری آنکھوں میں سمٹ آئے گا حسن کونین   جس طرح آنکھ اٹھاؤں گا مدینہ ہو گا

دو شاعروں کی حکیم الامت رحمہ اللہ سے ملاقات

جگر مراد آبادی بڑے مشہور شاعر تھے اور بے حد شراب پیتے تھے.... اتنی شراب پیتے تھے کہ لوگ مشاعرہ میں سے اٹھا کر لے جاتے تھے بلکہ خود فرماتے ہیں....

پینے کو تو بے حساب پی لی اب ہے روز حساب کا دھڑکا

بڑی عجیب بات ہے کہ توبہ کرنے سے پہلے ہی اپنے دیوان میں اس شعر کا اضافہ کیا....

چلو دیکھ کر آئیں تماشا جگر کا　　سنا ہے وہ کافر مسلمان ہو گا

جب ان پر اللہ کا خوف طاری ہوا تو حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ سے مشورہ کیا کہ میں کیسے توبہ کروں.... حضرت نے فرمایا مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ کی خدمت میں چلو.... حضرت تھانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور توبہ کی اور حضرت سے چار دعاؤں کی درخواست کی....

۱- یہ کہ میں شراب چھوڑ دوں　　۲- یہ کہ میں داڑھی رکھ لوں

۳- یہ کہ میں حج کر آؤں　　۴- یہ کہ اللہ میری مغفرت فرمادیں

حضرت تھانویؒ نے ان کے لئے دعا فرمائی.... اللہ نے تین دعائیں تو دنیا میں قبول فرمائیں اور چوتھی کے بارے میں خود کہتے تھے کہ اللہ نے وہ بھی قبول فرمالی ہوگی.... چنانچہ داڑھی رکھ لی.... اللہ نے حج بھی نصیب فرمادیا اور شراب بھی چھوڑ دی.... جب شراب چھوڑی تو بیمار ہو گئے ڈاکٹروں کے بورڈ نے مشورہ دیا کہ آپ پیتے رہیں ورنہ آپ مرجائیں گے انہوں نے پوچھا کہ اگر پیتا رہوں تو کتنے سال زندہ رہوں گا.... ڈاکٹروں نے کہا دو چار سال تک زندہ رہ سکتے ہو تو فرمایا کہ اللہ کے غضب کے ساتھ دو چار سال تک زندہ رہنے سے بہتر ہے کہ ابھی اللہ کی رحمت کے سائے میں مرجاؤں لیکن اللہ نے پھر صحت بھی دی اور کئی سال تک زندہ رہے .... ایک بار میرٹھ میں تانگے میں بیٹھے ہوئے تھے اور تانگے والا یہ شعر پڑھ رہا تھا....

چلو دیکھ کر آئیں تماشا جگر کا　　سنا ہے وہ کافر مسلمان ہو گا

اور اس کو خبر بھی نہیں تھی کہ یہ داڑھی والا ٹوپی والا اور سنت لباس میں ملبوس جگر صاحب ہیں .... شعر سن کر جگر صاحب رونے لگے اور اللہ کا شکر ادا کیا اللہ نے توبہ سے پہلے یہ شعر کہلوایا....

عبدالحفیظ جونپوری رحمہ اللہ یہ بھی مشہور شاعر تھے اور بہت شراب پیتے تھے .... جب توبہ کی توفیق ہوئی تو حضرت تھانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت ہو گئے اور بیعت بھی اس طرح ہوئے کہ پہلے چند دن خانقاہ میں قیام کیا.... تھوڑی تھوڑی سی داڑھی آ گئی تھی جس دن بیعت ہونا تھا اس دن داڑھی کو صاف کر کے خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ جب توبہ ہی کرنی تھی تو پھر اس چیز کے نور کو کیوں صاف کیا تو عرض کیا

حضرت آپ حکیم الامت ہیں میں مریض الامت ہوں اور مریض کو اپنا مرض حکیم کے سامنے پیش کرنا چاہئے تاکہ وہ صحیح نسخہ تجویز کرے.... اب وعدہ کرتا ہوں کہ کبھی داڑھے نہیں منڈواؤں گا.... پھر حضرت تھانویؒ ایک سال بعد جونپور تشریف لے گئے تو ان کی داڑھی خوب بڑھ چکی تھی تو حضرت نے فرمایا یہ بڑے میاں کون ہیں لوگوں نے بتایا کہ یہ وہی عبدالحفیظ جونپوری ہیں جو تھانہ بھون بیعت کے لئے گئے تھے....

حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ فرماتے ہیں کہ ان کا خاتمہ بڑا اچھا ہوا.... موت سے تین دن پہلے ان پر ایسا خوف الٰہی طاری ہوا کہ تڑپ تڑپ کر ایک دیوار سے دوسری دیوار کی طرف جاتے تھے اور خود ہی رو رو کر جان دے دی اور اپنے دیوان میں یہ اشعار بڑھا گئے....

میری کھل کر سیاہ کاری تو دیکھو — اور ان کی شان ستاری تو دیکھو
گڑا جاتا ہوں جیتے جی زمین میں — گناہوں کی گراں باری تو دیکھو
ہوا بیعت حفیظ اشرف علیؒ سے — بایں غفلت یہ ہوشیاری تو دیکھو

ایک بچے کی حکیم الامت رحمہ اللہ سے ملاقات

حکیم الامت حضرت تھانویؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں ایک بچہ کی بسم اللہ کرانے گیا.... بچہ بہت چالاک تھا.... میں کہتا تھا بسم اللہ پڑھو وہ کہتا تھا میں نہیں پڑھتا آخر کار میں نے یہ تدبیر اختیار کی کہ اس سے پوچھتے ہیں تو کیا نہیں پڑھتا یہ کہے گا میں بسم اللہ نہیں پڑھتا تو چلو اس طرح ظاہری نہ سہی حقیقی معنی میں تو بسم اللہ ہو ہی جائے گی لیکن جب اس سے فرمایا کہ تو کیا نہیں پڑھتا؟

بچہ نے جواب دیا کہ میں وہ نہیں پڑھتا جو آپ کہتے ہیں....

حکیم الاسلام رحمہ اللہ کی ایک سنسکرت سے ملاقات

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی وفات سے کچھ عرصہ قبل حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند.... ڈھاکہ وسابقہ مشرقی پاکستان تشریف لے گئے وہاں اپنے میزبان سے معلوم ہوا کہ بنارس میں ایک کتاب سنسکرت زبان میں ہے.... جس کی بے شمار جلدیں ہیں اس کتاب کی ایک جلد یہاں ڈھاکہ میں اس خاندان کے ایک فرد کے پاس

موجود ہے اس جلد میں ممتاز دینی شخصیتوں کے حالات اور واقعات درج ہیں اگر آپ دیکھنا چاہیں تو چل کر دیکھ لیں حضرت قاری صاحب نے احقر کے نام اپنے ایک گرامی نامہ کے اندر اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے جو قارئین کی دلچسپی کے لئے پیش خدمت ہے....(وکیل احمد شیرانی)

السلام علیکم: تقریباً ۳۵ سال قبل میں ڈھاکہ گیا تھا.... قیام حکیم حبیب الرحمٰن صاحب مرحوم کے یہاں ہوا جو اصل سے لکھنو کے باشندے تھے.... باپ کے زمانہ سے ڈھاکہ میں آباد ہو گئے تھے.... نہایت ذکی اور ذہین تھے.... انہوں نے اتفاقی طور پر ذکر کیا کہ بنارس کے رہنے والے ایک صاحب یہاں ہیں ان کا بیان ہے کہ ایک کتاب جو سنسکرت میں لکھی ہوئی ہے اس کی بارہ جلدیں تو بنارس میں ہیں اور باقی جلدیں (شاید دس بیس یا کم وبیش ہوں صحیح یاد نہیں رہا) ہرادوار میں ہیں.... صرف ایک جلد کی نقل ان صاحب کے پاس ہے جو ہندوستان سے متعلق ہے.... ان جلدوں میں ممتاز شخصیتوں کے حالات اور واقعات درج ہیں.... میں نے حکیم صاحب سے عرض کیا کہ اس شخص سے تو ہمیں بھی ملاؤ شاید کچھ واقعات کا علم ہو....

اس سے ملاقات کا وقت لے لیجئے چنانچہ وقت مقررہ پر ان سے ملاقات ہوئی وہ صاحب نوجوان اور خوش رو تھے .... بات چیت شروع ہوئی .... ان صاحب نے حکیم صاحب کے بیان کی تصدیق کی اور کہا وہ کتاب میرے پاس موجود ہے.... میں نے کہا کہ اگر ہندوستان کی شخصیتوں کے حالات دریافت کروں تو آپ بتلائیں گے؟

انہوں نے کہا ضرور مگر شرط یہ ہے کہ جن صاحب کے بارے میں معلوم کرنا ہو تو ان کا سن ولادت آپ بتلائیں میں نے کہا بہت اچھا

اس کے بعد میں نے کہا کہ مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے بارے میں بتلایئے اور ان کا سن ولادت میں نے بتلا دیا.... اور اس نے فوراً کتاب کھولی اور بیان کرنا شروع کیا .... یعنی اس میں سے پڑھ پڑھ کر سنایا کہ:

ہندوستان کی ایک یگانہ روزگار شخصیت ہو گی.... علم بہت وسیع ہو گا.... شہرت کافی ہو گی .... ایسا رشی صدیوں میں پیدا ہوتا ہے.... اس سے ہزاروں آدمی مستفید ہوں گے .... وطن تھانہ بھون ہو گا.... ان کے ایک بھائی ہوں گے جو ذہانت اور ذکاوت میں اور دل سے کم نہیں

ہوں گے مگر علمی لائن کے آدمی نہیں ہوں گے.... نہ شہرت یافتہ ہوں گے مولانا کے اولاد نہ ہو گی مگر روحانی اولاد بہت کثیر ہوگی.... اور سب دیندار لوگ ہوں گے.... متقی ہوں گے....''

غرض حضرت تھانویؒ کی بڑی عظمت بیان کی.... میں نے دل میں خیال کیا کہ حضرت تھانویؒ کی شخصیت معروف و مشہور ہے ممکن ہے کہ اس شہرت پر سنی سنائی باتیں نقل کر دی ہوں تو میں نے حضرت کے کچھ خانگی حالات پوچھے تو اس نے وہ بھی من وعن بیان کئے جو عام لوگوں کے علم میں نہیں آسکتے تھے.... تو پھر میں نے پوچھا کہ ان کے خلفاء میں سے کسی کا حال بیان کیجئے.... اس نے کہا ان کی ولادت کا سن بتایئے....

میں نے حضرت کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا محمد عیسیٰ الہ آبادی کے متعلق پوچھا اور ان کا سن ولادت بتایا تو اس نے کہا کہ: ''یہ حضرت کے خلفاء میں ممتاز شخصیت ہیں ان کی عمر اتنی ہے حال ایسا ہے.... (اور وہ صحیح کہا حتیٰ کہ اس نے کہا کہ) وہ اپنی جائیداد وقف علی الاولاد کریں گے....''

حالانکہ یہ واقعہ ایسا تھا کہ صرف میرے ہی علم میں تھا مولانا الہ آبادی دیوبند تشریف لائے اور وقف علی الاولاد کے بارے میں مسودات ساتھ لائے تھے اور مجھے فرمایا کہ میں نے اس کا ذکر کسی سے نہیں کیا صرف تجھ سے کیا ہے اس کا افشاء نہ کیا جائے مگر اس شخص نے کتاب سے پورا پورا واقعہ جو مجھ پر پیش آیا تھا سب بیان کر دیا....

پھر اس کے بعد میں نے پوچھا کہ ان کے خلفاء کتنے ہیں؟

تو اس نے پوری فہرست سنا دی.... حالانکہ اس وقت بعض خلفاء کو اجازت بیعت ہوئی تھی.... ان کے بعد پھر دوسروں کو ہوئی مگر اس نے ان کے نام بھی بتائے.... اس فہرست میں میرا نام بھی آیا اس نے کہا کہ: ''ان کے ایک خلیفہ طیوب ہیں جو دیابان (دیوبند) کے رہنے والے ہیں....''

حالانکہ میں نے بھی اس سے اپنا تعارف نہیں کرایا تھا.... نہ میزبان نے کرایا اور نہ وہ مجھ سے واقف تھا.... میں نے سن ولادت بتلایا اور پوچھا کہ ان کے حالات کیا ہیں؟

اس نے کہا: ''بڑے عالم ہیں.... ان کی شہرت بہت ہونے والی ہے؟

اور سفر کثرت سے کریں گے حتیٰ کہ بیرون ہند کے سفر بھی بہت کریں گے....

اس وقت تک میں نے صرف افغانستان کا سفر کیا تھا....

مولانا مفتی الٰہی بخش کاندھلوی رحمہ اللہ کی انگریز جج سے ملاقات

کاندھلہ میں ایک مرتبہ ایک زمین کا ٹکڑا تھا اس پر جھگڑا چل پڑا.... مسلمان کہتے ہیں کہ یہ ہمارا ہے.... ہندو کہتے تھے کہ یہ ہمارا ہے.... چنانچہ یہ مقدمہ بن گیا.... انگریز کی عدالت میں پہنچا.... جب مقدمہ آگے بڑھا تو مسلمان نے اعلان کر دیا کہ یہ زمین کا ٹکڑا اگر مجھے ملا تو میں مسجد بناؤں گا .... ہندوؤں نے جب سنا تو انہوں نے ضد میں کہہ دیا کہ یہ ٹکڑا اگر ہمیں ملا تو ہم اس پر مندر بنائیں گے.... اب بات دو انسانوں کی انفرادی تھی.... لیکن اس میں رنگ اجتماعی بن گیا.... حتی کہ ادھر مسلمان جمع ہو گئے اور ادھر ہندو اکٹھے ہو گئے اور مقدمہ ایک خاص نوعیت کا بن گیا.... اب سارے شہر میں قتل وغارت ہو سکتی تھی.... خون خرابہ ہو سکتا تھا.... تو لوگ بھی بڑے حیران تھے کہ نتیجہ کیا نکلے گا؟

انگریز جج تھا وہ بھی پریشان تھا کہ اس میں کوئی صلح وصفائی کا پہلو نکالے ایسا نہ ہو کہ یہ آگ اگر جل گئی تو اس کا بجھانا مشکل ہو جائے.... جج نے مقدمہ سننے کے بجائے ایک تجویز پیش کی کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ آپ لوگ آپس میں بات چیت کے ذریعے مسئلہ کا حل نکالیں تو ہندوؤں نے ایک تجویز پیش کی کہ ہم آپ کو ایک مسلمان کا نام تنہائی میں بتائیں گے .... آپ اگلی پیشی پر ان کو بلا لیجئے اور ان سے پوچھ لیجئے.... اگر وہ کہیں کہ یہ مسلمانوں کی زمین ہے تو ان کو دے دیجئے اور اگر وہ کہیں کہ یہ مسلمانوں کی زمین نہیں.... ہندوؤں کی ہے تو ہمیں دے دیجئے.... جب جج نے دونوں فریقین سے پوچھا تو دونوں فریق اس پر راضی ہو گئے.... مسلمانوں کے دل میں یہ تھی کہ مسلمان ہو گا جو بھی ہو گا تو وہ مسجد بنانے کیلئے بات کرے گا.... چنانچہ انگریز نے فیصلہ دے دیا اور مہینہ یا چند دنوں کی تاریخ دے دی کہ بھئی اس دن آنا اور میں اس بڈھے کو بھی بلوالوں گا.... اب جب مسلمان باہر نکلے تو بڑی خوشیاں منا رہے تھے.... سب کود رہے تھے.... نعرے لگا رہے تھے.... ہندوؤں نے پوچھا اپنے لوگوں سے کہ تم نے کیا کہا انہوں نے کہا کہ ہم نے ایک مسلمان عالم کو حکم بنا لیا ہے کہ وہ اگلی پیشی پر جو کہے گا اسی پر فیصلہ ہو گا.... اب ہندوؤں کے دل مرجھا گئے اور مسلمان خوشیوں سے پھولے نہیں سماتے تھے .... لیکن انتظار میں تھے کہ اگلی پیشی میں کیا ہوتا ہے.... چنانچہ ہندوؤں نے مفتی الٰہی بخش

کاندھلوی رحمہ اللہ کا نام بتایا کہ جو شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے شاگردوں میں سے تھے اور اللہ نے ان کو سچی سچی زندگی عطا فرمائی تھی.... مسلمانوں نے دیکھا کہ مفتی صاحب تشریف لائے ہیں تو وہ سوچنے لگے کہ مفتی صاحب تو مسجد کی ضرور بات کریں گے.... چنانچہ جب انگریز نے پوچھا کہ بتائیے مفتی صاحب یہ زمین کا ٹکڑا کس کی ملکیت ہے؟

ان کو چونکہ حقیقت حال کا پتہ تھا انہوں نے جواب دیا کہ یہ زمین کا ٹکڑا تو ہندوؤں کا ہے.... اب جب انہوں نے یہ کہا کہ یہ ہندو کا ہے تو انگریز نے اگلی بات پوچھی کہ کیا اب ہندو لوگ اس کے اوپر مندر تعمیر کر سکتے ہیں؟

مفتی صاحب نے فرمایا جب ملکیت ان کی ہے تو وہ جو چاہے کریں گھر بنائیں یا مندر بنائیں.... یہ ان کا اختیار ہے.... چنانچہ فیصلہ دے دیا گیا کہ یہ زمین ہندوؤں کی ہے.... مگر انگریز نے فیصلے میں ایک عجیب بات لکھی.... فیصلہ کرنے کے بعد لکھا کہ ''آج اس مقدمہ میں مسلمان ہار گئے مگر اسلام جیت گیا'' جب انگریز نے یہ بات کہی تو اس وقت ہندوؤں نے کہا کہ آپ نے تو فیصلے دے دیا ہماری بات بھی سن لیجئے ہم اسی وقت کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتے ہیں اور آج یہ اعلان کرتے ہیں کہ اب ہم اپنے ہاتھوں سے یہاں مسجد بنائیں گے.... تو عقل کہہ رہی تھی کہ جھوٹ بولا کہ مسجد بنے گی مگر حضرت مفتی صاحب نے سچ بولا اور سچ کا بول بالا .... سچے پروردگار نے اس جگہ مسجد بنوا کر دکھلا دی.... تو کئی مرتبہ نظر آتا ہے کہ جھوٹ بولنا آسان راستہ ہے.... جھوٹ بولنا آسان راستہ نہیں ہے یہ کانٹوں بھرا راستہ ہوا کرتا ہے.... جھوٹے سے اللہ تعالیٰ نفرت کرتے ہیں.... انسان نفرت کرتے ہیں.... انسان اعتماد کھو بیٹھتا ہے.... ایک جھوٹ کو بولنے کیلئے کئی جھوٹ بولنے پڑتے ہیں.... لہٰذا جھوٹی زندگی گزارنے کے بجائے سچی زندگی کو آپ اختیار کیجئے اس پر پروردگار آپ کی مدد فرمائے گا....

حضرت فضل علی قریشی رحمہ اللہ کی اپنے مریدوں سے ملاقات

سلسلہ نقشبندیہ کے ایک بزرگ حضرت فضل علی قریشی رحمہ اللہ تعالی کی زمین تھی.... اس میں خود ہل چلاتے تھے خود پانی دیتے تھے.... خود کاٹتے.... خود بیج نکالتے.... پھر وہ گندم گھر آتی تھی .... پھر رات کو عشا کے بعد میاں بیوی اسے پیسا کرتے اور اس آٹے سے بنی ہوئی روٹی خانقاہ میں

مریدوں کوکھلائی جاتی تھی....آپ اندازہ کیجئے کہ حضرت رحمہ اللہ یہ سب کچھ خود کرتے تھے.... حضرت کی عادت تھی کہ ہمیشہ باوضو رہتے تھے....گھر والوں کی بھی یہی عادت تھی....ایک دن حضرت نے کھانا پکوایا اور خانقاہ میں لے آئے....اللہ اللہ سیکھنے والے سالکین آئے ہوئے تھے وہ کھانا حضرت نے ان کے سامنے رکھا....جب وہ کھانے لگے....آپ نے انہیں کہا ''فقیرو (حضرت قریشی مریدوں کو فقیر کہتے تھے) تمہارے سامنے جو روٹی پڑی ہے اس کیلئے ہل چلایا گیا تو وضو کے ساتھ....پھر بیج ڈالا گیا تو وضو کیساتھ....پھر اس کو پانی دیا گیا تو وضو کے ساتھ....پھر اس کو کاٹا گیا تو وضو کے ساتھ....پھر گندم کو بھوسے سے الگ کیا گیا تو وضو کے ساتھ....پھر گندم کو پیسا گیا تو وضو کے ساتھ....پھر آٹا گوندھا گیا تو وضو کے ساتھ....پھر روٹی پکائی گئی تو وضو کے ساتھ ....پھر آپ کے سامنے کھانا لاکر رکھا گیا تو وضو کے ساتھ....کاش کہ تم وضو کے ساتھ اسے کھالیتے ....حدیث شریف میں ہے ہمیشہ باوضو رہئے روزی میں برکت ہوگی....

ایک عالم کی یہودی وعیسائی پیشواؤں سے ملاقات

ایک دینی عالم کو بیرون ملک میں ایسی جگہوں پر بیٹھنے کا موقع ملا جہاں عیسائیوں کا پادری بھی بیٹھا ہوتا تھا....یہودیوں کا ربائی بھی ہوتا تھا اور ہندوؤں کا پنڈت بھی ہوتا تھا گویا مختلف مذاہب کے عالم ہوتے تھے اور ہر ایک کو اپنے اپنے مذہب کے بارے میں بات کرنی ہوتی تھی....ایک مرتبہ ایک عیسائی نے پوچھا کہ آئندہ جب ہماری محفل ہوگی تو ہمیں اس وقت کیا کرنا چاہئے؟

ان عالم صاحب نے کہا کہ ہر ہر مذہب والے کے پاس جو ''اللہ کا کلام'' ہے اس کی تلاوت کرنی چاہئے اور پڑھ کر سمجھانا بھی چاہئے کہ اس کا خلاصہ کیا ہے....اس بات پر سب آمادہ ہوگئے.... چنانچہ جب اگلی دفعہ پہنچے تو انہوں نے سب سے پہلے ان عالم سے کہا کہ آپ ہی ابتدا کریں....اس مولانا نے سورہ فاتحہ پڑھی اور اس کا خلاصہ بھی انہیں سمجھایا کیوں کہ یہ فاتحۃ الکتاب ہے....مولانا کے بعد عیسائی کی باری تھی....اس نے بائبل پڑھنی شروع کی.... جب اس نے بائبل پڑھی تو مولانا نے اس سے کہا کہ مجھے ایک بات کی وضاحت مطلوب ہے....وہ کہنے لگا....کیا وضاحت مطلوب ہے؟

مولانا نے کہا....آپ بائبل کس زبان میں پڑھ رہے ہیں؟

کہنے لگا.... انگریزی زبان میں.... مولانا نے کہا آپ اللہ کا کلام پڑھیں اللہ کا کلام انگریزی زبان میں تو نازل نہیں ہوا تھا.... چونکہ یہ بات طے ہوئی تھی کہ ہر مذہب والے کے پاس جو اللہ کا کلام ہے وہ پڑھیں گے اس لئے آپ اللہ کا کلام پڑھیں....وہ کہنے لگا.... جی وہ تو ہمارے پاس نہیں ہے.... ہمارے پاس تو فقط اس کا انگلش ترجمہ ہے جو کہ انسانوں کے الفاظ ہیں.... آگے یہودی بیٹھا تھا وہ کہنے لگا کہ پھر تو ہمارے پاس بھی اللہ کا کلام نہیں ہے.... مولانا نے پوچھا.... کیوں؟

وہ کہنے لگا کہ جس زبان میں ہماری یہ کتاب نازل ہوئی آج وہ زبان بھی دنیا میں کہیں موجود نہیں ہے.... اس زبان کو پڑھنے اور سمجھنے والے ہی موجود نہیں تو وہ کتاب کیسے پڑھیں؟

بالآخر سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ پوری دنیا کے ادیان میں سے صرف دین اسلام والے لوگ ایسے ہیں جن کے پاس اللہ رب العزت کا کلام اصل شکل میں آج تک موجود ہے.... جب مولانا نے انہیں بتایا کہ اس کتاب کے ہمارے ہاں حافظ بھی موجود ہیں تو وہ بڑے حیران ہوئے.... مولانا نے کہا کہ آپ کی کتاب کے کسی ایک صفحہ کا کوئی حافظ ہو تو مجھے دکھائیں.... اول تو کتاب ہی محفوظ نہیں اور جو کچھ موجود ہے اس کے ایک صفحہ کا بھی کوئی حافظ نہیں.... یہ شرف اللہ تعالیٰ نے دین اسلام ہی کو بخشا ہے....

حالات کے قدموں میں قلندر نہیں گرتا	ٹوٹے جو ستارہ تو زمین پر نہیں گرتا
گرتے ہیں سمندر میں بڑے شوق سے دریا	لیکن کسی دریا میں سمندر نہیں گرتا

حضرت مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ کی امیر شریعت سے ایک بے تکلف ملاقات

حضرت مولانا محمد مکی مجازی مدظلہ فرماتے ہیں کہ ایک موقع پر ایک مجلس میں مفتی محمود صاحبؒ.... مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور دیگر بڑے بڑے حضرات جمع تھے.... مفتی محمود صاحبؒ نے شاہ جیؒ سے دل لگی کرتے ہوئے فرمایا: شاہ جی! لوگ کہتے ہیں کہ عطاء اللہ شاہ بخاری بڑے خطیب ہیں.... لسان العصر ہیں.... چناں ہیں چنیں ہیں مگر میں آپ کو خطیب نہیں مانتا".... اب شاہ جیؒ جیسے دبنگ اور زوردار آدمی کے سامنے کوئی ان کی خطابت کا

انکار کرے چنانچہ شاہ جیؒ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے: ''کیا کہا مفتی صاحب؟ ذرا دوبارہ کہنا''.... مفتی صاحب نے کہا: ''اجی شاہ جیؒ! آپ کہاں سے خطیب ہو گئے...... ایک تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو چہرہ ایسا دیا ہے کہ کوئی فقط آپ کو ایک نظر دیکھے تو دیکھتے دیکھتے صبح کر دے مگر سیر نہ ہو.... ایسا جمال ہے کہ دو لاکھ آدمی تو صرف آپ کے جمال کے نظارہ کے لئے جمع ہو جاتے ہیں.... پھر حسب نسب ایسا کہ حسینی سید ہیں.... رسول اللہ کے نواسے اور شہید کربلا کے پوتے ہیں.... اوپر سے لہجہ اور آواز ایسی دی ہے کہ پہاڑ بھی جھوم جائیں.... سوز و لحن اور قرآن پڑھنے کا انداز ایسا دیا ہے کہ لگتا ہے قرآن ابھی نازل ہو رہا ہے.... عرب کا نغمہ جب آپ عجم کی لَے میں سناتے ہیں تو انسان کو مبہوت کر دیتے ہیں.... اب اگر ان خصوصیات کے بعد آپ کے جلسہ میں دو لاکھ افراد جمع ہو جائیں تو کون سی بڑی بات ہے .... خطیب تو میں مولانا محمد علی جالندھری کو مانتا ہوں کہ کوئی خاص حسب و نسب نہیں.... آرائیں کا بیٹا ہے.... آواز و لہجہ ایسا کہ دیہاتی عورتوں کی طرح قرآن پڑھتا ہے مگر پھر بھی جلسہ میں دو دو لاکھ افراد یوں بیٹھے ہوتے ہیں جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں.... تو اصل خطیب تو وہ ہوئے نہ کہ آپ....''

شاہ جی ساری بات سن کر ہنس پڑے اور بڑی معصومیت سے کہنے لگے: ''مگر محمد علی جالندھری کو اس لائن پر لگانے والا بھی تو بخاری ہے....''

مولانا یاسین کی امیر شریعت سے ملاقات

ہمارے ملتان کے مولانا یاسین صاحب کہتے ہیں مجھے اپنی اور شاہ جی کی آخری ملاقات بہت یاد آتی ہے اور جب یاد آتی ہے تو دل کٹتا ہے.... مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ شاہ جی کو ملنے ان کے گھر گیا.... دروازہ کھٹکھٹایا تو شاہ جی نے بڑی مشکل اور دقت سے خود ہی کھولا .... مجھے لے کر اندر آئے اور ایک ادائے بے نیازی سے فرمایا: ''میاں! آج کل تو ہمارے ہاں نمک کی چائے چل رہی ہے پی سکو تو بنا دوں.... چینی تو ہے نہیں کہ میٹھی چائے پلاؤں....''

میں نے فوراً جھک کر کہا کہ ''حضرت! میں لے آؤں؟

''فرمایا: آرام سے بیٹھ جاؤ اتنے ہوشیار ہوتے تو پہلے لیتے آتے.... اب جب میں

نے کہہ دیا تو پھر کیا لاتا..... نمک کی چائے پی سکو تو پلاؤں''؟

مجھے یہ بھی یاد ہے کہ اس دن شاہ جی نے بڑے ہی درد اور اثر انگیز لہجے میں یہ شعر پڑھا تھا....

حیرت کے ساتھ کون گزارے تمام رات　　　اک شمع تھی سو آخر شب وہ بھی بجھ گئی

اس موقع پر شاہ جی نے بہت سے لوگوں کی بے وفائی کا بھی گلہ کیا اور فرمایا: جب تک زبان ٹھیک تھی اور ہم میں دم خم تھا دنیا دیوانی تھی .... ہماری زبان نے بولنا چھوڑ دیا تو لوگوں نے ملنا چھوڑ دیا کیسے بے وفا لوگ ہیں....

علامہ اقبال کی شاہ جی سے ملاقات

حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے جب کبھی میں علامہ اقبال کے ہاں حاضر ہوتا وہ چارپائی پر گاؤ تکیہ کا سہارا لے کر بیٹھے ہوتے.... حقہ سامنے ہوتا.... دو چار کرسیاں بچھی ہوتیں.... صدا دیتا.... یا مرشد! فرماتے آ بھئی پیرا.... بہت دناں بعد آیاں ایں (بہت دنوں کے بعد آئے ہو) علی بخش سے کہتے حقہ لے جاؤ اور کلی کے لئے پانی لاؤ.... کلی فرماتے پھر ارشاد ہوتا.... ایک رکوع سناؤ.... میں پوچھتا حضرت! کوئی تازہ کلام؟

فرماتے.... ہوتا ہی رہتا ہے.... عرض کرتا.... لائیے.... کاپی منگواتے.... پہلے رکوع سنتے.... پھر وہ اشعار جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ ہوتے سنتے.... قرآن پاک سنتے وقت کانپنے لگتے تھے لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوتا یا ان سے متعلق کلام پڑھا جاتا تو چہرہ اشکبار ہو جاتا.... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہمیشہ باوضو شخص سے سنتے اور خود ان کا نام بھی باوضو ہو کر لیتے تھے.... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پر اس طرح روتے جس طرح ایک معصوم بچہ ماں کے بغیر روتا ہے.... (نقیب ختم نبوت)

ایک اللہ والے سے ملاقات کی برکات

حاجی ترنگ زیب صاحب رحمہ اللہ کے ایک مشہور خلیفہ حاجی محمد امین رحمہ اللہ تھے....

وہ اکثر طوائف (رنڈیوں) کی محفلوں میں وعظ و نصیحت کے لئے جایا کرتے تھے....

ایک دفعہ ایک متشدد اور سخت قسم کے آدمی کے ہاں رنگا رنگ محفل ہو رہی تھی.... اس نے ساتھیوں

سے کہا تھا کہ اگر حاجی محمد امین میرے گھر آیا.... پھر خیر سے واپس نہیں جائے گا.... حاجی صاحب اپنی دھن کے پکے تھے انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے بھائی کو نیک مشورہ دینا ہے.... قبول کر لے تو بہتر نہ کرے تو نہ سہی .... میرا فرض ادا ہو جائے گا.... آپ اسی محفل میں چلے لیکن سب دروازوں کو بند پا کر اپنے مریدوں سے کہا کہ باہر تم کلمہ طیبہ کا ذکر کرو.... آخر صاحب خانہ نے دروازہ کھولا.... اندر پہنچے تو کسی سے بات نہیں کی.... اپنی وہ مبارک چادر جس میں ذکر.... اذکار اور مراقبے کرتے تھے اتاری اور رنڈی کے سر پر دوپٹے کی جگہ ڈال کر کہا، "لو یہ میری بیٹی ہے.... تجھے میں اپنے پردے میں لیتا ہوں" رنڈی کے دل کو یہ بات لگ گئی اس نے کہا حاجی صاحب! اب اس چادر کی میں بھی عزت قائم کروں گی.... آج سے اس گناہ کے پیشے سے میری توبہ ہے .... یہ نورانی اور مبارک چادر ہمیشہ سے میرے لئے ستر اور پردہ ہی رہے گی.... (درس القرآن)

حکیم الامت رحمہ اللہ سے وکلا کی ملاقات

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی خدمت میں وکلاء اور بیرسٹر حضرات کا ایک وفد مسئلہ اوقاف کے متعلق حاضر ہوا حضرت کے الہامی جوابات سے متاثر ہوا جب یہ وفد واپس جانے لگا تو حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ اُن کے اکرام کے لئے اسٹیشن تک اُن کے ساتھ گئے اُنہوں نے عرض کیا کہ حضرت جب ہم حاضر ہوئے تو آپ ہمیں لینے اسٹیشن پر نہیں آئے اب آپ نے بہت شفقت فرمائی اس کی کیا وجہ ہے؟

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر میں اُس وقت آتا تو تمہارے "جاہ" کی وجہ سے ہوتا.... اب میں تمہارے "چاہ" کی وجہ سے آیا ہوں....

مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ سے ایک حکومتی کارکن کی ملاقات

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ جب پاکستان تشریف لائے تو اس وقت حکومت نے دستور ساز اسمبلی کے ساتھ ایک "تعلیمات اسلامی بورڈ" بنایا تھا.... حضرت کو بھی اس کا ممبر بنایا گیا.... یہ بورڈ حکومت ہی کا ایک شعبہ تھا.... ایک مرتبہ حکومت نے کوئی کام گڑ بڑ کر دیا تو حضرت نے اخبار میں حکومت کے خلاف بیان دے دیا کہ حکومت نے یہ کام غلط کیا ہے

.....بعد میں حکومت کے کچھ لوگوں سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے حضرت مفتی صاحب سے کہا کہ حضرت! آپ تو حکومت کا حصہ ہیں.....آپ نے حکومت کے خلاف یہ بیان دے دیا؟

حالانکہ آپ ''تعلیمات اسلامی بورڈ'' کے رکن ہیں.....اور یہ بورڈ ''دستور ساز اسمبلی'' کا حصہ ہے.....حکومت کے خلاف آپ کا یہ بیان دینا مناسب بات نہیں ہے.....

جواب میں حضرت نے فرمایا کہ میں نے یہ رکنیت کسی اور مقصد کے لئے قبول نہیں کی تھی صرف دین کی خاطر قبول کی تھی اور دین کے ایک خادم کی حیثیت سے یہ میرا فرض ہے کہ جو بات میں حق سمجھوں وہ کہہ دوں.....چاہے وہ بات حکومت کے موافق پڑے یا مخالف پڑے .....میں اس کا مکلّف نہیں.....بس اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو بات حق ہے وہ واضح کروں.....رہا رکنیت کا مسئلہ..... یہ رکنیت کا مسئلہ میری ملازمت نہیں ہے.....آپ حکومت کے خلاف بات کہتے ہوئے ڈریں کیونکہ آپ حکومت کے ایک ملازم افسر ہیں.....آپ کی تنخواہ دو ہزار روپے ہے اگر یہ ملازمت چھوٹ گئی تو پھر آپ نے زندگی گزارنے کا جو نظام بنا رکھا ہے وہ نہیں چل سکے گا میرا یہ حال ہے کہ جس دن میں نے رکنیت قبول کی تھی اسی دن استعفیٰ لکھ کر جیب میں ڈال لیا تھا کہ جب کبھی موقع آئے گا پیش کر دوں گا.....جہاں تک ملازمت کا معاملہ ہے تو مجھ میں آپ میں یہ فرق ہے کہ میرا سر سے پاؤں تک زندگی کا جو خرچہ ہے وہ دو روپے سے زیادہ نہیں ہے.....اس لئے اللہ کے فضل و کرم سے میں اس تنخواہ اور اس الاؤنس کا محتاج نہیں ہوں .....یہ دو روپے اگر یہاں سے نہیں ملیں گے تو کہیں بھی مزدوری کر کے کما لوں گا اور اپنے ان دو روپے کا خرچہ پورا کر لوں گا اور آپ نے اپنی زندگی کو ایسا بنایا ہے کہ دو سو روپے سے کم میں آپ کا سوٹ نہیں بنتا.....اس وجہ سے آپ حکومت سے ڈرتے ہیں کہ کہیں ملازمت نہ چھوٹ جائے.....مجھے الحمدللہ اس کا کوئی ڈر نہیں ہے.....(اصلاحی خطبات جلد نمبر ۸)

شاہ جی رحمہ اللہ سے ملاقات

حضرت امام العصر علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ اپنی بعض صفات میں یگانہ روزگار تھے ایسے ہی حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ جنہیں ان کی زندگی میں عموماً شاہ جی کہا جاتا تھا..... امام العصر نے ۱۹۲۹ء میں انہیں امیر شریعت منتخب فرمایا تھا.....امام العصر نے خود حضرت شاہ

جی کے ہاتھ پر بیعت فرمائی تھی....اس کا ذکر بہت سی تاریخی کتب میں موجود ہے....حضرت شاہ جی کا علم بظاہر کتابوں کا مرہون منت نہیں تھا لیکن وہ ایک الہامی شخصیت تھی....اللہ تعالیٰ نے انہیں لحن داؤدی عنایت فرمایا تھا....شکل وصورت کے لحاظ سے حسن ہی نہیں پیکر حسن و جمال تھے....اپنے ابا سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فاتح خیبر کی طرح نان شعیر پر گذارہ کرنے والے تھے....ان کے رہن سہن سے فقر ابوذر رضی اللہ عنہ اور اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا عشق جھلکتا تھا....حیرت ہوتی ہے کہ جب سٹیج پر تشریف لاتے اور بولنا شروع کرتے تو ہر طرف سناٹا چھا جاتا تھا....گویا ملائک گوش برآواز ہوتے تھے ایک مرتبہ ہندوؤں اور سکھوں کے ایک اجتماع میں اسلام کی حقانیت اور بت پرستی کی قباحت پر تقریر فرمائی....حضرت علامہ عثمانی رحمہ اللہ بھی تشریف رکھتے تھے....تقریر کیا تھی؟

جادو تھا کہ حضرت علامہ بھی زاروقطار روتے رہے....

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ سے شاہ افغانستان کی ملاقات

غازی امان اللہ...شاہ افغانستان ملکہ ثریا کے ہمراہ جب یورپ کی سیر کو گئے تو وہاں ملکہ ثریا نے پردہ اتار دیا جس پر افغانستان میں اس اسلامی شعار کے ترک کر دینے پر غیظ وغضب کا ایسا طوفان آیا جو غازی امان اللہ خان کو خس وخاشاک کی طرح بہا لے گیا اور تخت وتاج سے محروم ہو کر جلاوطنی کی زندگی بسر کرنے لگے اخبارات میں جب پردہ موضوع بحث بن گیا تو آپ نے بھی پردہ کے موضوع پر قلم اٹھایا اور اس کی حقیقت اور شرعی اہمیت واضح کرتے ہوئے شاہ افغانستان کو یہ پیغام بھیجا....''کاش کوئی صاحب ہمت....دولت علیہ افغانستان کے امیر غازی اور ان کی ملکہ ثریا جاہ کے سمع ہمایوں تک حضرت کے یہ الفاظ پہنچا دے کہ

اے ابوعبیدہ! تم دنیا میں سب سے زیادہ ذلیل حقیر اور کمتر تھے....اللہ نے اسلام کے ذریعہ سے تمہاری عزت بڑھائی پس جب کبھی تم غیر اللہ کے ذریعہ عزت حاصل کرو گے تو خدا تمہیں ذلیل کر دے گا....'' (ناقابل فراموش شخصیات)

اراکین حکومت کی علامہ عثمانی رحمہ اللہ سے ملاقات

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں کہ

حضرت علامہ عثمانی رحمہ اللہ پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کے رکن تھے ایک مرتبہ مولانا کی کسی تجویز پر غالباً (گورنر جنرل) نے یہ طعنہ دیا کہ "مولانا یہ امور مملکت ہیں.... علماء کو ان باتوں کی کیا خبر؟

لہذا ان معاملات میں علماء کو دخل اندازی نہ کرنی چاہئے.... اس موقع پر حضرت علامہ نے جو تقریر فرمائی اس کا ایک بلیغ جملہ یہ تھا....

"ہمارے اور آپ کے درمیان صرف اے بی سی ڈی کے پردے حائل ہیں.... ان مصنوعی پردوں کو اٹھا کر دیکھئے تو پتہ چلے گا کہ علم کس کے پاس ہے اور جاہل کون ہے...."

شاہ عبدالعزیز کی شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ سے ملاقات

شاہ اسماعیل شہید کے زمانے میں دہلی کی جامع مسجد میں کسی شخص نے نماز با جماعت کے دوران اونچی آواز سے آمین کہہ دی لوگوں نے اس شخص کی پٹائی کر دی اس نے شاہ اسماعیل شہید کو بتلایا کہ میں نے اس طرح ایک سنت کو زندہ کیا جس پر لوگوں نے میرا یہ حال کر دیا.... شاہ صاحب نے فرمایا آج سے ہم بھی اس سنت کو زندہ کریں گے پھر دیکھتے ہیں لوگ ہمیں کس طرح منع کرتے ہیں تو شاہ صاحب نے بھی اونچی آواز سے آمین کہنی شروع کر دی.... یہ بات جب ان کے استاد و مربی محترم شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ (جو حضرت شہید کے تایا جان بھی تھے) کو پہنچی تو فرمایا کہ ہم سمجھے تھے کہ اسماعیل عالم بن گیا ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ابھی دیر ہے اور اسماعیل نے یہ اچھا نہیں کیا....

بعد میں جب دونوں حضرات کی ملاقات ہوئی تو شاہ عبدالعزیز نے فرمایا کہ سنت وہاں زندہ کی جاتی ہے جہاں اس کے مقابلے میں بدعت ہو اگر سنت کے مقابلے میں سنت ہی ہو تو پھر وہاں سنت کے زندہ کرنے کا کیا معنیٰ؟

اس علمی جواب سے شاہ اسماعیل شہید کی تسلی و تشفی ہو گی....

اللہ والوں سے ملاقات کا ثمرہ

حضرت میاں جی نور محمد صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جب سید احمد شہید رحمہ اللہ ہفتے میں ایک دن جنگل میں سیر کے لئے تشریف لے جاتے تھے تو بڑے بڑے لوگ یہ حسرت کرتے تھے کہ ہمیں بھی سید صاحب کے ساتھ جانے کا موقع مل جائے.... حضرت میاں جی فرماتے ہیں ایک روز موقع مل گیا اور میں سید صاحبؒ کے ساتھ چل پڑا.... سید صاحب گھوڑے پر تشریف فرما تھے.... خانم بازار دہلی سے گزرے .... وہاں سے آگے ایک گلی سے گزرے.... اس گلی میں ایک رنڈی کا مکان تھا.... وہ نہایت حسین اور پڑھی لکھی تھی اور اس گلی میں سے معمولی آدمی کا گزرنا ناممکن تھا.... گلی میں اس کا بڑا بنگلہ تھا.... بڑے بڑے شہزادے اور امیر زادے اس کے بنگلے پر جاتے تھے.... جب سید احمد شہیدؒ اس کے بنگلے سے گزرے تو وہ حسن اتفاق سے اپنے دروازے پر کھڑی تھی.... زرق برق لباس میں ملبوس تھی.... سید صاحب نے اس کی طرف نظر اٹھائی.... پھر کیا تھا.... وہ چیخ پڑی اور سید صاحب کے گھوڑے کے پیچھے دوڑ پڑی اور پیچھے یہ آواز بھی لگا رہی تھی.... اے شاہسوار! خدا کے واسطے ذرا گھوڑا روک لے.... آپ نے گھوڑا روک لیا اور وہ بے تحاشا گھوڑے کے اگلے دونوں پاؤں کو لپٹ گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی.... سید صاحب بار بار فرماتے تھے کہ بی بی سن تو سہی.... بات تو بتلاؤ تو کون ہے اور کیوں روتی ہے؟

گھوڑے کے پاؤں چھوڑ دے اور اپنا مطلب بتا.... وہ برابر روتی رہی اور گھوڑے کے پاؤں پکڑے ہوئے تھے.... جب اسے رونے سے افاقہ ہوا تو اس نے کہا کہ جی میں توبہ کرنا چاہتی ہوں اور کچھ نہیں چاہتی.... سید صاحب نے فرمایا اس وقت تمہارے مکان میں بندے ہیں؟

اس نے کہا جی ہاں.... سید صاحب نے فرمایا توبہ کے بعد نکاح کرے گی؟

اس نے اقرار کر لیا اور کہا کہ جو آپ فرمائیں گے وہ کروں گی.... اس وقت اس رنڈی کے گھر میں کل دس آدمی تھے.... فرمایا سب کو بلاؤ.... نو تو آ گئے جس شان سے (رونے کے ساتھ) وہ رنڈی آئی تھی اس شان سے یہ لوگ بھی آ گئے اور رو رو کر سب توبہ تائب ہو گئے .... سید صاحب نے فرمایا آپ سارے اکبری مسجد میں چلیں میں آ رہا ہوں.... تھوڑی دیر

کے بعد سید صاحب پہنچ گئے اور نو بندوں میں سے ایک کے ساتھ اس کی شادی ہوگئی....نکاح بھی ہوگیا....سید صاحب نے مسکرا کر پوچھا....بی بی اب کہاں جاؤ گی؟

بڑا پیارا جواب دیا....کہا کہ خاوند کے ساتھ ان کے گھر میں جاؤں گی ....کسی نے کہا اپنے بنگلے پر نہیں جائے گی؟

کہا اس بنگلے پر لعنت بھیجتی ہوں....گناہ کے کاروبار سے اس کو بنایا تھا ....اب اس سے نفرت ہو رہی ہے....یہ عورت اپنے خاوند کے ساتھ بالاکوٹ کے جہاد میں بھی گئی تھی....اکبری مسجد میں جو نو بندے سید صاحب سے بیعت ہوئے تھے وہ سارے شہید ہو گئے اور وہ خود مجاہدین کے گھوڑوں کی خدمت کرتی تھی....ان کے لئے چارہ وغیرہ بناتی....حتیٰ کہ اس کے ہاتھوں میں نشان پڑ گئے....ایک مجاہد نے از راہ تعجب پوچھا کہ بی بی اس وقت آپ خوش تھی کہ جب تمہاری خدمت کے لئے شہزادے موجود ہوتے تھے یا اب اس حالت میں خوش ہو کہ اپنے ہاتھوں سے کام کرتی ہیں؟

وہ مسکرائی اور فرمایا سامنے جو پہاڑی کھڑی ہے خدا کی قسم اب میرے پاس ایمان و یقین الحمد للہ اتنا زیادہ ہے کہ اگر سامنے پہاڑی پر اپنا ایمان و یقین رکھ دوں تو ان شاء اللہ یہ پہاڑی بھی نیچے دب جائے گی اور میرے ایمان و یقین کے بوجھ کو نہیں اٹھا سکے گی....فرمایا الحمد للہ اب سکون ہی سکون ہے پہلے تو میں مصیبت میں ہوتی تھی....(ارواح ثلاثہ)

دل تجھ کو دیا حق نے، حق اِس کا اَدا کر
سب چھوڑ خیالات، بس اِک یادِ خدا کر
اللہ نے بخشے تجھے اعضاء پئے طاعت کر
کر ایک یہی کام نہ کچھ اِس کے سوا کر

(''کشکول مجذوب'' خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمہ اللہ)

خدا کی یاد ہے طاقت ہماری
مصلّی ہے ہمارا تخت شاہی
ہماری فوج ہے اَخلاق حسنہ
ہمارا حصن ہے ترکِ مناہی

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

(اکبر الٰہ آبادی)

یادگار ملاقاتیں

اہل دانش

اور عامۃ المسلمین کی ملاقاتیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مرزا بیدل کی ایک شخص سے ملاقات

ہند میں ایک فارسی شاعر مرزا بیدل تھے ان کے نعتیہ کلام سے متاثر ہو کر ایران سے ایک صاحب ان کی ملاقات کے اشتیاق میں ہندوستان آئے.... شاعر مرزا بیدل سے ملاقات ہوئی تو اتفاق سے وہ داڑھی منڈوانے میں مشغول تھے.... ایرانی مسافر نے بڑے تعجب اور دکھ سے کہا کہ: ''آغا ریش می تراشی''؟

آقا آپ داڑھی منڈاتے ہیں اس نے کہا ''بلے دل کسے رانمی خراشم'' ہاں لیکن کسی کا دل نہیں دکھاتا.... ایرانی مسافر نے برجستہ کہا ''آرے دل رسول خدا می خراشی'' تو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل دکھاتا ہے.... تب اس کی آنکھیں کھلیں اور قالاً یا حالاً کہا....

جزاک اللہ کہ چشم باز کردی   مرابا جان جاں ہمراز کردی

خدا تجھے جزا دے تو نے میری آنکھیں کھل دیں اور مجھے جان جاں (محبوب) کے ہمراز کردیا.... (جواہر پارے جلد سوم)

غلام کی آقا سے ملاقات

ایک شخص نے ایک غلام خریدا.... غلام نے مالک سے کہا کہ اے آقا میں آپ سے تین شرطیں چاہتا ہوں.... پہلی شرط یہ ہے کہ جب نماز کا وقت آ جائے تو مجھے نماز سے نہ روکیں.... دوسری شرط یہ ہے کہ آپ مجھ سے صرف دن کو خدمت لیں اور تیسری شرط یہ ہے کہ میرے واسطے ایک کوٹھڑی مقرر کر دیجئے کہ میرے علاوہ دوسرا اس میں نہ داخل ہو سکے.... آقا نے یہ سب شرطیں منظور کر لیں.... اس غلام نے مکان کی کوٹھڑیوں کا چکر لگایا اور ایک

ویران کوٹھڑی کو پسند کیا.... آقا نے کہا کہ تم نے یہ ویران کوٹھڑی کیوں پسند کی ہے؟

اس نے کہا کہ اے میرے سردار کیا آپ کو یہ نہیں معلوم کہ ویران مقام اللہ تعالیٰ کے ذکر سے آباد ہو جاتا ہے.... چنانچہ وہ غلام رات کو اس کوٹھڑی میں رہنے لگا.... اتفاقاً اس کے آقا نے ایک رات شراب اور ناچ رنگ وغیرہ کی ایک مجلس منعقد کی .... پس جب آدھی رات ہوئی اور اس کے دوست منتشر ہو گئے تو مالک اٹھا اور گھر کا چکر لگایا.... جب غلام کے حجرے کی چھت پر پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس میں نور کی ایک قندیل ہے جو اوپر سے نیچے کو لٹکی ہوئی ہے اور وہ غلام سجدے میں اپنے پروردگار سے دعا کر رہا ہے.... اور کہہ رہا ہے کہ اے میرے معبود تو نے دن میں مالک کی خدمت میرے ذمہ واجب کر دی ہے اگر میرے ذمہ یہ خدمت نہ ہوتی تو رات دن صرف تیری ہی خدمت میں مشغول رہتا.... اے میرے رب تو مجھے معذور رکھ.... مالک طلوع صبح تک اس منظر کا نظارہ کرتا رہا اس کے بعد وہ قندیل آسمان پر چلی گئی اور چھت بند ہو گئی مالک نے اپنی بیوی سے یہ واقعہ بیان کیا جب دوسری رات آئی تو مالک اور اس کی بیوی حجرے کی چھت پر پہنچے.... دیکھا کہ قندیل لٹکی ہوئی ہے اور غلام سجدہ اور مناجات میں مشغول ہے.... اگلے دن میاں بیوی نے غلام کو بلایا اور اس سے کہا کہ تو اللہ کے واسطے آزاد ہے تاکہ تو اس ذات پاک کی عبادت کے واسطے فارغ ہو جائے جس سے تو معذرت کرتا تھا اور ان دونوں نے غلام کو اس کی ان کراماتوں سے باخبر کیا جو انہوں نے گذشتہ رات میں دیکھی تھیں.... غلام نے یہ سن کر دونوں ہاتھ اٹھائے اور کہا کہ اے میرے معبود میں نے تجھ سے دعا کی تھی کہ میرا راز کسی پر نہ کھولئے اور میرا حال ظاہر نہ کیجئے اب جبکہ تو نے اس کو فاش کر دیا ہے تو میری روح قبض کر کے اپنے پاس بلا لے چنانچہ وہ مردہ ہو کر گر پڑا اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے.... (القلیوبی)

دو جڑواں بھائیوں کی ملاقات

ایک شخص کے دو جوڑواں بچے پیدا ہوئے اور ان کی کمریں اوپر سے نیچے تک جڑی بالکل چسپاں تھی.... ڈاکٹروں کو جمع کیا گیا کہ یہ دو بچے ہیں اور جڑے ہوئے ہیں.... ان کو آپریشن کر کے الگ کر دو.... ڈاکٹروں نے کہا کہ اگر آپریشن کیا گیا تو دونوں مر جائیں گے.... اس لئے

کہ جوشہ رگ ہیں وہ دونوں کی جڑی ہوئی ہیں دونوں کی پرورش کی گئی اب ماں بے چاری ایک کو دودھ پلاتی تو دوسرا الٹا پڑا ہوا ہے اور جب دوسرے کو پلاتی ہے تو پہلا الٹا پڑا ہوا ہے....

غرض وہ اسی طرح سے دونوں کو پالتی رہی یہاں تک کہ بچے پانچ چھ برس کے ہو گئے ان کی تعلیم کا بندوبست کیا گیا.... خدا کی قدرت کہ ایک کے دل میں دینی علم حاصل کرنے کا جذبہ پیدا ہوا اور دوسرے کے دل میں علوم معاش حاصل کرنے کا جذبہ پیدا ہوا.... دونوں کے لئے استاد متعین کئے گئے ایک اچھا عالم بن گیا اور ایک بڑا گریجویٹ بن گیا.... دونوں بھائی آپس میں باتیں کیا کرتے.... جو بھائی دنیاوی مزاج کا تھا وہ کہتا کہ ہم سے زیادہ کوئی مصیبت میں نہیں ہے کیونکہ یہ ہر وقت کی مصیبت ہے میرا جی کھیلنے کو جی چاہتا ہے اور تیرا دل نہیں چاہتا... مگر مجبوراً تجھ کو جانا پڑتا ہے....

اور اگر میں استنجا کیلئے جانا چاہتا ہوں اور تیرا جی نہیں چاہتا تو تجھ کو بھی جانا پڑتا ہے تو کوئی اپنے دل کی بات نہیں کر سکتا ہے لہٰذا ہم سے زیادہ کوئی مصیبت میں نہیں ہے....

یہ سن کر دیندار عالم بھائی کہتا کہ بھائی! صبر کرو اس سے بڑھ کر بھی تو مصیبت آنی ممکن ہے اس نے کہا کہ اس سے بڑھ کر مصیبت ہو ہی نہیں سکتی وہ نصیحت کرتا کہ یہ مت کہو اللہ کے یہاں مصیبتوں کے خزانے بھی بہت ہیں خدا کی قدرت کہ دیندار بھائی کا انتقال ہو گیا... تو پھر ڈاکٹروں کو جمع کیا گیا کہ اس لاش کو کاٹو... تو انہوں نے کہا کہ اگر لاش کاٹی گئی تو یہ زندہ بھی مر جائے گا....

اب لاش دنیا دار بھائی کے کمر پر ہے سوتا ہے تو مردہ کمر کے اوپر ہے کھانا کھاتا ہے تو مردہ کمر پر.... استنجا کو جاتا ہے تو مردہ کمر پر.... اس وقت چھوٹے بھائی نے کہا کہ میرا عالم بھائی صحیح کہتا تھا تو وہ مصیبت لاکھ درجہ بہتر تھی جب کہ بھائی زندہ تھا تو اس نے توبہ کی اور صبر کیا اور کہا کہ اے اللہ بس کرو اگر اس سے بڑی مصیبت آ گئی تو کیا ہو گا.... معلوم ہوا کہ ہر مصیبت سے بڑھ کر مصیبت ہے.... (مجالس حکیم الاسلام)

نواب مظفر خان سے ایک غریب کی ملاقات

نام بھی مظفر تھا اور رہتے بھی مظفر نگر میں تھے.... پورا نام تھا ''نواب مظفر علی خان'' مظفر نگر آج کل تو ہندوستان میں ایک ضلع ہے.... ان بھلے وقتوں میں نواب صاحب کی

جاگیر تھی.... نواب صاحب کو تعمیرات کا شوق تھا.... اسی شوق براری کیلئے اپنے ایک وسیع وعریض باغ کے بیچوں بیچ ایک بنگلہ بنوایا.... خرچ بھی خوب کیا اور نگرانی بھی خود کی.... بن کر تیار ہوا تو دیکھنے والوں نے کہا: ''کہنے کو تو بنگلہ ہے مگر حقیقت میں محل ہے''.... واقعتاً تھا بھی ایسے ہی لوگ دیکھتے اور دانتوں تلے انگلیاں دبا لیتے....

نواب صاحب کا ارادہ تھا کہ اس کا افتتاح بڑی شان وشوکت سے کریں گے.... اسی ارادے کے پیش نظر صفائیاں دھلائیاں وغیرہ ہو رہی تھیں.... ریشمی پردے اور فرش فروش بچھائے جا رہے تھے.... آرائش وزیبائش کا کام آخری مراحل میں تھا کہ انہی دنوں مظفر نگر کے رہائشی ایک غریب آدمی کی بیٹی کی شادی طے پا گئی.... لڑکے والوں نے کہا: ہم بارات میں سو آدمی لائیں گے.... لڑکی والوں کی پریشانی تھی کہ بارات ٹھہرائیں گے کہاں؟

اس زمانے میں میرج ہال تو تھے نہیں.... غریب باپ اسی سوچ اور فکر میں غلطاں تھا کہ ایک خیر خواہ سیانے نے کہا ''بارات ٹھہرانے کی جگہ تو میں بتا دیتا ہوں لیکن اگر......''

غریب باپ نے حیران اور سوالیہ نگاہوں سے اپنے خیر خواہ کو دیکھا اور پوچھا: ''لیکن.... اگر کیا؟''

''اگر تمہاری قسمت اچھی ہو اور نواب مظفر خان مان جائیں''.... ''کیا مطلب؟''

مطلب یہ کہ نواب صاحب نے جو نیا بنگلہ بنایا ہے وہ بالکل خالی ہے.... انہوں نے ابھی اس میں رہائش اختیار نہیں کی.... ایک دو دن تمہاری بیٹی کی بارات ٹھہر جائے تو کوئی مسئلہ نہیں.... صفائیاں وغیرہ تو ویسے بھی ابھی ہو رہی ہیں.... نواب صاحب رحم دل اور غریب پرور آدمی تھے.... لڑکی کا باپ نواب صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور بڑی لجاجت سے اپنی حاجت پیش کر دی....

''بنگلہ میں دے دوں گا مگر ایک شرط ہے''.... نواب صاحب نے منہ پکا کر کے کہا....

''سرکار! میں غریب مسکین آپ کی شرط کیا پوری کر سکتا ہوں؟

ویسے جو حکم دیں گے پورا کروں گا''.... کریم بخش عرف کریمو نے ہاتھ جوڑ کے کہا....

نواب صاحب مسکرائے اور فرمایا: ''جتنے دن بارات ٹھہرے گی اس کا تین وقت کا کھانا بھی میری طرف سے ہوگا''.... کریم بخش کی آنکھوں میں احسان مندی سے آنسو آ گئے.... اس

نے پگڑی کے پلو سے آنسو پونچھتے ہوئے کہا: ''نواب صاحب! آپ نے مجھے خرید لیا ہے ....ساری زندگی بھی لٹادوں تو آپ کے احسان کا بدلہ نہیں ہوسکتا''....نواب صاحب نے کہا: ''میاں کریمو! اب میرے بنگلے کا افتتاح تمہاری بیٹی کی بارات سے ہی ہوگا....یہ لو چابیاں اور جہاں مزید صفائی کی ضرورت ہو خود ہی کر لینا''....

بارات دو دن بنگلے میں ٹھہری اور زردے.... پلاؤ اور تنجن کی دیگیں پک پک کر آتی رہیں....رخصتی کے وقت عورتوں بچوں سمیت ہر باراتی کو ایک ایک جوڑا بھی نواب صاحب کی طرف سے دیا گیا.... بارات رخصت ہوئی تو کریم بخش احسان کے بوجھ تلے دبا.... شکریے کے احساس میں ڈبڈباتی آنکھوں سے نواب صاحب کی خدمت میں چابیاں واپس کرنے آیا تو نواب صاحب نے چابیوں کا گچھا لوٹاتے ہوئے کہا: ''میاں! یہ بنگلہ تو باغ سمیت ہم نے تمہاری بیٹی کو دے دیا بلکہ اسی وقت دے دیا تھا جب تم بارات کے ٹھہرانے کی اجازت لینے آئے تھے.... (ماہنامہ محاسن اسلام ملتان)

قدرت اللہ شہاب سے ایک شخص کی ملاقات

ایک روز ایک پرائمری سکول کا استاد رحمت الٰہی آیا....وہ چند ماہ کے بعد ملازمت سے ریٹائر ہونے والا تھا....اس کی تین جوان بیٹیاں تھیں....رہنے کیلئے اپنا گھر بھی نہیں تھا....پنشن نہایت معمولی ہوگی....اسے یہ فکر کھائے جارہی تھی کہ ریٹائر ہونے کے بعد وہ کہاں رہے گا؟

لڑکیوں کی شادیاں کس طرح ہوسکیں گی....کھانے پینے کا خرچ کیسے چلے گا؟

اس نے مجھے سرگوشی میں بتایا کہ پریشانی کے عالم میں وہ کئی ماہ سے تہجد کے بعد رو رو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فریادیں کرتا رہا ہے....چند روز قبل اسے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی....جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جا کر ڈپٹی کمشنر کو اپنی مشکل بتاؤ....اللہ تمہاری مدد کرے گا....

پہلے تو مجھے شک ہوا کہ یہ شخص ایک جھوٹا خواب سنا کر مجھے جذباتی طور پر بلیک میل کرنے کی کوشش کررہا ہے....میرے چہرے پر شک اور تذبذب کے آثار دیکھ کر رحمت الٰہی

آبدیدہ ہو گیا اور بولا "جناب میں جھوٹ نہیں بول رہا.... اگر جھوٹ بولتا تو اللہ کے نام پر بولتا .... حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر کیسے جھوٹ بول سکتا ہوں"؟

یہ سن کر میرا شک پوری طرح رفع تو نہ ہوا لیکن سوچا کہ اگر یہ شخص غلط بیانی سے کام لے رہا ہے تو ایسی عظیم ہستی کے اسم مبارک کا سہارا لے رہا ہے جس کی لاج رکھنا ہم سب کا فرض ہے.... چنانچہ میں نے رحمت الٰہی کو تین ہفتہ کے بعد دوبارہ میرے پاس آنے کیلئے کہا .... اس دوران میں نے خفیہ طور پر اس کے ذاتی حالات کا کھوج لگایا اور یہ تصدیق ہوگئی کہ وہ اپنے علاقے میں نہایت سچا.... پاکیزہ اور پابند صوم وصلوٰۃ آدمی مشہور ہے اور اس کے گھریلو حالات بھی وہی تھے جو اس نے بیان کئے تھے....

اس زمانے میں کچھ عرصہ کیلئے صوبائی حکومت نے ڈپٹی کمشنروں کو یہ اختیار دے رکھا تھا کہ سرکاری بنجر زمین کے آٹھ مربعے تک ایسے خواہشمندوں کو طویل میعاد پر دیئے جاسکتے ہیں جو انہیں آباد کرنے کیلئے آمادہ ہوں .... میں نے اپنے مال افسر کو بلا کر کہا کہ وہ کسی مناسب جگہ کراؤن لینڈ کے ایسے آٹھ ذریعے تلاش کرے جنہیں جلد از جلد زیر کاشت لانے میں کوئی خاص دشواری پیش نہ آئے.... غلام عباس مال افسر نے غالباً یہ سمجھا کہ شاید یہ اراضی میں اپنے کسی عزیز کو دینا چاہتا ہوں .... دیکھتے ہی دیکھتے اس نے پکی سڑک کے قریب نیم آبادسی زمین ڈھونڈ نکالی اور رحمت الٰہی کے نام الاٹمنٹ کی ضروری کارروائی کر کے سارے کاغذات میرے حوالے کر دیئے....

دوسری پیشی پر جب رحمت الٰہی حاضر ہوا تو میں نے یہ نذرانہ اس کی خدمت میں پیش کر کے اسے مال افسر کے حوالے کر دیا کہ قبضہ وغیرہ دلوانے اور باقی ضروریات پوری کرنے میں وہ اس کی پوری پوری مدد کرے....

تقریباً نو برس بعد میں صدر ایوب کے ساتھ کراچی میں کام کر رہا تھا کہ ایوان صدر میں میرے نام ایک رجسٹرڈ خط موصول ہوا.... ماسٹر رحمت الٰہی کی جانب سے تھا کہ اس زمین پر محنت کر کے اس نے تینوں بیٹیوں کی شادی کر دی ہے اور وہ اپنے اپنے گھر میں خوش وخرم آباد ہیں .... اس نے اپنی بیوی کے ساتھ حج کا فریضہ بھی ادا کر لیا ہے اور اپنے گزارے اور رہائش کے

لئے تھوڑی سی ذاتی زمین خریدنے کے علاوہ ایک کچا سا کوٹھا بھی تعمیر کر لیا ہے.... ایسی خوشحالی میں اب اسے آٹھ مربعوں کی ضرورت باقی نہیں رہی .... چنانچہ اس الاٹمنٹ کے مکمل کاغذات اس خط کے ساتھ واپس ارسال ہیں تاکہ کسی اور حاجت مند کی ضرورت پوری کی جاسکے....

میں یہ خط پڑھ کر کچھ دیر تک سکتے میں آ گیا.... کیسے عجیب لوگ تھے.... (شہاب نامہ)

سرسید احمد خان کی اپنے داماد سے ملاقات

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے سرسید احمد خان مرحوم کا ایک واقعہ الافاضات الیومیہ میں لکھا ہے کہ ایک انگریزی تعلیم یافتہ شخص ملازمت نہ ملنے کی وجہ سے سخت پریشان تھا اس نے یہ کیا کہ ایک بڑے انگریز افسر کے پاس پہنچا اور کہا کہ میں سرسید احمد خان کا داماد ہوں اور مجھے ملازمت کے سلسلے میں انہوں نے آپکے پاس بھیجا ہے وہ انگریز بہت ہی عزت سے پیش آیا اور کہا کہ آپ ابھی ٹھہریں اور صبح ہی آ جائیں اس کو ٹھہرا کر اس کی لاعلمی میں ایک تار سرسید احمد خان کو دیدیا کہ فلاں شخص اس نام کا ہمارے پاس ملازمت کے خیال سے آیا ہوا ہے اور اپنے آپ کو آپ کا داماد بتاتا ہے کیا یہ واقعہ صحیح ہے.... جواب میں سرسید احمد خان نے اس انگریز کو لکھا کہ یہ بالکل صحیح ہے آپ اس کی ملازمت کیلئے کوشش فرمائیں میں آپ کا ممنون ہوں گا اور ملازمت مل گئی انگریز افسر نے اس شخص کو بتلایا کہ میں نے سرسید احمد خان کو تار بھیجی تھی تو انہوں نے آپ کی تصدیق کی وہ بندہ بڑا شرمندہ ہوا کچھ عرصہ بعد وہ بندہ علی گڑھ آیا اور معافی مانگی کہ میں وہی شخص ہوں جس نے خود کو آپ کا داماد ظاہر کیا تھا.... سرسید احمد خان نے کہا گویا وہ بات اس وقت غلط تھی مگر اب صحیح ہو جائے گی.... داماد کہتے ہیں بیٹی کے شوہر کو میری بیٹی تو آپ کے پاس نہیں ہے ایسا کرتے ہیں کہ تمہاری بیوی کو میں اپنی بیٹی بناتا ہوں تو جھوٹ بھی نہیں رہے گا اور یہ صرف لفظوں کی حد تک نہیں بلکہ عمر بھر باپ بیٹی اور داماد کا سا برتاؤ کیا بلانا.... لینا دینا سب اس طرح رکھا....

فائدہ.... یہ ہیں اونچے اخلاق.... اس شخص کو رسوا اور شرمندہ تک نہیں کیا نہ پولیس کے حوالے کیا.... بلکہ اپنا عزیز بنایا.... (تہذیب الاخلاق.... الافاضات الیومیہ جلد ۱)

صالح نوجوان کی ایک لڑکی سے ملاقات

ہندوستان میں ایک شہر میں ایک نوجوان لڑکی اپنے عزیزوں کے گھر سے رات کے وقت اپنے گھر جارہی تھی کہ اچانک شہر میں ہندو مسلم فساد شروع ہوگیا جس محلے سے وہ گزر رہی تھی.... اس میں ہندوؤں کی اکثریت تھی....لڑکی پریشان ہوگئی کہ اب کیا کرنا ہے....ہندوؤں نے دیکھ لیا تو میری عزت کا خطرہ بھی ہے....سامنے وہ ایک مسجد میں گھس گئی.... مسجد کا مؤذن ایک طالبعلم تھا....وہ مسجد میں رہتا تھا....جب اس نے دیکھا کہ ایک نوجوان خاتون اندر آ گئی تو اس نے خدا تعالیٰ کا واسطہ دیا کہ تم یہاں سے چلی جاؤ....میری عزت خراب نہ کرو....لوگوں کو پتہ چلا کہ رات کے وقت مسجد میں کوئی لڑکی آئی تھی....میری بدنامی کا مسئلہ ہے....لڑکی نے کہا....حافظ صاحب آپ خود سوچ لیں کہ باہر جا کر ہندو کیا میری عزت خراب نہیں کرینگے؟

یہ اللہ پاک کا گھر ہے....میں رات یہیں گزار لیتی ہوں....طالبعلم نے کہا کہ مسجد کے اندر ایک کونہ میں بیٹھ جاؤ اور خود طالب علم دوسرے کونے میں بیٹھ کر کتاب پڑھنے لگا.... سامنے موم بتی جل رہی تھی....طالبعلم بار بار انگلی موم بتی کے اوپر رکھتا تھا اور انگلی کو جلاتا تھا.... ساری انگلیاں جلا ڈالیں....لڑکی دیکھ رہی تھی جب صبح قریب ہونے لگی اور فساد تقریباً ختم ہوگیا ....تو طالب علم نے کہا بی بی اب گھر چلی جاؤ....اذان کا وقت ہونے والا ہے....لوگ کہیں ہمیں دیکھ نہ لیں....لڑکی نے کہا میں تب جاؤں گی کہ آپ پہلے یہ بتلائیں کہ آپ نے اپنی انگلیوں کو کیوں جلا دیا....طالبعلم نے بتلایا کہ شیطان ہر جگہ ہوتا ہے....شیطان جب مجھے گناہ کا خیال دل میں ڈالتا تو میں انگلی موم بتی کے اوپر رکھتا اور اپنے آپ کو کہتا کہ تو اس معمولی آگ کو برداشت نہیں کرسکتا....اگر گناہ کرلیا تو آخرت کی آگ اس سے کہیں زیادہ گرم ہوگی ....تو اس طرح بار بار شیطان غلط خیال دل میں ڈالتا اور یوں میں نے ساری انگلیاں جلا دیں ....اس کے بعد لڑکی اپنے گھر پہنچ گئی....چند دن کے بعد لڑکی کیلئے ایک اونچے خاندان سے رشتہ آیا....لڑکی نے انکار کیا اور اپنے والدین سے کہا کہ میں نے اس طالبعلم کے ساتھ شادی کرنی ہے جو فلاں مسجد میں رہتا ہے پھر پوری بات بتلا دی اور لڑکی نے کہا کہ اس طالبعلم کے دل میں خوف خدا ہے اور نیک لڑکا ہے آخر اس کے ماں باپ راضی ہوگئے اور اسی طالبعلم کے ساتھ اس کی شادی ہوگئی لڑکی والوں نے اس کیلئے مکان بھی بنوایا....(آداب المتعلمین)

والد کے قاتلوں سے بچیوں کی ملاقات

عرب میں ایک شاعر تھا کسی کے ساتھ اس کی دشمنی چلی آ رہی تھی ایک مرتبہ راستے میں وہ شاعر اس دشمن کے نرغے میں آ گیا! اس کو یقین تھا کہ اب اس کا بچنا مشکل ہے تو شاعر نے اس سے یہ کہا کہ ٹھیک ہے میری موت تو آپ کے ہاتھوں سے یقینی ہے لیکن میں اللہ تعالیٰ کے نام پر آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ میرے قتل کے بعد میرے گھر کے دروازے پر جا کر صرف یہ پیغام دیدیں.... "الا ایھا البنتان ان ابا کما" (ترجمہ) اے دو بچیوں! بیشک تمہارا باپ.... تو دشمن نے وعدہ کر لیا جب اس بیچارے کو قتل کر دیا اور اس کے دروازے پر یہ پیغام پہنچا دیا "الا ایھا البنتان ان ابا کما"....

اس شاعر کی دو بچیاں تھیں.... انہوں نے فوراً جواب دیا....

"قتیل خذا بالثار ممن اتا کما" وہ مقتول ہے اس کے ہاتھوں سے جو تمہارے پاس آیا ہے پس اس کو قصاص کیلئے پکڑو پھر تو دونوں بچیوں نے اس کو پکڑ لیا کہ یہی ہمارے ابو کا قاتل ہے اور حاکم کے پاس اسے لے گئیں اور اس نے قتل کا اقرار کیا اور قصاص میں قتل ہو گیا گویا اس شعر نے اس کو پکڑوایا....

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں　　　لو خود ہی اپنے دام میں صیاد آ گیا

عبدالرحیم خان خاناں کی ایک خاتون سے ملاقات

چونکہ آپ بہت خوبصورت تھے تو ایک خوبصورت عورت نے آپ کے پاس اپنی تصویر بھجوائی.... کہ چونکہ آپ زیادہ خوبصورت ہیں.... تو میں آپ کے ساتھ شادی کرنا چاہتی ہوں تاکہ آپ کی طرح خوبصورت بیٹا پیدا ہو جائے اگر آپ راضی ہوں تو میں اپنے خاوند سے طلاق لیتی ہوں.... آپ نے جواب دیا کہ یہ کام میرے اختیار میں نہیں ہے کہ پیدا ہو تو بیٹا ہو.... نیز یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ جس طرح تم چاہتی ہو ایسا ہی خوبصورت بھی ہو.... البتہ میں یہ کر سکتا ہوں اگر تم کو مجھ جیسے فرزند کی آرزو ہے تو میں حاضر ہوں.... مجھے اپنا بیٹا اور فرزند بنا لو.... (مقالات مولانا محمد حسین آزاد)

حضرت حاجی ظفر احمد صاحبؒ تھانوی کی ایک انگریز انجینئر سے ملاقات

حضرت حاجی ظفر احمد صاحب تھانہ بھون میں رہنے والے تھے حضرت تھانوی کے مجاز صحبت تھے ہجرت کے بعد کراچی میں حیدری کے علاقے میں رہتے تھے.... یہ حاجی ظفر احمد صاحب شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد تھانوی کے علاوہ تھے....

حضرت حاجی ظفر احمد صاحب پاکستان میں پہلے طالب علم تھے جو ولایت سے انجینئرنگ کا اعلیٰ کورس کر کے آئے تھے جبکہ ان سے پہلے لوگوں میں یہ تاثر تھا کہ یہاں کے لوگوں کا اتنا اونچا دماغ نہیں ہوتا کہ اتنا بڑا کورس کر سکیں مگر حاجی ظفر احمد صاحب نے یہ تاثر ختم کر دیا ایک دفعہ پاکستان نے برطانیہ سے ایک بحری جہاز خریدنا چاہا اور حاجی صاحب کو نمائندہ بنا کر بھیجا کہ جہاز بنوا کر لے آئیں اور اس کی نگرانی کریں اس میں اچھے سے اچھا میٹریل لگوایا جائے جتنا خرچہ ہوگا حکومت پاکستان ادا کرے گی.... چنانچہ حاجی صاحب برطانیہ تشریف لے گئے اور برطانیہ کی حکومت نے بھی اپنا ایک نمائندہ مقرر کیا اور ان دونوں نے جہاز کی تیاری میں پوری کوشش کی بالآخر جہاز تیار ہو گیا.... اب صرف قیمت کا مرحلہ رہ گیا تھا ایک دن انگریز نے جو حکومت برطانیہ کا نمائندہ تھا حضرت حاجی صاحب کو خلوت میں بلایا اور کہا کہ جہاز پر ایک لاکھ روپیہ خرچ ہوا ہے لیکن ہم حکومت پاکستان کو دو لاکھ روپیہ بتائیں گے زائد جو ایک لاکھ ملے گا وہ ہم اور آپ آپس میں تقسیم کر لیں گے.... جب حضرت حاجی صاحب نے یہ سنا تو فرمایا کوئی نہ کوئی ہماری یہ بات سن رہا ہے اور ہمیں دیکھ رہا ہے تو انگریز اٹھ کر باہر گیا تو ایک چپڑاسی بیٹھا ہوا تھا اس کو کہا یہاں سے دور چلے جاؤ وہ دور چلا گیا واپس آکر کہا کہ اب کوئی نہیں سن رہا اور نہ کوئی دیکھ رہا ہے صرف چپڑاسی تھا اس کو میں نے دور کر دیا.... حاجی صاحب نے کہا صرف چپڑاسی نہیں دیکھ رہا تھا بلکہ ہمارا تمہارا خالق اور مالک ہمیں دیکھ رہا ہے اور ہماری باتوں کو سن رہا ہے.... یہ سن کر انگریز اپنی بے ایمانی سے باز آیا....

بھگوڑے غلام کی اپنی بیوی سے عجیب ملاقات

ابن جریر اور ابن ابی حاتم میں ایک مطول قصہ بزبان حضرت مجاہد رحمہ اللہ مروی ہے کہ اگلے زمانے میں ایک عورت حاملہ تھی جب اسے وضع حمل کا درد ہونے لگا اور بچی تولد ہوئی تو اس نے اپنے ملازم سے کہا کہ جاؤ کہیں سے آگ لے آؤ.... وہ باہر نکلا تو دیکھا کہ دروازے پر ایک شخص کھڑا ہے پوچھتا ہے کہ کیا ہوا لڑکی یا لڑکا؟

اس نے کہا لڑکی ہوئی ہے.... کہا سن یہ لڑکی ایک سو آدمیوں سے خلوت کرائے گی پھر اس کے وہاں اب جو شخص ملازم ہے.... اسی سے اس کا نکاح ہوگا اور ایک مکڑی اس کی موت کا باعث بنے گی.... وہ ملازم یہیں سے پلٹ آیا اور آتے ہی ایک تیز چھری لے کر اس لڑکی کے پیٹ کو چیر ڈالا اور اسے مردہ سمجھ کر وہاں سے بھاگ نکلا.... اس کی ماں نے یہ حال دیکھا تو اپنی بچی کے پیٹ میں ٹانکے دیئے اور علاج معالجہ شروع کیا جس سے اس کا زخم بھر گیا.... اب ایک زمانہ گزر گیا ادھر یہ لڑکی بلوغت کو پہنچ گئی اور تھی بھی اچھی شکل وصورت کی.... بد چلنی میں پڑ گئی....

ادھر وہ ملازم سمندر کے راستے کہیں چلا گیا کام کاج شروع کیا اور بہت رقم پیدا کی کل مال سمیٹ کر بہت مدت بعد یہ پھر اسی اپنے گاؤں میں آ گیا اور ایک بڑھیا عورت کو بلا کر کہا کہ میں نکاح کرنا چاہتا ہوں گاؤں میں جو بہت خوبصورت عورت ہو اس سے میرا نکاح کرادو.... یہ عورت گئی اور چونکہ شہر بھر میں اس لڑکی سے زیادہ خوبصورت کوئی عورت نہ تھی یہیں پیغام ڈالا.... منظور ہو گیا نکاح بھی ہو گیا اور وداع ہو کر یہ اس کے یہاں آ بھی گئی....

دونوں میاں بیوی میں بہت محبت ہوگئی.... ایک دن ذکر اذکار میں اس عورت نے اس سے پوچھا آخر آپ کون ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں یہاں کیسے آ گئے؟ وغیرہ.... اس نے اپنا تمام ماجرہ بیان کر دیا کہ میں یہاں ایک عورت کے ہاں ملازم تھا وہاں سے اس کی لڑکی کے ساتھ حرکت کر کے بھاگ گیا تھا اتنے برسوں بعد یہاں آیا ہوں.... تو اس لڑکی نے کہا جس کا پیٹ چیر کر تم بھاگے تھے میں وہی ہوں.... یہ کہہ کر اپنے اس زخم کا نشان بھی اسے دکھایا تب تو اسے یقین آ گیا اور کہنے لگا جب تو وہی ہے تو ایک بات تیری نسبت مجھے اور بھی معلوم ہے وہ یہ کہ تو ایک سو آدمی سے مجھ سے پہل مل چکی ہے.... اس نے کہا ٹھیک ہے یہ کام تو مجھ سے ہوا ہے لیکن گنتی یاد نہیں....

اس نے کہا کہ مجھے تیری نسبت ایک اور بات بھی معلوم ہے وہ یہ کہ تیری موت کا سبب ایک مکڑی بنے گی.... خیر چونکہ مجھے تجھ سے بہت زیادہ محبت ہے میں تیرے لئے ایک بلند و بالا پختہ اور اعلیٰ محل تعمیر کرا دیتا ہوں.... اسی میں تو رہ تا کہ وہاں تک ایسے کیڑے مکوڑے پہنچ ہی نہ سکیں.... چنانچہ ایسا ہی محل تعمیر ہوا اور یہ وہاں رہنے سہنے لگی.... ایک مدت کے بعد ایک روز دونوں میاں بیوی بیٹھے تھے کہ اچانک چھت پر ایک مکڑی دکھائی دی.... اسے دیکھتے ہی اس شخص نے کہا دیکھو! آج یہاں مکڑی دکھائی دی.... عورت بولی اچھا یہ میری جان لیوا ہے؟

جب ہی سہی کہ میں اس کی جان لوں.... غلام کو حکم دیا کہ اسے زندہ پکڑ کر میرے سامنے لاؤ.... وہ پکڑ کر لایا.... اس نے زمین پر رکھ کر اپنے پیر کے انگوٹھے سے اسے مسل ڈالا اور اس کی جان نکل گئی اس سے جو پیپ نکلا اس کا ایک آدھ قطرہ اس کے انگوٹھے کے ناخن اور گوشت کے درمیان اڑ کر پڑا اس کا زہر چڑھا پیر سیاہ پڑ گیا اور اسی میں مر گئی.... (تفسیر ابن کثیر)

ایک جیب کترے کی اپنے استاد سے ملاقات

ایک جیب کترا شام کو اپنے استاد کے پاس دو روپے لے کر گیا.... اس نے کہا.... آج سارا دن کیا کیا.... کہنے لگا.... مال تو بہت ہاتھ آیا تھا ایک گورے کی جیب کاٹی تھی جب لے کر چلا تو خیال آیا کہ اگر قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گلہ کر دیا کہ آپ کے امتی نے میرے امتی کی جیب کاٹی تھی تو میں ان کو کیا منہ دکھاؤں گا تو میں نے بٹوہ اس کو واپس کر دیا.... نافرمانوں کی ایسی شرم و حیا تھی تو فرمانبردار کیسے ہوں گے....

جو ساز سے نکلی ہے وہ سر سب نے سنی ہے　　　جو تار پر بیتی ہے وہ بس دل کو پتہ ہے

لیلیٰ کے خادم کی مجنوں سے ملاقات

ایک دفعہ مجنوں ایک جگہ پر بیٹھا لیلیٰ لیلیٰ کر رہا تھا.... لیلیٰ نے اپنے خادم کو دودھ دے کر بھیجا کہ مجنوں کو پہنچا آؤ.... ایک شخص نے دیکھا کہ مجنوں کیلئے دودھ جا رہا ہے.... راستہ میں بناوٹی مجنوں بن کر بیٹھ گیا.... خادم مجنوں سمجھ کر اس کو ہی دودھ دے دیا اور اس نے پی لیا.... خادم جب واپس پہنچا تو لیلیٰ نے پوچھا کیا ہوا؟

اس نے کہا مجنوں کو دے دیا اور اس نے پی لیا دوسری دفعہ پھر بھیجا.... پھر وہی بناوٹی مجنوں پی گیا.... تیسرے دن بھی وہی پی گیا.... لیلیٰ نے سوچا کہ امتحان لینا چاہئے.... چنانچہ خادم کو چھری اور گلاس دے کر بھیجا اور کہا کہ جاؤ.... مجنوں سے کہنا کہ لیلیٰ بیمار ہے اور حکیم نے کہا ہے کہ مجنوں کا خون پئے گی تو صحت یاب ہوگی.... لہٰذا لیلیٰ کو خون کی ضرورت ہے.... اب خادم نے اس سے جا کر کہا.... اس نے کہا کہ بھائی! میں تو دودھ پینے والا مجنوں ہوں.... خون دینے والا مجنوں نہیں.... وہ تو جنگل میں بیٹھا ہے.... چنانچہ خادم اصل مجنوں کے پاس پہنچا تو اس نے فوراً اپنے بدن پر چاقو چلایا.... لیکن خون نہیں نکلا.... کیونکہ لیلیٰ کے عشق میں اس کے بدن کا سارا خون ختم ہو گیا تھا....

عشق مولیٰ کے کم از عشق لیلیٰ بود　　　　کوئے گشتن بہراو اولیٰ بود

اندازہ لگایئے کہ لیلیٰ کے عشق میں مجنوں کتنا بے قرار ہوا ہے کہ اس کے بدن کا سارا خون ختم ہو گیا.... یہ دنیا کی محبت کا حال ہے.... اصل اللہ کی محبت حاصل کرنی چاہئے....

طلباء کی ملاح سے ملاقات

ایک بار چند طلباء تفریح کیلئے ایک کشتی پر سوار ہوئے.... طبیعت موج پر تھی.... وقت سہانا ہوا نشاط انگیز اور کیف آور تھی اور کام کچھ نہ تھا.... یہ نوعمر طلباء خاموش کیسے بیٹھ سکتے تھے.... جاہل ملاح دلچسپی کا اچھا ذریعہ اور فقرہ بازی.... مذاق و تفریح طبع کیلئے بے حد موزوں تھا.... چنانچہ ایک تیز طرار صاحبزادے نے اس سے مخاطب ہو کر کہا:

"چچا میاں! آپ نے کون سے علوم پڑھے ہیں؟"

ملاح نے جواب دیا "میاں میں نے کچھ پڑھا لکھا نہیں"

صاحبزادے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا "ارے آپ نے سائنس نہیں پڑھی"

ملاح نے کہا "میں نے تو اس کا نام بھی نہیں سنا"....

دوسرے صاحبزادے بولے "جیومٹری اور الجبرا تو آپ ضرور جانتے ہوں گے"....

اب تیسرے صاحبزادے نے شوشہ چھوڑا "مگر آپ نے جغرافیہ اور ہسٹری تو پڑھی ہی ہوگی" ملاح نے جواب دیا "سرکار یہ شہر کے نام ہیں یا آدمی کے؟

''ملاح کے اس جواب پر لڑکے اپنی ہنسی نہ ضبط کر سکے اور انہوں نے قہقہہ لگایا پھر انہوں نے پوچھا'' چچا میاں تمہاری عمر کیا ہوگی؟

''ملاح نے بتایا'' یہی کوئی چالیس سال'' لڑکوں نے کہا آپ نے اپنی آدھی عمر برباد کی اور کچھ پڑھا لکھا نہیں....

ملاح بیچارہ خفیف ہو کر رہ گیا اور چپ سادھ لی....قدرت کا تماشا دیکھئے کہ کشتی کچھ ہی دور گئی تھی کہ دریا میں طوفان آ گیا....موجیں منہ پھیلائے ہوئے بڑھ رہی تھیں اور کشتی ہچکولے لے رہی تھی معلوم ہوتا تھا کہ اب ڈوبی تب ڈوبی....دریا کے سفر کا لڑکوں کا پہلا تجربہ تھا....ان کے اوسان خطا ہو گئے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں....اب جاہل ملاح کی باری آئی....اس نے بڑی سنجیدگی سے منہ بنا کر پوچھا'' بھیا تم نے کون کون سے علم پڑھے ہیں'' لڑکے اس بھولے بھالے ملاح کا مقصد نہ سمجھ سکے اور کالج یا مدرسہ میں پڑھے ہوئے علوم کی لمبی فہرست گنوانی شروع کر دی اور جب وہ یہ بھاری بھرکم مرعوب کن نام گنا چکے تو اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا'' ٹھیک ہے....یہ سب تو پڑھا لیکن کیا تیراکی بھی سیکھی ہے؟

اگر خدانخواستہ کشتی الٹ جائے تو کنارے کیسے پہنچ سکو گے؟

لڑکوں میں کوئی بھی تیرنا نہیں جانتا تھا انہوں نے بہت افسوس کے ساتھ جواب دیا'' چچا جان! یہی ایک علم ہم سے رہ گیا ہے....ہم اسے نہیں سیکھ سکے''

لڑکوں کا جواب سن کر ملاح زور سے ہنسا اور کہا'' میاں میں نے تو اپنی آدھی عمر کھوئی مگر تم نے تو آج پوری عمر ڈبوئی....اس لئے کہ اس طوفان میں تمہارا پڑھا لکھا کام نہ آئے گا آج تیراکی ہی تمہاری جان بچا سکتی ہے اور وہ تم جانتے ہی نہیں....

آج بھی دنیا کے بڑے ترقی یافتہ ملکوں میں جو بظاہر دنیا کی قسمت کے مالک بنے ہوئے ہیں....صورت حال یہی ہے کہ زندگی کا سفینہ گرداب میں ہے....دریا کی موجیں خونخوار نہنگوں کی طرح منہ پھیلائے ہوئے بڑھ رہی ہیں....ساحل دور ہے اور خطرہ قریب لیکن کشتی کے معزز و لائق سواروں کو سب کچھ آتا ہے مگر ملاحی کا فن اور تیراکی کا علم نہیں آتا ....دوسرے الفاظ میں انہوں نے سب کچھ سیکھا ہے....لیکن بھلے مانسوں شریف ....

خداشناسی اور انسانیت دوست انسانوں کی طرح زندگی گزارنے کا فن نہیں سیکھا....اقبال نے اپنے شعار میں اس نازک صورت حال اور اس عجیب وغریب ''تضاد'' کی تصویر کھینچی ہے۔جس کا اس بیسویں صدی کا مذہب اور تعلیم یافتہ فرد بلکہ معاشرہ کا معاشرہ شکار ہے....

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا　　اپنے افکار کی دنیا میں سفر نہ کرسکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا　　آج تک فیصلہ نفع وضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا　　زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا
(تحفہ کشمیر)

ایک پیکر صبر وشکر سے ملاقات

عبداللہ بن محمد جہادی مہم کے سلسلے میں مصر کے ایک ساحلی علاقے میں مقیم تھا....ٹہلتا ہوا ایک بار ساحل سمندر جا نکلا....وہاں دیکھا کہ خیمہ میں ہاتھ پاؤں سے معذور اور آنکھوں کی بینائی سے محروم ایک شخص پڑا ہوا ہے اس کے جسم میں صرف اس کی زبان سلامت ہے ایک طرف اس کی یہ حالت ہے اور دوسری طرف وہ آواز بلند کہہ رہا ہے:

''میرے رب! مجھے اپنی نعمتوں پر شکر کی توفیق عطا فرما....مجھے تُو نے اپنی مخلوق میں سے بہت سوں پر فضیلت اور فوقیت بخشی ہے....اس فوقیت پر مجھے اپنی حمد وثنا کی توفیق عطا فرما....''

عبداللہ نے یہ دعا سنی تو اسے بڑی حیرت ہوئی کہ ایک آدمی ہاتھ پاؤں سے معذور ہے....بینائی سے محروم ہے....جسم میں زندگی کی تازگی کا کوئی اثر نہیں اور وہ اللہ سے نعمتوں پر شکر کی دعا مانگ رہا ہے اس کے پاس آکر سلام کیا اور پوچھا: ''حضرت! آپ اللہ تعالیٰ کی کس نعمت اور فوقیت پر شکر اور حمد وثناء کی توفیق کے خواستگار ہیں''؟

معذور شخص نے جواب میں فرمایا اور خوب فرمایا:

''آپ کو کیا معلوم میرے رب کا میرے ساتھ کیا معاملہ ہے....بخدا....اگر وہ آسمان سے آگ برسا کر مجھے راکھ کردے.... پہاڑوں کو حکم دے کر مجھے کچل دے....سمندروں کو مجھے غرق کرنے کے لئے کہہ دے اور زمین کو مجھے نگلنے کا حکم دے تو میں کیا کرسکتا ہوں....میرے ناتواں جسم میں زبان کی بے بہا نعمت کو تو دیکھئے کہ یہ سالم ہے....کیا صرف اس ایک

زبان کی نعمت کا میں زندگی بھر شکر ادا کر سکتا ہوں''؟

پھر فرمانے لگے''میرا ایک چھوٹا بیٹا میری خدمت کرتا ہے....خود میں معذور ہوں.... زندگی کی ضروریات اسی کے سہارے پوری ہوتی ہیں لیکن وہ تین دن سے غائب ہے.... معلوم نہیں کہ کہاں ہے آپ اس کا پتہ کر لیں تو مہربانی ہوگی''....

ایسے صابر وشاکر اور محتاج انسان کی خدمت سے بڑھ کر اور سعادت کیا ہوسکتی ہے.... عبداللہ نے بیابان میں اس کی تلاش شروع کی تو یہ دردناک منظر دیکھا کہ مٹی کے دو تودوں کے درمیان ایک لڑکے کی لاش پڑی ہوئی ہے جسے جگہ جگہ سے درندوں اور پرندوں نے نوچ رکھا ہے.... یہ اسی معذور شخص کے بیٹے کی لاش تھی اس معصوم کی لاش اس طرح بے گوروکفن دیکھ کر عبداللہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور یہ فکر لاحق ہوئی کہ اس کے معذور والد کو اس المناک حادثہ کی اطلاع کیسے دے؟ ان کے پاس گئے اور ایک لمبی تمہید کے بعد انہیں اطلاع کردی.... بیٹے کی وحشت ناک موت سے کون ہوگا جس کا جگر پارہ پارہ نہ ہو لیکن

جائز نہیں اندیشۂ جان.... عشق میں اے دل! ہشیار! کہ یہ مسلک تسلیم و رضا ہے

خبر سن کر معذور والد کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوئے....دل پر غموں کے بادل چھا جائیں تو آنکھوں سے اشکوں کی برسات شروع ہو جاتی ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے کہ غم کا غبار اشکوں میں ڈھل کر نکل جاتا ہے.... شکوہ وشکایت کی بجائے فرمانے لگے:

''حمد وستائش اس ذات کے لئے ہے جس نے میری اولاد کو اپنا نافرمان نہیں پیدا کیا اور اسے جہنم کا ایندھن بننے سے بچایا'' ''انا للہ'' پڑھا اور ایک چیخ کے ساتھ سعید روح نے فانی جہاں سے آزادی حاصل کر لی....

ان کی اس طرح اچانک موت پر عبداللہ کے ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا.... کچھ لوگ اس طرف نکلے....رونے کی آواز سنی.... خیمے میں داخل ہوئے.... میت کے چہرے سے کپڑا اٹھایا تو اس سے لپٹ گئے....کوئی ہاتھ چومتا.... کوئی آنکھوں کو بوسہ دیتا.... ساتھ ساتھ کہتے جاتے:

''ہم قربان ان آنکھوں پر جنہوں نے کبھی کسی غیر محرم کو نہیں دیکھا.... ہم فدا اس جسم پر

جو لوگوں کے آرام کے وقت بھی اپنے مالک کے سامنے سجدہ ریز رہتا.... جو آرام کے وقت بھی اپنے رب کے سامنے سجدہ ریز رہتا.... جس نے اپنے رب کی کبھی نافرمانی نہیں کی"

عبداللہ یہ صورتحال دیکھ کر حیران ہو رہا تھا... پوچھا "یہ کون ہیں.... ان کا کیا تعارف ہے" کہنے لگے "آپ ان کو نہیں جانتے؟ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق اور حضرت ابن عباسؓ کے شاگرد.... مشہور محدث حضرت ابوقلابہ ہیں"....

حدیث کا ادنیٰ طالب علم بھی حضرت ابوقلابہؒ کے نام سے واقف ہے.... صبر واستقامت کے پیکر اور تسلیم رضا کے بلند مقام کے حامل حضرت ابوقلابہؒ کی تجہیز وتکفین اور نماز وتدفین سے فارغ ہونے کے بعد عبداللہ رات کو سویا تو خواب میں دیکھا کہ آپ جنت کے باغات میں سیر وتفریح کر رہے ہیں جنت کا لباس زیب تن ہے اور یہ آیت تلاوت فرما رہے ہیں....

سَلٰمٌ عَلَيۡكُمۡ بِمَا صَبَرۡتُمۡ فَنِعۡمَ عُقۡبَى الدَّارِ

(صبر کرنے کے سبب تم پر سلامتی ہو اور آخرت کا گھر بہترین ٹھکانہ ہے)

عبداللہ نے پوچھا "آپ وہی معذور شخص ہیں؟" فرمانے لگے:

"جی ہاں میں وہی شخص ہوں.... اللہ جل شانہ کے ہاں چند بلند مراتب اور درجات ایسے ہیں جن تک رسائی مصیبت میں صبر.... راحت میں شکر اور جلوت وخلوت میں خوف خدا کے بغیر ممکن نہیں.... اللہ تعالیٰ نے اسی صبر وشکر کی بدولت مجھے ان نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے".... (کتاب الثقات)

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی نعمتوں کی گنتی نہیں کی جا سکتی.... زندگی کی جس جہت میں دیکھئے.... نعمتوں کے گلستان کے گلستان لہلہا رہے ہیں.... انسانی زندگی اگرچہ غم اور حسرت کی دھوپ چھاؤں سے عبارت ہے لیکن درحقیقت وجود غم بھی احساس مسرت کے لئے ہے الم کی چاشنی سے زندگی میں حسن آتا ہے اہل اللہ اور اہل وفا کو غم میں بھی راحت حاصل ہوتی ہے جبکہ اہل ہوس کی ساری زندگی راحت کے غم میں ختم ہو جاتی ہے.... ناشکروں کا المیہ یہ ہے کہ ان کی نظر ہمیشہ زندگی کی تلخیوں پر رہتی ہے.... زندگی کی ہزار نعمتوں اور رحمتوں کی چھاؤں میں انہیں کچھ تلخیوں کی تپش محسوس ہو تو اسی کا رونا رونے لگتے ہیں.... ایسے لوگ زندگی کی حقیقی خوشیوں سے محروم ہیں وہ ہر سو پھیلی ہوئی نعمتوں کی بہار میں بھی یہ کہتے ہیں کہ:

تمام غنچہ و گل داغِ دل بنے کیفی　　　　خزاں نصیب بہاروں سے کیا لیا میں نے

لیکن ایک حقیقی مردِ مؤمن کی شان اس سے بالکل مختلف ہوتی ہے.... اس کا عقیدہ ہوتا ہے کہ مصائب راہ منزل میں آتے اور حوادث راستے میں دام پھیلاتے ہیں لیکن اس بنا پر نعمتوں سے اس کی نظر اوجھل نہیں رہتی .... ہزار راحتوں کے جلو میں چند ایک تکالیف کی چبھن کی وجہ سے وہ صبر و شکر اور تسلیم و رضا کا دامن ہاتھ سے جانے نہیں دیتا....

ایک مظلوم سے نصرت خداوندی کی ملاقات

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ مشہور محدث اور مؤرخ ہیں انہوں نے اپنی ایک کتاب میں ایک بہت ہی عجیب واقعہ لکھا ہے ہم آپ کو بھی وہ واقعہ سناتے ہیں اس قصے کو غور سے پڑھیں اور اس سے ملنے والے سبق پر عمل کریں.... اب قصہ پڑھئے!

آج کل جیسے تانگے.... کاریں اور بسیں چلتی ہیں پرانے زمانے میں بیل.... گھوڑے .... گدھے .... خچر اور اونٹ چلتے تھے لوگ ان پر ایک شہر سے دوسرے شہر کا سفر کرتے تھے ایک آدمی نے اپنا قصہ سنایا کہ میرے پاس خچر تھا میں لوگوں کو ملک شام کے شہر دمشق سے دوسرے شہر تک لے جاتا اور ان سے کرایہ لیتا اس طرح میرا گذارا ہوتا تھا ایک دفعہ ایک آدمی نے میرا خچر کرایہ پر لیا تو میں نے اسے خچر پر سوار کیا اور ہم چل پڑے راستہ میں ایک جگہ چوک سا آ گیا وہاں اس آدمی نے کہا کہ اس راستہ سے چلو میں نے کہا نہیں میں تو دوسرے راستہ سے جایا کرتا ہوں میں اس راستہ سے واقف نہیں ہوں.... اس آدمی نے کہا میں اس راستہ کو جانتا ہوں یہ راستہ بہت اچھا اور مختصر ہے اس راستہ سے ہم بہت جلدی اپنی منزل پر پہنچ جائیں گے میں نے خچر اسی راستہ پر ڈال دیا اس راستہ پر چلتے چلتے تھوڑی دیر بعد ہم ایک جنگل میں پہنچ گئے جہاں نہ کوئی راستہ تھا نہ کوئی آبادی بلکہ ہر طرف جھاڑیاں تھیں اور ادھر ادھر لاشیں بکھری پڑی تھیں یہ سب دیکھ کر میرا دل ڈر گیا اتنے میں اس سوار نے کہا ذرا خچر روکو میں نے خچر روک دیا وہ نیچے اترا اور اس نے اپنے کپڑے سنبھال کر ایک چھری نکالی پھر مجھ پر حملہ کر دیا میں اپنے آپ کو بچا کر تیز تیز بھاگ پڑا وہ آدمی بھی

میرے پیچھے بھاگا اور تھوڑی دور جا کر اس نے مجھے پکڑ لیا میں نے اسے قسمیں دیں اور کہا میرا خچر اور سامان سب کچھ تُو لے لے مگر مجھے چھوڑ دے اس نے کہا نہیں نہیں یہ سب کچھ تو میرا ہی ہے مگر میں تجھے بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا ضرور تجھے قتل کروں گا میں نے اسے بہت واسطے دیئے اسے قبر کے عذاب اور آخرت کے حساب سے ڈرایا مگر اس نے ایک نہ سنی اب میں مایوس ہوا مرنے کے لئے تیار ہو گیا البتہ میں نے اس سے آخری درخواست کی کہ مجھے مرنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنے دے؟

اس نے کہا ٹھیک ہے جلدی جلدی پڑھ لے میں نے نیت باندھ کر نماز شروع کی مگر ڈر اور دہشت کی وجہ سے مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا پڑھوں اور نہ ہی میری زبان سے کوئی حرف نکلتا تھا اور وہ قاتل ساتھ کھڑا کہہ رہا تھا جلدی کر جلدی کر بس اچانک میری زبان پر سورۂ نمل کی یہ آیت **امن یجیب المضطر اذا دعاہ و یکشف السوء** جاری ہو گئی جس کا مطلب یہ ہے کہ ''اللہ تعالیٰ ہی ہے جو بے بس آدمی کی بے بسی کے وقت اس کی دعاء کو سنتا اور قبول کرتا ہے اور اس کی مصیبت کو دور کرتا ہے....''

میں نے یہ آیت پڑھی تو ایک دم ایک گھوڑ سوار آدمی ہاتھ میں نیزہ لئے ہوئے جنگل سے نکلا اور آ کر اس ڈاکو کے پیٹ میں نیزہ مار کر اس کے جسم کے آر پار کر دیا ڈاکو اسی وقت مر گیا گھوڑ سوار نے گھوڑا موڑا اور جانے لگا تو میں اس کے قدموں سے لپٹ گیا اور پوچھنے لگا خدا کے لئے بتاؤ تو سہی تم کون ہو اس نے کہا میں اس خدا کا بھیجا ہوا ہوں جو مجبوروں اور بے کسوں کی دعاء قبول فرماتا ہے اور ان کی مصیبت کو ٹال دیتا ہے میں سمجھ گیا کہ یہ اسی آیت کی برکت ہے اللہ نے میری فریاد سنی اور میری مصیبت دور کر دی میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اپنا خچر و سامان لے کر صحیح و سالم واپس اپنے شہر آ گیا....

اس واقعہ سے حاصل ہونے والا سبق: اس قصہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں اپنی ہر مشکل میں اللہ ہی سے دعا مانگنی چاہئے صرف وہی ذات ہے جو فریاد کو سنتی ہے اور مصیبتوں کو دور کرتی ہے....

ایک لڑکے کی راہب سے ملاقات

ایک بادشاہ تھا اس کے پاس ایک جادوگر تھا.... جادوگر جب بوڑھا ہو گیا تو اس نے بادشاہ سے کہا: ''مجھے ایک لڑکا دیجئے تا کہ میں اس کو جادو سکھا دوں....''

بادشاہ نے ایک لڑکا جادوگر کے سپرد کر دیا....لڑکا روز جادو سیکھنے کے لئے جادوگر کے پاس جانے لگا راستے میں ایک راہب رہتا تھا ایک مرتبہ یہ لڑکا اس راہب کے پاس بیٹھ گیا ....لڑکے نے راہب کی باتیں سنیں لڑکے کو اس کی باتیں بہت بھلی معلوم ہوئیں....

لڑکے کے لئے اب یہ روز کا معمول ہو گیا....جب وہ جادوگر کے پاس جاتا تو راہب کے پاس بیٹھ جاتا....اس طرح جادوگر کے پاس پہنچنے میں اس کو دیر ہو جاتی اور جادوگر اس کو زدوکوب کرتا....

لڑکے نے راہب سے اس کی شکایت کی راہب نے سزا سے بچنے کے لئے یہ تدبیر بتلائی: ''جب جادوگر دیر ہو جانے پر اعتراض کرے تو کہہ دیا کرو کہ گھر میں دیر ہو گئی اور جب گھر والے اعتراض کریں تو کہہ دیا کرو کہ جادوگر کے پاس دیر ہو گئی....''

اب وہ اسی بہانے سے کام لینے لگا....ایک روز ایک بڑا زبردست جانور آ گیا.... جس کی ہیبت سے لوگوں نے گھروں سے نکلنا چھوڑ دیا لڑکے نے اپنے دل میں کہا....میں آج معلوم کروں گا کہ جادوگر افضل ہے یا راہب؟ لڑکے نے ایک پتھر اٹھاتے ہوئے کہا: ''اے اللہ! اگر راہب تجھ کو جادوگر سے زیادہ پسند ہے تو اس جانور کو اس پتھر سے مار ڈال تا کہ لوگ آسانی سے آ جا سکیں....''

اس دعاء کے ساتھ اس نے پتھر اٹھا کر جانور کے مار دیا....جانور مر گیا....اور لوگ آسانی کے ساتھ آنے جانے لگے....لڑکا اس واقعہ کے بعد راہب کے پاس آیا اور جانور کے مرنے کا حال بتلایا....راہب نے اس سے کہا: ''تو آج مجھ سے بھی افضل ہے میں دیکھ رہا ہوں تیرا معاملہ بہت بڑھ گیا ہے اور اب تو بہت جلد کسی آزمائش میں گرفتار ہو تو میرے متعلق کچھ ذکر نہ کرنا....''

لڑکا مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کر دیتا تھا اور طرح طرح کے مریضوں کو اس کے ہاتھوں سے شفا حاصل ہوتی تھی....

بادشاہ کا ایک مصاحب بھی اندھا تھا اس کو جب یہ معلوم ہوا کہ لڑکا تمام بیماریوں سے

لوگوں کو اچھا کر دیتا ہے تو وہ بہت سے تحفہ تحائف لے کر لڑکے کے پاس گیا اور کہا:

''اگر مجھے شفا حاصل ہو جائے تو میرے پاس جو کچھ ہے میں وہ سب تم کو دے دوں گا....''

لڑکے نے کہا: ''میں کسی کو شفاء نہیں دیتا.... شفا دینا تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے اگر تم اللہ پر ایمان لاؤ تو میں اللہ تعالیٰ سے دعاء کروں گا وہ تم کو شفاء دے گا....''

مصاحب اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو شفاء عطا فرمائی .... مصاحب کی آنکھوں میں اب روشنی تھی وہ اچھا ہو کر بادشاہ کے پاس آیا اور حسب معمول اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا.... بادشاہ نے پوچھا:

''تیری آنکھیں کس نے واپس کیں؟''

مصاحب نے جواب دیا: ''میرے خدا نے''

بادشاہ نے دوسرا سوال کیا:

''میرے سوا تیرا کوئی اور دوسرا بھی خدا ہے؟''

مصاحب نے پھر کہا:

''میرا اور تیرا دونوں کا خدا اللہ تعالیٰ ہے....''

بادشاہ نے اپنے مصاحب کو گرفتار کر لیا اور اس کو طرح طرح کا عذاب دینا شروع کیا .... مصاحب نے عاجز آ کر لڑکے کا نام بتلا دیا.... اب بادشاہ کے دربار میں لڑکے کی طلبی ہوئی.... بادشاہ نے لڑکے سے پوچھا:

''اے لڑکے! کیا تیرا جادو اتنا بڑھ گیا ہے کہ تو اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کر دیتا ہے اور طرح طرح کے مریضوں کو شفاء دیتا ہے....''

لڑکے نے جواب دیا:

''میں کسی کو شفاء نہیں دیتا.... شفاء دینا تو اللہ کا کام ہے....''

اب بادشاہ نے لڑکے کو بھی گرفتار کر لیا.... اور اس کو طرح طرح سے عذاب دینا شروع کیا .... لڑکے نے راہب کا نام بتلا دیا.... راہب بھی گرفتار ہو کر آیا.... بادشاہ نے راہب سے کہا:

''اپنے دین کو چھوڑ دو.... اور اللہ سے انکار کرو....''

راہب نے اپنا دین چھوڑنے سے انکار کیا.... اب بادشاہ نے ایک آرا منگوایا اور راہب کے بیچ سر پر چلوادیا.... یہاں تک کہ اس کے جسم کے دو حصے ہو گئے .... بادشاہ کے دربار میں لڑکے کی پھر طلبی ہوئی اور بادشاہ نے لڑکے سے کہا:

''اپنے دین کو چھوڑ دے....''

لڑکے نے بھی اپنا سچا دین چھوڑنے سے انکار کر دیا....

بادشاہ نے اس لڑکے کو اپنے کچھ آدمیوں کے سپرد کرتے ہوئے حکم دیا: اس لڑکے کو تم پہاڑ پر لے جاؤ اور چوٹی پر پہنچنے کے بعد اگر یہ لڑکا اپنے دین سے انکار نہ کرے تو اس کو وہیں سے نیچے پھینک دینا....''

یہ لوگ لڑکے کو لے کر چلے گئے....لڑکے نے اپنے اللہ سے دعاء مانگی:

''اے اللہ ان لوگوں کے مقابلے میں تو ہی میری مدد کرنے والا ہے....''

لڑکے کو لے کر یہ لوگ پہاڑ پر چڑھ گئے .... پہاڑ میں زلزلہ آ گیا سب لوگ پہاڑ پر سے گر گئے....اللہ تعالیٰ نے لڑکے کو بچالیا....

یہ لڑکا پھر بادشاہ کے پاس آیا بادشاہ نے اس سے دریافت کیا:

''میں نے تم کو جن لوگوں کے سپرد کیا تھا ان کا کیا حشر ہوا؟''

لڑکے نے جواب دیا:

''میرے خدا نے ان کے مقابلے میں میری مدد کی....''

اب بادشاہ نے اس لڑکے کو کچھ اور لوگوں کے سپرد کیا اور ان کو حکم دیا کہ اس کو ایک چھوٹی کشتی پر سوار کرو اور جب یہ سمندر کے بیچ میں پہنچے اور پھر بھی اپنے دین سے انکار نہ کرے تو اس کو سمندر میں پھینک دینا یہ لوگ اس کو لے کر سمندر میں گئے لڑکے نے پھر اپنے اللہ سے مدد کے لئے دعاء مانگی....دعاء قبول ہوئی.... کشتی الٹ گئی.... بادشاہ کے سب آدمی ڈوب گئے اور یہ اللہ پر کامل ایمان رکھنے والا لڑکا بچ کر زندہ نکل آیا:

اب پھر یہ بادشاہ کے پاس پہنچا اور بادشاہ نے پھر اپنے آدمیوں کے متعلق اس سے دریافت کیا اور اس نے پھر وہی جواب دیا:

”اللہ نے ان کے مقابلے میں میری مدد کی....“

بادشاہ کو عاجز دیکھ کر لڑکے نے بادشاہ سے کہا: ”تو اس وقت تک مجھے قتل نہیں کر سکتا جب تک تو میرے حکم پر عمل نہیں کرے گا....“

بادشاہ نے دریافت کیا....وہ کیا ہے؟

لڑکے نے کہا: ”تو لوگوں کو ایک میدان میں جمع کر.....اور مجھ کو سولی پر لٹکا دے پھر ترکش سے ایک تیر نکال کر کمان پر رکھ اور **بسم اللہ رب الغلام** کہہ کر مار دے....“

بادشاہ نے یہی کیا....وہ تیر اس کی کنپٹی پر آ کر لگا اور اس نے اپنا ہاتھ اس جگہ رکھ لیا.... اللہ اس پر رحمت فرمائے....وہ شہید ہو گیا....

لڑکے کے شہید ہو جانے کے بعد پورے مجمع نے تین مرتبہ کہا....

”ہم لڑکے کے خدا پر ایمان لائے....“

پھر جن لوگوں نے یہ کہا وہ سب بادشاہ کے پاس لائے گئے بادشاہ کے مصاحبوں نے بادشاہ سے عرض کیا: ”جس چیز سے آپ ڈرتے تھے وہی ہوا....“

لوگ لڑکے کے خدا پر ایمان لے آئے .... بادشاہ نے خندق کھودنے کا حکم دیا.... خندق کھدوائی گئی پھر اس خندق میں آگ جلائی گئی اب بادشاہ کا حکم ہوا:

”جو لوگ لڑکے کے دین کو نہ چھوڑیں ان کو اس جلتی ہوئی خندق میں جھونک دو....“

بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی گئی اللہ پر ایمان لانے والے خندق کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں پھینکے جا رہے تھے کہ ایک عورت کی باری آئی اس کے ساتھ ایک بچہ بھی تھا عورت آگ میں کودنے سے کچھ ٹھٹکی....اس کے لڑکے نے کہا: ”اے ماں تو کود پڑ....تو حق پر ہے....“

ایک جرأت مند لڑکی کی امیر تیمور سے ملاقات

بایزید کی افواج میں ایک ایرانی النسل شخص (یزدانی) ترکی افواج کا جنرل تھا اس کی نوجوان بیٹی امۃ الحبیب بھی اسی فوج میں لیفٹیننٹ کے عہدہ پر تھی .... یہ شیر دل لڑکی اپنی بہادری و جرأت اور اپنے شریفانہ چلن کی وجہ سے مقبول خلائق تھی....

بایزید اپنے ملک میں امن وامان سے حکومت کر رہا تھا کہ دفعتاً امیر تیمور جیسے خون خوار اور جنگ جو دشمن نے اس پر حملہ کر دیا بایزید اور اس کی افواج نے مقابلہ تو خوب کیا مگر کئی دنوں کی خوفناک اور خون ریز جنگوں کے بعد بایزید کی فوج کو شکست ہوئی اور امۃ الحبیب اپنے بہت سے مددگاروں اور جاں نثاروں کے ساتھ گرفتار ہو گئی....

دوسرے دن شہنشاہ تیمور نے قیدیوں کے قتل کا حکم دے دیا امۃ الحبیب نے سنا تو پاؤں تلے سے زمین نکل گئی اور تیمور کے اس بے رحمانہ فیصلے اور ترکوں کے اس بیکسانہ حال پر غم وغصہ سے بے تاب ہو کر امیر تیمور کے دربار میں آئی اور کہا مجھے کچھ عرض کرنا ہے امیر نے چند قدیموں کی سفارش سے اس دلیر اور جری خاتون کو جو مردانہ بھیس میں شہنشاہ کے تخت کے سامنے کھڑی تھی بلایا اور عرض ومعروض کی اجازت دی امۃ الحبیب نے نہایت بے خوفی وبے باکی سے امیر کی خونخواری کا ذکر ذیل کے الفاظ میں کیا....

''اے شہنشاہ! تو نے جو بایزید پر بلا وجہ چڑھائی کر کے ہزارہا بندگان خدا کی خون ریزی کی ہے خوب سمجھ لے کہ یہ ایک ایسا سنگین جرم ہے جو کبھی معاف نہ ہوگا ستر ہزار بے گناہ ترکوں کو دھوکہ دے کر سرنگ کے ذریعہ اڑا دیا یہ ترکوں کی خون ریزی نہیں بلکہ اسلام کی بیخ وبن کو اکھیڑ دیا کسی آسمانی شریعت یا ملکی قانون میں تو یہ بتا سکتا ہے کہ مسلمانوں کو اس بے رحمی اور ظلم کے ساتھ قتل کرنا جائز ہے؟ بایزید نے نہایت تواضع اور فروتنی کے ساتھ تجھے صلح کا پیغام دیا کہ بے گناہ مخلوق کی جان بچ جائے مگر فاتحان اولوالعزم میں شامل ہونے کے تکبر نے تجھے اس پیغام پر توجہ کرنے کی مہلت نہ دی....

اے شہنشاہ! ہماری طرح تیری عمر کا پیمانہ بھی ایک دن لبریز ہونے والا ہے اور اس عالم کو طے کر کے رب الافواج کے سامنے کھڑا ہونا ہے پھر تو ہی بتا کہ جب وہ ان مظلوم جفا کشوں کی بابت تجھ سے عتاب آمیز سوال کرے گا تو کیا جواب دے گا....

اے شہنشاہ! آج تک کبھی مظلوم قیدیوں پر بہادروں کی تلواریں اٹھی ہیں؟ ہم بے بس قیدی ہیں ہمارے ہاتھ پاؤں زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں یہ نہایت ہی بزدلانہ اور نفرت انگیز فیصلہ ہے کہ اس بے کسی کی حالت میں ہماری گردن مارنے کا حکم دیا گیا ہے....''

اس کے بعد امۃ الحبیب نے اپنا آہنی خود اتار کر زمین پر پھینک دیا اور کہا ’’اے سلطان دیکھ! میں ایک نا تجربہ کار عورت ہوں اس سے تو اندازہ کرسکتا ہے کہ جس قوم کی عورتیں ایسی بے باک اور بہادر ہوتی ہیں ان کے مرد کیسے بے خوف و دلیر ہوں گے....‘‘

اس اثناء میں تیموری دربار کی عجیب کیفیت تھی چاروں طرف خاموشی اور سکوت کا سناٹا چھایا ہوا تھا اور ہر متنفس پر سکتہ کا عالم طاری تھا لیکن حریت نوازی و حق گوئی کی یہ دلدادہ خاتون فوجی لباس زیب تن کئے پوری جرأت سے کام لے رہی تھی جب اس نے آہنی خود اتارا تو پورا دربار اور خود تیمور تعجب و حیرت کے عالم میں دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے....

عبداللہ کشمیری کی قدرت اللہ شہاب سے ملاقات

عبداللہ جموں کا رہنے والا تھا....اس کی تین بیٹیاں تھیں....۹ برس کی زہرہ....۱۲ برس کی عطیہ اور سولہ برس کی رشیدہ....اکتوبر ۱۹۴۷ء میں جب مہاراجہ کشمیر نے ایک سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت مسلمانوں کو پاکستان بھجوانے کا کہہ کر راستے ہی میں قتل اور اغوا کرانا شروع کر دیا تو عبداللہ پریشان ہو کر پاگل سا ہو گیا....اسے یقین تھا کہ اگر وہ بچیوں کو اپنے ساتھ لے کر کسی قافلہ میں روانہ ہوا تو راستے میں اس کی تینوں بیٹیاں درندہ صفت ڈوگرہ جتھوں کے ہتھے چڑھ جائیں گی....

اپنے جگر گوشوں کو اس افتادہ سے محفوظ رکھنے کے لئے اس نے اپنے دل میں ایک پختہ منصوبہ تیار کر لیا....نہا دھو کر مسجد میں کچھ نفل پڑھے....قصاب کی دکان سے ایک تیز دھار چھری مانگ لایا اور گھر آ کر تینوں بیٹیوں کو عصمت کی حفاظت اور سنتِ ابراہیمی کے فضائل پر بڑا موثر وعظ دیا....زہرہ اور عطیہ کم عمر تھیں اور گڑیا کھیلنے کی حد سے آگے نہ بڑھی تھیں....وہ دونوں باپ کی باتوں میں آ گئیں....دلہنوں کی طرح سج دھج کر انہوں نے دو دو نفل پڑھے اور پھر ہنسی خوشی دروازے کی دہلیز پر سر ٹکا کر لیٹ گئیں....عبداللہ نے آنکھیں بند کئے بغیر اپنی چھری چلائی اور باری باری دونوں کا سر تن سے جدا کر دیا....

عجب اتفاق ہے کہ اس روز آسمان کے فرشتے بھی اس قربانی کے لئے دو دنبے لانے سے چوک گئے....چنانچہ دہلیز پر زہرہ اور عطیہ کی گردنیں کٹی پڑی تھیں....کچے فرش پر گرم

گرم خون کی دھاریں بہہ بہہ کر بیل بوٹے کاڑھ رہی تھیں کمرے کی فضا میں بھی ایک سوندھی سوندھی خوشبو رچی ہوئی تھی....

اور اب عبداللہ اپنے ہاتھوں میں خون آشام چھری تھامے رشیدہ کو بلا رہا تھا لیکن رشیدہ اس کے قدموں میں گری کپکپا رہی تھی.... تھرتھرا رہی تھی.... گڑگڑا رہی تھی.... وہ عبداللہ کے قدموں پر سر رکھے بلک بلک کر رو رہی تھی.... ابا...... ابا...... ابا......

رشیدہ کی گڑگڑاہٹ پر عبداللہ کے پاؤں بھی ڈگمگائے.... چھری ہاتھ سے پھینک دی .... بہروپیوں کی طرح اس نے رشیدہ کو ایک بدصورت سی بڑھیا کے روپ میں ڈھالا اور کلمہ کا ورد کرتا ہوا اسے ساتھ لے کر ٹرک پر بیٹھ گیا اور پاکستان پہنچ گیا.... پاکستان کی سرحد میں داخل ہوتے ہی یکا یک عبداللہ کو زہرا اور عطیہ کی یاد آئی جن کے سر جموں میں دروازے کی دہلیز پر کٹے پڑے تھے اور جو پھٹی پھٹی منجمد آنکھوں سے چھت کی طرف دیکھتی دیکھتی دم توڑ گئی تھیں وہ کمر تھام کر سڑک کے کنارے بیٹھ گیا اور رشیدہ کو گلے سے لگائے دیر تک دھاڑیں مار مار کر روتا رہا.... (شہاب نامہ)

ایک ملاقات اور اس کا انجام

مصر میں ایک مؤذن تھا.... اس نے مسجد کے منارہ سے ایک عورت کو دیکھا.... بدبختی سے وہ اس عورت پر عاشق ہو گیا.... بے چین ہو کر اس عورت کے پاس گناہ کی نیت سے گیا مگر اس عورت نے اسے قبول نہ کیا اور ناکام و نامراد اسے واپس کر دیا.... مؤذن نے اس سے واپسی پر یہ کہا کہ پھر میرے ساتھ نکاح کر لو کہ اب تو تمہارے بغیر مجھے کوئی چین نہیں آتا.... وہ کہنے لگی کہ تم مسلمان ہو اور میں عیسائی اس لئے میرے والد تم سے نکاح کرنے پر ہرگز راضی نہیں ہوں گے.... وہ مؤذن بولا! کہ میں عیسائیت کو تمہاری خاطر اختیار کرتا ہوں .... وہ عورت کہنے لگی کہ پھر اس صورت میں تمہاری بات والد صاحب مان ہی لیں گے.... چنانچہ وہ مؤذن اس عورت کی خاطر عیسائی بن گیا.... اس عورت کے گھر والوں نے مؤذن سے وعدہ کر لیا کہ وہ اب لڑکی کو تمہارے نکاح میں دے دیں گے.... خدا تعالیٰ کی شان

دیکھیں....اسی دن کی بات ہے کہ وہ کسی کام سے چھت پر چڑھا تو بدبختی سے اس کا پاؤں پھسل گیا اور نیچے گر کر مر گیا.... ہاتھ سے دین بھی گیا اور لڑکی بھی نہ ملی....(الزواجر)

میجر عبدالرحمٰن سے ایک ملاقات

میں اٹک قلعے میں اپنے دفتر میں ایک سرکاری کام میں مصروف تھا کہ سامنے سے ایک فوجی سپاہی کو گراؤنڈ میں سزا ہو رہی تھی....سخت گرمی کا موسم تھا....جون کا مہینہ تھا.... بارہ بجے کا ٹائم تھا....جب سزا کے دوران تھوڑا سا وقفہ اسے ملا تو اس نے ہاتھ منہ دھویا (وضو بنایا) اور گراؤنڈ میں سخت گرمی میں نماز شروع کی....وزنی پٹھو بھی اس کا بندھا ہوا تھا....میں اس کے متعلقہ میجر کے پاس گیا اور یہ سفارش کی کہ اس فوجی کی سزا معاف کر دیں اور میرے پاس اسے بلائیں....وہ آیا تو میں نے پوچھا کہ یہ سزا تجھے کیوں ملی ہے اس نے کہا کہ آج پریڈ پر میں ذرا دیر سے پہنچا....میں نے پوچھا کہ وقفے کے دوران تم نے پانی کیوں نہیں پیا ....اس نے کہا کہ الحمدللہ میں مسلمان ہوں اور میرا روزہ ہے....رمضان شریف کا مہینہ ہے ....میں نے پوچھا کہ تم نے نماز سخت دھوپ میں کیوں پڑھی اس نے کہا چونکہ سزا میں تھوڑا سا وقفہ ملا تھا تو یہ میں نے سوچا کہ میری نماز کہیں قضا نہ ہو جائے تو فوراً نماز پڑھی....

میجر میسی فرماتے ہیں کہ فوجی کی ان باتوں نے مجھے از حد متاثر کر دیا کہ سخت گرمی میں گراؤنڈ میں نماز بھی پڑھی اور روزہ بھی رکھا میں نے انگریزی ترجمے والا قرآن مجید منگوایا اور قرآن پاک کا مطالعہ شروع کر دیا اور جمعۃ المبارک کے دن شلوار قمیص پہن کر مسجد میں پہنچا اور اسلام لانے کا اعلان کر دیا....مسجد نعرہ تکبیر سے گونج اٹھی میرا نام عبدالرحمٰن میسی رکھا گیا دوسرے دن دہلی سے ایک بریگیڈیئر اور دو کرنل آ گئے اور میرا کورٹ مارشل کر دیا اور سارا سامان بھی بحق سرکار ضبط ہو گیا....دوسرے دن مجھے راولپنڈی لے گئے اور ریل گاڑی میں سوار کر کے وہاں سے جلاوطن کر دیا....میں لاہور اترا ایک ہوٹل میں کمرہ لیا اور اکثر خاموش رہتا تھا....ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کہ تم کون ہو اور کیسے آئے ہو؟

میں نے پوری تفصیل بتلائی کہ مجھے اسلام کے بارے میں کسی سے رہنمائی مل جائے

اس نے مجھے مرزائیوں کے پاس پہنچایا.... مجھے وہاں سکون نہیں ملا اور میں ڈاکٹر علامہ اقبال تک پہنچ گیا.... وہ بہت خوش ہوئے اور فرمایا دو دن کے بعد انجمن حمایت اسلام کا جلسہ ہونے والا ہے نواب صاحب آف بہاول پور آ رہے ہیں وہ مہمان خصوصی ہوں گے ان سے آپ کی ملاقات کرائیں گے.... میں نواب صاحب سے ملا بڑے خوش ہو گئے میں نے کہا میں کسی پر بوجھ نہیں بننا چاہتا.... مجھے باعزت روزگار مل جائے تو بہتر ہوگا....

نواب صاحب نے اپنی ریاست میں وہاں ایک فوجی یونٹ میں مجھے کرنل بنایا.... میری شادی کرائی.... میری یونٹ ٹریننگ میں تمام فوجی یونٹوں میں پہلے نمبر پر آ گئی.... نواب صاحب بڑے خوش ہو گئے مجھے بڑا انعام دیا کچھ عرصہ بعد میجر عیسی کا وہاں انتقال ہوا نواب صاحب نے فرمایا سڑک کے کنارے اسے دفنا دیں اور جو بھی وہاں سے گزرے فاتحہ اور دعا پڑھ کر گزرے .... نواب صاحب جب خود وہاں سے گزرتے تھے تو احتراماً اتر جاتے تھے اور دعا کر کے چلے جاتے تھے.... اسلام کے لئے کتنی بڑی قربانی دی.... مفادات اور نوکری تک چھوڑ دی....

خدارا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

ایک اعرابی سے ملاقات

کسی نے ایک اعرابی یعنی دیہاتی سے سوال کیا کہ عورتوں میں سب سے افضل کون ہے؟

اس نے جواب دیا جو کھڑی ہو تو عورتوں میں دراز قد ہو.... بیٹھے تو ان میں بڑی لگے.... بولنے میں سچی ہو اور غصے کے وقت بردبار ہو.... جب ہنسے تو صرف مسکرائے.... جب کوئی چیز بنائے تو خوب بنائے وہ اپنے خاوند کی فرمانبردار اور اپنے گھر میں زیادہ رہنے والی ہو.... اپنی قوم میں معزز ہو مگر خود کو کم تر سمجھے.... محبت کرنے والی اور اولاد دینے والی ہو اور اس کا ہر معاملہ قابل ستائش ہو....

ایک بخیل سے ملاقات

ایک بخیل آدمی نے گھر خریدا اور اس میں منتقل ہو گیا.... پہلے ہی دن ایک فقیر نے اس کا دروازہ کھٹکھٹایا تو اس نے کہا.... یفتح اللہ علیک (اللہ تمہیں کشادگی دے) تھوڑی دیر بعد دوسرا فقیر آ گیا تو بخیل نے کہا....''

"اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُوالْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ" (بے شک اللہ تعالیٰ روزی دینے والا اور مضبوط قوت والا ہے) تھوڑی دیر بعد تیسرا فقیر آ گیا تو بخیل نے اس سے کہا کہ

"وَاللّٰہُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ" (اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے)

پھر بخیل اپنی بیٹی کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا اس محلہ میں مانگنے والے کس قدر زیادہ ہیں؟

بیٹی نے جواب دیا کہ اے میرے والد اگر آپ کے عطاء کرنے کا یہی انداز رہا تو پھر ہمیں اس کی پرواہ نہیں....

باحیا نوجوان سے ملاقات

گلاسکو میں ہمارا ایک ساتھی تھا... بیمار ہوگیا... ہسپتال میں داخل ہوا.... تین دن تک داخل رہا.... چوتھے دن نرس اس سے کہنے لگی.... آپ مجھ سے شادی کرلیں.... اس نے کہا کیوں؟ میں مسلمان ہوں.... تیرا میرا ساتھ نہیں ہوسکتا.... کہنے لگی میں مسلمان ہو جاؤں گی.... پوچھا کیا وجہ ہے؟

کہا میری ہسپتال میں جتنی سروس ہے میں نے آج تک کسی مرد کو کسی عورت کے سامنے آنکھیں جھکاتے نہیں دیکھا سوائے تیرے .... تم میری زندگی میں پہلے شخص ہو جو عورت کو دیکھ کر نظر جھکا لیتے ہو.... میں آتی ہوں تو تم اپنی آنکھیں بند کر لیتے ہو.... اتنا بڑا حیا سچے دین کے سوا کوئی نہیں سکھا سکتا.... آنکھوں کی حفاظت نے اس کے اندر اسلام داخل کر دیا.... مسلمان ہوگئی دونوں کی شادی ہوگئی.... وہ لڑکی اب تک کتنی لڑکیوں کو اسلام میں لانے کا ذریعہ بن چکی ہے کتنی وہاں کی نرسیں خواتین بحمد اللہ مسلمان ہو چکی ہیں....

ایک نومسلم سے ملاقات

۱۹۷۸ء میں ایک پادری فرانس سے آیا وہ مسلمان ہوا تیونس کی جماعت کو دیکھ کر عبدالمجید اس کا اسلامی نام رکھا جب وہ رائیونڈ آیا تو اس پادری کی عمر 80 سال کے درمیان تھی تو اس نے بتایا کہ میں تیس برس سے قرآن پڑھتا تھا لیکن قرآن کے مطابق کسی کو دیکھا نہیں تھا.... مجھے یقین تھا کہ قرآن مجید حق ہے تو جماعت کو دیکھ کر مجھے اچھی خوشبو آئی ان کو اپنے گرجے میں ٹھہرایا کچھ

وصیتیں کیں....اس نے پاکستان آ کر کہا کہ میں آپ کو دو باتوں کی وصیت کرتا ہوں....

۱- آپ کا یہ جو لباس ہے پگڑی....داڑھی....شلوار اور کرتہ اس کو ہرگز ہرگز نہ چھوڑیں آپ چاہے جہاں ہوں جو آپ کا ظاہری حلیہ ہے اس میں وہ طاقت ہے جو کسی اور چیز میں نہیں....

۲- یورپ میں پھریں تو اذان دے کر باجماعت نماز پڑھیں .... یہ دو باتیں خنجر کی طرح میرے سینے میں لگتی ہیں یہ پادری ۷۵ برس کی عمر میں اپنے علم کا نچوڑ بتا رہا ہے پھر وہ دعا کیا کرتا تھا کہ یا اللہ میری موت فرانس میں نہ آئے کسی مسلمان ملک میں آئے چلے کے لئے تیونس گیا تھا وہیں انتقال ہوا وہیں دفن ہوا....(ایمان افروز واقعات)

ایک مجاہد ختم نبوت سے ملاقات

جن دنوں ختم نبوت کی تحریک زوروں پر تھی .... ختم نبوت کے پروانے گولیوں .... لاٹھیوں ....جیلوں اور حوالاتوں کے مزے لے رہے تھے ....ایک مسلمان نے سڑک کے درمیان آ کر بلند آواز میں نعرہ لگایا ''ختم نبوت زندہ باد....''

جونہی اس نے نعرہ لگایا.... پولیس والا آگے بڑھا اور اس کے گال پر زوردار تھپڑ مارا....تھپڑ کھاتے ہی اس نے پھر کہا.... ''ختم نبوت زندہ باد....'' اس بار پولیس والے نے اسے بندوق کا بٹ مارا....بٹ کھا کر وہ پہلے سے زیادہ بلند آواز میں گرجا.... ''ختم نبوت زندہ باد....''

اب تو پولیس والے اس پر جھپٹ پڑے....ادھر وہ ہر تھپڑ.... ہر لات اور ہر بٹ پر ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ لگاتا چلا گیا....وہ مارتے رہے.... یہاں تک کہ زخموں سے چور چور ہو گیا....اسی حالت میں اٹھا کر فوجی عدالت میں پیش کیا گیا....اس نے عدالت میں داخل ہوتے ہی نعرہ لگایا.... ''ختم نبوت زندہ باد....''

فوجی نے فوراً کہا.... ''ایک سال کی سزا....'' ایک سال کی سزا کا سن کر اس نے پھر نعرہ لگایا.... ''ختم نبوت زندہ باد''

فوجی نے فوراً کہا.... ''دو سال سزا....''

اس نے پھر نعرہ لگایا.... ''ختم نبوت زندہ باد....''

فوجی نے پھر کہا.... ''تین سال سزا....''

اس نے پھر ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ لگایا.... غرض وہ ایک ایک سال کر کے سزا بڑھاتا چلا گیا.... یہ ختم نبوت کا نعرہ لگاتا چلا گیا.... یہاں تک کہ سزا بیس سال تک پہنچ گئی.... بیس سال کی سزا سن کر بھی اس نے کہا.... ''ختم نبوت زندہ باد....''

اس پر فوجی نے جھلا کر کہا.... ''باہر لے جا کر گولی مار دو....''

اس نے گولی کا حکم سن کر کہا.... ''ختم نبوت زندہ باد....''

ساتھ ہی خوشی کے عالم میں ناچنے لگا.... ناچتے ہوئے بھی برابر نعرے لگا رہا تھا....

''ختم نبوت زندہ باد...... ختم نبوت زندہ باد...... ختم نبوت زندہ باد......''

عدالت میں وجد کی حالت طاری ہوگئی.... یہ حالت دیکھ کر عدالت نے کہا....

''یہ دیوانہ ہے.... دیوانے کو سزا نہیں دی جا سکتی.... رہا کر دو......''

رہائی کا حکم سنتے ہیں اس نے پھر کہا.... ''ختم نبوت زندہ باد......''

(میں بھی کہتا ہوں ختم نبوت زندہ باد.... آپ سب بھی کہیں.... ختم نبوت زندہ باد....)

وکیل کی ایک ستم رسیدہ عورت سے ملاقات

ایوب خان کے زمانے میں زرعی اصلاحات ہوئیں تو بڑے بڑے زمینداروں اور جاگیرداروں میں کھلبلی مچ گئی.... ڈیرہ غازی خان کا ایک زمیندار کسی اچھے اور ماہر وکیل سے صلاح مشورے کے لئے لاہور آیا.... پھر بار بار آنے کی ضرورت پیش آئی.... ضرورت کا تعلق بے تکلف اور پھر دوستی میں بدل گیا.... زمیندار جب بھی آتا وکیل کو اپنے ہاں چند دن گزارنے کی دعوت ضرور دیتا....

وکیل کو اپنے کسی مقدمہ کے سلسلے میں ہائی کورٹ ملتان بنچ میں پیش ہونا تھا.... ملتان پہنچے تو سوچا ڈیرہ غازی خان قریب ہے اچھا ہے اپنے کلائنٹ اور دوست سے ملتے چلیں.... فون کیا تو زمیندار خود جیپ لے کر ملتان پہنچ گیا.... سورج غروب ہونے میں ابھی کچھ وقت باقی تھا کہ ڈیرہ غازی خان شہر آ گیا لیکن جیپ باہر ہی سے ایک کچے راستے پر مڑ گئی.... مٹی دھول تو تھی مگر راستہ ہموار تھا.... آدھے پونے گھنٹے میں زمیندار کا ڈیرہ آ گیا.... جیپ اونچی

چار دیواری میں گھری حویلی کے بڑے گیٹ سے اندر داخل ہوئی اور پیپل کے ایک بڑے درخت کے نیچے جا کر رک گئی.... ایک نوکر نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا.... دوسرے نے مہمان کا اٹیچی کیس اٹھایا اور چل پڑا.... سامنے چبوترے پر میز کرسیاں لگی ہوئی تھیں.... دونوں جا کر کرسیوں پر بیٹھ گئے.... پھر زمیندار نے وکیل سے کہا آپ نہا دھو کر تازہ ہو لیں.... اتنی دیر میں کھانا تیار ہو جائے گا.... زمیندار اندر زنانہ حصہ میں چلا گیا اور نوکر نے مہمان خانے میں وکیل کے مخصوص کمرے کی طرف رہنمائی کی.... وکیل نے نہا دھو کر کپڑے بدلے اور باہر کرسیوں پر آ بیٹھا.... تھوڑی دیر میں زمیندار بھی آ گیا اور کھانا لگانے کا حکم دیا.... کھانا کھانے کے بعد دیر تک گپ شپ ہوتی رہی.... اچانک زنانہ حصے سے چیخ و پکار کی آوازیں بلند ہوئیں.... زمیندار نے اچانک گفتگو کا سلسلہ منقطع کر دیا اور تیزی سے اندر چلا گیا....

سفر کی تکان تھی.... اس لئے وکیل جلدی سو گیا.... صبح ناشتے پر وکیل اکیلا تھا.... آج زمیندار نے وکیل کے اعزاز میں اپنے یار دوستوں کو رات کے کھانے پر مدعو کیا تھا.... دن بھر دیسی مرغ ذبح ہوتے رہے اور دیگیں کھڑکتی رہیں.... شام کو خوب ہلا گلا تھا.... ناچ گانے کے لئے زنڈیاں ملتان سے آئی تھیں.... کھانے کے بعد شراب کا دور چلا اور رات بھر ناچ ہوتا رہا....

اس لئے وکیل صبح دیر گئے تک سوتا رہا.... 11 بجے آنکھ کھلی.... کسل مندی اتارنے کو غسل کیا اتنی دیر میں پراٹھے.... مکھن.... ساگ اور لسی کا ناشتہ تیار تھا.... نوکر نے بتایا کہ سردار کو ایک ضروری کام سے جلدی جانا تھا.... آپ کو جگانا مناسب نہ سمجھا لیکن اس نے کہا ہے کہ آج آپ باغات وغیرہ کی سیر کریں.... اس کے علاوہ آپ جو حکم کریں خدام حاضر ہیں.... وکیل نے کل رات زنان خانے سے چیخ و پکار اور سردار کے تشویش میں مبتلا ہو کر اٹھ جانے کے بارے میں نوکر سے کچھ کریدنے کی کوشش کی.... لیکن نوکر نے لاعلمی کا اظہار کیا.... تاثر یہی تھا کہ وہ جانتا ہے مگر بتا نہیں سکتا....

وکیل نے نوکر کے ہمراہ آم اور کھجوروں کے باغات اور سرسبز لہلہاتی فصلوں کی سیر کی.... سہ پہر کو واپسی ہوئی.... وکیل اپنے ہمراہ لائی ہوئی قانونی کتاب کا مطالعہ کرتا رہا اور رات کو کھانا کھا کر جلدی سو گیا.... آج سب نوکر چاکر سردار کی عدم موجودگی کی وجہ سے کھسک گئے

تھے اور حویلی میں سناٹا تھا.... وکیل کو سوئے ہوئے دو ڈھائی گھنٹے ہوئے ہوں گے کہ دروازے کی چرچراہٹ سے اس کی آنکھ کھل گئی.... اس نے لیٹے لیٹے دروازے کی طرف دیکھا تو کوئی کمبل کی بُکل مارے اس کی چارپائی کی طرف بڑھ رہا ہے.... وکیل اٹھ کر بیٹھ گیا.... آنے والے نے قریب آ کر کمبل اتار دیا.... وہ تو ایک خوبصورت بھرے جسم کی ایک عورت تھی جس نے ریشمی کپڑوں کے علاوہ بناؤ سنگار بھی کیا ہوا تھا.... چارپائی کے پاس پہنچ کر لمحہ بھر کو رکی اور پھر خود ہی پائنتی بیٹھ گئی.... وکیل نے پوچھا ''تم کون ہو اور یہاں کیوں آئی ہو؟

''اس نے وکیل کی طرف دیکھا اور خاموش رہی.... اس کی آنکھیں سرخ تھیں اور ہونٹوں پر کپکپاہٹ بہت واضح تھی.... وکیل نے اپنے سوال پر اصرار کیا تو اس نے دھیمی آواز میں کہا.... ''میں کون ہوں؟

یہ تو نہیں بتا سکتی لیکن کیوں آئی ہوں تو آدھی رات کوئی عورت بن سنور کر ایک غیر مرد کے پاس کیوں آتی ہے؟

''وکیل کوئی پارسا آدمی تو نہ تھا لیکن وہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ کوئی چکر نہ ہو.... اس نے کہا ''اگر تم اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گی تو پھر میں شور مچا دوں گا....'' اس نے کہا ایسا نہ کرنا میں تمہیں اپنے بارے میں بتا دیتی ہوں لیکن خدا کے لئے تم کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا....''

وکیل خاموش ہوا تو اس نے کہا.... میں سردار کی بہن ہوں.... میری عمر چھتیس سال ہے.... میری شادی صرف اس وجہ سے نہیں کی گئی کہ زمین دینی پڑے گی.... مجھے ہسٹریا کے دورے پڑتے ہیں آپ نے بھی چیخیں سنی ہوں گی....

جب ایسا ہوتا ہے تو چند دن میری خوب آؤ بھگت ہوتی ہے.... میں بری عورت نہیں ہوں لیکن سردار بازاری عورتوں کو لاتا ہے اور عیاشی کرتا ہے.... میں بھائی سے انتقام لینے اور اپنی خواہش پوری کرنے کے لئے موقع کی تلاش میں رہتی ہوں.... آج بھی ایسا ہی موقع ہے.... سردار بھی گھر پر نہیں اور نوکر چاکر بھی چھٹی پر ہیں....

وکیل نے کہا.... ''اگر سردار کو اس بات کا پتہ چل جائے تو......؟

اس نے کہا'' وہ ہم دونوں کو قتل کرا دے گا.... وکیل سہم گیا اور کہا'' میں سردار کا مہمان

ہوں اس کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچا سکتا.... ویسے بھی ابھی میں مرنا نہیں چاہتا....'' عورت کے چہرے پر مایوسی کی سیاہی چھا گئی اور وہ تھکے تھکے قدموں سے واپس لوٹ گئی....

یہ کسی ایک سردار زمیندار یا جاگیردار کی بہن کی کہانی نہیں.... بلکہ یہ ہر زمیندار.... جاگیردار اور وڈیرے کی کہانی ہے اور بہن ہر وہ عورت ہے جو جائیداد اور زمین کی جائز وارث ہو.... یہ بہن کبھی ماں ہوگی اور کبھی بیٹی.... جو بھائی اپنی جائیداد سے بہن کو حصہ نہیں دیتا وہ ایک بیٹی کو باپ کی وراثت سے محروم کرتا ہے.... ایسا کرنے والے وہ لوگ بھی ہیں جو بظاہر دیندار کہلاتے ہیں .... فرق صرف یہ ہے کہ وہ بہن کی شادی کرنے سے پہلے لکھوا لیتے ہیں کہ میں بھائی کے حق میں اپنی وراثت سے دستبردار ہوتی ہوں.... یوں تو ہر طرح کی جائیداد بہنوں کو دیتے ہوئے جان نکلتی ہے لیکن زمین کی تقسیم کو اپنے جسم کے ٹوٹے کرنے سے تشبیہ دی جاتی ہے.... اگر کوئی وڈیرا یا سردار سو ڈیڑھ سو مربعے کا مالک ہے تو اسے یہ سوچ کر غش آتا ہے کہ پچاس مربع بہن کو دینا پڑیں گے دو بہنیں ہوں تو پچھتر .... تین ہوں تو پھر بھائی کے پاس صرف ساٹھ مربع بچتے ہیں اور یہ اسے کب گوارا ہوگا.... اس کی نسبت بہن کو ساری عمر کے لئے کسی کمرے میں بند کرنا یا زہر دینا نسبتاً آسان ہے.... تھانیدار کو تو رشوت میں ایک مربع بھی کافی ہے....

حرام مال کے تین بڑے ذرائع ہیں.... وراثت کی غلط تقسیم .... چوری .... ڈاکہ .... غصب .... لوٹ کھسوٹ اور ناجائز کاروبار یا جائز کاروبار میں ناجائز طریقے .... اس میں ساٹھ فیصد حرام مال پہلے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے.... پھر یہ طریقہ عرفاً جائز اور حلال سمجھا جاتا ہے اور یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ بہنوں نے اپنی رضامندی سے جائیداد اپنے بھائیوں کے نام کی ہے اور جو بہنیں اپنی کسی خاص وجہ یا مفلسی کے پیش نظر مطالبہ کر دیں تو ان کو طنز و استہزاء کا نشانہ بنایا جاتا ہے کہ کون سا مربع چاہئے؟

آم کا یا سیب کا؟

کیا رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پیش نظر نہیں کہ جو ایک بالشت زمین بھی غصب کرے اس کی گردن میں ساتوں زمینوں کا طوق ڈالا جائے گا....

جرات مند ہیں وہ لوگ جو اس سزا کو بھگتنے کا حوصلہ رکھتے ہیں.... فَمَآ اَصۡبَرَهُمۡ عَلَى النَّارِ.

قیام پاکستان کیلئے قربان ایک ماں سے ملاقات

متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں نے ہندوؤں کے ہاتھوں انتقال اقتدار سے قبل اور بعد جو دردناک مصائب اور بے پناہ مظالم برداشت کئے یہ ایک ایسی طویل داستان درد ہے جس کے نمونے کے لئے بیسیوں دفتروں کی ضرورت ہے آپ کو ہندوؤں اور سکھوں کی بربریت اور درندگی کا اندازہ ہو سکے درج ذیل روح فرسا واقعہ سے ہوگا کہ غیر مسلموں نے قیام پاکستان کا کس طرح انتقام لیا....

مسلمان پناہ گزینوں کی ایک گاڑی کو جو پاکستان کی طرف آ رہی تھی .... بیاس کے قریب پٹڑی اکھیڑ کر روک لیا گیا ہے .... خطرہ کے احساس سے مردوں کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں .... عورتوں کی دبی دبی سسکیاں چیخوں میں بدل جاتی ہیں اور بچے .... نرم و نازک اور معصوم بچے سہم کر اپنی ماؤں سے لپٹ جاتے ہیں .... یہ گاڑی اس سے بھی پہلے کئی مقامات پر لٹ چکی ہے اور اس لوٹ میں ظالموں نے ایک تنکا تک نہ چھوڑا .... مدافعت کی کوئی صورت بن نہیں پڑتی .... بالآخر روشنیاں گل کرنے کے بعد کھڑکیاں چڑھا دی جاتی ہیں اور پھر گہرا سکوت چھا جاتا ہے....

اچانک گاڑی کے ہر دو اطراف سے فائروں کا طوفان اٹھتا ہے اور گولیاں کھڑکیوں کے پرخچے اڑاتی ہوئی انسانی جسموں میں پیوست ہونے لگتی ہیں .... ساری فضا خوفناک دھماکوں .... وحشیانہ نعروں اور قیامت خیز چیخوں سے بھر جاتی ہے .... نسوانی چیخیں .... بچوں کی بلبلاہٹ اور مردوں کے کراہنے کی آوازیں اور پھر یہ سب آہستہ آہستہ موت کی خاموشی میں تحلیل ہو جاتی ہے .... فائرنگ بند ہوتے ہی درندہ خصلت اور سفاک قاتلوں کا گروہ جھاڑیوں کی اوڑ سے نمودار ہوتا ہے اور برچھیوں .... کرپانوں اور کلہاڑیوں سے دم توڑتی ہوئی انسانیت پر پل پڑتا ہے .... پورے قافلے میں سے ایک متنفس بھی باقی نہیں بچتا .... گوشت کے لوتھڑے اور کٹے ہوئے اعضاء نیچے اور بکھرے پڑے ہیں .... ساری گاڑی لہولہان ہے .... خون ڈبوں سے رس رس کر پائیدانوں پر بہہ رہا ہے .... لاشیں سرد ہو چکی ہیں .... رات سنسان اور رواں ہے .... بھیڑئیے جا چکے ہیں....

لیکن ایک ماں جو نہ جانے اس خونیں محشر میں سے کس طرح بچ نکلی.... اپنے تین بچوں کے ساتھ ہانپتی کانپتی کھیتوں میں دیوانہ وار بھاگی چلی جارہی ہے.... خود حاملہ ہے.... اس پر شیر خوار بچے کا بار مستزاد.... دوسرے بچے بھی آنچل تھامے ساتھ گھسٹتے چلے جارہے ہیں.... تلوے کانٹوں اور ٹھوکروں سے چھلنی.... لباس تار تار ننھی سی جانیں ہلکان ہوئی جارہی ہیں.... قدم اٹھانا دوبھر ہو جاتا ہے.... رک جاتی ہے چاروں طرف نظر دوڑتی ہے.... تاریکی میں مایوسی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا.... طاقت سلب ہے اور ہمت شل.... کہاں جائے کیا کرے؟

منزل معدوم ہے.... پاکستان کی سرحدیں کوسوں دور.... اس کے باوجود مامتا کی بے قراریاں ہیں کہ بڑھنے پر مجبور کرتی ہیں.... وہ بڑھتی ہے اور اس امید پر کہ شاید اس آغوش کے لئے جس میں انسانی نسلیں پل کر پروان چڑھتی ہیں.... زمین کی ان وسعتوں میں کہیں پناہ مل جائے جہاں وہ اپنے بچوں کو کلیجے سے لگا کر چھپ جائے اور ابد تک باہر نہ نکلے....

رات کی درماندگیاں اسے بھٹکا کر سپیدۂ سحر تک ایک گاؤں کے قریب لا پھینکتی ہیں جہاں وہ ایک بار پھر خونخوار درندوں کے غول میں محصور ہو جاتی ہے.... ہجوم اسے پکڑ کر میدان میں لے آتا ہے.... ڈھول پیٹے جاتے ہیں.... سارا گاؤں تماشے کے لئے جمع ہو جاتا ہے اور وہ ان سب کے وسط میں بچوں کو اپنے ساتھ سمٹائے بت بنے کھڑی ہے.... اس کی روح فنا ہو چکی ہے لیکن مامتا جاگ رہی ہے.... زبان خاموش ہے لیکن اِس کی ملتجی آنکھیں فضاؤں میں قیامت خیز ارتعاش پیدا کر رہی ہیں.... زمین و آسمان نے سراپا مظلومیت کی ایسی تصویریں بہت ہی کم دیکھی ہوں گی....

جب شور وشغب زیادہ بڑھ جاتا ہے تو ایک درندہ ننگی کرپان لئے ہجوم میں سے نمودار ہوتا ہے اور اس کو اس انداز سے گھماتا ہے کہ پورا مجمع وحشیانہ قہقہوں سے جھنجھنا اٹھتا ہے.... بچے خوف سے سہم کر ماں سے لپٹ جاتے ہیں اور وہ انہیں اپنے آنچل میں اس طرح چھپا لیتی ہے گویا جگر کے ٹکڑوں کو سینہ میں سی لیا ہو.... درندہ بڑھتے بڑھتے قریب آ پہنچا ہے اور جھپٹ کر بڑے بچے کو چھین لیتا ہے.... بچہ چیختا چلاتا ہے ماں کی طرف بازو اٹھا کر لپکتا ہے.... التجائیں کرتا ہے ہاتھ جوڑتا ہے مگر بے سود کرپان ابھرتی ہے کوندتی ہے اور معصوم کے

پھول سے جسم میں پوری شقاوت سے تیر جاتی ہے....

ہجوم مسرت سے دیوانہ ہوتا ہے....ڈھول زور زور سے بجنے لگتے ہیں اور بے بس مامتا پتھرائی ہوئی آنکھوں سے اپنے لختِ جگر کے لاشے میں زندگی کے آثار ڈھونڈ رہی ہے لیکن وہ خون کے تالاب میں آخری ہچکولے لے کر سرد ہو چکا ہے....کائنات اس دور انگیز منظر پر دم بخود ہے....

درندہ پھر غراتا ہے، جھپٹتا ہے اور دوسرے بچے کو بھی جھنجھوڑ کر ماں کی آغوش سے الگ کر لیتا ہے....بچے کی بلبلاہٹ مامتا کو پناہ کے لئے پکارتی ہے اور اس سے بیشتر ماں سکتے کے عالم سے چونکے....بچے کی بلبلاہٹ غوں غوں بن کر حلق میں شہ رگ کے ساتھ ہی کٹ جاتی ہے....

انسانیت کی شاداب ٹہنی سے دو پھول نوچے اور مسلے جا چکے ہیں مگر ایک ننھی سی کلی پتیوں کی اوٹ میں سے ٹہنی کے ساتھ اس سے سمٹی ہوئی ہے کہ اس کا وجود کا گمان نہیں گزرتا ....ہجوم اس خونیں ڈرامے کے آخری منظر کے لئے حد درجہ بے تاب ہو رہا ہے....وحشیانہ رقص اور شیطانی قہقہوں میں شدت بڑھ گئی....کچھ درندے شراب میں بدمست فحش گیت گا رہے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ ایسی مکروہ اور گھناؤنی حرکات کا مظاہرہ کر رہے ہیں کہ تہذیب دیکھ پائے تو مارے شرم کے خود اپنا گلا گھونٹ لے....

بے بس خاتون ان سب کے درمیان مجبور و محصور اپنے شہید بچوں کے سرہانے اس عالم میں کھڑی ہے کہ غم و غصہ اور غیرت سے اعصاب میں کپکپی ہے لیکن ماتھے پر سرد پسینہ زبان پر رحم و التجا کی ہزاروں بے ربط درخواستیں تھرا رہی ہیں لیکن لب خودی سے سلے ہوئے بے چین و مجروح دل کی لرزشیں سیلاب بن کر اٹھتی ہیں مگر آنکھوں تک پہنچتے پہنچتے منجمد ہو جاتی ہیں وہ اس غیور قوم کی پاکباز بیٹی ہے جس نے چیتھڑوں میں ملبوس ہو کر کجکلاہوں کے تاج تو اتارے ہیں لیکن احتیاج کی بھیک کے لئے کبھی ہاتھ نہیں پھیلائے....اب وحشت و بربریت کے ان طوفانوں میں وہ اپنے جگر کی آخری قاش کو سینہ سے چمٹائے اس تھپیڑے کی منتظر ہے جو اپنی حشر سامانیوں کے ساتھ اس کی طرف بڑھتا چلا آرہا ہے....

برچھے کا ایک بھرپور وار حاملہ کے پیٹ کو چھیدتا ہوا کمرے سے پار ہو جاتا ہے اور بچی ماں کی گود سے اچھل کر دور جا گرتی ہے....درندوں کا غول فتح مندی کے نعرے لگاتا منتشر ہو

جاتا ہےاور بچی اپنے ماحول سے بے خبر میدان میں پڑی بلکتی رہتی ہے جب بھوک ستاتی ہے تو ماں کی طرف رینگتی ہے.... ننھے ننھے ہاتھ اور گھٹنے کوکھ مادر سے نکلے ہوئے خون سے لت پت ہو جاتے ہیں.... جب قریب پہنچتی تو وہ مردہ جسم سے لپٹ کر دودھ چوسنے لگتی ہے....

ایک محبّ رسول سے ملاقات

اختر شیرانی اردو کے مشہور شاعر گزرے ہیں لاہور کے عرب ہوٹل میں ایک دفعہ کمیونسٹ نوجوان نے جو بلا کے ذہین تھے اختر شیرانی سے مختلف موضوعات پر بحث چھیڑ دی اس وقت ہوش قائم نہ تھے تمام بدن پر رعشہ طاری تھا....حتیٰ کہ الفاظ بھی ٹوٹ ٹوٹ کر زبان سے نکل رہے تھے....ادھر''انا'' کا شروع سے یہ حال تھا کہ اپنے سوا کسی کو نہیں مانتے تھے جانے کیا سوال زیر بحث تھا....فرمایا''مسلمانوں میں تین شخص اب تک ایسے پیدا ہوئے جو ہر اعتبار سے جینیس بھی ہیں اور کامل الفن بھی.... پہلے ابوالفضل....دوسرے اسداللہ خان غالب....تیسرے ابوالکلام آزاد....'' شاعر وہ تو شاذ ہی کسی کو مانتے تھے ہمعصر شعراء میں جو واقعی شاعر تھا اسے بھی اپنے سے کمتر خیال کرتے تھے کمیونسٹ نوجوان نے''فیض'' کے بارے میں سوال کیا....طرح دے گئے''جوش'' کے متعلق پوچھا کہا وہ ناظم ہے....''سردار جعفری'' کا نام لیا.... مسکرائے....فرمایا.... مشق کرنے دو....''ظہیر کاشمیری'' کے بارے میں کہا نام سنا ہے احمد ندیم قاسمی؟

فرمایا میرا شاگرد ہے....''نوجوان نے دیکھا کہ ترقی پسند تحریک ہی کے منکر ہیں تو بحث کا رخ پھیر دیا....''حضرت! فلاں پیغمبر کے بارے میں کیا خیال ہے؟

''آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں نشہ میں چور تھے زبان پر قابو نہیں تھا لیکن چونک کر فرمایا ''کیا بکتے ہو؟

ادب و انشاء یا شعر و شاعری کی بات کرو'' کسی نے فوراً ہی افلاطون کی طرح رخ موڑ دیا ان کے مکالمات کی بابت کیا خیال ہے؟

ارسطو اور سقراط کے بارے میں سوال کیا؟

مگر اس وقت وہ اپنے موڈ میں تھے فرمایا اجی پوچھو یہ کہ ہم کون ہیں یہ ارسطو افلاطون یا

سقراط آج ہوتے تو ہمارے حلقے میں بیٹھتے ہمیں ان سے کیا کہ ان کے بارے میں رائے دیتے پھریں.... ''اس لڑکھڑائی ہوئی آواز سے فائدہ اٹھا کر ایک ظالم قسم کے کمیونسٹ نے سوال کیا.... ''آپ کا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا خیال ہے''؟

اللہ.... اللہ ایک شرابی جیسے کوئی برق تڑپی ہو.... بلور کا گلاس اٹھایا اور اس کے سر پر دے مارا ''بد بخت! ایک عاصی سے سوال کرتا ہے.... ایک سیہ رو سے پوچھتا ہے ایک فاسق سے کیا کہلوانا چاہتا ہے؟

تمام جسم کانپ رہا تھا ایکا ایکی رونا شروع کیا.... گھگھی بندھ گئی.... ایسی حالت میں تم نے یہ نام کیوں لیا.... تمہیں جرأت کیسے ہوئی؟

گستاخ! بے ادب ''با خدا دیوانہ باش.... وبا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوشیار'' اس شریر سوال پر توبہ کرو تمہاری خبث باطن سمجھتا ہوں.... خود قہر وغضب کی تصویر ہو گئے اس نے بات کو موڑنا چاہا مگر اختر کہاں سنتے تھے اسے اٹھوا دیا پھر خود اٹھ کر چلے گئے تمام رات روتے رہے کہتے تھے ''یہ لوگ اتنے نڈر ہو گئے ہیں کہ آخری سہارا بھی ہم سے چھین لینا چاہتے ہیں.... گنہگار ضرور ہوں لیکن یہ مجھے کافر بنا دینا چاہتے ہیں'' وہ غیرت وحمیت تو اختر شیرانی میں تھی ہم ہوش وحواس میں ہوتے ہوئے بھی اپنے آخری سہارے کی حفاظت بھی نہیں کر سکتے....

ایک امیر لشکر سے ملاقات

ایک جنگ میں کافروں کے بڑے نے اعلان کیا کہ اسلامی لشکر کے امیر صلاح الدین ایوبی کا سر جو شخص لے کر آئے گا اس کو میری لڑکی دی جائے گی.... سارے کافر بھاگ دوڑ کرنے لگے.... ایک صاحب نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ بہت جوش وخروش کافروں کی طرف سے نظر آ رہا ہے.... ان کو بتایا گیا کہ معاملہ یہ ہے کہ اس طرح انعام کا اعلان کیا گیا ہے.... ان صاحب نے کہا ایسا کیوں نہیں کرتے کہ ان کی جوتی ان کے ہی سر.... چنانچہ اعلان کیا گیا کہ مسلمانوں میں جو شخص رچرڈ کی بیٹی کو اٹھا لائے گا اسی کو دی جائے گی....

یہ اعلان صبح سویرے نو بجے کے قریب کیا گیا تھا.... شام کے قریب ہی ایک مسلمان یہ کام پورا کر کے آئے کہ لیجئے یہ ہے وہ.... (گلہائے رنگا رنگ)

ماں کے نافرمان سے ڈاکٹر کی ملاقات

"ضلع ملتان کے ایک گاؤں میں ماں بیٹے کا اکثر بیوی کی وجہ سے گھر میں جھگڑا رہتا تھا...... ایک دن بیٹا اپنے کام سے شام کے وقت سوا چار بجے جب گھر آیا تو اسکی بیوی نے اپنی ساس کے متعلق شکایت کی کہ آج پھر مجھے آپ کی والدہ نے ناجائز تنگ کیا ہے اور برا بھلا کہا ہے.... خاوند نے روز روز کی اس لڑائی کو ختم کرنے کے لئے اپنی بیوی کی بات سننے کے بعد گھر میں جلتے ہوئے چولہے سے جلتی ہوئی لکڑی نکال کر اپنی ماں کو اس جلتی ہوئی لکڑی سے مارنا شروع کر دیا.... شام ساڑھے چار بجے سے پانچ بجے تک بیٹا اپنی ماں کو اس جلتی ہوئی لکڑی سے مارتا رہا.... والدہ مار کھاتی رہی اور یہ بددعا دیتی رہی کہ خدا تجھے بھی ایسی ہی جلتی لکڑی کا عذاب دے اور تو بھی ایسے ہی تڑپے جس طرح تو مجھے تڑپا رہا ہے.... بددعائیں دیتی ماں فوت ہوگئی.... اس وقت سے لے کر اب تک جب شام ساڑھے چار بجے کا وقت ہوتا ہے تو اس بیٹے کے جسم پر ساڑھے چار بجے سے پانچ بجے شام تک کالے داغ اسی اسی جگہ بن جاتے ہیں جس جس جگہ پر اس بیٹے نے جلتی ہوئی لکڑی اپنی ماں کے جسم پر ماری تھی اور اتنی تکلیف ہوتی ہے کہ برداشت سے باہر ہو جاتی ہے.... ملتان کے نشتر ہسپتال میں برائے علاج اس کا والد اپنے اس نافرمان بیٹے کو داخل کراتا ہے تو ڈاکٹروں کو سمجھ نہیں آتی کہ یہ بیماری کیا ہے اور اس کا علاج کیا ہے کیونکہ جب ساڑھے چار کا وقت ہوتا ہے تو اس کے جسم پر کالے داغ بننے شروع ہو جاتے ہیں اور شام پانچ بجے تک تکلیف دہ صورت حال کے ساتھ درد قائم رہتا ہے پھر پانچ بجے کے بعد تکلیف دور ہو جاتی ہے اور جسم سے داغ بھی ختم ہو جاتے ہیں یہ سلسلہ چلتا رہا.... آخر ایک دن اس بیٹے کے والد نے ڈاکٹروں کو کہا کہ اس کو کوئی زہر کا ٹیکہ لگا کر اس کو موت کی نیند سلا دیں مجھ سے اس کی یہ تکلیف برداشت نہیں ہوتی.... یہ سزا اس کو اس کی ماں کی بددعا اور نافرمانی کی وجہ سے مل رہی ہے...."

ایک مفسر پروفیسر کی علامہ اقبال سے ملاقات

ایک کالج کے پروفیسر کو شوق ہوا کہ میں قرآن پاک کی تفسیر لکھوں.... خوب بکے گی

.... پیسے اچھے آئیں گے لکھنی شروع کردی....اب دل میں سوچ رہا ہے کہ بکے گی کیسے؟ مجھے تو کوئی جانتا نہیں....کوئی بڑے مولوی صاحب لکھیں کہ یہ تفسیر بہت اچھی ہے.... پھر تو بکے گی لیکن مولوی صاحب ایک ایک صفحہ میں بیس بیس غلطیاں نکال لیں گے....ہوسکتا ہے کہ مجھے ویسے ہی برا بھلا کہنا شروع کردیں....لکھتا رہا....سوچتا رہا....آخر ایک دن دل میں خیال آیا کہ علامہ اقبالؒ شاعر ہے دین کا درد دل میں رکھتا ہے لیکن مولوی تو نہیں ہے ناں ....اسے تفسیر دکھاؤں گا....ویسے ہی دیکھ کر خوش ہو جائے گا کہ تفسیر اچھی ہے....علامہ اقبال مشہور آدمی ہے دو سطریں لکھ دے گا میرا کام بن جائے گا....یہ آدمی تفسیر کا ایک حصہ لے کر علامہ اقبالؒ کے پاس چلا گیا کہ جی میں نے تفسیر لکھنا شروع کی ہے جو عقلی شبہات کالجی لڑکوں میں پھیلائے جاتے ہیں ان کو سامنے رکھ کر تفسیر لکھی جائے تاکہ ان فتنوں کا انسداد ہو جائے....بہت اچھا کام ہے....کہنے لگا میں ساتھ بھی لایا ہوں....آپ اس پر کچھ لکھ دیں کہا اچھا رکھ دو.... میں پڑھوں گا پھر بعد میں آنا اب کوئی دو ماہ بعد پروفیسر صاحب گئے .... پروفیسر صاحب کا خیال تھا کہ ڈاکٹر صاحب خود ہی تفسیر کا ذکر چھیڑیں گے ....انہوں نے کوئی بات ہی نہیں کی.... پروفیسر نے اٹھتے وقت کہا میں آپ کو تفسیر دے کر گیا تھا....

فرمایا آپ کی تفسیر میں نے پڑھی....آپ کی تفسیر سے میری ایک بہت بڑی غلط فہمی دور ہوگئی کہ میں آج تک اس غلط فہمی میں مبتلا تھا کہ تاریخ اسلام میں سب سے زیادہ مظلوم ہستی حضرت حسینؓ کی ہے کہ پردیس میں چھوٹے چھوٹے بچے ذبح کردیئے گئے لیکن آپ کی تفسیر پڑھ کر میری غلط فہمی دور ہوگئی کہ نہیں حسینؓ سے بھی زیادہ مظلوم خدا کا قرآن ہے کہ جو بھی اٹھتا ہے اس کی تفسیر لکھنا شروع کردیتا ہے....(از خطبات امین)

ایک ثابت قدم نوجوان سے ملاقات

حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ....نے فرمایا:

''مولانا عبداللہ ایک نوجوان کو مجھ سے ملانے کے لئے لائے اور بتایا کہ یہ وہ خوش نصیب نوجوان ہے جو روسی انقلاب کے زمانے میں بھی پانچ مرتبہ کھلے عام اذان دیتا اور

نماز پڑھتا تھا.... یہ سن کر مجھے بہت حیرت ہوئی.... میں نے پوچھا.... وہ کیسے؟

اس نوجوان نے اپنی پیٹھ پر سے کپڑا ہٹا دیا.... اس کی پیٹھ کے ایک ایک انچ پر زخموں کے نشانات موجود تھے.... میں نے پوچھا.... یہ کیا ہے؟

اس نوجوان نے کہا: ''جب میں نے پہلی مرتبہ اذان دی تو پولیس والے مجھے پکڑ کر لے گئے اور خوب مارا.... میں جان بوجھ کر اس طرح ہو گیا جیسے کوئی پاگل ہوتا ہے.... پولیس والے جتنا زیادہ مارتے میں اتنا ہی زیادہ ہنستا.... ایک ہی وقت میں کئی کئی پولیس والے مارتے اور مارتے مارتے تھک جاتے مگر میں اللہ رب العزت کے نام پر مار کھاتے ہوئے نہ تھکتا مجھے بجلی کے جھٹکے بھی لگائے گئے کئی کئی گھنٹے برف پر لٹا دیا جاتا.... پوری رات الٹا لٹکا دیا جاتا.... گرم چیزوں سے داغا جاتا.... میرے ناخن کھینچے گئے مگر میں سب کچھ برداشت کرتے ہوئے ان پر ظاہر کرتا جیسے میں کوئی پاگل انسان ہوں اور جان بوجھ کر پاگلوں والی حرکتیں کرتا رہتا....

پولیس والوں نے ایک سال تک پٹائی کرنے کے بعد مجھے پاگل خانے بھجوا دیا وہاں بھی میں نے ایک سال اسی طرح گزارا.... حتیٰ کہ ڈاکٹر نے لکھ دیا کہ یہ شخص پاگل ہے اور اس کا ذہنی توازن خراب ہے.... یہ کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا.... اپنے آپ میں مگن رہتا ہے لہٰذا اب اسے دوبارہ گرفتار نہ کیا جائے.... اس کے بعد مجھے آزاد کر دیا گیا میں نے ایک چھوٹی سی مسجد نما جگہ بنا لی.... دن میں پانچ مرتبہ اذان دینا اور کھلے عام نماز پڑھتا تھا'' یہ سن کر میں نے اس کی پیشانی کو بوسہ دیا.... اور اس کی ثابت قدمی پر رشک کرتا رہا....

انگلستان میں ایک مسلمان بچہ سے ملاقات

بچہ کی والدہ لکھتی ہیں.... اب یہ قریب 9 سال کا ہو جائے گا اسے قدرتاً مذہب سے اس قدر لگاؤ ہے کہ یہاں لوگ حیران ہیں یہاں پر سکول میں دوپہر کا کھانا ملتا ہے سب سکول میں کھاتے ہیں گوشت وہی حرام ہوتا ہے سود بھی ملتا ہے ہم نے اس سے صرف یہ کہہ دیا تھا کہ ہم کھانے کا پورا روپیہ سکول کو دیں گے لیکن تم حرام گوشت نہ کھانا.... سب یہی کہتے تھے کہ یہ حرام گوشت کھانے سے نہیں بچ سکتا.... یہاں سب مسلمان کھاتے ہیں اور یہ تو بچہ ہے لیکن اس بچے نے کمال کر دیا.... صرف ابلے ہوئے ذرا سے آلو یا ترکاری.... وہ بھی اگر

گوشت سے علیحدہ ہوتی تو چکھ لیتا.... اور اس گوشت میں پڑا ہوا چمچہ بھی استعمال نہیں کرتا تھا.... جب ٹیچرس نے بہت کہا تو کہہ دیا میں ہرگز نہیں کھاؤں گا.... مجھے پسند نہیں اور یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ ہم یہاں آس پاس نئے نئے آئے تھے.... حلال گوشت صرف مانچسٹر میں ملتا ہے.... یہاں نہیں ملتا.... یہ بچہ بے حد لاڈ پیار میں پلا ہے اور شروع سے صرف گوشت ہی کھاتا تھا.... انڈا وغیرہ کچھ نہیں کھاتا اب گھر میں مہینے مہینے گوشت نہیں ملتا.... سکول میں ملتا ہے تو اس طرح انکار کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ چاہے زندگی بھر گوشت نہ ملے چاہے دال کھا کر زندہ رہوں چاہے کچھ بھی نہ ملے حرام تو نہیں کھاؤں گا.... جب اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا تو ہم اس کے بندے ہیں بھلا کیسے کھا سکتے ہیں اور اگر اللہ چاہے گا تو ہم کو حلال کھلا دے گا.... اس طرح ڈھائی مہینے گزر گئے....

ایک مرتبہ ایک صاحب مرغی لائے اور کہا میں نے جھٹکے سے نہیں بلکہ چاقو سے ذبح کی ہے یہ صاحب چونکہ عیسائی تھے اور اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے اس لئے ہم نے ان سے مرغی خرید لی اس پر ہمارا لڑکا کہنے لگا نہیں کھاؤں گا.... ان عیسائیوں کا کچھ اعتبار نہیں.... جب ہم نے بہت سمجھایا تو سوچ کر بولا اچھا چلئے قرآن شریف میں مجھے دکھایئے میں خود ترجمہ پڑھوں گا کہ اہل کتاب کے ہاتھ کا کھا سکتے ہیں یا نہیں.... جب اس کو قرآن کریم دکھایا اور پھر ہم نے خود کھانا شروع کیا تب وہ کھانے بیٹھا اس کے دو دن بعد کیا دیکھتے ہیں کہ مانچسٹر سے ایک ملنے والے ہمارے لئے بہت سا حلال گوشت اور مٹھائی وغیرہ لے کر آئے اور کہنے لگے کہ ہمیں خیال آیا کہ آپ نمازی آدمی ہیں شاید وہاں کا گوشت نہ کھاتے ہوں اس لئے ہم یہ لے آئے.... جب وہ چلے گئے تو بچہ بولا دیکھا اللہ پر بھروسہ کیا تو اس نے حلال گوشت دے دیا....

ایک دن گھر آ کر بولا میں کل سے سکول میں ہرگز کھانے کے وقت نہیں رہوں گا گھر آ کر کھاؤں گا.... پھر فوراً بھاگ کر سکول جاؤں گا.... میں نے کہا سردی اور بارش میں اتنی دور آنا جانا مشکل ہوگا.... ہاں گوشت نہ کھاؤ صرف میٹھا وغیرہ یا سبزی کھا کر وقت گزارو.... پھر آ کر چھٹی میں کھا لیا کرو لیکن وہ نہ مانا اور کہنے لگا کہ وہ اصرار کرتے ہیں اب تو میں کھانے کی میز پر ہرگز نہیں بیٹھوں گا.... اس دن سے وہ کھانے کے وقت وہاں نہیں ٹھہرتا تھا.... ایک

ہندو ڈاکٹر کا گھر سکول کے قریب ہے کہنے لگا یہ کسی طرح مل جائے.... میں نے کہا بیٹے! یہ ناممکن ہے تو اس پر کہنے لگا ''اگر اللہ چاہے؟

آپ تو یہ کہتی کہ ہر ناممکن کام اللہ چاہے تو ہوسکتا ہے....'' میں بولی یہ بالکل ٹھیک ہے ....اس بات کو چند ہفتے ہی گزرے ہوں گے کہ اچانک وہ ڈاکٹر سروس چھوڑنے لگے....اور اب وہ گھر ہم کو مل گیا ہے ہسپتال والوں نے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو وہ مکان لے لیں.... اب وہ بچہ کہتا ہے کہ دیکھ لیجئے اللہ حرام سے بچنے والوں کی کس قدر مدد کرتا ہے اس کی یہ حالت دیکھ کر ایک پاکستانی صاحب نے حرام گوشت کھانے سے توبہ کر لی....

بچے کی اپنے والد سے ملاقات

چنانچہ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ ایک بہت بڑا درویش اور اس درویش کا اس زمانے کا بادشاہ بڑا معتقد تھا....وہ درویش بڑا مکار دنیا دار تھا.... بادشاہ نے اس درویش کو دعوت کی اور تمام ارکان دولت کو اور سلطنت کے بڑے بڑے عہدے داروں کو بلایا.... یہ درویش جب اپنے گھر سے چلا تو اپنے ایک معصوم چھوٹے بچے کو بھی ساتھ دعوت پر لے آیا.... یہ معصوم بچہ اپنے باپ کے ساتھ دعوت میں آیا اور باپ کے پاس آ کے بیٹھ گیا....دعوت میں بڑے بڑے عجیب وغریب قسم کے کھانے....عجیب قسم کی ڈشیں تیار کی گئی تھیں....

کھانا چنا گیا تو بادشاہ نے کہا کہ آپ بسم اللہ کریں....شروع کریں....سب ارکان دولت انتظار میں کہ یہ درویش شروع کرے تو ہم بھی شروع کریں اس نے کھانا شروع کیا اور یہ معصوم بچہ جو سادہ لوح ہے وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے....درویش نے کوئی پانچ سات لقمے کھائے اور کھانے کے بعد اپنا ہاتھ روک لیا.... بادشاہ نے کہا کہ حضور کھانا کھایئے....درویش نے کہا....بس! میں اتنا ہی کھاتا ہوں....میری خوراک اتنی ہی ہے اس سے زیادہ نہیں....

بادشاہ کا اور زیادہ اعتقاد بڑھ گیا کہ ہم نے یہ سنا ہے کہ یہ ساری ساری رات بندگی اور عبادت کرتے ہیں ان کا تو نورانیت سے پیٹ بھر جاتا ہے اس کی جسمانی غذا کتنی کم اور تھوڑی ہے....

اس نے جو کھانا کھایا....بچہ دیکھ رہا ہے....شیخ سعدیؒ نے لکھا ہے کہ عشاء کی نماز جب پڑھنے کے لئے گئے تو سب لوگ نماز پڑھ کے فارغ ہو گئے مگر درویش کی نماز ختم ہی نہیں ہوتی....شیخ

سعدیؒ نے یہ الفاظ لکھے ہیں.... بڑے پیارے الفاظ ہیں.... طعام مختصر خورد و نما نماز طویل خواند.... کھانا مختصر اور نماز لمبی.... جب یہ نماز سے فارغ ہوا تو معصوم بچے کو لے کر گھر گیا اور جا کر بیوی سے کہا کہ بھوک لگی ہے.... جلدی سے کھانا لاؤ.... بیٹا حیران ہے.... بیٹا یہ سب کچھ دیکھ کے آیا ہے.... بچہ معصوم ہے وہ داؤ پیچ کو نہیں سمجھتا.... بیوی کھانا لائی اور جب یہ کھانے بیٹھ گئے تو بچہ کہتا ہے.... بڑے پیارے الفاظ ہیں.... اس بچہ نے کہا کہ "پدر من در مجلس سلطان چرا طعام نہ خوردی؟

"اے میرے ابا جان! آپ نے بادشاہ کی محفل میں کھانا کیوں نہیں کھایا؟

باپ نے سوچا کہ اس نے سوال بھی عجیب کر دیا ہے.... اس نے جواب دیا "طعام نخوردم کو تقاضا بودم" بیٹا! میں نے وہاں پر اس مصلحت سے ایک دکھاوے کے خیال سے کھانا نہیں کھایا تا کہ تیرے باپ کا اعتقاد بڑھ جائے.... اس لئے مجھے گھر آ کر کھانا کھانا پڑا تو بیٹا کہتا ہے کہ جب آپ نے کھانا دکھاوے کے لئے کھایا تھا تو اس نماز کی بھی قضا کر لیجئے جو صرف دکھانے کے لئے لمبی پڑھی تھی....

آپ نے اندازہ لگایا کہ خود انسان یہ سمجھتا ہے کہ جو کام کسی مصلحت اور کسی مفاد کی خاطر کیا جائے وہ قابل اعادہ ہے.... لوٹانے کے قابل ہے.... وہ عمل.... عمل نہیں ہے.... باپ کے پاس کوئی جواب نہیں تھا.... افسوس یہ ہے کہ دکھاوے کے کھانے کے قضا تو ہم کرتے ہیں اور دکھاوے کی نماز کی قضا نہیں کرتے....

پیارے بچو! ہمیں اس بچے کے واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہم جو کام کریں اس میں دکھلاوا نہ ہو بلکہ اللہ کی رضا کے لئے کریں اور کوئی ایسا کام بھی نہ کریں جس سے دوسروں کو دھوکا ہو اس لئے کہ یہ دکھلاوا اور دھوکا دونوں اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں....

اللہ تعالیٰ ہمیں نیک بنائے.... آمین

قرآنی آیات سے گفتگو کرنیوالے بچے سے ملاقات

جناب محمد حسین السلام علیکم!

ج: سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيمٍ.... (سورۃ یٰسین آیت ۵۸)

ربِ مہربان کی طرف سے سلام کا پیغام آئے....

س: اپنا تعارف کروائیں....

ج: اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ .... (مریم....۳۰)

(بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں) (اپنا تعارف کروانے کے بجائے انہوں نے قرآن کریم کی آیہ کریمہ سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو خدا کا بندہ کہا)

س: آپ کا مزاج کیسا ہے؟

ج: وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا (نحل....۱۸)(ابراہیم....۳۴)

اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہیں کر سکو گے....

س: آپ کی عمر کیا ہے؟

ج: وَلَا خَمْسَۃٍ اِلَّا ھُوَ سَادِسُھُمْ (المجادلہ....۷)

(کوئی پانچ افراد ایسے نہیں ہوتے مگر وہ.... اللہ ان میں چھٹا ہوتا ہے) آیہ کریمہ کی مدد سے انہوں نے اپنی عمر "چھ" سال بتائی....

س: حفظ قرآن کریم کے علاوہ آپ کی دیگر مصروفیات بھی ہیں؟

ج: وَلِیَ فِیْھَا مَاٰرِبُ اُخْرٰی (طہٰ....۱۸)

(اور میں اس سے کچھ اور بھی کام لیتا ہوں) یعنی میں کچھ دوسرے کام بھی کرتا ہوں (مراد یہ ہے کہ حفظ قرآن کے علاوہ آیات کی مدد سے تکلم اور ان سے محاورے کا کام بھی لیتا ہوں)

وَمَا عَلَّمْنٰہُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْبَغِیْ لَہٗ (یاسین ۶۹)

(ہم نے ہرگز (اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کو شعر کی تعلیم دی اور نہ ہی اس کیلئے مناسب ہے)....یہ آیت اس لئے بیان کی کہ گلستان سعدی و محتشم کاشانی کے اشعار بھی حفظ ہیں....

وَالسَّمَآءَ بَنَیْنٰھَا بِاَیْدٍ (الذاریات....۴۷)

(ہم نے آسمان کو اپنے ہاتھوں سے یعنی اپنی قدرت سے بنایا) سید محمد حسین کی صلاحیتوں میں سے ایک حیران کن صلاحیت یہ بھی ہے کہ وہ اپنے والد گرامی کے ہاتھ کے اشاروں سے مطلوبہ آیات کو سمجھ لیتے ہیں اس کے بغیر کہ انہیں کوئی ایک لفظ بھی بتایا جائے....

س: آپ قرآن کریم کو کتنا پسند کرتے ہیں؟

ج: اِنِّیۡۤ اَحۡبَبۡتُ حُبَّ الۡخَیۡرِ (ص:۳۲)

(اسے میں اپنے رب کی خاطر پسند کرتا ہوں یعنی میں اچھی چیزوں کو پسند کرتا ہوں)

س: شب وروز میں آپ قرآن کریم کی تلاوت..... کس وقت کرتے ہیں؟

ج: فَسُبۡحٰنَ اللّٰهِ حِیۡنَ تُمۡسُوۡنَ وَحِیۡنَ تُصۡبِحُوۡنَ (الروم..... ۱۷)

(اللہ تعالیٰ پاک ومنزہ ہے... اسی کی تسبیح وتنزیہ کرو... جس وقت شام کرتے ہو اور صبح کرتے ہو)

مراد یہ ہے کہ میں رات کو بھی اور دن میں بھی قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہوں....

س: آپ حج کے لئے شرف یاب ہوئے تھے.... وہاں کے سفر کا کوئی واقعہ بتایئے؟

ج: وَلِبُیُوۡتِهِمۡ اَبۡوَابًا وَّسُرُرًا عَلَیۡهَا یَتَّکِـُٔوۡنَ. وَزُخۡرُفًا (الزخرف.....۳۴)

(یہاں آل سعود کے شہزادوں کے محلات کی طرف اشارہ ہے جہاں پر سید محمد حسین کا پروگرام منعقد ہوا....

لَا تَنۡفُذُوۡنَ اِلَّا بِسُلۡطٰنٍ (الرحمٰن.....۳۳)

(یہاں بھی آپ نے آل سعود کی محلات کی طرف مزید اشارہ کیا ہے)

س: قرآن کس عمر میں حفظ کرنا شروع کیا....

ج: اِذۡ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلَیۡهِمُ اثۡنَیۡنِ.... یعنی قرآن کا حفظ دو سال کی عمر میں شروع کیا (یاسین:۱۴)

س: آپ نے مکمل قرآن پوری خصوصیات کے ساتھ کتنی عمر میں حفظ کرلیا....

ج: یُمۡدِدۡکُمۡ رَبُّکُمۡ بِخَمۡسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الۡمَلٰٓئِکَةِ تمہارا پروردگار ایسے پانچ ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا.... (سورۃ آل عمران.... آیت ۱۲۵) یعنی پانچ سال کی عمر میں مکمل حافظ قرآن بن گیا.... واضح رہے کہ جیسا کہ علم الہدیٰ کے والد نے بتایا کہ دو سال کی عمر میں قرآن کے حافظ بن گئے اور یہ سلسلہ مزید ارتقائی منزلیں طے کررہا ہے....

س: آپ نے کس طرح پانچ سال کی عمر میں پورا قرآن حفظ کرلیا؟

ج: اَنِ اشۡکُرۡ لِیۡ وَلِوَالِدَیۡکَ (لقمان.....۱۴)

میرا شکریہ ادا کرو اور اپنے والدین کا....اس آیت سے بتانا یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے فضل و کرم سے اور والدین کی کوششوں سے میں نے پورا قرآن حفظ کیا ہے....

س: کیا آپ نے حفظ کے سلسلے میں جو طریقہ اختیار کیا ہے اس سے خوش ہیں؟

ج: وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ (سورۃ النور آیت ۵۵)

اور جس دین کو اس نے اس کے لئے پسند فرمایا اس پر انہیں ضرور پوری قدرت دے گا....

س: آپ اپنے باپ سے بہت محبت کرتے ہیں؟

ج: وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِي صَغِيْرًا (سورۃ اسرا....آیت ۲۴)

دعا کرو کہ اے میرے رب جس طرح ان دونوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی اسی طرح تو بھی ان پر رحم فرما....

س: کیا آپ باپ سے زیادہ محبت کرتے ہیں یا ماں سے؟

ج: لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ....نہ ادھر نہ ادھر....(سورۃ نساء آیت ۱۴۳)

س: آپ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے کیا آپ اس سفر سے خوش ہیں؟

ج: رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (سورۃ بینہ....آیت ۸)

خدا ان سے راضی ہے اور وہ خدا سے خوش....

س: شاہی (سعودی) خاندان کے لوگ آپ سے کیا کہتے تھے؟

ج: مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ....(سورۃ ھود....آیت ۹۱)

یعنی جو باتیں تم کہتے ہو ان میں اکثر تو ہماری سمجھ میں نہیں آتیں....یعنی جو کچھ وہ کہتے تھے، زیادہ تر میں ان کی باتیں نہیں سمجھتا تھا کیونکہ وہ بدوی عربی (مقامی لہجہ میں) گفتگو کرتے تھے....

س: آپ روزانہ قرآن مجید کے کتنے صفحے پڑھتے ہیں؟

ج: وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً (سورۃ اعراف....آیت ۱۴۲)

اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا تھا اور اس میں ہم نے اسے پورا کر دیا....دس روز سے غرض یہ کہ اس کے پروردگار کا وعدہ چالیس رات میں پورا ہو گیا یعنی تیس سے

چالیس رات میں پورا ہو گیا.... یعنی تیس سے چالیس صفحات روزانہ پڑھتا ہوں....

س: کیا آپ تفسیر قرآن بھی پڑھنا پسند کرتے ہیں؟

ج: بَلٰی وَرَبِّیْ.... ہاں اپنے پروردگار کی قسم.... (سورۃ تغابن.... آیت ۷)

س: قرآن کے بعد کس چیز میں آپ کا شوق ہے؟

ج: نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْکَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ (سورۃ یوسف.... آیت ۳)

ہم تم پر یہ قرآن نازل کر کے تم سے ایک نہایت عمدہ قصے بیان کرتے ہیں یعنی تاریخ سے لگاؤ ہے....

س: آپ کی مجلّات کے ایڈیٹروں.... اساتذہ اور بیرون ملک پڑھنے والے طلباء کے متعلق کیا وصیت ہے؟

ج: وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ (بقرہ:۲۸۲)

اور خدا سے ڈرو.... خدا تم کو سکھاتا ہے (اور یہ کہ تم خدا کا تقویٰ اختیار کرو.... خدا تمہیں علم عطا کرے گا....) (جریدہ الاشرف نمبر ۴)

ایک عاشق حج کی کپتان سے ملاقات

حضرت حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

ایک قاری صاحب تھے ریاست رام پور میں انہوں نے حج کا ارادہ کیا... خرچ پاس نہ تھا .... سفر شروع کیا.... دن کو روزہ رکھتے.... پیدل چلتے اور شام جہاں ہو جاتی ٹھہر جاتے کچھ چنے ساتھ لے لیتے.... دن کو روزہ رکھتے شام کو ایک مٹھی چنوں سے افطار فرماتے تھے.... غرض اسی طرح بمبئی پہنچ گئے.... کوئی جہاز تیار ہوا جہاں کے کپتان سے ملے کہ ہم جدہ جانا چاہتے ہیں اور خرچ ہمارے پاس نہیں ہے.... ہم کو کوئی نوکری جہاز میں دے دو.... اس نے نورانی صورت دیکھ کر سمجھا کہ ان کو ایسی نوکری بتاؤں جس کو یہ قبول نہ کر سکیں.... کہا کہ بھنگی کی جگہ خالی ہے.... انہوں نے کہا کہ مجھے منظور ہے اس نے دیکھا کہ یہ تو اس پر آمادہ ہیں تو اور بات گھڑی کی محض بھنگی ہی کا کام نہیں ہے اس کے ساتھ بوجھ بھی اٹھانا پڑتا ہے.... انہوں نے کہا وہ بھی منظور ہے

....اس نے کہا کہ اچھا بوجھ اٹھانے میں امتحان دو ایک بورا تھا جس میں اڑھائی تین من وزن تھا کہا کہ اس کو اٹھاؤ انہوں نے اس بورے کے پاس پہنچ کر حق تعالیٰ سے دعا کی کہ یہاں تک تو میرا کام تھا اب آگے آپ کا کام ہے.... مجھے قوت دے دیجئے پس بسم اللہ کہہ کر بورے کو سر سے اونچا اٹھالیا تب تو کپتان مجبور ہوا.... انہوں نے بھنگی کا کام شروع کر دیا.... شب کے وقت قاری صاحب حسب معمول تہجد پڑھتے.... ایک روز جہاز کے کنارے پر کھڑے تہجد پڑھ رہے تھے اور اس میں جہر کے ساتھ تلاوت قرآن کر رہے تھے کہ اتفاق سے وہ انگریز کپتان اس طرف آنکلا.... قرآن شریف بہت ہی عمدہ پڑھتے تھے.... انگریز کو سن کر بہت اچھا معلوم ہوا.... قاری صاحب نے جب سلام پھیر دیا تو اس نے پوچھا کہ تم کیا پڑھتے تھے؟

کہا کہ قرآن.... پوچھا کہ قرآن! کس کو کہتے ہیں؟

کہا کہ ایک کتاب ہے خدا کا کلام ہے.... اس نے کہا کہ ہم کو بھی سکھا دو.... انہوں نے کہا ہر شخص نہیں سیکھ سکتا اس کے لئے پاک ہونے کی ضرورت ہے.... اس نے کہا کہ ہم غسل کریں گے.... انہوں نے کہا کہ ظاہری غسل سے کچھ نہیں ہوتا.... باطنی غسل کی ضرورت ہے.... کہنے لگا کہ باطنی غسل کیسے ہوتا ہے فرمایا **لا اله الا الله محمد رسول الله** پڑھنے سے ہوتا ہے.... یہ سن کر کہنے لگا کہ ہم کو سکھا دو انہوں نے سکھلا دیا اور وہ اس کو یاد کرتا پھرتا تھا.... دوسرے انگریزوں نے اس کی میم سے کہہ دیا.... میم نے پوچھا کیا تم مسلمان ہو گئے؟

کہا نہیں.... پھر اس نے قاری صاحب سے کہا کہ کیا ہم کلمہ پڑھنے سے مسلمان ہو گئے.... انہوں نے فرمایا آج کیا؟

مدت ہو گئی.... اول تو وہ کچھ گھبرایا.... اس کے بعد کہا کہ اچھا ہم مسلمان ہی ہوتے ہیں اور میم سے کہہ دیا اگر ہمارا ساتھ دینا ہے تو تم بھی مسلمان ہو جاؤ.... اس نے انکار کیا.... آخر جدہ پہنچ کر اپنے نائب کو چارج دے کر خود قاری صاحب کے ساتھ ہولیا اور خادموں میں داخل ہو کر حج کو چلا گیا تو حضرت یہ عشق وہ چیز ہے کہ اس میں آدمی آبرو.... مال جان غرضیکہ سب کچھ دے بیٹھتا ہے.... کچھ بھی پرواہ نہیں کرتا ہم میں اسی کی کمی ہے ورنہ جس کے اندر یہ حالت پیدا ہو جائے اس پر خدا کا بڑا فضل ہے.... (الافاضات الیومیہ)

ایک فاتح جرنیل سے ملاقات

افغانستان کے بادشاہ امیر دوست محمد خاں صاحب بہت دیندار بادشاہ تھے....ان کی دینی باتیں ضرب المثل تھیں....ایک روز وہ شاہی محل سرائے میں آئے تو چہرہ کچھ اداس تھا تو بیگم نے پوچھا کہ آج آپ کے چہرہ پر غمگینی اور اداسی کیوں ہے انہوں نے کہا کہ ایک بہت بڑے حادثے کی اطلاع آئی ہے جس کی بنا پر میں مغموم ہوں اور پریشان ہوں وہ یہ ہے کہ افغانستان پر کسی دشمن نے حملہ کیا تو میں نے اپنے شہزادے کو فوج دے کر مقابلہ کے لئے بھیجا تھا....

آج سرحد سے یہ خبر آئی ہے کہ شہزادے کو شکست ہوگئی ہے اور وہ دوڑتا ہوا آ رہا ہے اور دشمن اس کے پیچھے پیچھے ملک کو فتح کرتا ہوا آ رہا ہے تو دو غم مجھے لاحق ہیں ایک تو ملک ہاتھ سے گیا وہ دوسروں کے قبضہ میں چلا جاوے گا دوسرے یہ کہ میرا شہزادہ شکست کھا کے آیا اور بزدلی دکھائی یہ داغ میرے اوپر مرتے دم تک باقی رہے گا کہ میرا شہزاد کمزور اور بزدل ہے ان دو غموں کی وجہ سے میرا چہرہ اداس ہے....

بیگم نے کہا کہ یہ سب جھوٹی باتیں ہیں اور غلط خبر ہے میرا شہزادہ شکست کھا کر نہیں آ سکتا ہے یہ تو ہو سکتا ہے کہ وہ شہید ہو جائے لیکن دشمن کو پشت دکھا کر آئے یہ ممکن نہیں....یہ خبر جھوٹی ہے بادشاہ نے کہا کہ پرچہ نویسوں کی اطلاع ہے اس نے کہا کہ وہ پرچہ نویس بھی جھوٹے ہیں ....انہوں نے کہا خالص بادشاہی دفتر کی اطلاع ہے اس نے کہا کہ دفتر بھی جھوٹا ہے تو امیر نے کہا کہ اب کون اس عورت سے پھکل بادل کرے مرغ کی ایک ٹانگ ہانکے جاوے گی نہ اسے سرکاری حکومت کے حالات کی اطلاع نہ دفاتر کی نہ سرکاری کاغذات کی اس نے سب کو جھوٹا قرار دے دیا....گھر میں بیٹھنے والی عورت ہے اسے کون سمجھاوے واپس چلے آئے....

اگلے دن گھر گئے تو چہرہ حشاش وبشاش تھا بیگم نے کہا کہ کیا بات ہے آج تو آپ بہت خوش ہیں کہا کہ تم نے جو بات کہی تھی وہی صحیح نکلی وہ تو صورت یہ ہے کہ دشمن کو بھگا دیا شہزادے نے اور فتح کے شادیانے بجاتا ہوا آ رہا ہے فاتح بن کر آ رہا ہے....دشمن کو دور تک بھگا دیا ہے....

بیوی نے کہا الحمد للہ خدا نے میری بات سچی کر دی....اس پر امیر نے پوچھا کہ آخر تم نے اتنی قوت سے کیسے دعویٰ کیا کہ وہ شکست کھا کر نہیں آ رہا کیا تمہیں الہام ہوا تھا اس نے کہا کہ

میں عورت ذات ہوں مجھے الہام سے کیا تعلق اور پھر شاہی بیگم سارے عیش کے سامان میسر ہیں میں ایسی ولی کہاں سے بن گئی کہ مجھ پر الہامات خداوندی ہوں امیر نے کہا پھر آخر ایسی قوت سے تم نے کیسے دعویٰ کیا کہ ساری خبریں جھوٹی ہیں اور واقعی وہ نکلیں جھوٹی یہ کیا بات ہے....

بیگم نے کہا کہ یہ ایک راز ہے جسے میں ظاہر کرنا نہیں چاہتی اب امیر سر ہوئے کہ ایسا کون سا راز ہے بیوی کا جو خاوند سے چھپا رہے خاوند سے زیادہ راز دار کون ہے بیوی کا وہ پوچھنے پر مصر ہیں اور یہ چھپا رہی ہیں امیر نے کہا کہ میں بہر حال تم سے پوچھ کر رہوں گا.... اب وہ مجبور ہوئی تو اس نے کہا کہ میں نے عمر بھر یہ بات ظاہر نہیں کی آج میں وہ راز کھولے دیتی ہوں جب آپ بے حد مصر ہیں....

وہ یہ ہے کہ جب شہزادہ میرے پیٹ میں آیا تو میں نے اللہ سے عہد کیا کہ کوئی مشتبہ لقمہ میرے پیٹ میں نہیں جائے گا.... چنانچہ میں نے سلطنت کے خزانے سے ایک پائی نہیں لی اور جو تنخواہ آپ کو ملتی تھی نہ اس سے میں نے کوئی پائی لی....اپنے ہاتھ سے ٹوپیاں بناتی تھی ان کو بکواتی تھی اس سے میں نے اپنا پیٹ پالا ہے تو میں نے نو مہینے میں انتہائی تقویٰ سے کامل حلال غذا استعمال کی اس کے بعد جب یہ پیدا ہوا تو میں نے بجائے دودھ یاریوں کے سپرد کرنے کے کہ کسی انا کا دودھ پئے میں نے خود ہی دودھ پلایا اس عہد کو قائم رکھا کہ دو برس تک کوئی مشتبہ لقمہ میرے پیٹ میں نہیں جائے گا اسی طرح میں نے اپنی دستکاری سے محنت کر کے کمایا اسے کھایا اور اس کے ساتھ ساتھ میں نے یہ طریقہ بھی اختیار کیا کہ جب یہ دودھ پینے کے لئے روتا تو میں پہلی وضو کرتی پھر دو رکعت نفل نماز پڑھتی اور دعا مانگ کر پھر دودھ پلاتی تھی پاک وصاف ہو کر تو اندر سے پاک کمائی تھی....اوپر سے بھی پاکی تھی....لقمہ بھی مشتبہ نہ تھا تو ظاہر بات ہے کہ جب وہ ایسی پاک غذا سے پلا پیٹ میں ایسی پاک غذا سے نشو ونما پایا تو اس میں کمینہ اخلاق کیسے پیدا ہوں....

سر سید احمد خان مرحوم کی ایک سائل سے ملاقات

مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سر سید کا یہ واقعہ سنا....کہ ایک مرتبہ وہ اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے

....اوران کے ساتھ کچھ بے تکلف دوست بھی تھے....سامنے دور سے ان کو ایک آدمی آتا ہوا دکھائی دیا....وہ آنے والا عام ہندوستانی لباس پہنا ہوا چلا آرہا تھا....لیکن جب وہ کچھ قریب آ گیا تو باہر ہی ایک حوض کے پاس آکر کھڑا ہو گیا....اس کے ہاتھ میں ایک تھیلا تھا....اس تھیلے میں سے اس نے ایک عربی جبہ نکالا....اور عرب لوگ سر پر رومال کے اوپر جو ڈوری باندھتے ہیں....وہ نکالی....اوران دونوں کو پہنا....اور پھر قریب آنے لگا....سرسید صاحب دور سے یہ منظر دیکھ رہے تھے....آپ نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ یہ جو شخص آرہا ہے....یہ فراڈی آدمی معلوم ہو رہا ہے....اس لئے کہ یہ شخص اب تک تو سیدھے سادھے ہندوستانی لباس میں آرہا تھا....یہاں قریب آکر اس نے اپنا چولہ بدل لیا ہے اور عربی لباس پہن لیا ہے....اب یہاں آکر یہ اپنے آپ کو عرب ظاہر کرے گا اور پھر پیسے وغیرہ مانگے گا....

تھوڑی دیر کے بعد وہ شخص ان کے پاس پہنچ گیا اور آکر دروازے پر دستک دی....سرسید صاحب نے جاکر دروازہ کھولا اور عزت کے ساتھ اس کو اندر بلالیا....سرسید نے پوچھا کہ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟

اس نے جواب دیا کہ میں حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوں....یہ حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ بڑے اونچے درجے کے صوفیاء کرام میں سے تھے....اور پھر اس شخص نے کچھ اپنی ضرورت بیان کی کہ میں اس ضرورت سے آیا ہوں....آپ میری کچھ مدد کر دیں....چنانچہ سرسید صاحب نے پہلے اس کی خوب خاطر تواضع کی....اور پھر جتنے پیسوں کی اس کو ضرورت تھی اس سے زیادہ لاکر اس کو دے دیئے....اور پھر بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ اس کو رخصت کر دیا....(اصلاحی خطبات ج ۱۰)

انسپکٹر سے ایک غریب کی ملاقات

کالپی کا ایک قصہ ہے کہ ایک مسجد میں ایک انسپکٹر نماز پڑھ رہے تھے نماز میں تعدیل ارکان نہ کرتے تھے جلدی جلدی پڑھ رہے تھے وہاں ایک گندھی باہر کا آیا ہوا تھا جب وہ تھانہ دار صاحب نماز پڑھ چکے تو اس گندھی نے کہا کہ داروغہ جی آپ کی نماز نہیں ہوئی آپ نماز پھر پڑھ لیجئے اس کو اور زیادہ غصہ آیا اور اس گندھی بیچارے کو خوب مارا لیکن اس نے بھی پیچھا نہ چھوڑا

پٹ کر کہا کہ مجھے اپنے پٹنے کا غم نہیں مجھے آپ کی نماز کا بہت فکر ہے میرا دل بہت دکھتا ہے کہ آپ کی نماز قبول نہ ہو میرا جسم تو اچھا ہو جائے گا مگر آپ کی نماز کا کوئی بدل نہیں اس لیے آپ نماز پڑھ لیں ان داروغہ پر ایسا اثر ہوا کہ ان کو نماز پڑھنا ہی پڑی.... اس گندھی کی تمام قصبہ میں شہرت ہوگئی۔ جس طرف کو جاتا تھا لوگ کہتے تھے یہ ہے وہ شخص جس نے داروغہ کو نماز پڑھوائی تھی سب اس کی قدر کرتے تھے برکت کے واسطے اپنے یہاں لے جاتے تھے اور اس کا عطر خریدتے تھے تمام کالپی کا پیر بن گیا اور تجارت بھی خوب چمکی.... خدا تعالیٰ نے دکھلا دیا کہ جو شخص ہمارے ساتھ تعلق رکھتا ہے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کی عزت ہوتی ہے پس اگر کوئی تم کو نصیحت کرے خواہ درجہ میں وہ تم سے چھوٹا ہی ہو تب بھی ناگوار نہ ہونا چاہیے.... (امثال عبرت)

مریض عشق کی طبیب سے ملاقات

سلطان محمود غزنویؒ کے زمانے میں حکیم ابو علی سینا افغانستان سے بخارا گئے.... وہاں کے بادشاہ کا بیٹا بستر مرگ پر پڑا تھا.... بادشاہ تک کسی نے یہ بات پہنچائی کہ یہاں آپ کے شہر میں ایک بڑا طبیب آیا ہوں ہے اس سے بھی مشورہ کر لیں تو بہتر ہوگا.... شیخ ابو علی سینا کو بادشاہ نے بلوایا جب مریض کو دیکھا تو حکیم فوراً سمجھ گیا.... کہ یہ عشق کا بیمار ہے نہ کہ جسم کا.... اسے عشق کا ایسا دھچکا لگا تھا کہ بات کرنے کے قابل بھی نہیں تھا.... شیخ ابو علی سینا نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ مجھے ایسا شخص دے دیں جو آپ کی مملکت کے ہر شہر سے باخبر ہو فوری طور پر انتظام ہوا.... حکیم صاحب نے نبض پکڑی اور اس متعلق شخص نے ایک ایک شہر کا نام لینا شروع کیا.... جب بلخ کا نام آیا تو اس کی نبض تیز ہوگئی.... حکیم صاحب نے بادشاہ سے کہا کہ ایسا شخص تلاش کر کے دے دیں جو بلخ شہر کے ایک ایک محلے کے بارے میں معلومات رکھتا ہو اس کا بھی انتظام ہو گیا حکیم صاحب نے نبض پکڑی اور وہ شخص ایک ایک محلے کا نام لیتا رہا.... جب ایک خاص گھر کا نام آیا تو اس کی نبض مزید تیز ہوگئی.... پھر ایسے شخص کا انتظام ہوا کہ وہ اس متعلقہ گھر کے ایک ایک فرد کو جانتا تھا.... جب ایک لڑکی کا نام آیا تو اس کی نبض خوب تیز ہوگئی.... تو حکیم ابو علی سینا رحمۃ اللہ علیہ نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ فلاں نامی لڑکی کے ساتھ آپ کے بچے کو عشق ہوا ہے اور اس کا دھچکا اسے لگا ہے جس کی وجہ سے اس کی زبان بند ہوگئی ہے.... اس لڑکی سے اس کی شادی کراؤ بس کیا تھا....

وہ فوراً تندرست ہوگیا اور اس کی شادی ہوگئی..... یہ تھی حکیموں کی تشخیص.....

مکتب عشق کا دستور نرالا دیکھا　　　اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

نوفل بن ماحق کی ایک متکبر سے ملاقات

نوفل بن ماحق کہتے ہیں کہ نجران کی مسجد میں میں نے ایک نوجوان کو دیکھا بڑا لمبا چوڑا بھرپور جوانی کے نشہ میں چور، گٹھے ہوئے بدن والا بانکا ترچھا، اچھے رنگ وروغن والا خوبصورت شکل۔ میں نگاہیں جما کر اس کے جمال وکمال کو دیکھنے لگا تو اس نے کہا کیا دیکھ رہے ہو؟

میں نے کہا: آپ کے حسن و جمال کا مشاہدہ کر رہا ہوں اور تعجب ہو رہا ہے، اس نے جواب دیا، تو ہی کیا! خود اللہ تعالیٰ کو بھی تعجب ہو رہا ہے۔ نوفل کہتے ہیں کہ اس کلمہ کے کہتے ہی وہ گھٹنے لگا اور اس کا رنگ وروپ اُڑنے لگا اور قد پست ہونے لگا یہاں تک کہ بقدر ایک بالشت کے رہ گیا جسے اس کا کوئی قریبی رشتہ آستین میں ڈال کر لے گیا۔ (تفسیر ابن کثیر)

دو جھگڑنے والوں کی دیوار سے ملاقات

بنی اسرائیل میں سے ایک آدمی کا انتقال ہوگیا، اس کے دو بیٹے تھے، ان دونوں کے مابین ایک دیوار کی تقسیم کے سلسلے میں جھگڑا ہوگیا، جب دونوں آپس میں جھگڑ رہے تھے تو انہوں نے دیوار سے ایک غیبی آواز سنی کہ تم دونوں جھگڑا مت کرو کیونکہ میری حقیقت یہ ہے کہ میں ایک مدت تک اس دنیا میں بادشاہ اور صاحب مملکت رہا۔ پھر میرا انتقال ہوگیا اور میرے بدن کے اجزاء مٹی کے ساتھ مل گئے۔ پھر اس مٹی سے کمہار نے مجھے گھڑے کی ٹھیکری بنا دیا، ایک طویل مدت تک ٹھیکری کی صورت میں رہنے کے بعد مجھے توڑ دیا گیا۔ پھر ایک لمبی مدت تک ٹکڑوں کی صورت میں رہنے کے بعد، میں مٹی اور ریت کی صورت میں تبدیل ہوگیا۔ پھر کچھ مدت کے بعد لوگوں نے میرے اجزائے بدن کی اس مٹی سے اینٹیں بنا ڈالیں۔ اور آج تم مجھے اینٹوں کی شکل میں دیکھ رہے ہو، لہٰذا تم ایسی مذموم وقبیح دنیا پر کیوں جھگڑتے ہو۔ (گلستان قناعت)

ایک دنیا دار کی دیندار سے ملاقات

دو شخص آپس میں شریک تھے ان کے پاس آٹھ ہزار اشرفیاں جمع ہوگئیں، ایک چونکہ

پیشے سے واقف تھا اور دوسرا ناواقف تھا، اس لئے واقف کار نے ناواقف سے کہا کہ اب ہمارا نباہ مشکل ہے، آپ اپنا حق لے کر الگ ہو جایئے، آپ کام کاج سے ناواقف ہیں، چنانچہ دونوں نے اپنے اپنے حصے الگ کر لئے اور جدا ہو گئے۔

پھر پیشے سے ناواقف کار نے بادشاہ کے مرجانے کے بعد اس کا شاہی محل ایک ہزار دینار میں خریدا، اور اپنے ساتھی کو بلا کر اسے دکھایا اور کہا: بتلاؤ! میں نے کیسی چیز خریدی! اس کے ساتھی نے بڑی تعریف کی، اور یہاں سے باہر چلا، اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور کہا: خدایا! اس میرے ساتھی نے تو ایک ہزار دینار کا قصر دنیوی خرید لیا ہے اور میں تجھ سے جنت کا محل چاہتا ہوں۔ میں تیرے نام پر تیرے مسکین بندوں پر ایک ہزار دینار خرچ کرتا ہوں، چنانچہ اس نے ایک ہزار دینار راہ خدا میں خرچ کر دیئے۔ پھر اس دنیادار شخص نے ایک زمانے کے بعد ایک ہزار دینار خرچ کر کے اپنا نکاح کیا، دعوت میں اس پرانے شریک کو بھی بلایا، اور اس سے ذکر کیا کہ میں نے ایک ہزار دینار خرچ کر کے اس عورت سے شادی کی ہے۔ اس کے ساتھی نے اس کی بھی تعریف کی۔ باہر آ کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کرنے کی نیت سے ایک ہزار دینار نکالے، اور اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ بار الٰہی! میرے ساتھی نے اتنی ہی رقم خرچ کر کے یہاں کی ایک عورت حاصل کی ہے، اور میں اس رقم سے تجھ سے حور عین کا طالب ہوں اور پھر وہ رقم راہ خدا میں صدقہ کر دی۔

پھر کچھ مدت کے بعد اس دنیادار نے اس کو بلا کر کہا کہ دو ہزار کے دو باغ میں نے خرید کئے ہیں دیکھ لو کیسے ہیں؟ اس نے دیکھ کر بہت تعریف کی اور باہر آ کر اپنی عادت کے مطابق جناب باری تعالیٰ میں عرض کی کہ خدایا! میرے ساتھی نے دو ہزار کے دو باغ یہاں کے خرید کئے ہیں، میں تجھ سے جنت کے دو باغ چاہتا ہوں، اور یہ دو ہزار دینار تیرے نام پر صدقہ ہیں۔ چنانچہ اس رقم کو مستحقوں میں تقسیم کر دیا۔

پھر جب فرشتہ ان دونوں کو فوت کر کے لے گیا، اس صدقہ کرنے والے کو جنت کے محل میں پہنچا دیا گیا، جہاں پر ایک حسین عورت بھی اسے ملی، اور اسے دو باغ بھی دیئے گئے اور وہ نعمتیں ملیں جنہیں بجز خدا تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا، تو اسے اس وقت اپنا وہ ساتھی یاد آ گیا، فرشتے نے بتلایا کہ وہ تو جہنم میں ہے، تم اگر چاہو تو اسے دیکھ سکتے ہو، اس نے جب

اسے جہنم کے اندر جلتا دیکھا تو اس سے کہا کہ قریب تھا کہ تو مجھے بھی چکمہ دے جاتا، اور یہ تو رب تعالیٰ کی مہربانی ہوئی کہ میں بچ گیا (تفسیر ابن کثیر)

ایک غضیف نوجوان کی خاتون سے ملاقات

ایک نوجوان سے ہمیشہ مشک اور عنبر کی خوشبو مہکتی تھی، اس کے کسی متعلق نے اس سے کہا کہ آپ ہمیشہ اتنی عمدہ ترین خوشبو میں معطر رہتے ہیں، اس میں کتنا پیسہ بلاوجہ خرچ کرتے رہتے ہیں؟ اس پر نوجوان نے جواب دیا کہ میں نے زندگی میں کوئی خوشبو نہیں خریدی، اور نہ ہی کوئی خوشبو لگائی، سائل نے کہا: تو پھر یہ خوشبو کہاں سے اور کیسے مہکتی ہے؟ نوجوان نے کہا کہ یہ ایک راز ہے، جو بتلانے کا نہیں، سائل نے کہا آپ بتلا دیجئے شاید اس سے ہم کو بھی فائدہ ہوگا۔

نوجوان نے اپنا واقعہ سنایا کہ میرے باپ تاجر تھے، گھریلو سامان فروخت کیا کرتے تھے، میں ان کے ساتھ دوکان میں بیٹھا تھا، ایک بوڑھی عورت نے آکر کچھ سامان خریدا، اور والد صاحب سے کہا کہ آپ لڑکے کو میرے ساتھ بھیج دیجئے۔ تاکہ میں اس کے ساتھ سامان کی قیمت بھیج دوں۔ میں اس بوڑھی عورت کے ساتھ گیا تو ایک نہایت خوبصورت گھر میں پہنچا، اور اس میں ایک نہایت خوبصورت کمرے میں ایک مسہری پر ایک نہایت خوب صورت لڑکی موجود تھی، وہ مجھ کو دیکھتے ہی میری طرف متوجہ ہوئی، کیونکہ میں بھی نہایت حسین ہوں۔ میں نے اس کی خواہش پوری کرنے سے انکار کیا، تو اس نے مجھے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا، فوراً اللہ پاک نے میرے دل میں یہ بات ڈال دی۔ میں نے کہا کہ مجھے قضاء حاجت کے لئے بیت الخلاء جانے کی ضرورت ہے۔ اس نے فوراً اپنی باندیوں اور خادموں سے کہا کہ جلدی سے بیت الخلاء ان کے لئے صاف کردو۔ میں نے بیت الخلاء میں داخل ہو کر خود اجابت کر کے نجاست کو اپنے بدن اور کپڑوں پر مل لیا۔ اور اسی حالت میں باہر آیا۔ جب مجھے اس حالت میں دیکھا تو اس نے کہا: اسے فوراً یہاں سے باہر نکال دو! یہ مجنون ہے۔

میرے پاس ایک درہم تھا، میں نے اس سے ایک صابن خرید کر ایک نہر میں جا کر غسل کیا، اور کپڑے بھی دھو کر پہن لئے اور میں نے یہ راز کسی کو بتلایا نہیں۔ جب میں اسی رات میں سویا تو خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ نے آکر مجھ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم کو جنت کی بشارت ہے۔ اور گناہ سے بچنے کے لئے جو تدبیر تم نے اختیار کی تھی۔ اس کے بدلہ میں تم کو یہ خوشبو پیش کی جا

رہی ہے۔ چنانچہ میرے پورے بدن پر وہ خوشبو لگائی گئی جو میرے بدن اور کپڑوں سے ہر وقت مہکتی رہتی ہے جو آج تک لوگ محسوس کرتے ہیں۔ والحمد للہ رب العالمین۔ (الترغیب والترہیب)

ایک شخص کی ایک بہن بھائی سے عجیب ملاقات

''ابو علی مصری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ہمارے پڑوس میں ایک شخص رہا کرتا تھا جس نے مردوں کو نہلانا دھلانا اور کفن وغیرہ تیار کرنا مدتوں سے اپنا شیوہ بنا رکھا تھا.... یہ شخص اتفاق سے ایک دن میرے یہاں آ گیا اور میں برسبیل تذکرہ اس سے پوچھ بیٹھا کہ تم نے اب تک ہزاروں مردے نہلائے دھلائے اور کفنائے دفنائے ہوں گے بھلا اس سلسلے میں کبھی کوئی خاص واقعہ بھی دیکھنے میں آیا؟

اس نے جواب دیا کہ ایک دفعہ نہیں کئی دفعہ ایسے ایسے حیرت انگیز واقعات پیش آ چکے ہیں کہ کہیں آپ ان سے دوچار ہو جائیں تو ہوش بھی بجا نہیں رکھ سکتے.... مجھے ایسے واقعات سننے کا بڑا شوق تھا اس لئے میں نے اس سے خواہش کی کہ اچھا تمہارے خیال میں جو سب سے اہم واقعہ گزرا ہو وہ بیان کرو.... چنانچہ وہ کہنے لگا....

ایک مرتبہ دن کا وقت تھا اور پانی برس کے صاف ہوا ہی تھا کہ ایک گندمی رنگ کا قبول صورت نوجوان سفید براق سے کپڑے پہنے ہوئے میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ہمارے یہاں ایک جنازہ ہے ذرا اسے چل کر نہلا دو.... میں فوراً اس کے ساتھ ہو لیا.... کچھ ہی دور گیا ہوں گا کہ اس کا مکان آ گیا اور وہ اس میں داخل ہو گیا.... میں باہر کھڑا سوچ رہا تھا کہ شاید وہ پردہ وغیرہ کرا رہا ہو گا اور اب عنقریب آواز دے کر بلا لے گا مگر امید کے برخلاف تھوڑی ہی دیر کے بعد بجائے اس کے ایک نوجوان عورت روتی ہوئی دروازے پر آئی اور آڑ میں کھڑی ہو کر پوچھنے لگی کیا تم ہی نہلانے کے لئے آئے ہو.... میں منتظر تو تھا ہی فوراً بول اٹھا.... ہاں بہر حال وہ مجھے اندر بلا لے گئی.... اب آپ سے کیا کہوں کہ میں نے وہاں جا کر کیا دیکھا.... میں نے دیکھا کہ جو شخص مجھے بلا کر لایا تھا وہی خود سکرات کے عالم میں پڑا ہوا ایڑیاں رگڑ رہا ہے اور کفن وغیرہ سب سلا سلایا اور خوشبوؤں سے معطر اس کے سرہانے رکھا ہوا ہے....

یہ منظر دیکھتے ہی گویا میرے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی میں ابھی اچھی طرح اپنے

ہوش وحواس ٹھکانے بھی نہیں کر پایا تھا کہ اس نے میرے سامنے دو تین ہچکیاں لیں آنکھیں الٹی پلٹی اور اس دنیا سے اللہ اللہ کرتا ہوا رخصت ہو گیا.... میں حیرت میں ڈوبا ہوا تو ضرور تھا مگر جان گیا تھا کہ یہ شخص خدا کا کوئی پاک بندہ ہے اور اسکو اپنی موت کا پہلے سے علم ہو گیا تھا.... خلاصہ یہ کہ لرزتے ہوئے ہاتھوں اور کپکپاتے ہوئے دل کے ساتھ اٹھا اور جنازے کی شکل میں سب کام ٹھیک کر دیئے.... اس کے بعد یہ لڑکی جو متوفی کی بہن تھی.... جنازہ کے قریب آئی اور چادر سے منہ کھول کر بوسہ لیتے ہوئے کہنے لگی.... جاؤ بھائی! فی امان اللہ! میں بہت جلد تمہارے پاس آ رہی ہوں یہ کہہ کر وہ میری طرف متوجہ ہوئی اور بہت ہی میٹھے لفظوں میں شکریہ ادا کرتی ہوئی بولی اگر آپ کی اہلیہ بھی اس کام سے واقف ہوں تو ذرا ان کو میرے پاس بھیج دیجئے گا....

اس کے جملے اس قدر خوف واثر میں ڈوبے ہوئے تھے کہ ایک دم میرا دل سن سا ہو گیا.... خاص کر یہ محسوس کر کے کہ شاید بھائی کی طرح اسے بھی اپنی موت کا پہلے ہی سے حال معلوم ہو گیا ہے.... شام کو گھر لوٹ کر میں نے سارا قصہ اپنی اہلیہ سے بتلاتے ہوئے وعدے کے مطابق اس کو ملانے کے لئے چلا گیا.... اس مرتبہ جب میں وہاں پہنچا ہوں تو دروازہ اندر سے بند تھا اور آواز دینے پر وہی لڑکی آئی اور میری اہلیہ کو اندر لے گئی.... میری اہلیہ کہتی ہیں کہ جیسے ہی میں اس کے ساتھ گھر کے صحن میں داخل ہوئی ہوں وہ اچانک قبلہ رخ دھم سے زمین پر گر پڑی.... میں یہ سمجھی کہ شاید وہ بے ہوش ہو گئی ہے مگر قریب گئی تو معلوم ہوا کہ اس کی روح بھی قفس عنصری سے پرواز کر چکی ہے.... راوی کا بیان ہے کہ آج بھی ان دونوں بھائی بہن کی قبریں ایک ہی جگہ پر برابر ہی برابر بنی ہوئی ہیں اور سب کو اتحاد واخوت کا سبق دے رہی ہیں (جواہر پارے جلد دوم)

قدرت اللہ شہاب کی ایک ڈاکٹر سے ملاقات

مجھے ڈسٹرکٹ بورڈ کی ایک ڈسپنسری یاد آ گئی جو ایک نہایت دور افتادہ گاؤں میں واقع ہے.... بغیر اطلاع دیئے دور دراز دیہات میں اکیلے گھومنے کا مجھے بے حد شوق ہے.... اس طرح ایک انسان کی آنکھ ان نظاروں کا مشاہدہ کرتی ہے جو ڈپٹی کمشنر کی آنکھ کو نصیب نہیں ہوتا.... ان دو آنکھوں میں بڑا عجیب وغریب فرق ہے.... انسان کی آنکھ سب کچھ دیکھتی ہے اور ڈپٹی کمشنر کی آنکھ فقط وہی دیکھنے کی عادی ہو جاتی ہے جو اسے دکھایا جائے.... اس کے

علاوہ انسان کی آنکھ عموماً سیدھی ہوتی ہے اور ڈپٹی کمشنر کی آنکھ اپنے ٹیڑھے ترچھے زاویوں کی وجہ سے کسی قدر بھینگی ہو جاتی ہے...... خیر.... اس دورافتادہ گاؤں میں مجھے ایک اصطبل نظر آیا جو دراصل وہاں کا ہسپتال تھا.... ڈاکٹر صاحب دھوتی اور بنیان پہنے کرسی پر اکڑوں بیٹھے تھے اور اپنے گھٹنوں پر پرچیاں رکھے نسخے لکھ لکھ کر مریضوں کو دے رہے تھے.... جنہوں نے کرسی کے چاروں طرف گھیرا ڈالا ہوا تھا....

''کیا مرض ہے؟'' ڈاکٹر صاحب ہر مریض سے سوال کرتے تھے....

مریض اپنی بساط کے مطابق اپنے مرض کی خود تشخیص کرتا تھا اور ڈاکٹر صاحب بڑی سرعت سے نسخہ لکھ کر اس کے حوالے کر دیتے تھے.... غالباً یہ نسخہ تعویذ کے طور پر استعمال ہوتا تھا کیونکہ مریض نسخہ لے کر بغیر کوئی دوا مانگے وہاں سے چلا جاتا تھا....

میری خاکی پتلون اور سفید بش شرٹ کے لحاظ سے ڈاکٹر صاحب نے مجھے اپنے سامنے ایک بنچ پر بٹھا لیا.... جس پر ان کا حقہ اور پاندان پڑا تھا.... انہوں نے کئی بار مجھے دوسرے مریضوں پر ترجیح دینے کی کوشش کی.... لیکن میں نے جواب دیا کہ میری تکلیف ذرا پیچیدہ قسم کی ہے.... اس لئے میں سب سے آخر میں اپنا حال بیان کروں گا....

جب مریضوں کا ہجوم ختم ہو گیا.... تو ڈاکٹر صاحب بڑی خیر سگالی سے میری طرف متوجہ ہوئے.... میں نے نہایت سنجیدگی سے اپنی تکلیف بیان کی....

ڈاکٹر صاحب'' میں نے کہا ''میرے دماغ میں کچھ خلل واقع ہو گیا ہے مجھے بیٹھے بیٹھے وہم ہونے لگتا ہے کہ میں ضلع جھنگ کا ڈپٹی کمشنر لگ گیا ہوں....''

ڈاکٹر صاحب نے بڑی پھرتی سے اپنی ٹانگیں کرسی سے نیچے اتار لیں اور عینک کے خول کے اوپر سے مجھے بڑے غور سے گھورا.... جب انہیں اچھی طرح اطمینان ہو گیا کہ میری تراش خراش اور وضع قطع میں ڈپٹی کمشنری کی کوئی علامت موجود نہیں ہے.... تو وہ پھر کرسی پر اکڑوں بیٹھ گئے اور ایک کاغذ گھٹنے پر رکھ کے غالباً نسخہ لکھنے میں مشغول ہو گئے.... مجھے یقین ہے کہ اگر وقت انہیں مہلت دیتا تو وہ میرے لئے بدہضمی کا علاج تجویز فرماتے.... لیکن عین اس وقت گاؤں کے نمبردار نے وہاں پہنچ کر میرے جنون کا راز فاش کر دیا....

ڈاکٹر صاحب بے تحاشا بھاگ کر اپنے کوارٹر میں گئے اور کچھ دیر کے بعد بنیان کے اور شیروانی پہنے اور ہاتھ میں سیٹتھوسکوپ لے کر برآمد ہوئے ....اب انہوں نے خالص افسرانہ انداز میں میری تشریف آوری پر اپنی خوشنودی کا اظہار فرمایا اور مجھے ہسپتال کا معائنہ کرنے کی اجازت دی.... میں نے بھی بڑی وضعداری سے ڈسپنسری کا معائنہ کیا جس میں ٹنکچر آیوڈین.... سوڈابائی کارب....ایسپرین اور بڑی بڑی بوتلوں میں کئی دن کے باسی پانی کے علاوہ اور کوئی دوائی موجود نہ تھی....ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ ڈسٹرکٹ بورڈ میں ہسپتال کا بجٹ تو باقاعدگی کے ساتھ سال کے شروع میں منظور ہو جاتا ہے....لیکن دوائیوں کا سٹاک اکثر سال کے آخر میں یا بعض اوقات اگلے سال موصول ہوتا ہے....ڈاکٹر صاحب کو یقین تھا کہ اس تاخیر کا ہسپتال کی ہر دلعزیزی یا افادیت پر ہرگز کوئی برا اثر نہیں پڑتا تھا....کیونکہ دوائیاں موجود ہوں یا نہ ہوں....مریض بہر حال آتے ہی رہتے ہیں اور پھر ڈاکٹر صاحب نے اپنے رجسٹر کے اعداد و شمار سے مجھے یہ خوش خبری بھی سنائی کہ کئی برس سے مریضوں کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہو رہا ہے....

ڈاکٹر صاحب اس مقام پر پورے نو برس سے مسیحائی فرما رہے تھے....انہیں فخر تھا کہ اس دوران ملیریا کے مریضوں میں ۷۵ فیصد ... پیچش کے مریضوں میں ۵۰ فیصد اور خارش کے امراض میں ۴۵ فیصد کا اضافہ ہو گیا تھا....ڈسپنسری کا آخری معائنہ **1931**ء میں ہوا تھا....

ڈاکٹر صاحب نے مجھے ہسپتال کا ان ڈور وارڈ بھی دکھایا....جس میں غالباً ان کی بھینس باندھی جاتی تھی کیونکہ ایک کونے میں تازہ گوبر کے نشان تھے....جسے ابھی ابھی صاف کیا گیا تھا....

معائنے کے بعد ڈاکٹر صاحب نے مجھے وزیٹرز بک پیش کی کہ میں اس میں اپنی رائے کا اظہار کروں....میں نے فی البدیہہ عرض کیا....

"دنیائے طب میں یہ ہسپتال سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے یہاں پر دوائیوں کی جگہ نسخوں سے علاج کیا جاتا ہے اور مریضوں کی تعداد روز افزوں ترقی پر ہے....ہسپتال میں داخل ہونے والے مریضوں کے لئے بھینس کے خالص دودھ کا خاطر خواہ انتظام ہے کیونکہ وارڈ میں بھینس باندھنے کا بھی اچھا بندوبست ہے.... گوبر بھی وقت پر اٹھایا جاتا ہے اور مکھیوں کی آمد و رفت پر کوئی خاص پابندی عائد نہیں ہے...."

چند ماہ بعد جب میں دوبارہ اسی ڈسپنسری کو دیکھنے گیا تو وارڈ میں ڈاکٹر صاحب کی بھینس تو بدستور بندھی تھی لیکن وزیٹرز بک کے جس ورق پر میرے پہلے معائنے کی رائے درج تھی....وہ غائب تھا....(شہاب نامہ)

دنیا میں رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی چند صورتیں

۱.... پوری توجہ کے ساتھ جب نماز پڑھنے کھڑے ہوں تو تکبیر اولیٰ سے سلام پھیرنے تک ہر بندے کے ذہن میں یہ بات پختہ رہنی چاہئے کہ شہنشاہ کے سامنے انکے دربار میں نکے بلانے پر کھڑا ہوا ہوں اب وہ میری سورہ فاتحہ سنیں گے اور جواب دیں گے....

۲....دوسری صورت دنیا میں ان سے ملنے کی یہ ہے کہ ان کے کلام کو پڑھا جائے.... یوں تصور باندھ کر بندہ تلاوت کرے کہ انہوں نے اپنی کتاب ہمیں پڑھنے کیلئے دی ہے اور ہم سے کہا ہے کہ تم میری کلام پڑھو میں خود سنوں گا اور تمہارے لئے نیکیوں اور انعامات کی بھرمار کرتا چلا جاؤں گا.... حضرت امام احمد رحمہ اللہ کو خواب میں اللہ پاک کی زیارت ہوئی پوچھا....

اے اللہ! آپ تک پہنچنے کا قریبی ذریعہ کون سا ہے؟

فرمایا....تلاوت قرآن کریم پھر پوچھا کہ سمجھ کر پڑھے تب آپ کا قرب ملے گا یا بغیر سمجھے بھی مل سکتا ہے....تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا سمجھ کے پڑھے یا بغیر سمجھے پڑھے جو بھی میری کلام پڑھے گا اسے میرا قرب ملے گا یعنی میری ملاقات کی ایک صورت میری کلام کو پڑھنا ہے....

۳....تنہائی میں مراقبہ یا دعا کی صورت میں بندہ اللہ تعالیٰ سے جتنی چاہے باتیں کرے جس کی آسان صورت یہ ہوتی ہے کہ خلوت (تنہائی) ہو اور ہاتھ اٹھے ہوئے ہوں اللہ تعالیٰ کو سامنے سمجھے ہوئے اور یوں باتیں کرے جیسے ان کے قدموں پڑ کے پیچھے پڑا ہوا ہوتا ہے اور سوال جواب کرر ہا ہوتا ہے محبت اور معافی مانگنے میں پیچھے ہی پڑ جائے....خلوت میں یہ کیفیت روزانہ دس....پندرہ منٹ ہو جائے تو دنیا میں رب تعالیٰ سے ملاقات کی اہم صورت ہے....

۴....دنیا میں اللہ تعالیٰ بذریعہ خواب بعض لوگوں سے ملاقات فرما لیتے ہیں....یعنی بندہ تو سو رہا ہوتا ہے....اللہ تعالیٰ جاگ رہے ہوتے ہیں بندے کے اعمال کے حساب سے اپنی زیارت کی تجلی سے بندے کو نواز دیتے ہیں....ملاقات کی یہ صورت بندے کے اختیار میں نہیں ہے....البتہ اس سے پہلے والی تینوں صورتیں بندے کے اختیار میں ہیں....دنیا

میں ایسی ملاقاتوں کیلئے رب تعالیٰ کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا ہے....

۵....رب تعالیٰ کی ملاقات کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ وہ ٹوٹے دلوں میں بستے ہیں ....اس لئے ہم خستہ حال ٹوٹے ہوئے دل والے مومنین کا خوب خیال کریں ....نیز اللہ والوں سے ملاقات بھی اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا اہم ذریعہ ہے....

۱....اللہ پر ایمان لائیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ لائیں ہیں اسے دل وجان اور زبان سے حق جانیں....

۲....اپنے عقائد کا جائزہ لیتے رہیں کہ کہیں ہم کفریہ کام تو نہیں کر رہے اور کہیں زبان سے کفریہ جملہ تو نہیں نکال بیٹھے خدانخواستہ اس قسم کی کوئی بات ہو جائے تو فوراً کلمہ پڑھ کر اپنے عقائد درست کرلیں....

۳....عبادات....معاملات....معاشرات اور اخلاق عمدہ سے عمدہ زندگی بھر ادا کریں....

۴ .... اللہ تعالیٰ کی ناراضگی .... غصہ اور رحمت سے دور کرنے والے کاموں (گناہوں) سے بچیں....

۵....آخرت میں رب تعالیٰ کی ملاقات مومنین کو مختلف درجات کے حساب سے ہوگی.... عام مومنین کو جمعہ کے دن بوقت جمعہ ملاقات ہوا کرے گی اور اس سے بڑھ کر بعضوں کو ہر روز بھی ملاقات ہوا کرے گی جبکہ سب سے بڑے درجے کے مومنین کو ایک دن میں دو دفعہ صبح وشام روزانہ ملاقات ہوا کرے گی....اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ ہماری نیت اور کوشش کہاں تک ہے؟

اس سلسلے میں دنیا کے اندر رہتے ہوئے شریعت پر پورا چل کر اور خوب دعائیں مانگ مانگ کر ان سے ملاقات کا زیادہ سے زیادہ وقت لے لیں کیونکہ آخرت کی یہ ملاقاتیں دنیا میں اعمال وکردار کے حساب سے ہوں گی....اس لئے اب وقت ہے کہ اس مسئلے کی طرف توجہ دیں اور آخرت کی روزانہ صبح وشام والی ملاقات ہم یہیں پر روزانہ مانگا کریں....ایک محدث کا ارشاد ہے کہ جنت میں اللہ تعالیٰ کی زیارت لوگوں کو اسی حساب سے ہوگی....جس حساب سے وہ نماز جمعہ کیلئے جلد از جلد آیا کرتے تھے....(گلدستہ علم وعمل)

تمت بحمد اللہ